مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر سوم

مصنّف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

دفتر دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفتر دوم کی رسم اجراء عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدین دہلی میں زیر صدارت حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہل علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اس میں شریک تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسل ایرانی ایمبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائریکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اس کے بعد جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے ہاتھوں دفتر دوم کا اجراعمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفتر دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفتر دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گزار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اسی طرح انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس نے بھی اس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اردو کا کوئی مؤقر اخبار ہوگا جس نے دفتر دوم اور اس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اس کے بعد سے ہندوستان کے اہل قلم اور علمی رسائل دفتر دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفتر دوم کے مقدمہ میں اس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد تو ہر دفتر کی تیاری کے لیے مجھے مل ہی رہی ہے، مزید برآں وزارتِ تعلیم نے دفتر دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لیے خرید منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے، جس کے لیے میں مزید شکر گزار ہوں۔

دفتر دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اس کے اجراء سے تین ماہ قبل سے ہی میں دفتر سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اور اب میں دفتر چہارم میں مشغول ہوں اور اس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد

Marfat.com

اس کی اشاعت عمل میں آ جائے گی۔

تصوف کی چند اصطلاحیں

تصوف کی ان اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں۔ دفتر اول اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے، اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اس دفتر سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، ان کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حیرت: سالک کے لیے ذکر وفکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ رب کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی طرف اور اس مقام پر پہنچ کر سالک کو ان چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا۔ اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
این خواب کارِ دولتِ بیداری کند

"مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے۔ یہ خواب، بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے۔"

اس مقام کی ابتدا سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل میدانِ حشر میں اس وقت ہو گی جبکہ حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخُطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں، اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرتِ حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْهُ الْمُصِیْبَةُ کَمَا سَرَّتْهُ النِّعْمَةُ۔ یعنی "یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔"

ابدال: مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے:

کیست ابدال؟ آنکہ او مبدل شود خمرش از تبدیلِ یزداں خَل شود

ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے اللہ کے تبدیل کر دینے سے اس کی شراب سرکہ بن جائے

Marfat.com

یعنی اس میں جس قدر اخلاقِ رذیلہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا اِنْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَھُمْ اَقْرِبَآءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَھُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلْقِ وَ صِدْقِ النِّیَّۃِ وَ سَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ”منقول ہے کہ انبیا زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قوی لوگوں کو ان کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ان کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں۔ ہاں ان میں حسن خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لیے ہوتی ہے۔“

اعیانِ ثابتہ : وہ تمام اشیا جو موجودات خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالم شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس ہو رہی ہیں، وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرتِ حق تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثابتہ کہلاتا ہے۔ خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ ان اعیانِ ثابتہ کا عکس اور ظل ہیں اور ان اعیانِ ثابتہ کی اصل اسماء الٰہی اور اسماء الٰہی کی اصل حقیقت الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسماءِ الٰہی کو سرِّ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سرِّ سرِّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے:

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آں پیش چشم کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیانِ ثابتہ اور ان کا سرِّ اسماءِ الٰہی اور اس سرِّ کا سرِّ یعنی حقیقت الٰہیہ کاملوں کے مشاہدے میں ہوتی ہے، اسی لیے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ ”ہم نے اشیا کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔“

عقلِ معاش : وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو، وہ عقل معاش ہے اسی کو مثنوی میں عقل جزوی اور عقل ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقل معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اخروی معاملات میں تیز ہو اس کو عقل معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقل کلی، عقل کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال : بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کو ابدال تک بھی نہیں پہچان سکتے۔ ایسے اولیاء اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَآءَ اَخْفِیَآءَ شَعْثَۃً رُؤُسُھُمْ مُغْبَرَّۃً وُجُوْھُھُمْ اِذَا اسْتَاْذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَ اِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَ اِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَ اِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَ اِنْ مَاتُوْا لَمْ یَشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْدُوْنَ فِی

Marfat.com

السَّمَاءِ۔ یعنی ''اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیا ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں۔ ان کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو ان کو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہیں کی جاتی ہے اور اگر وہ مر جائیں تو لوگ ان کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں۔ وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔''

ایسے ہی مستور الحال ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور ان سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے، آپ اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں؟ اس پر ان بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیا کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

اِلہام: اسی کو حکمت، علمِ لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیا کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے جو علم انبیا اور رسولوں کو عطا ہوتا ہے اس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اس کی اگر تلاوت بھی ہوتی ہو تو وہ وحیِ متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اس کی تلاوت نہ ہو تو اس کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی غلطی اور خلل سے بالکل محفوظ ہے، الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے، اس لیے بسا اوقات انسان القاءِ شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ غور کر لینا چاہیے کہ اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنے والا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس سے اس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لِمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَ لِلْمَلَکِ لِمَّۃً فَاَمَّا لِمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِ وَ تَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَ اَمَّا لِمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَّجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَمَنْ وَّجَدَ الْاُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی ''شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے

Marfat.com

اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے۔ شیطان کی ڈالی ہوئی بات برائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔"

تناسخ۔ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے، اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آ جاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچتا ہے۔

از جمادی مردم و نامی شدم   وزنما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم   پس چہ ترسم، کے زمردن کم شوم

ان مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں۔ ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جملۂ دیگر بمیرم از بشر   تابر آرم از ملائک بال و پر
وزملک ہم بایدم جستن زجو   كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

جسم مثالی: اہل شرع اور اہل تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں۔ ایک عالم شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہاں تمام اجسام مادہ اور عنصر کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عالم مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالم شہود میں ہے، اس عالم میں بھی ہے لیکن اس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے۔ وہاں جو اس کا جسم ہے، وہ جسم عنصری نہیں بلکہ جسم مثالی ہوتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلح حدیبیہ۔ ۶ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل ورے مقامِ حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ بزور شمشیر مکہ میں داخلہ سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہل مکہ نے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے

Marfat.com

بعد فوراً واپس ہو جائیں گے۔ ہمارا مقصد اہل مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہل مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت وشنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو ان کے لیے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کے لیے ذلت آمیز۔ یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کیے بغیر واپس ہو جائیں۔ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ناگوار بھی گزریں لیکن آنحضور ﷺ نے خداوندی حکم کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضور ﷺ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا "یعنی ہم نے یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔" چند ہی روز میں اس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اس صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضور ﷺ کے زیر نگیں آ گیا۔

بنی نضیر: یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انہوں نے مخفی طور پر آنحضور ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضور ﷺ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں ان کو مدینہ کے اطراف سے ۴ ہجری میں جلاوطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دے دی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔ غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضور ﷺ کو ۵ ہجری میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضور ﷺ نے ان لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباحؓ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا امیہ بن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کیے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کیا پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری۔ ان کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لا سکے اور ملک شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں ۲۰ ہجری میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ ان کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عذر پیش کرنے کے باوجود تعمیل

Marfat.com

حکم پر مجبور ہو کر اذان دینا شروع کی۔ جس وقت اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت: یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا۔ اس کی بادشاہت پیغمبر وقت شمویل کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اس کو ایک سخت قوی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت شمویل نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤد کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فوج میں شامل کر لیا۔ دورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو۔ جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤد نے وہ پتھر اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لیے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤد نے وہی پتھر اس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ۔ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔"

حضرت مریم علیہا السلام: حضرت مریم کنوارپن ہی میں بحکم خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے ان کو تسلی دی پھر جب ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ ان کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے ان کو ملامت شروع کر دی، اس پر انہوں نے لوگوں سے کہا تم اسی بچہ سے اس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰ بول اٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہل سبا۔ یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہل سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ○ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ○ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ بے شک سبا والوں کے لیے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی۔ دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انہوں نے روگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ ان کی ناشکری کی ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ : یہ مالک کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کی کنیت ام سلیم تھی۔ مالک کے بعد ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تربیت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کی جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان کو ان کی ماں اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کی خدمت پر مامور کر دیا۔ انہوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادمِ خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش تھے اور ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ ہجری میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انہوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور ان کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ: بورن فیل۔ یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس اور مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت کرنے سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور کہہ دیا، اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کر لے، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انہیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا۔ یہ اس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور ان کو اس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح سو کر اٹھتے تھے تو اپنے آپ کو اسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس۔ یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں، اسی لیے قرنی کہلاتے ہیں۔ ان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ ان کی والدہ ان کی خدمت کی محتاج اور ضرورت مند تھیں، لہٰذا ان کی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور ان کو آنحضور ﷺ کا دیدار میسر نہ آیا۔ اسی لیے ان کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے، نسبت اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اس کی بیوی۔ ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے۔ اس کی بیوی کا نام ارویٰ اور کنیت ام جمیل ہے۔ ابولہب آنحضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اس کی بیوی آنحضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے اور

Marfat.com

مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے۔آنحضور ﷺ کی ابتدائے دعوت سے آخردم تک آنحضور ﷺ کی مخالفت کرتا رہا۔بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔سورۂ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰ: اس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا،اس لیے اس کو فرعون کہا جاتا ہے۔شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اس کے واقعات قرآن پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

سجاد حسین

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

۲۱ شوال ۱۳۹۶ھ

۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے ضیاء الحق[1] حسام الدین بیار ۔ ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

اے ضیاء الحق حسام الدین، لا ۔ یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

بر کشا گنجینۂ اسرار را ۔ در سوم دفتر بہل اعذار را

رازوں کا خزانہ کھول دے ۔ تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

قوتت[2] از قوتِ حق می زہد ۔ نز عروقے کز حرارت می جہد

تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے ۔ نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

ایں چراغِ شمس کو روشن بود ۔ نز فتیلہ و پنبۂ وروغن بود

یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے ۔ بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سقفِ گردوں کو چنیں دائم بود ۔ نز طناب و اُستنے قائم بود

آسمان کی چھت جو اس طرح ہمیشہ سے ہے ۔ رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قوتِ جبریلؑ از مطبخ نبود ۔ بود از دیدارِ خلاقِ وجود

(حضرت) جبریلؑ کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی ۔ وجود کو پیدا کرنے والے (اللہ) کے دیدار کیوجہ سے تھے

ہمچنیں ایں قوتِ ابدالِ حق ۔ ہم زحق داں نز طعام و نز طبق

اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے ابدال کی قوت ۔ اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسم شاں[3] راہم زنور اسرشتہ اند ۔ تاز روح وازملک بگذشتہ اند

ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل ۔ ز آتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ

چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے ۔ حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام ۔ اے عناصر مر مزاجت را غلام

آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی ۔ اے وہ کہ عناصرِ اربعہ تیرے مزاج کے غلام ہیں

---

[1] ضیاء الحق چلپی مولانا کے وہی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ ایں سوم۔ طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارتِ باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے، اس کے لیے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار۔ سِرّ کی جمع، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے ہلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار۔ یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

[2] قوتت۔ یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے۔ می زہد۔ زہیدن نشو ونما پانا۔ ایں چراغ۔ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں ہے، اسی طرح تمہاری طاقت اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ سقفِ گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوتِ جبریل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا، جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔ ہم چنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے۔

[3] جسم شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتش نمرود۔ یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصر اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔

Marfat.com

ہر مزاجے[1] را عناصر مایہ ایست
عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں

ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالا تر ہے

ایں مزاجت در جہانِ منبسط
وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج

وصفِ وحدت راکنوں شد ملتقط
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق
ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان

سختِ تنگ آمد ندارد خلق حلق
بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو
اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے

حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا

تا کہ مے نوشید و مے رابر نتافت
یہاں تک کہ (اس) نے شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

صَارَ دَکًّا مِنْہُ وَ انْشَقَّ الْجَبَلُ
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا

ھَلْ رَاَیْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقْصَ الْجَمَلُ
کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لیے ہو سکتا ہے

حلق بخشی کارِ یزدان ست و بس
حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

حلق بخشد[2] جسمہا و روح را
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے

حلق بخشد بہرِ ہر عضوت جدا
تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے

از دغا و از دغل خالی شوی
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تانگوئی سرِ سلطاں را بکس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے

تا نریزی قند را پیشِ مگس
تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اسرارِ جلال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے

کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے

تا خورد خاک آب و روید صد گیا
یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سیکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

---

[1] ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔ ایں مزاجت۔ یعنی آپ چونکہ اخلاق الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمون وحدت نہیں اترتا عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق۔ لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہ طور۔ مضامین معرفت کو کوہ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے۔ صَارَ دَکًّا۔ کوہ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا۔ لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق، عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضا کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

[2] حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔ ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو حلق اس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تا نگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارف الٰہیہ اس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں ان کے اخفاء کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نااہلوں کے سامنے انکو ظاہر نہ کرنے پر انکو قدرت حاصل ہو جائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا ہے۔

Marfat.com

باز حیواں[1] را بہ بخشد حلق و لب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے

تا گیاہش را خورد اندر طلب
یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت رفت
جب اس (حیوان) نے اس خاک کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا

گشت حیواں لقمۂ انسان ورفت
حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی

چوں جدا شد از بشر روح و بصر
جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرّہا دیدم دہاں شاں جملہ باز
میں نے ذرے دیکھے ہیں جن کے منہ کھلے ہوئے تھے

گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز
اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

برگہا را برگ از انعامِ او
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے

دایگاں را دایہ لطفِ عامِ او
پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

رزقہا[2] را رزقہا او میدہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے

زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرح ایں سخن را منتہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے

پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اس سے اور ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ

باقیاں را مقبل و مقبول داں
باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

ایں جہان و ساکنانش منتشر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہونے والے ہیں

واں جہان و ساکنانش مستمر
وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش منقطع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں

اہلِ آں عالم مخلّد مجتمع
اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
تو بزرگ، وہ ہے جو اپنے آپ کو پلا دے

آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، تا کہ ہمیشہ رہے

باقیاتُ الصالحات آمد کریم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے

رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سیکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہے

---

[1] باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔ ذرہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرہ دوسرے کو کھانے کے لیے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتے جو حیوانات کی خوراک ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے، کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں، ان کی خدا پرورش کرتا ہے۔

[2] رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اس کو رزق میسر نہ آئے تو اس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف ان کو حاصل ہے جو مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں۔ ایں جہاں۔ عالم امکان۔ منتشر۔ چونکہ عالم امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہاں۔ عالم آخرت۔ آبِ حیواں۔ یعنی معارفِ الٰہیہ۔ باقیات۔ بزرگ جبکہ مجموعۂ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔

گر ہزاراں اند[1] یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں
آکل و ماکول را حلق ست و نائے
کھانے والے اور کھائے جانیوالے کا حلق اور گلا ہوتا ہے
حلق بخشید او عصائے عدل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا
واندرو افزوں نشد زاں حملہ اَکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا
مریقیں را چوں عصا حق حلق داد
اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کیطرح یقین کو بھی حلق دیا ہے
پس معانی[2] را چو اَعیاں حلقہاست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں
پس زماہی تا بہ مہ از خلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے
حلق نفس از وسوسہ خالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے
حلق عقل و دل چوشد خالی زفکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا
شرط تبدیل مزاج آمد بداں
سمجھ لے، مزاج کو بدلنا شرط ہے
چوں مزاجِ آدمی گل خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے
چوں مزاجِ زشتِ او تبدیل یافت
جب اس کا بُرا مزاج بدل گیا

چوں خیالاتِ عدو اندیش نیست
تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں
غالب و مغلوب را عقل ست ورائے
غالب اور مغلوب کے لیے عقل اور رائے ہے
خورد او چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی
زانکہ حیوانی نبودش اَکل و شکل
کیونکہ اس کا کھانا اور صورت جسمانی نہ تھا
تابخورد اوہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا
رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے
کہ بجذبِ مایہ اورا حلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کے لیے جس کے حلق نہ ہو
میہمانِ وحیِ اِجلالی شود
تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے
یافت او بے ہضم معدہ رزقِ بکر
تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا
کز مزاجِ بد بود مرگِ بداں
اس لیے کہ بُروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے
زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد
(تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل بن جاتا ہے
رفت زشتی و آں رُخش چوں شمع تافت
بُرائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

---

[1] گر ہزاراں۔ اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں تو ان کا صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحب عقل ورائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا۔ وہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔ مریقیں را۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔

[2] پس معانی۔ جس طرح خارجی اشیا کا حلق ہے ذہنی اشیا کا بھی حلق ہے۔ زماہی۔ یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلق نفس۔ یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کرلے۔ حلق جاں۔ یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرلے۔ حلق عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو ضروریات سے پاک کرلے۔ رزق بکر۔ تازہ رزق یعنی معارف الہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوار الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔

Marfat.com

دایہ کو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کند بد فوز[1] را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو نعمت کے ذریعہ خوش کر دے، بدذوق کو

دایہ کو شیر خوارہ طفل را — تاز نعمتہا کند او را غذا
شیر خوار بچہ کے لیے وہ دایہ کہاں ہے؟ جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو — برکشاید راہِ صد بُستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی سیکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لیے پستان پردہ بن گیا ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام — اندک اندک جہد کن تمّ الکلام
تو ہماری زندگی، دودھ چھڑانے پر موقوف ہے بہ تدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں[2] بود آدمی خوں مُبد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا، خون خوراک تھی مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چون جنیں بود آدمی خونخوار بود — بُودِ او را بودِ از خوں تارو پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد — وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود — طالب مطلوبِ پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

گر جنیں راکس بگفتے در رحم — ہست بیروں عالمے بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرّمی باعرض و طول — اندر و بس نعمت و بیحد اکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے اس میں بے شمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا — بوستانہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

---

1. فوز۔ پوز یعنی منہ۔ دایہ۔ یعنی دایہ قدرت بری عادتیں چھڑا دے۔ گر بہ بندد۔ دایہ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔ زانکہ پستان۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے۔ پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوڑنے پر اخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لیے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔

2. جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کرو گے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہوں گی۔ وز فطام۔ جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہوں گی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحب حکمت۔ گر جنین۔ یہ شعر، ساتویں شعر تک شرط ہے۔ آٹھواں شعر "او بحکم" جواب شرط ہے۔ خرم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

Marfat.com

آسمانے بس بلند و پر ضیا — آفتاب و ماہتاب و صد سہا[1]

بہت اونچا آسمان ہے اور منور — آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و از دبور — باغہا دارد عروسیہا و سور

جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے — باغات، جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجایب ہائے آں — تو دریں ظلمت چہٖ در امتحاں

اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں — تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخ تنگنا — درمیانِ حبس و انجاس و عنا

تنگ قید خانہ میں خون کھا رہا ہے — بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے — زیں رسالت معرض و کافر شدے

وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوا — اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور — زانکہ وہمِ کور زیں معنی است دور

کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے — کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او — نشنود ادراکِ منکر[2] ناکِ او

اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی — اس کا انکار کرنے والا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں — زاں جہاں ابدال می گویند شاں

اسی طرح دنیا کی عام مخلوق — ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ — ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے — (اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے زایشاں نہ رفت — کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت

ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی — کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

گوش را بندد طمع از استماع — چشم را بندد غرض از اطلاع

لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے — غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمعِ خوں — کاں غذائے اوست در اوطانِ دُوں

جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو — جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد — خونِ تن را در دلش محجوب کرد

اس عالم کی بات سے محروم کر دیا — اس کے دل کے لیے جسم کے خون کو محجوب کر دیا

---

1. سہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغرب کی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔ او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔

2. منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں۔ یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالم آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالم آخرت۔ ہیچ۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع۔ یعنی دنیاوی لالچ۔ استماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

Marfat.com

زیں ہمہ[1] انواعِ نعمت ماند فرد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا

غیر خوں او می نداند چاشت خورد
خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

برتو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ

شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پر غرور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق کے

از حیاتِ راستینت کرد کور
سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں
اچھی طرح سمجھ لے، لالچ تجھے اندھا بناتا ہے

بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے

در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے حد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن

تا نہی پا بر سرِ آں آستاں
تا کہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں در آئی وارہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پائے گا

از غم و شادی[2] قدم بیروں نہی
(دنیا کے) غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشم جانت روشن و حق بیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی

بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں
(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن

تا رہی از خوف و مانی در اماں
تا کہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے

تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
تا کہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

قصہ خورندگانِ پیل بچگاں از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں

دید دانائے گروہِ دوستاں
ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے

می رسیدند از سفر وز راہِ دور
سفر سے اور دراز راستہ سے آ رہے تھے

---

[1] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی اور لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ برتو۔ انسان، دنیاوی لالچ کی وجہ سے اخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔

[2] غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔ قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اکابر و ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عور۔ برہنہ۔

Marfat.com

مہر دانائیش جوشید و بگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی
خوش سلامے شان و چوں گلبن شگفت
ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوع[1] و از خلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے
جمع آمد رنج تاں زیں کربلا
(اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل
لیکن خدا کے لیے اے بزرگو!
تا نباشد خورد تاں فرزند پیل
تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے
پندِ من از جان و از دل بشنوید
دل و جان سے میری نصیحت سن لو

پیل بچگانند اندر راہِ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں
صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہِ تاں
جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں
لیک مادر شاں بود اندر کمیں
لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ
اپنے بچے کی خاطر سیکڑوں میل کے راستہ سے
او بگردد در حنین و آہ آہ
وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

آتش و دود آید از خرطومِ او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے
الحذر زاں بچۂ مرحومِ او
اس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر
اے لڑکے! اولیاء، اللہ کے بچے ہیں
در حضور[2] و غیبت آگاہِ باخبر
وہ (اُن کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (اُن سے) باخبر ہے

غائبی مندیش از نقصانِ شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ
کو کشد کیں از برائے جانِ شاں
کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں
در غریبی فرد از کاروکیا
غیر حاضری میں بھی کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ آزمائش کے لیے بے وقعت اور یتیم ہیں
لیک اندر سر منم یار و ندیم
لیکن در پردہ ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے
گوئیا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

---

1. تجوع۔ بھوکا ہونا۔ خلاء۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک۔ ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹے۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔
2. حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔ کاروکیا۔ یعنی کیائے کار، خداوند کارہا۔ از برائے۔ یعنی اولیاء بظاہر بے سہارا اس لیے بنا دیے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ اجزائے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

ہاں[1] و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند — صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں — ہزروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبِ ہنر — موسیٰ فرعون را زیر و زبر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟ — (حضرت) موسیٰ علیہ السلام فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرینِ بد — نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے — (حضرت) نوح علیہ السلام مشرق اور مغرب کو غرقاب

برنکندے یک دعائے لوطِ راد — شہر ہائے کافراں را المراد
جوانمرد لوط علیہ السلام کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی — کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ چوں فردوسِ شاں — دجلۂ آبِ سیاہ رو بیں نشاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا — سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے شام ست ایں نشان و ایں خبر — دررہِ قدس بہ بینی برگذر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے — بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لے گا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست — خود بہر قرنے سیاستہا بدست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں) — اور ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا — جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

خوں شود[2] کہ ہا و باز آں بفسرد — تو نہ بینی خوں شدن کوری ورد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں — تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے، تو اندھا اور مردود ہے

طرفہ کوری دوربین و تیز چشم — لیک از اُشتر نہ بیند غیر پشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز نگاہ ہے — لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

موبمو بیند ز صرفہ حرصِ انس — رقص بے مقصود داند ہمچو خرس
انسان کا لالچ حرج کو بال بال دیکھتا ہے — (اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

موبمو بیند ز حرصِ خود بشر — رقصِ او خالی ز خیر و پر ز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے — اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی — پنبہ را از ریشِ شہوت برکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے — شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

---

[1] ہاں۔ تمام اولیا سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ۔ یعنی اگر اولیا کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوبِ ہنر۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ راد۔ سخی، جوانمرد۔ المراد۔ یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔ دجلہ۔ بغداد کا مشہور دریا۔ مطلقاً دریا۔ سوئے۔ قومِ لوط کی بستیاں، شام کے علاقے میں ہیں۔ سیاستہائے۔ یعنی انبیاء کی نافرمانی سزا کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم۔ ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔

[2] خوں شود۔ یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی۔ انسان ان کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ طرفہ کوری۔ انسان کا اندھا پن بھی عجیب ہے۔ موبمو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص۔ دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔ رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا کودنا مناسب نہیں، انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

Marfat.com

رقص و جولاں[1] بر سرِ میداں کنند — رقص اندر خونِ خود مرداں کنند

رقص اور جولانیاں میدانِ جنگ میں دکھاتے ہیں — بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند — چوں جہند از نقص بر رقصے تنند

جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں — جب نقص سے باہر آ جاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مطرباں شاں ازدروں دف می زنند — بحرہا در شورِشاں کف می زنند

ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں — سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا برشاخہا — کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا

تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے — بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی لیک بہرِ گوشِ شاں — برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں

تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لیے — کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی[2] برگہا را کف زدن — گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن

تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے — (اسکے لیے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سر بر بند از ہزل و دروغ — تا بہ بینی شہرِ جاں را با فروغ

سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے — تا کہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو — جز حدیثِ روئے او چیزے مگو

اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے — اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سرکشد گوشِ محمدؐ در سخن — کش بگوید در نبے حق ہو اُذُن

محمد ﷺ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے — ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سر بسر گوش ست و چشم ست ایں نبیؐ — رحمتِ او مرضع ست و ما صبی

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجسم کان اور آنکھ ہیں — ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں

اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — ہاتھی والوں کی جانب (اور) شروع کی طرف چل

بقیہ قصہ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کا قصہ

---

[1] رقص و جولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپ کو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے برے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پا جاتے ہیں اور نقص سے بری ہو جاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطرباں۔ قدرت کی طرف سے ان کے رقص کے اسباب مہیا کر دیے جاتے ہیں۔ مطرباں۔ گانا سنانے والے۔ کف می زنند۔ سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں پر ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

[2] تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص "بآواز دولاب مستی کنند"۔ شہرِ جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل۔ مذاق۔ سرکشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں۔ نبے۔ قرآن۔ سربسر۔ یعنی آنحضور ﷺ ہماری بھلائی کے لیے مجسم کان اور آنکھ ہیں اور ان کی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔ ایں سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔

Marfat.com

ہر دہاں را پیل بوے می کند
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے

تا کجا[1] یابد کباب پورِ خویش
تا کہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے

تا کجا بوئے کباب بچہ را
تا کہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو

لخمہائے بندگانِ حق خوری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے

ہاں کہ بو یائے دہاں تاں خالق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے

نے دہاں دزدیدن امکاں زاں مہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے

آب و روغن نیست مر روپوش را
منہ چھپانے کے لیے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں

چند کوبد زخمہائے گرزِ شان
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے

گرزِ عزرائیل رابنگر اثر
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے

ہم بصورت می نماید گہ گہے
کبھی کبھی صورۃً بھی نظر آ جاتا ہے

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!

چوں نمی بیند کسے از یارانِ او
جو اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے

گردِ معدہ ہر بشر بر می تند
ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تازند اندر جزا صد زخم نیش
تا کہ بدلے میں سو زخم لگائے

یا بد و زخمش زند اندر جزا
پائے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری
ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

کے برد جاں غیر آں کو صادق است
سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

باشد اندر گور منکر بانکیر
قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را
عقل اور حواس کے لیے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

بر سر ہر ژاژخا[2] و مرزِشان
ہر بکواس کے سر اور سرینوں پر

گر نہ بینی چوب و آہن در صور
اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

چیست ایں شمشیر بر فرقِ سرم
میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

در جواب آیند ہریک اے عمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے۔ اے چچا!

---

1. تاکجا۔ ہاتھی منہ کو اس لیے سونگھتا ہے تا کہ اپنے بچے کے کباب کھانے والے کو پہچان لے۔ لخمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر۔ جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنے والوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا۔ افسوس۔ تمسخر، مذاق۔ منکر بانکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال و جواب کریں گے۔ نے دہاں۔ ان سے منہ نہ چھپایا جا سکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے سے نہ بچا جا سکے گا۔

2. ژاژخا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے، مقعد، سرین۔ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آ رہا ہے تو اس کے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

Marfat.com

ما نمی بینیم باشد ایں خیال — چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال[1]

ہمیں نظر نہیں آتا، یہ وہم ہو گا — کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں — از نہیب ایں خیالے شد کنوں

یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان — اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

گرز ہا و تیغہا محسوس شد — پیشِ بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں — بیمار کو، اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

اوہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست — چشمِ دشمن بستہ زاں و چشمِ دوست

وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اسی کے لیے ہیں — دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد — چشمِ او روشن گہ خونریز شد

دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی — اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغ[2] بے ہنگام شد آں چشمِ او — از نتیجہ کبر اُو و خشمِ او

اس کی آنکھ بے وقت کا مرغ ہو گئی — اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را — کہ بغیرِ وقت جنباند درا

(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے — جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں نزعے ست جزوِ جانت را — بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را

تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے — جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست — روز و شب مانندِ دینار اشمرست

تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے — دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف — تا کہ خالی گردد و آید خسوف

بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں — یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جائے

گرز کہ بستانی و نہی بجائے — اندر آید کوہ زاں دادن بپائے

اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے — اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض — تا ز وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یابی غرض

تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ — تا کہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

---

[1] ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کے لیے مجھے مار رہے ہیں۔ اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال۔ یعنی عزرائیل علیہ السلام کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اس کے اثر سے زمین و آسمان وہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ اوہمی بیند۔ وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص۔ صرف اس کے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی آنکھ حرص کی دنیا سے خالی ہو چکی ہے۔

[2] مرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہو جاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آ جاتی تو نیک اعمال کر سکتا، اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کر دیا جاتا ہے۔ ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزا فنا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے اجزا لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندۂ دینار۔ خسوف۔ یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گرز کہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہو گے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہو جائے گا۔ عوض۔ یعنی عبادت۔

Marfat.com

در کمال[1] کارہا چندیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر

جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا

کارہایت ابتر و نانِ تو خام
تیرے کام ناقص ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہو گی

واں عمارت کردنِ گور و لحد
قبر اور لحد کی تعمیر

نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد
نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ نمدے سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا

در منیّ او کنی دفنِ منی
(اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاکِ او گردی و مدفونِ غمش
اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دفن ہو جا

تا دمت یابد مددہا از دمش
تا کہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مدد حاصل کرے

گور خانہ قبہا و کنگرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں

نبود از اصحابِ معنی آں سرہ
اہلِ باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

بنگر اکنوں زندہ اطلس پوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ

ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

در عذابِ[2] منکرست آں جانِ او
اس کی جان بڑے عذاب میں ہے

کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او
اس کے غم گین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں

وز دروں ز اندیشہا او زار زار
اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کہن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا

چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

باز گشتن بحکایتِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی۔

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من
نصیحت کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو

تا دل و جاں تان نیفتد در محن
تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

با گیاہ و برگہا قانع شوید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو

در شکارِ پیل بچگاں کم روید
ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

---

[1] در کمال۔ دنیا کے کاموں میں بقدرِ ضرورت کوشش کرے، آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے۔ عاقبت۔ اگر آخرت کا کام نہ کر لو گے تو دنیا سے ناکام جاؤ گے۔ واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر کنگروں دار قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سرہ۔ خالص، بے عیب۔ بنگر۔ بد اعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے۔

[2] در عذاب۔ بدکار، اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا۔ با گیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھا لینا، ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔

من بروں[1] کردم ز گردن دامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح

میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم

میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تا کہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دے دوں

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمعِ برگ از بیخہا تاں بر کند

خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت

یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادۂ — پورِ فیلے فربہے نوزادۂ

یک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نوعمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فروشستند دست

وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے اور انہوں نے ہاتھ دھوئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد — کہ حدیث[2] آں فقیرش بود یاد

ایک ساتھی نہ نے کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن

وہ بات اس کے لیے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل، تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ

پھر وہ لیٹ گئے اور وہ سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید — اوّلاً آمد سوئے حارس دوید

اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی پہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار

اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گردِ او گشت و برفت — مر ورا نازرد آں شہ پیل زفت

چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

پس لبِ ہر خفتہ رابوئے کرد — بوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد

پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے — اس کو اس سوئے آدمی سے بو آتی تھی

---

[1] من بروں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔ ہیں۔ لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں، کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ راستہ۔ دست۔ یعنی اس کے کباب کھا کر ہاتھ دھو لیے۔ پند داد۔ دوسروں کو۔ ماننے کی نصیحت کی۔

[2] حدیث۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گڈریا۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اس کے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔ ورا۔ یعنی ہاتھی کو۔

Marfat.com

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بود — بردرانید و بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچہ کے کباب کھائے تھے — ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اویک بیک را زاں گروہ — می درانید و نبودش زاں شکوہ[1]
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو — پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف — تاہمی زد بر زمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا — یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق ازرہ بگرد — تانیارد خونِ ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ — تاکہ ان کا خون تیرے لیے معرکہ پیدا نہ کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں — زانکہ مال از زور آید دریمیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ — اس لیے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچگاں کیں کشد — فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے — ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار — ہم بر آرد خصمِ فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے — ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را — پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بو نے رسوا کیا — ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ[2] یابد بوئے حق را از یمن — چوں نیابد بوئے باطل را زمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے — وہ میرے باطل کی بو کو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

مصطفیؐ چوں بوئے برداز راہِ دور — چوں نیابد از دہانِ مابخور
مصطفیٰ ﷺ نے جب اس دور دراز راستہ سے بو محسوس کر لی — ہمارے منہ کی بدبو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

ہم بیابد لیک پوشاند زما — بوئے نیک و بد بر آید برسما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں — اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے

توہمی خسپی و بوئے آں حرام — می زند بر آسمانِ سبز فام
تو سو جاتا ہے اور اس حرام کی بو — نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود — تابہ بوگیرانِ گردوں می رود
وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے — یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

---

[1] شکوہ۔ خوف، ڈر۔ برہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک ہوا میں اچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔ نبرد۔ معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔ بوئے۔ مکار کو اس کے مکر کی بو رسوا کر دیتی ہے۔

[2] آنکہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بو۔ ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ بوگیران۔ وہ فرشتے جو بدکاروں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز / در سخن گفتن بیاید چوں پیاز

تکبر کی بو، غصہ کی بو، حرص کی بو / پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گرخوری[1] سوگندمن کے خوردہ ام / از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام

اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے / پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کند / بر دماغِ ہمنشیناں برزند

اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی / اور ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس دعا ہا رد شوواز بوئے آں / آں دلِ کژ می نماید در زباں

اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی / وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اِخْسَئُوْا آید جوابِ آں دعا / چوبِ رد باشد جزائے ہر دغا

اس دعا کا جواب "اخسئو" آتا ہے / ہر دغا (بازی) کا جواب مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثت کژ بود معنیت راست / آں کژی لفظ مقبولِ خداست

اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں / وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بود معنی کژ و لفظت نکو / آں نکو لفظے نیرزد یک تسو

اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں / وہ اچھے لفظ، دمڑی کے قابل بھی نہیں

دربیان[2] خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگان ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اس غلطی کے بیان میں جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِؓ صدق در بانگِ نماز / حی را ہی خواند از روئے نیاز

وہ سچے بلال رضی اللہ عنہ اذان میں / (لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست / ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست

یہاں تک کہ ان منافقوں نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے / یہ غلطی اس وقت کی تعبیر کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار / یک مؤذن کہ بود افصح بیار

اے اللہ کے رسول اور نبی / ایک زیادہ فصیح مؤذن لے آیئے

عیب باشد اولِ دین و صلاح / لحن خواندن لفظِ حَیَّ عَلَی الفَلَاح

دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا / لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

---

[1] گرخوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اس کی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی۔ چغلی کھانا۔ بس دعاہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ اخسئوا۔ دور ہو جاؤ، یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب رد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثت۔ یعنی اخلاص کے ساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔

[2] دربیاں۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔ بلالؓ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مؤذن۔ حی راہی۔ یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حاء حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کر سکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

Marfat.com

خشم[1] پیغمبرؐ بجوشید و بگفت — یک دو رمزے از عنایات نہفت

پیغمبر ﷺ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے — ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلالؓ — بہتر از صد حیّ حیّ و قیل و قال

کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہی — شور و غل کے سیکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

وا مشورانید تا من رازِ تاں — وانگویم ز آخر و آغازِ تاں

جوش نہ دلاؤ تا کہ میں تمہارے راز — اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گرنداری تو دمِ خوش در دعا — رَو دعا می خواہ زاخوانِ صفا

اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے — جا صفائی والوں سے دعا کرا لے

امر کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام بدہانے خواں مَرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اس منہ سے پکار جس منہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دعا

اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا — دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ — با دہانے کہ نکردی تو گناہ

کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ — اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں[2] — گفت مارا از دہانِ غیر خواں

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے — فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ — از دہانِ غیر برخواں کاے اِلٰہ

دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے — دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کن کاں دہانہا مر تُرا — در شب و در روزہا آرد دعا

ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لیے — رات اور دن دعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ[3] — آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ

اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا — وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یا دہانِ خویشتن را پاک کن — روحِ خود را چابک و چالاک کن

یا اپنے منہ کو پاک کر — (اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

---

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ پر تھیں۔ ہیِ بلالؓ۔ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کا لفظ ''حی'' کی بجائے ''ہی'' کہنا اس حی کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گرنداری۔ غرض کہ دعا کی قبولیت کے لیے اخلاص شرط ہے، اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرا لے۔

[2] امر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہے تو تم نے تو اس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لیے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اس مجبوری کے لیے عذر خواہ ہو جائے گا۔ یا دہان۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہے۔

Marfat.com

ذکرِ حق[1] پاک ست چوں پاکی رسید
اللہ (تعالیٰ) کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی
رخت بربندد بروں آید پلید
ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدہا از ضدہا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں
شب گریزد چوں بر افروزد ضیا
رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں در آید نامِ پاک اندر دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے
نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

در بیان آنکہ اللہ گفتنِ نیاز مند عین لبیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیاز مند کا اللہ کہنا، اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے[2] اللہ می گفتے شباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا
تا کہ شیریں می شد از ذکرش لباں
یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت رو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ
چند گوئی آخر اے بسیار گو
اے بہت بولنے والے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو
یہ سب تو غرور سے اللہ کہتا ہے
خود یکے اللہ را لبیک کو
اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت
پیشگاہ (خداوندی) سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے
چند اللہ می زنی باروئے سخت
تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

او شکستہ دل شد و بنہاد سر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا
دید در خواب او خضر را در خضر
اُس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں واماندۂ
انہوں نے کہا ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا
چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم[3] نمی آید جواب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے
زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب
اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے
کہ بُرو با او بگو اے ممتحن
کہ جاؤ اس سے کہو، اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے
آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

1. ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اس میں داخل کرو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔
2. آں یکے۔ یعنی شب کو ذکر خداوندی کرتا تھا۔ لبیک۔ یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت۔ یعنی عرشِ باری۔ خضر۔ حضرت خواجہ کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔
3. لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن۔ مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اس کی جانب سے لبیک ہے۔

Marfat.com

نے تُرا[1] در کارِ من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے اپنے کام میں نہیں لگا رکھا ہے
نے کہ من مشغولِ ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہ و چارہ جویہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں
جذبِ ما بود و کشاد ایں پائے تو
ہماری کشش (سے) تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے
زیرِ ہر یا ربِ تو لبیکہاست
تیرے ہر "یا رب" کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دُعا جز دور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے
زانکہ یا ربّ گفتنش دستور نیست
کیونکہ یا رب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

بر دہان[2] و بر دلش قفل ست و بند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے
تا ننالد با خدا وقت گزند
تا کہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد ملک و مال
فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دیے
تا کہ کرد او دعویِ عزو جلال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر
اپنی تمام عمر اس نے سَر کا درد نہ محسوس کیا
تا ننالد سوئے حق آں بد گہر
تا کہ وہ بد اصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

داد او را[3] جملہ ملکِ ایں جہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی
حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیے

درد آمد بہتر از ملکِ جہاں
درد، دنیا کی دولت سے بہتر ہے
تا نخوانی مر خدارا در نہاں
تا کہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اندُہاں
اس لیے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ
شد نصیبِ دوستانش در جہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے
خواندنِ بادرد از دل بُردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آواز را
دبے - ہونٹوں آواز نکالنا
یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرتا ہے

---

[1] نے ترا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اس کی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا بن جاتا ہے۔

[2] بردہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اس کو کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ دردِ سر۔ اللہ نے اس کو دردِ سر سے بھی محروم رکھا ورنہ دعا کا سبب بن جاتا۔

[3] داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے۔ حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کی عاجزی کو سنے۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء۔ اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

آں شدہ[1] آواز صافی و حزیں — کاے خدا اے مستغاث و اے معیں

وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے — اے خدا، اے مددگار، اے معین!

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست — زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست

اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے — اس لیے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست — بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست

اصحابِ کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات حاصل کر لی — شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد او پیش غار — آبِ رحمت عارفانہ بے تغار

وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے — عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست — لیک اندر پردہ بے آں جام نیست

اے مخاطب! بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے — لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں بدہ از بہرِ آں جام اے پسر — بے جہاد و صبر کے باشد ظفر

اے صاحبزادے! اس جام کے لیے جان دے دے — بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن[2] بہر ایں نبود حرج — صبر کن کالصَّبرُ مِفتاحُ الفَرَج

اس (جام) کے لیے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے — صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست — حزم را خود صبر آمد پاء و دست

اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا — احتیاط کے لیے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کن از خورد کیں زہریں گیاست — حزم کردن زور و نورِ انبیاست

کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے — احتیاط کرنا انبیا کی طاقت اور نور ہے

کاہ[3] باشد کو بہر بادے جہد — کوہ کے ہر باد را وزنے نہد

گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے، — پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند تُرا — کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا

چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے — کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آ جا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق — من قلاوُزم دریں راہِ دقیق

راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا — میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

---

[1] آں شدہ۔ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا، اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔ نالۂ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چوں سگ۔ اصحابِ کہف کے کتے میں جذب پیدا ہو گیا تھا۔ تا قیامت۔ تغار، برابر سے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ جاں بدہ۔ عام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دے دینی چاہیے۔

[2] صبر کردن۔ مجاہد، مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہو جاتا ہے۔ کمیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط، دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔

[3] کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے۔ انسان کو کوہ گراں ہونا چاہیے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوُز۔ راہنما۔

Marfat.com

نے قلاؤوزست و نے رہ داند او
وہ نہ راہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے
یوسفا[1] کم رو سوئے آں گرگ خو
اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد تُرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں
چرب و نوشِ دامہائے ایں سَرا
اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

کہ نہ چربے دارد و نے نوش او
نہ ان میں چکنائی ہے، نہ مٹھاس
سحر خواند می دمد در گوش او
وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی
خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی ہے تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں
یا سقیم و خستۂ ایں دَخمہ ام
یا (کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سَرم در دست و دردِ سر ببر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کردے
یا مُرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دے گا
کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصت دہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے
ماہیا او گوشت در شست نہد
اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لیے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پُر حیل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے
جوز پوسیدہ ست و گفتارِ دَغل
(اس کے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

ژغژغ[2] زر مغز و غفلت رابرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کردیتی ہے
صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یارِ تو خرجینِ تست و کیسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے
گر تو رامینی[3] مجو جز ویسہ ات
اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے
ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں
تو نگوئی مست و خواہانِ من اند
تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

---

[1] یوسفا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھیڑیئے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔ اے روشنی۔ یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کرکے اس کے دام فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔ زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سیکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گردہد۔ اس کی عطا بھی پُرفریب ہے۔

[2] ژغژغ۔ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔ یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔

[3] رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔

Marfat.com

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ داں　که کند صیاد در مکمن[1] نہاں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ　جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغِ مُردہ پیش بنہادہ که ایں　می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ　آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

مرغ پندارد که جنسِ اوست آں　جمع آید ہر درد شاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے　وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے

جز مگر مُرغے که حزمش داد حق　تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دے دی ہے　تا کہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حزمی پشیمانی یقیں　حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے　احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

زانکه بے حزمی شقاوت بر دہد　دیں رود از دست و دردِ سر دہد
اس لیے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے　دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کر دیتی ہے

بشنو[2] ایں افسانہ را در شرحِ ایں　تا شوی حازم برائے حفظِ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے　تا کہ تو دین کی حفاظت کے لیے پختہ کار بن جائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت خواندن بہ لابہ[3] و الحاح

ایک دیہاتی کا شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضی　شہری با روستائی آشنا
اے بھائی! گزشتہ (زمانہ) میں تھا　ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے　خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا　اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے　بر دُکانِ اوو بر خوانش بدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا　اس کی دکان اور اس کے دستر خوان پر رہتا

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں　راست کردے مردِ شہری رائگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں　شہری مفت مہیا کرتا

---

1. مکمن۔ گھات۔ حنیں۔ رونے کی آواز۔ مرغ پندارد۔ شکاری، مردہ جانور سامنے رکھ کر اس کی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرند اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گیج۔ احمق۔ ملق۔ چاپلوسی۔
2. بشنو۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر پریشان ہوا۔
3. لابہ۔ خوشامد۔ الحاح۔ اصرار۔ ما مضی۔ جو کہ گزرا۔ روستائی۔ دیہاتی۔ خرگہ۔ خیمہ۔ بدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اس کے یہاں کھانا کھاتا۔ حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دِہ فرجہ[1] جو

وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لیے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نو بہار

خدا کے لیے تمام بچوں کو لایئے — کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

یا بتابستاں بیا وقتِ ثمر — تا بہ بندم خدمت رامن کمر

یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے — تا کہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار — در دِہِ ما باش سہ ماہ و چہار

خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے — ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دِہ خوش بود — کشت زار و لالۂ دلکش بود

بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے — کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری او را دفعِ حال — تا برآمد بعدِ وعدہ ہشت سال

ٹالنے کے لیے شہری اس سے وعدہ کر لیتا — یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے — عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے

وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب — آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آ گیا

او بہانہ ساختے کامسال ماں — از فلاں خطہ بیاید[2] میہماں

وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے — فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید — از مہمات آں طرف خواہم دوید

اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا — ضروریات سے، ادھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر — بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر

اس (دیہاتی) نے کہا کہ میرے بال بچے منتظر ہیں — آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لکلک آمدے — تا مقیمِ قبۂ شہری شدے

پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا — شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے ز زرّو مالِ خویش — خرج او کردے کشادے بالِ[3] خویش

خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ — اس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرّت سہ ماہ آں پہلواں — خواں نہادش بامداداں و شباں

آخری مرتبہ اس سخی نے تین مہینے — صبح اور شام اس کے لیے دستر خوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را — چند وعدہ چند بفریبی مرا

اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا — آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

---

[1] فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔ تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر۔ پھل۔ خیل۔ قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔ دفع الوقتی۔ دے۔ یعنی موسم بہار گذر کر موسم خزاں آ گیا۔

[2] بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد مجبوری ہے لہٰذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات۔ بر۔ نیکی۔ لکلک۔ لقلق، آبی پرندوں کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔

[3] بال۔ بازو، دل۔ پہلوان۔ بہادر، سخی۔

Marfat.com

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں
آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے
باز سوگند آں بداش کاے کریم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی
دستِ او بگرفت سہ کرت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لیے اس کا ہاتھ پکڑا
بعدِ دہ سال و بہر سالِ چنیں
دس سال بعد، اور ہر سال اسی طرح کی
کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!
حقہا[2] بروے تو ثابت کردۂ
آپ نے اس (دیہاتی) پر جو حقوق قائم کر دیے ہیں
او ہمی خواہد کہ بعضے حقِ آں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق
بس وصیت کرد مارا او نہاں
اس (دیہاتی) نے ہم سے درپردہ بہت اصرار کیا ہے
گفت حق ست ایں ولے اے سیبویہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ
دوستی[3] تخمِ دمِ آخر بود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے
صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل ملاپ، یہاں تلوار کی طرح ہوتا ہے
صحبتے باشد چو فصلِ نو بہار
ایک میل ملاپ نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے

لیک ہر تحویل[1] اندر حکمِ اوست
لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے
تا کہ آرد باد را آں بادراں
دیکھیں وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے
گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجیے، آیئے، مزے دیکھیے
کاللہ اللہ زود آ، بنمائی جہد
کہ خدا کے لیے جلد آیئے، کوشش کیجیے
لابہاو[1] وعدہائے شکریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے
ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں
رنجہا در کارِ اوبس بردۂ
اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائیں ہیں
واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں
کہ کشیدش. سوئے دِہ لابہ کناں
کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں
اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے
ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے
ہمچو دے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لیے
زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

---

1. تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔ بادراں۔ ہوا چلانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ کرت۔ بار، مرتبہ۔ لابہا۔ خوشامدیں۔ ماہ و ابر۔ یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔
2. حقہا۔ چونکہ تو نے اس کی بہت خدمت کی ہے، وہ اس کا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت۔ ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ۔ مشہور نحوی گزرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔
3. دوستی۔ یعنی دوستی بھی ان نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں، ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے، دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل۔ آمدنی۔

Marfat.com

حزم آں باشد کہ ظنِ بد[1] بری　　تا گریزی و شوی از بدبری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے　　تا کہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

حزم سوء الظن فرمود آں رسولؐ　　ہر قدم راداَم میداں اے فضول
رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے　　اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھو

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ　　ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے　　(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بزِ کوہی دود کہ دام کو　　چوں بتازد دامش افتد در گلو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے　　جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں　　دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ　　تو نے جنگل دیکھا، گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صیاد اے عیار　　دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر　　کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

آنکہ[2] گستاخ آمدند اندر زمیں　　استخوان و کلہا شاں را ببیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں　　ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ　　استخواں شاں را بپرس از ما مضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے　　ان کی ہڈیوں سے گزشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بنی آن مستانِ زور　　چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
تا کہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے بدمست　　دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

چشم[3] اگر داری تو کورانہ میا　　ور نداری چشم دست آور عصا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ　　اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عصائے حزم و استدلال را　　چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی　　جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

در عصائے حزم و استدلال نیست　　بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے　　لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد　　تا کہ پائے از سنگ و ازچہ وارہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے　　تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پائے

---

[1] ظن بد۔ یعنی یہ خیال کرنے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔ سوء الظن۔ بدگمانی۔ گوستاخ۔ گستاخ، بے پرواہ۔ کہ دام کو۔ بکرا زبانِ حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دنبہ۔ چکدی، مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

[2] آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا، ان سرکشوں کا انجام ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کرلو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ ما مضیٰ۔ گذشتہ۔ تا بظاہر۔ قبرستان جا کر کھلم کھلا غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لوگے۔

[3] چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے گا۔ گام۔ اندھا، چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

Marfat.com

کور لرزاں و بترس و احتیاط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے
می نهد پا تا نیفتد در خُباط
پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے
اے ز دُودے[1] جستہ در نارے شدہ
اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا
لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں راو رسیدن بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلتِ شکر و نعمتِ حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا ان کو سرکش بنا دینا اور ان میں کفر اور سرکشی کی بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟
یا بخواندی و ندیدی جز صدا
یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے بازگشت سمجھا ہے
از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے
سوئے معنیٰ ہوشِ کُہ را راہ نیست
حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لیے راستہ نہیں ہے
او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے
چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا
داد حق[2] اہلِ سبا را بس فراغ
اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی
صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ
حق آں نگذارند آں بدرگاں
ان بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا
در وفا بودند کمتر از سگاں
وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے
مر سگے را لقمۂ نانے زِ در
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ
چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمر بستہ ہو جاتا ہے
پاسبان و حارسِ در میشود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے
گرچہ بر وے جور و سختی می رود
خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو
ہم براں در باشدش باش و قرار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے
کفر داند کرد غیرے اختیار
غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے
ور[3] سگے آید غریبے روز و شب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں)
آں سگانش می کنند آں دم ادب
وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

---

1. اے زدودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا۔ یعنی اس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔
2. داد حق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور ان کی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حق آں۔ یعنی ان نعمتوں کا شکر۔ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام۔
3. ور سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

Marfat.com

کہ بَرو آنجا کہ اوّل منزل ست
کہ وہاں جا، جہاں پہلا گھر ہے
حقِ آں نعمت گروگانِ[1] دل ست
اس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ بَرو بر جائے خویش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا
حقِّ آں نعمت فرو مگذار پیش
اس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل و اہلِ دل آبِ حیات
دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات
چند نوشیدی و[1] وا شد چشمہات
تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی
شکر اور وجد اور بے خودی کی غذا
از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی
دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

باز ایں در را رہا کردی زِ حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا
گردِ ہر دکاں ہمیگردی زحرص
حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں منعمانِ چرب دیگ
چکنی دیگ والے اور دولتمندوں کے در پر
میدوی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ
اے ناچیز! ثرید کے لیے تو دوڑا پھرتا ہے

چربش[3] آنجا داں کہ جاں فربہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے
کارِ نا امید آنجا بہ شود
مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰؑ ست خوانِ اہلِ دل
اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گرجا گھر ہے
ہاں و ہاں اے مبتلا ایں در مہل
خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہتِ طلب شفا بدعائے او

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرجا گھر پر ہر صبح کو ان کی دعاء سے شفاء حاصل کرنے کے لیے جمع ہونا

جمع گشتندے زِ ہر اطراف خلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی ہے
از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق
اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰؑ صباح
صبح کو (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے گرجا گھر کے دروازے پر
تا بدم شاں وارہاند از جناح
تا کہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

او چو گشتے فارغ از اورادِ خویش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے
چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

---

[1] گروگاں۔گروی۔ از درِ دل۔ جس طرح کتے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اس کو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ منعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید۔ شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ۔ گرجا گھر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شفا خانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دلق۔ گدڑی۔ جناح۔ گناہ، یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوق[1] جوقِ مبتلا دیدے نزار
وہ کمزور بیماروں کے غول دیکھتے

پس دعا کردے و گفتے از خدا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے

جملگاں[2] چوں اشترانِ بستہ پائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح

جملہ صحت یافتند و شد رواں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہو گئے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی

بے توقف[3] جملہ شاداں در اماں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش
تُو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے

چند آں لنگیِ تو رہوار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے

اے مغفل رشتہ برپائے بند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے

شستہ بر در در اُمید و انتظار
امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

حاجت و مقصودِ جملہ شد روا
تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

حاجتِ ایں جملگاں تاں شد روا
تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

سوئے غفاری و اِکرام خدا
اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں
فوراً (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے جاں بخشنے والے دم کرنے سے

زامرِ حق و ازدمِ نیکِ جلیل
خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

از دعائے او شدندے پا دواں
اس کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

تندرست و شادمان و محترم
تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

از دمِ میمونِ آں صاحب قِراں
اس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہے

تاز خود ہم گم نگردی اے لوند
تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

1. جوق جوق۔ گروہ در گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ شستہ۔ نشستہ۔ گفتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کے بعد فرما دیتے، اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرما دی ہے۔
2. جملگاں۔ تمام مریض مرضوں کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔
3. بے توقف۔ فوراً۔ پا دواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دم میمون۔ بابرکت پھونک۔ صاحب قِراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہے اس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر جا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفل۔ بے وقوف۔ لوند۔ رند۔

Marfat.com

ناسپاسی و فراموشیِ تو
تیری ناشکری اور احسان فراموشی نے
یاد ناورد آں عسل نوشیِ[1] تو
تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد
لامحالہ وہ راستہ، تجھ پر بند ہو گیا
چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شد
جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے
ہمچو ابرے گریہائے زار کن
ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد
تا کہ ان کا باغ تیری جانب کھلے
میوہائے پختہ برخود واکفد
پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گردو کم از سگ مباش
اسی در کا چکر کاٹ، کتے سے کم نہ ہو
باسگِ کہف ارشدتی خواجہ تاش
اگرچہ تو اصحاب کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند
کتے، کتوں کے لیے ناصح ہیں
کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اول کہ خوردی استخواں
وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے
سخت گیر و حق گذاری را ممان
سخت پکڑ لے اور حق گذاری سے نہ رک

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ تہذیب سے وہاں چلا جائے
وز مقامِ اولیں مفلح[2] شود
اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا
بادلیِ نعمت باغی مشو
اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ
پاسبان و چابک و برجستہ باش
محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن
بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے
رو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بے وفائی چوں سگاں را عار بود
جبکہ بیوفائی کتوں کے لیے ذلت ہے
بیوفائی چوں رواداری نمود
تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

---

[1] عسل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کر لے۔ کفد۔ کفیدن بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگِ کہف۔ یعنی اگر تجھ میں بھی کمال پیدا ہو گیا ہے تب بھی اس در کو نہ چھوڑ۔ ممان۔ نہ رک۔

[2] می گزندش۔ دوسرے کتوں کا اس کتے کو کاٹنا اسی لیے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مفلح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کتوں کی وفاداری مشہور ہے لہٰذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بے وفائی۔ بے وفائی کتوں کے لیے عار و ذلت ہے تو نے اپنے لیے اس کو کیوں پسند کیا ہے۔

Marfat.com

حق تعالیٰ[1] فخر آورد از وفا — گفت مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدٍ غَیْرُنَا

اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے — فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

بیوفائی دان وفا با ردِّ حق — بر حقوقِ حق ندارد کس سبق

اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ — اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار — جائے گل گل باش و جائے خار خار

نور کے لیے نور بن، آگ کے لیے آگ — پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِ مادر[2] بعد ازاں شدکاں کریم — کرد او را از جنینِ تو غریم

ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے — تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسم او — داد در حملش ترا آرام و خو

اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی — (اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جزوِ متصل دید او ترا — متصل را کرد تدبیرش جدا

اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا — اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست — تا کہ مادر بر تو مہر انداختست

اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے — اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس حقِ حق[3] سابق از مادر بود — ہر کہ آں حق را نداند خر بود

تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا — جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر — با پدر کردش قریں آں خود مگیر

جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ (پیدا کیا) — اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو — آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو

اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے — جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن — زانکہ حقِ من نمیگردد کہن

تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر — کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح — با شما از حفظ در کشتیِ نوح

(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی — تمہارے ساتھ نوح علیہ السلام کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اجدادِ شما را آں زماں — دادم از طوفان از موجش اماں

اس وقت تمہاری اصل اور باپ دادا کو — میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

---

[1] حق تعالیٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِّ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں ان سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بروں سے برائی کرنی چاہیے۔

[2] حقِ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاراں۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

[3] پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اس احسان کو یاد کرو کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

Marfat.com

آبِ آتش[1] خو زمیں بگرفتہ بود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی
موجِ اوبہر اوجِ کُہ را می ربود
اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لیے جا رہی تھی

حفظ کردم من نہ کردم ردِّ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا
در وجودِ جدِ جدِ جدِ تاں
تمہارے، دادا، پردادا، سگڑ دادا کے وجود میں

چوں شدی سَر پشت پایت چوں زنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟
کارگاہِ خویش ضائع چوں کنم
اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟
از گمانِ بد بداں سو می روی
بد گمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

من زسہو[2] و بیوفائیہا بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بَری ہوں
سوئے من آئی گمانِ بد بَری
تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد بَرانجا بَرکہ تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو
میشوی در پیشِ ہمچوں خود دو تو
اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے
گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رَفت بر چرخِ بریں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا
یارِ فسقت رفت در قعرِ زمیں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی درمیانہ آنچناں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح
بے مدد چوں آتشے از کارواں
بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ[3] او گیر اے یارِ دلیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے
کو منزہ باشد از بالا و زیر
جو اوپر اور نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰؑ سوئے گردوں بر شود
نہ تو (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر چڑھ جائے
نے چو قاروں در زمیں اندر رود
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لا مکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لا مکان میں ہو گا
چوں بمانی از سرا و از دکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

---

[1] آبِ آتش۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شدی۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اس کو تباہ نہ کرے گا۔ چوں فدائے۔ اس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

[2] من زسہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمانِ بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کی جا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔ یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے۔ چوں آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

[3] دامنِ او۔ اس ذات سے تعلق پیدا کرو جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیر زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو، جب تو روحانی زندگی گزارے اور لا مکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔

او بر آرد[1] از کدورتہا صفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے
مر جفاہائے ترا گیرد وفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

چوں جفا آری فرستد گوشمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے
تاز نقصاں وا روی سوئے کمال
تا کہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو ورد ے ترک کردی در روش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے
بر تو قبضے آید از رنج و تپش
رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بود یعنی مکن
وہ ادب سکھاتا ہوتا ہے، یعنی نہ کر
ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش ازاں[2] کایں قبض زنجیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے
ایں کہ دلگیر ست پاگیرے شود
جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا
تانگیری ایں اشارت را بہ لاش
خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے
قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعطِ مَنْ اَعْرَضَ ھُنَا عَنْ ذِکْرِنَا
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دیں گے
عِیْشَۃً ضَنْکًا وَ نَحْشُرُ بِالْعَمٰی
تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

دُزد[3] چوں مالِ کساں را می برد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے
قبض و دل تنگی دلش را می خلد
قبض اور دل تنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

اُو ہمی گوید عجب ایں قبض چیست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے
قبضِ آں مظلوم کزشرت گریست
یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رو رہا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے
بادِ اصرار آتشش را دم کند
اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا
گشت محسوس آں معانی زد علم
وہ محسوس بن گیا، معنی نے نشان قائم کر دیا

---

[1] او برآرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ ورد ے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں۔ ترک عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنج معقول۔ یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے، آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائے گی۔ نعط۔ یعنی ترک عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھا پن اختیار کر لے گی۔

[3] دزد۔ گناہ پر ایک دل تنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں وہی دلی تنگی ظاہری گرفت بن جاتی ہے۔

Marfat.com

قبضہا[1] زنداں شدست و چار میخ — قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے — قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی — اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

چونکہ بیخ بد بود زودش بکن — تانہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو، اس کو جلد اکھاڑ دے — تاکہ کوئی بڑا کانٹا چمن میں نہ اگے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن — زانکہ سر ہا جملہ می روید زبن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر — کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

بسط دیدی[2] بسطِ خود را آب دِہ — چوں بر آید میوہ با اصحاب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر — جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا — باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ — پھر کہہ تا کہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا

اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام — کارِشاں کفرانِ[1] نعمت باکرام
وہ (اہلِ) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے — ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال — کہ کنی با محسنِ خود تو جدال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے — کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی باید[3] مرا ایں نیکوی — من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے — تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن — من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے — میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند بَاعِدْ بَیْنَنَا — شَیْنُنَا خَیْرٌ لَّنَا خُذْ زَیْنَنَا
تو (اہلِ) سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے — ہمارا عیب ہمارے لیے اچھا ہے، ہماری زینت لے لے

---

[1] قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کر لے گی۔ بیخ پنہاں۔ یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔ قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اس کا علاج کر کے ازالہ کر لینا چاہیے۔

[2] بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ چوں بر آید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اس سے فیض پہنچائے۔ ز اہل صبا۔ یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل تھے۔ کفراں۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کی جائے۔

[3] کہ نمی باید۔ اہل سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ ان نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اس کے خلاف تمنا شروع کر دی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ ان کی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ ان سے فائدہ اٹھائیں لیکن انہوں نے ان دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اس کے خلاف تمنائیں شروع کر دیں۔

مانمی خواہیم ایں ایوان و باغ — نے زمانِ خوب نے امن و فراغ

ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں — نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست — آں بیابان ست خوش کانجا دَدست

ایک دوسرے سے قریب شہر بُرے ہیں — وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یَطْلُبُ[1] الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَآءَ — فَاِذَا جَآءَ الشِّتَآءُ اَنْکَرَذَا

انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے — جب جاڑا آتا ہے اس کو بُرا سمجھتا ہے

فَھُوَ لَا یَرْضٰی بِحَالٍ اَبَدًا — لَا بِضِیْقٍ لَا بِعَیْشٍ رَغَدًا

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے — نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ — کُلَّمَا نَالَ الْھُدٰی اَنْکَرَہٗ

انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے — جب ہدایت پا لیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

نفس زینسان ست زاں شد کشتنی — اُقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ گفت آں سَنی

نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے — تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

خار سہ پہلو ست ہر سو کش نہی — در خلد واز زخم او تو کے جہی

یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا — وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ ترکِ ہوا در خار زن — دست اندر یارِ نیکو کارزن

خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے — نیکوکار، دوست کو پکڑ لے

چوں زحد بُردند اصحاب سبا — کہ بہ پیشِ ما وَبا[2] بہ از صبا

جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے — کہ ہمارے لیے وبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند — از فسوق و کفر مانع می شدند

نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی — معاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

قصدِ خونِ ناصحاں می داشتند — تُخمِ فسق و کافری می کاشتند

تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے — بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں — از قضا حلوا شود رنجِ دہاں

جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے — قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَآءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَآءُ — تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذَا جَآءَ الْقَضَا

فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے — اور آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

---

1. یطلب۔ انسانی نفس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے۔ جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کر دیتا ہے۔ نفس۔ اسی لیے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سَنی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ خار سہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی تدبیر یہ ہے کہ خواہش کو ترک کر دے۔
2. وبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔ قصد۔ اہل سبا نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

چشم[1] بستہ می شود وقتِ قضا — تا نہ بیند چشم کُحلِ چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں — تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکر آں فارس چو انگیزید گرد — آں غبارت ز استعانت دُور کرد
اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی — (اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سوئے فارس رَو مرو سوئے غبار — ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار
شہسوار کی طرف جاؤ غبار کی جانب نہ جا — ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

گفت حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد — دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جس کو اس بھیڑیئے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا — جب اس نے بھیڑیئے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

او نمی دانست گردِ گرگ را — باچنیں دانش چرا کرد او چرا
وہ بھیڑیئے کے غبار کو نہ پہچان سکا — اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفنداں بوئے گرگِ باگزند — می بدانند و بہر سو می خزند
بکریاں، تکلیف رساں، بھیڑیئے کی بو — پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بوئے شیر را — می بداند ترک می گیرد چرا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو — جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد — با مناجات و حذر انباز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا — دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند[2] آں گروہ از گردِ گرگ — گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سترگ
وہ لوگ بھیڑیئے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے — گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

بردرید آں گوسفنداں را بخشم — کہ زچوپانِ خرد بستند چشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا — جنہوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کی تھیں

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند — خاکِ غم در چشم چوپاں میزدند
گڈریئے نے ان کو بہت بلایا، وہ نہ آئے — گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

کہ بروما از تو خود چوپاں تریم — چوں تبع گردیم ہر یک سَروریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں — ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

---

[1] چشم۔ سرمہ جو آنکھ کے لیے مفید ہے، اس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اس وقت اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ او نمی دانست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیئے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند۔ بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔

[2] وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب میں گرفتار ہوگا۔ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے ان کو نیکی کی دعوت دی لیکن انہوں نے نہ مانا اوران کو غمگین کیا۔ کہ برو۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں، تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے، ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔

Marfat.com

طعمۂ گرگیم[1] وآنِ یار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے دوست کی ملک ہونا نہیں

حمیتے بد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ
انہوں نے مظلوموں کے لیے کنواں کھودا

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں

کیست یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل

جبرئیلے[2] رابر اُستن بستۂ
تو نے جبرئیل کو ستون سے باندھا ہے

پیشِ او گو سالہ بریاں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے

کہ بخور انیست مارا لُوت پُوت
کہ کھا لے یہ ہماری لذیذ غذا ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے

دادِ تو واخواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا

ہیزم ناریم و آنِ عار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

بانگِ شومی بردِ من شاں کرد زاغ
ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

در چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

آنچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

پرّ و بالش رابصد جا خستۂ
اس کے بال و پر کو تو نے سیکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

گہ کشی اُورا بکہداں آوری
کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چر کے پاس لاتا ہے

نیست اورا جز لقاء اللہ قوت
(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

گویدش نک وقت آمد صبر کن
وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

داد کے دہد جز خدائے داد گر
سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

در فراقِ رُوئے تو یا ربنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

---

1. طعمۂ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے۔ حمیتے۔ ان کے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور ان پر اس کا بول رہا تھا۔ بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے، خود اس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو ذلیل کیا اور اس کی سزا انہوں نے بھگتی۔ کیست۔ اہل سبا کے لیے یوسف خود ان کا وہ دل تھا جو طالب حق تھا۔ چوں اسیرے۔ اس دل کو انہوں نے نفس امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔

2. جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم کے ستون سے باندھ دیا ہے اور اس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیش او۔ اس روح کو مادی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روح انسانی، انسان کے اس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفس امارہ۔ گویدش۔ خدا اس روح سے فرماتا ہے۔ او ہمی گوید۔ خدا کے صبر دلانے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔

Marfat.com

احمدم[1] در مانده در دستِ یہود — صالحم افتادہ در حبس ثمود
میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں — میں صالح (علیہ السلام) ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیاءؑ — یا بکش یا باز خوانم یا بیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے — یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

با فراقت کافراں را تاب نیست — کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے — یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب — ہر یکے یَا لَیْتَنِیْ[2] کُنْتُ تُرَاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے — ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ او اینست کو خود زاں سوست — چوں بود بے تو کسے کانِ توست
جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے — تیرے بغیر اس کا کیا حال ہو گا جو تیرا ہے

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ — لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل — لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن — کاندر آمد وقتِ بیروں آمدن
صبح قریب ہے۔ چپ ہو جا سانس نہ لے — کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم خروش — من ہمی کوشم پے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر — میں تیرے لیے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من بہ کہ کوششہائے تو — داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے — تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کمترک جنباں زباں رو گوش شو
ہاں برداشت کر، جا چپ ہو جا — زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یارِ گرد — رُوستائی خواجہ را در خانہ بُرد
(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار! واپس چل — دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصہ اہل سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے — وہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیہ قصہ رفتنِ خواجہ بدعوتِ رُوستائی بدہ
دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کا قصہ کا بقیہ

---

[1] احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنا پڑ رہی ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلا لے یا تو میرے پاس آ جا۔ بافراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔

[2] یَا لَیْتَنِیْ۔ یعنی فراق کے وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔ نزہ۔ منزہ، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورہ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی تسلی کے لیے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائے گا۔

Marfat.com

رُوستائی در تملق[1] شیوه کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا
تا کہ حزمِ خواجہ را کالیوہ کرد
کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا
تا زُلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کودکانش در پسند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں
نرتع و نلعب بشادی می زدند
"ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسفؑ کش ز تقدیرِ عجب
(حضرت) یوسف علیہ السلام کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے
نرتع و نلعب بہ بُرداز ظل اَب
"ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں نہ بازی بلکہ جانبازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے
حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ حیلہ اور مکر اور دغابازی ہے

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے
مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سود صد در صد مگیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے
بہرِ زر مگسل زگنجور اے فقیر
اے فقیر! سونے کے لیے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو[2] کہ چند یزداں زجر کرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی
گفت اصحابِ نبیؐ را گرم و سرد
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

زانکہ بربانگِ دہل در سالِ تنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر
جمعہ را کردند باطل بے درنگ
بلا توقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تانباید دیگراں ارزاں خرند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں
زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

ماند پیغمبرؐ بخلوت در نماز
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اکیلے رہ گئے
با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

---

[1] تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔ نرتع ونلعب۔ "ہم کھائیں گے اور کھیلیں گے"۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا۔ ظل اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے سایہ پدری سے محروم کر دیا تھا۔ آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جان لینے کی بازی تھی، حیلہ اور مکر اور دغابازی تھی۔ ہر چہ۔ جو بات بھی دوست سے جدائی کا سبب بنے، اس کو نہ سننا چاہیے۔ گر بود۔ معمولی فائدے کے لیے بڑا نقصان گوارا نہ کرنا چاہیے۔

[2] ایں شنو۔ سورۂ جمعہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنے والا قافلہ آیا۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھا رہے تھے، صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم مورد عتاب بنے۔ انہوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علما کا خیال ہے کہ یہ دوران نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔ جمعہ را۔ یعنی نماز جمعہ، بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبہ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دو سہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔

Marfat.com

کوفت طبل لہو با زر گانیے — چونتاں ہبرید از ربانیے[1]

ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا — تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قد فضضتم نحو قمح ہائما — ثم خلیتم نبیا قائما

تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار — پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید — واں رسولِ حق را بگذاشتید

گیہوں کے لیے تم نے باطل کا بیج بویا — اور اس خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا

صحبتِ او خیر من لہوست و مال — ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال

اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے — خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شمارا ایں یقیں — کہ منم رزاق خیر الرازقیں

تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا — کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ گندم را زخود روزی دہد — کے توکلہات را ضائع کند

جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے — وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پے گندم جدا گشتی ازاں — کہ فرستادست گندم ز آسماں

تو گیہوں کے لیے اس سے جدا ہو گیا — جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

کمتر از بط نیستی آخر در آب — کو دہد مر بازِ[2] داعی را جواب

آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے — جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جوابِ بطاں

باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز — تا بہ بینی دشتہا را قند ریز

باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل — تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور — آب ما را حصنِ امن ست و سرور

عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا — پانی ہمارے لیے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب — ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب

اے بطخ! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو — خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را گوید رَو رَو باز گرد — از سرِ ما دست دار اے پامرد

باز سے کہہ دو، جا جا واپس ہو جا — اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

---

[1] ربانی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہر گندم۔ قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے تھے۔ چشمے بمال۔ آنکھ مل کر غور سے دیکھ۔ خود نشد۔ اپنے رزق کے لیے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔ آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں۔ نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا۔ کمتر از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا، انسان تھوڑے فائدے کے لیے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

[2] باز۔ باز خشکی کا پرندہ ہے اور بطخیں آبی ہیں، باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لیے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کے لیے تھا۔ باز را۔ جب شیطان لالچ دلائے، اس کو دھتکار دو۔

Marfat.com

ما بَری از دعوتت تُرا — مانہ نوشیم ایندمِ تو[1] کافرا

ہم تیری دعوت سے بری ہیں، تیری دعوت تجھے (مبارک ہو) — اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصنِ مارا قند و قندستاں تُرا — ماںخواہیم ہدیہ اَت بُستاں ترا

قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو) — ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہو گی — جبکہ لشکر ہے، جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و رُوستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازِم بسے عذر آورید — بس بہانہ کرد با دیوِ مَرید

پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کیے — سرکش شیطان سے بہت بہانے کیے

گفت ایں دم کارہا دارم مہم — گر بیایم آں نگردد منتظم

کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں — اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است — زانتظارم شاہ شب نغنودہ است

بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے — میرے انتظام میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

من نیارم ترکِ اَمرِ شاہ کرد — من نتانم شد بر شہ روئے زرد

میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا — میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص — میرسد ازمن ہمی جوید مناص[2]

ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی — آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو رواداری کہ آیم سوئے دِہ — تا در ابرو افگند سلطاں گرہ

تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی جانب آؤں — یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود رازیں مگر مدفوں کنم

اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟ — ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حُکمِ حق نفتاد جفت

اس طرح کے اس نے سیکڑوں بہانے بنائے — (لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ

اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں — آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

---

[1] ایندم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہیے۔ علم۔ جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار، ہوشیار۔ دیو مرید۔ سرکش، شیطان یعنی دیہاتی۔ کار نازک۔ نازک کام۔ روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کر سکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔

[2] مناص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ جفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس کو گاؤں جانا پڑا۔ گر شود۔ قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔

Marfat.com

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را ازوے نہاں

یہ زمیں آسمان سے کیسے گریز کرے — یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید زآسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں

جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے — (اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[1] از خورشید می بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رُو

سورج سے اس پر آگ برستی ہے — وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو — شہر ہا را میکند ویراں برو

وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے — اس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم اُو ایوب وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار

وہ (حضرت) ایوبؑ کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے — کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سرکش — چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش

اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر — جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خَلَقْنَا کُمْ شنیدی مِنْ تُرَاب — خاک باشی جست از تو رُو متاب

جبکہ تو نے، ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، سن لیا ہے — اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم

دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا — وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر[2] تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر

دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر — تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رَوَد — آنگہ از پستی ببالا بَر رَوَد

پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے — تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم از بالا بزیرِ خاک شد — بعد ازاں او خوشۂ چالاک شد

گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا — اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں — بعد ازاں سَر ہا بر آرد از زمیں

ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے — اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہا گردوں تابخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک

تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک — نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

---

[1] آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے، اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوبؑ وار۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔ خلقنا کم۔ قرآن پاک میں ہے اے انسانو، ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔ بیں۔ خاکساری کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ بیج مٹی میں مل کر نشو و نما پاتا ہے۔

[2] حملۂ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا، دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔ ببالا۔ پانی پھر بھاپ بن کر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔ گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا ابھرا خوشہ بن کر ابھرتا ہے۔ اصل نعمتہا۔ پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہنچا۔

Marfat.com

از تواضع چوں زگردوں شد بزیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا
گشت جزوِ آدمی حی دلیر
تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا
بر فرازِ عرش پراں گشت شاد
خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ زندہ[1] اوّل آمدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے
باز از پستی سوے بالا شدیم
پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون
تمام اجزا حرکت اور سکون میں
ناطقاں کہ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْن
کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے
غلغلے افگند اندر آسماں
آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد
جب قضا نے ظلم کرنے کا ارادہ کیا
روستائی شہری را مات کرد
دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

باہزاراں حزم خواجہ مات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا
زاں سفر در معرضِ آفات شد
اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا
گر چہ کُہ بد نیم سیلش در ربود
اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے
عاقلاں گردند جملہ کور و کر
سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دریا بروں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں
مُرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں
بلکہ ہاروتے بہ بابل در رود
بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جز کسے[2] کاندر قضا اندر گریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا
خونِ او را ہیچ تربیعے نریخت
کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے
ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

---

[1] جہانِ زندہ۔ یعنی عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اعتمادش۔ شہری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ۔ جن اور پری کو بوتل میں بند کر لینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے۔

[2] جز کسے۔ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا نَحْنُ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰهِ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع۔ کسی شخص کے طالع کے دونوں ستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو، یہ صورت اس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

Marfat.com

قصۂ اصحابِ ضروان[1] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند

ضروان والوں کا قصہ اور ان کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے بچ کر وہ باغوں کے پھل توڑیں

قصۂ اصحاب ضرواں خواندۂ — پس چرا حیلہ جوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے — پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند — کہ برند از روزیِ درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے — کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر — روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے — آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سرّہا آں بداں — تا نباید کہ خدا دریابد آں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے — تا کہ خدا ان کو نہ جان لے

باگِل اندایندہ اسگالیدِ گِل — دست کارے می کند پنہاں ز دل
کھگل نے کھگل کرنے والے کے خلاف سوچا — ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

کَیْفَ[2] لَا یَعْلَمُ هَوَاکَ مَنْ خَلَقْ — اِنَّ فِیْ نَجْوَاکَ صِدْقًا اَمْ مَلَقْ
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا — تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کَیْفَ یَغْفُلُ عَنْ ظَعِیْنٍ رَغَدَا — مَنْ یُّعَایِنُ اَیْنَ مَثْوَاهُ غَدَا
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہو گا — جو دیکھ رہا ہے کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَیْنَمَا قَدْ هَبَطَا اَوْ صَعَدَا — قَدْ تَوَلَّاهُ وَاَحْصٰی عَدَدَا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی — وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

گوش کن اکنوں حدیثِ خواجہ را — کو سوئے دِہ چوں شد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سن — کہ وہ دیہات کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن — استماعِ ہجرِ آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے — اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن۔

تا چہا دید از بلا و از عنا — در رہِ دِہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی — گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

---

[1] ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقرا کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ۔ آہستہ سرگوشی اس لیے کر رہے تھے کہ خدا ان کی سازش کو نہ سن سکے۔ گِل۔ کھگل، کھگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

[2] کیف۔ قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ "بے شک وہ اللہ جانتا ہے ان کو جن کو اس نے پیدا کیا ہے، وہ مہربان اور باخبر ہے۔" ظعین۔ ہودج نشین، سواری۔ مثوٰی۔ ٹھکانا۔ عنا۔ مشقت۔ آں زکاتے۔ کسی غمناک کی داستان سن لینا اس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی
اس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے

گوش را چوں پیشِ دستانش[1] نہی
جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل
دل کے بیماروں کا غم سن لے

فاقۂ جانِ شریف از آب و گل
آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانہ پُر دُود دارد پُر فنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے

مَر وُرا بکشا ز اِصغا روزنے
اس کی بات سننے کے لیے (کان کے) سوراخ کھول دے

گوشِ تو او را چو راہِ دم شود
جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے

دُودِ تلخ ز خانۂ اُو کم شود
کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کن تو باما اے روی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر

گر بسوئے ربِ اعلیٰ می رَوی
اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں ترَدُّد حبس و زندانی بود
یہ تردد قید اور قیدی ہے

کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رَود
جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سو آں بداں سو می کشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے

ہر یکے گوید منم راہِ رَشد
ہر شخص کہتا ہے، میں ہدایت کا راستہ ہوں

ایں ترَدُّد عقبہ راہِ حق ست
یہ تردُّد اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے

اے خنک آنکس کہ پایش مطلق ست
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے ترَدُّد می رَود در راہِ راست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے

رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشانِ قدم معلوم کر لے

گامِ[2] آہو را بگیر و رَو معاف
تو ہرن کے (نشانِ) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چل دے

تا رَسی از گامِ آہو تا بناف
تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہونچ جائے

زیں روش بر اوجِ انور می رَوی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے

اے برادر گر بر آذر می رَوی
اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے

چوں شنیدی تو خطابِ لَا تَخَفْ
جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لَا تَخَفْ داں چونکہ خوفت داد حق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا جو تو اپنے آپ کو لاتخف (کا مصداق) سمجھ

ناں فرستد چوں فرستادت طبق
وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

---

[1] دستاں ـ داستان ـ خانہ ـ اس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے ـ تیرا سننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے ـ روی ـ سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے ـ ترَدُّد ـ تردد کی کیفیت عروج کے لیے مضر ہے ـ عقبہ ـ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے ـ پایش ـ یعنی تردد کی کیفیت اس کو سلوک سے مانع نہیں ہے ـ اس کا اتباع کرلے ـ

[2] گام ـ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اس کے نقش قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اس کا نافہ حاصل ہو جائے گا آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی ـ بر آذر ـ یعنی مجاہدات کی سختی ـ لاتخف ـ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہوگئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیے ـ

Marfat.com

خوف[1] آنکس راست کورا خوف نیست　　غصہ آنکس رازش اینجا طوف نیست
ڈر اس کے لیے ہے جس کو ڈر نہیں ہے　　غم اس کے لیے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

روان شدنِ خواجہ بسوئے دِہ باعیالاں
خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ درکار آمد و تجہیز ساخت　　مُرغِ عزمش سوئے دِہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا　　اس کے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند　　رَخت را برگاوِ عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی　　سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شاد مانان و شتاباں سوئے دِہ　　کہ بَرے خوردیم از دِہ مژدہ دِہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب　　کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھانے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ مارا چراگاہِ خوش ست　　یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
ہمارے مقصد کے لیے عمدہ چراگاہ ہے　　اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

با ہزاراں آرزو ماں خواندہ است　　بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے　　اس نے ہمارے لیے سخاوت کا پودا لگایا ہے

ما ذخیرہ[2] دِہ زمستانِ دراز　　ازبرِ او سوئے شہر آریم باز
ہم دس لمبے جاڑوں کے لیے سامان　　اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثارِ راہِ ما کند　　درمیانِ جانِ خود ماں جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا　　اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِلُوْا اَصْحَابَنَا کے تَرْبَحُوْا　　عقل می گفت از دروں لَا تَفْرَحُوْا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تا کہ نفع اٹھاؤ　　اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِّبَاحِ اللّٰہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن　　اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو　　بے شک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا ھَوْنًا بِمَا اٰتَاکُمْ　　کُلُّ اٰتٍ مُشْغِلٌ اَلْھَاکُمْ
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے　　ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

شاد ازوے شو مشو از غیرِ وے　　کو بہارست و دگرہا ماہِ دے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو　　کیونکہ وہ (موسم) بہار ہے، دوسرے ماگھ کا مہینہ

خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لَا تَخَفْ کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے۔ یہ اس کی محرومی کی دلیل ہے۔ برے۔ یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

ما ذخیرہ۔ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کے لیے بہت سے تحفے لے کر لوٹیں گے۔ عقل۔ چونکہ گاؤں پہنچ کر محرومی اور مایوسی ہوگی۔ اِفْرَحُوْا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہییں۔ دگرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔

Marfat.com

ہر چہ غیرِ اوست استدراجِ[1] تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے
گرچہ تخت و ملکِ تست و تاجِ تست
خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے
اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
اس راستہ میں پستی کی جانب جانا، بلند ہونا ہے

غم یکے گنج ست و رنجِ تو چوکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے
لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں چوں نامِ بازی بشنوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں
جملہ با خرگورہم تگ می دوند
سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سو دامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں
در کمین ایں سوئے خوں آشامہاست
اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان
گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں
انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پرّاں کماں پنہان و غیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے
بر جوانے میرسد صد تیرِ شیب
ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

گام در صحرائے دل باید نہاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے
زانکہ در صحرائے گِل[2] نبود کشاد
اس لیے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آبادست دل اے مردماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے
حصنِ محکم موضعِ امن و اماں
مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

گلشنِ خرّم بکامِ دوستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے
چشمہا و گلستاں در گلستاں
چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُجْ اِلَی الْقَلْبِ وَ سِرْیَا سَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے
فِیْہِ اَشْجَارٌ وَّ عَیْنٌ جَارِیَہ
اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مَرو دِہ مَرد را احمق کند
گاؤں میں نہ جانا، گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے
عقل را بے نور و بے رونق کند
عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے
ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد
یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

---

[1] استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کے لیے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

[2] صحرائے گِل۔ دنیا۔ کشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا، مضبوط قلعہ ہے۔ جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دِہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

Marfat.com

قولِ پیغمبرؐ شنو اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! پیغمبر ﷺ کا قول سن لے
گورِ عقل آمد وطن در رُوستا
گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا
تا بماہے عقلِ او ناید بجا
اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در رُستا کند روزے و شام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزارے گا
تا بماہے عقلِ او نبود تمام
ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہو گی

تا بماہے احمقی با اُو بود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہو گی
از حشیشِ دِہ جز انہا چہ رُود
گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا
روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

دِہ چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ
دست در تقلید و در حجت زدہ
جس نے تقلید اور ہمت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس
چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

ایں رہا کن صورتِ افسانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر
تو بہل دُردانہ، گندم دانہ گیر
جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

گر بہ دُر رہ نیست ہیں بُرمی ستاں
اگر موتی کی طرف وابستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے
گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں
اگر اُس طرف راستہ نہیں ہے اِس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو
عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
آخر، ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے
بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت ست
اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست
ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے
بعد ازاں لذت کہ معنیٔ ویست
اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

قولِ پیغمبرؐ۔ حدیث ہے مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفٰی جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے۔ گاؤں میں ایک دن گزارنے سے انسان ایک مہینہ کے لیے بے عقل ہو جاتا ہے اور اگر مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہے گا۔ دہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے۔ پیشِ شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولھو کا بیل ہے۔ دُردانہ۔ یعنی حکمت کی باتیں۔

گر بہ دُر۔ اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے۔ مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ "مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے۔" اوّل۔ ہر انسان پہلے پتلا بنا پھر اس میں روح آئی ہے۔ بعد ازاں لذت۔ ابتداء پھل کی صورت بنتی ہے پھر اس میں لذت آتی ہے۔

Marfat.com

اولاً خرگاہ[1] سازند و خرند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں

ترک را زاں پس بمہماں آورند
اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ و آں معنی ست ترک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہیں

معنیت ملاح و آں صورت چوفلک
تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتنِ خواجہ و قومش بسوئے دِہ
خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس
خدا کے لیے اس بات کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دے

تا خرِ خواجہ بجنباند جرس
تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا

بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند
جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے

سَافِرُوْا کے تَغْنَمُوْا برخواندند
"سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو" پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے

بے سفرہا ماہ کے خوش رُو شود
بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر[2] بیذق شود فرزینِ راد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے

از سفر یابید یوسفؑ صد مراد
سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مرادیں پائیں

روز روی از تابِ خور می سوختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے

شب ز اختر راہ می آموختند
رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت
بُرا راستہ ان کے لیے اچھا بن گیا تھا

از نشاطِ دِہ شدہ رَہ چوں بہشت
گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت ایسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے

خار از گلزار دلکش می شود
چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

حنظل از معشوق خرما می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے

خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از نازنیناں خارکش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں

بر امیدِ گلعذارے ماہ وش
گلاب جیسے رخسار، چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

---

1. اولاً خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے، چوپایہ۔ سَافِرُوْا۔ مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ "سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔" کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گزرا ہے۔ خوش رو۔ چاند ابتدا میں ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔
2. از سفر۔ شطرنج کی نردوں میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔ روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ۔ مولانا چند مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بن جاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن، مشہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش / از برائے دلبر مہ رُوئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں / اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لیے

کردہ آہنگر[1] جمالِ خود سیاہ / تا کہ شب آید بوسد رُوئے ماہ
لوہار نے اپنا حسن کالا کیا / تا کہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

خواجہ تا شب بر دُکانے چار میخ / زانکہ سروے دردلش کردست بیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے / اس لیے کہ ایک سروقد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود / آں بہ مہرِ خانہ شینے می دَود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے / وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بود / بر امید زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے / وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آں درو گر روئے آوردہ بچوب / بر امیدِ خدمتِ مہ رُوئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے / خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

بر امیدِ زندۂ کن اجتہاد / کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر / جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگویں خسے را از خسی / عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا / اس میں وہ محبت عارضی ہے

اُنس تو[2] با مادر و بابا کجاست / گر بجز حقِ مونسانت را وفاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے / اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

اُنسِ تو با دایہ ولالا چہ شد / گر کسے شاید بغیر حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی / اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونے کے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند / نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی / مکتب سے تیری نفرت .. رہی

آں شعاعے بود بر دیوارِ شاں / جانبِ خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی / وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع / تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے / اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

---

[1] کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔ خواجہ۔ انسان اپنی محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ خانہ نشین۔ ہر کرا۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور ان کو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔ آں درو گر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کے لیے ہے۔ جماد۔ یعنی مر کر مٹی بن جانا۔ عاریت۔ فانی اشیا کی محبت عارضی ہے۔

[2] انس تو۔ ماں باپ کی محبت، دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ نفرت تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اس لیے وہ محبوب بن جاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔

Marfat.com

عشقِ تو[1] بر ہر چہ آں موجود بود — آں ز وصفِ حق چو زراندود بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا — وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند — وز زریِ خویشتن مفلس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا — اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاقِ او براند — پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی — اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

از زراندودِ صفاتش پا بکش — از جہالت قلب را کم گوئی خوش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹالے — نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

کاں خوشی در قلبہا عاریت ست — زیرِ زینت مایہ بے زینتی ست
اس لیے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے — سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قلب درکاں می رود — سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود
سونا، کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے — تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور[2] از دیوار تا خور می رود — تو بداں خور رو کہ در خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے — تو اس سورج کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں — چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے — جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

معدنِ ذہبہ نباشد دامِ گرگ — کے شناسد معدن آں گرگِ سُترگ
ذہب کی کان، بھیڑیئے کا جال نہیں ہوتی ہے — وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زر گماں بُردند بستہ در گرہ — می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے — دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند — سوئے آں دولاب چرخے می زدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے — اس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مرغے می پرید — جانبِ دِہ صبر جامہ می درید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے — گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

1. عشقِ تو۔ کائنات کا حسن عارضی ہے۔ وہ محض اس بنا پر حسین ہیں کہ ان پر اللہ کے حسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔ چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسن، حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حسن جاتا رہتا ہے تو اس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زراندود۔ دنیا کی جن چیزوں پر ذات باری کے پرتو سے عارضی حسن ہے ان پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ کاں خوشی۔ کائنات کا حسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر ان کی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذات باری۔

2. نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہٰذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالہ سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔ معدن ذہب۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذات باری۔ گرگ۔ یعنی دنیادار انسان۔ زر۔ خواجہ اور اس کی اولاد گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور یہ خیال لیے ہوئے تھے کہ مقصود ان کے ہاتھ آ چکا ہے۔ دولاب۔ یعنی گاؤں پہنچ کر لطف اٹھانے کا طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔

Marfat.com

هر نسیمے کز سوئے دِہ می وزید — گوئیا روح و رواں می پروَرید

جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی — گویا وہ روح اور جان کی پرورش کر رہی تھی

ہر کہ[1] می آمد زدِہ از سوئے او — بوسہ میدادند خوش بَر رُوئے او

جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا — اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

کہ تو روئے یارِ مارا دیدۂ — پس تو جانِ جانِ مارا دیدۂ

کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے — لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ مجنوں آں سگ را کہ مقیمِ کوئے لیلٰی بود

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو لیلٰی کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت — بوسہ اش میداد پیشش می گداخت

مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا — اس کو چومتا، اس پر جان نثار کرتا

گردِ او می گشت خاضع در طواف — ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف

عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا — بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سروپایش ہمی بوسیدہ ناف — گہ جلاب[2] شکرش می داد صاف

کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا — کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام — ایں چہ شیدست اینکہ می آری مدام

ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل — یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد — مقعدِ خود را بلب می استرد

کتے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے — اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

عیبہائے سگ بسے اومی شمرد — عیبداں از غیبداں بوئے نبرد

وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا — عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا داؤ نہ پا سکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن — اندر آ و بنگرش از چشم من

مجنوں نے کہا تو جسم نقش اور صورت ہے — اندر آ، اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

کائیں طلسمِ بستۂ مولٰی ست ایں — پاسبانِ کوچۂ لیلٰی ست ایں

کہ یہ طلسمِ مولا کا قائم کیا ہوا ہے — یہ لیلٰی کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت — کو کجا بگوید و مسکن گاہ ساخت

اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ — کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

---

[1] ہرکہ۔ گاؤں کی طرف سے آنے والے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں کے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گردِ او۔ مجنوں کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

[2] جلاب۔ گلاب یعنی اس کو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔ عیبداں۔ یعنی ملامت کرنے والا۔ غیبداں۔ یعنی مجنوں جو لیلٰی کے کتے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من۔ یعنی "لیلٰی را بچشم مجنوں باید دید۔" کائیں طلسم۔ یعنی یہ کتا۔ ہمتش۔ کتے کے ظاہر کو نہ دیکھ اس کے ان اوصاف پر نظر کر۔

Marfat.com

او سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست
وہ میرے غار کا مبارک رُو کتا ہے

بلکہ او ہم درد و ہم لہفِ[1] من ست
بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے

خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو

من بشیراں کے دہم یک موئے او
میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہ شیراں مرسگانش را غلام
وہ ذات کہ شیر اس کے کتے کے غلام ہیں

گفت امکاں نیست خامش والسلام
بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے

جنت ست و گلستاں در گلستاں
جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) بھلا دی

صورتِ کل را شکست آموختی
(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا

ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر برکنی
حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

سغبہ[2] صورت شد آں خواجہ سلیم
وہ بھولا خواجہ، صورت پر فریفتہ ہو گیا

کوبدہ می شد بگفتارِ سقیم
جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ آں تملق شادماں
خوشامد کے اس جال کی جانب خوشی خوشی

ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

از کرم دانست آں مرغِ حریص
اس لالچی پرند نے منجملہ سخاوت جانا

دانہ را بادام لیکن شد محیص
دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست. مرغ آں دانہ را
پرند نے اس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا

غایتِ حرص ست نے جودو عطا
(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شادماں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی

سوئے آں تزویرِ پرّان و دواں
اس مکر کی جانب اڑ اور دوڑ رہے تھے

گر زِ شادی ہاشس آگاہت کنم
اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں

ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

---

1. ہم لہف۔ ہمدرد، غمخوار۔ من بشیراں۔ یعنی اس کتے کا بال دے کر بھی شیروں کو نہیں خریدا جا سکتا۔ آنکہ۔ جب مجازی محبوب کے کتے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو محبوب حقیقی کے متعلق چیزوں سے کس قدر محبت ہونی چاہیے۔ گر ز صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورت کل۔ اگر انسان اپنا بت توڑ دے تو پھر بت شکنی کر سکتا ہے۔

2. سغبہ۔ خواجہ اور اس کی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی، اسی لیے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام۔ اس دیہاتی کی باتیں ایسی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔ محیص۔ بچاؤ کی جگہ۔ از کرم۔ دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ بعد ازاں۔ خودی کو ختم کر کے حیدری قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ تزویر۔ فریب۔ شادی ہاش۔ خواجہ کو اس دیہاتی کی باتوں سے کس قدر خوشی تھی۔

Marfat.com

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید　خود نبود آں دِہ دِہ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا، جو گاؤں نظر آیا　یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قربِ ماہے دِہ بدہ می تاختند　زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے　کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر کہ در رہ بے قلاؤوزے رود　ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا　دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل　ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا　وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا　ریشخندے شد بشہر و روستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے　وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں　کادمی سر بر زند بے والدیں
شرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی　کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال او یابد کہ کسبے می کند　نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پاتا ہے، جو کماتا ہے　نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مصطفائےؐ کو کہ جسمش جاں بود　تا کہ رحماں عَلَّمَ الْقُرْاٰن بود
مصطفیٰ ﷺ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا　تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

اہلِ تن را جملہ عَلَّمْ بِالْقَلَم　واسطہ افراشت در بذل و کرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا　واسطہ بنایا جود و عطا میں

ہر حریصے ہست محروم اے پسر　چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے　لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ (چل)

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب　چوں عذابِ مُرغِ خاکی اندر آب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی　جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دہ و از رُوستا　وز شکر ریزی چناں نا اوستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا　اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

خود نبود۔ جس گاؤں میں پہنچ گئے، وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔ ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا، اس کا یہی حال ہو گا جو اس خواجہ اور اس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند۔ یعنی کچھ حاصل نہ ہو گا اور وہ مضحکہ بن جائے گا۔ زانکہ۔ اسبابِ ظاہری کے بغیر مقصد کو پہنچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔ مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔

مصطفیٰؐ۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہِ راست ذاتِ خداوندی سے ان کو علوم حاصل ہوئے۔ اہلِ تن۔ عوام کو بذریعۂ قلم ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ اندراں راہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اس دیہاتی اور گاؤں سے ان کو نفرت ہونے لگی۔

Marfat.com

رسیدنِ خواجہ و قومش بدہ و نادیدہ و ناشناخت آوردن روستائی ایشانرا

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہونچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے[1] چوں رسیدند آں طرف — بینوا ایشاں ستوراں بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے — وہ بے سر و سامان اور چوپائے بغیر گھاس کے تھے

رُوستائی بیں کہ از بدنیتی — می کند بعد اَللّتیّا وَاللّتِی
دیہاتی کو دیکھ کہ وہ بدنیتی سے — چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کند ز ایشاں بروز — تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے — تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رُو کہ ہمہ زُرق و شرست — از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے — مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رُوبہا باشد کہ دیواں چوں مگس — بر سَرش بنشستہ باشد چوں حرس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح — (اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں بہ بینی رُوئے شاں در توفتند — یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چمٹیں گے — یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیثِ عاصیہ — گفت یزداں نَسفَعًا[2] بِالنّاصِیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں — خدا نے فرمایا ہے "ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے"

چوں پرسیدند و خانش یافتند — ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پا لیا — اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

در فرو بستند اہلِ خانہ اش — خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا — خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود — چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا — تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بر درش ماندند ایشاں پنجروز — شب بسر ما روز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے — رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

---

1. بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہٰذا ایک ماہ صرف ہو گیا۔ اَللّتیّا وَاللّتِی۔ چناں چنیں، اگر مگر۔ رو ئے۔ وہ دیہاتی دن میں پھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔ حرس۔ وہ شیطان اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کر لے۔
2. نسفعا۔ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے لَنَسفَعًا بالنّاصِیہ ہم ضرور اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ خواجہ۔ یعنی شہری۔ زیں۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کر لینے سے۔ شب بسر ما۔ یعنی رات جاڑے میں گزرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔

Marfat.com

نے ز غفلت[1] بود ماندن نے تری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے

لیک بود از اضطرار و بے زری
لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار
مجبوری سے بھلے، کمینوں سے وابستہ ہو گئے

شیر مُردارے خورد از جوعِ زار
بھوک سے لاغر شیر مُردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا، سلام کرتا

کہ فلانم مَر مَرا انیست نام
کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی
اس دیہاتی نے کہا ہو گا میں کیا جانوں تو کون ہے

یا پلیدی یا قرینِ پاکئی
تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

والہم روز و شب اندر صُنعِ ہو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں

ہیچ گونہ نیستم پروائے تو
مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودیِ خود ندارم ہم خبر
مجھے خود اپنا پتا نہیں ہے

نیست از ہستی سرِ موئیم اثر
میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوشِ من از غیرِ حق آگاہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے

در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت ایں دم با قیامت شد شبیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہو گیا

تا برادر شد یَفِرُّ مِنۡ اَخِیۡہِ
کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کے لیے وضاحت کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے

لوتہا[2] خوردی زخوانِ من دو تو
میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع
فلاں دن میں نے تیرے لیے وہ سامان خریدا

کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الۡاِثۡنَیۡنِ شَاعَ
جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا

نے ز بسیدت بے کراں احسانِ من
کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سِرِّ مہرِ ما شنیدستند خلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں

شرم دارد رُو چو نعمت خورد حلق
جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے

نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات
نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

---

[1] نے زغفلت۔ چونکہ ان کے پاس روپیہ پیسہ ختم ہو چکا تھا مجبوراً دروازے پر پڑے رہے۔ سلام۔ یعنی سلام کر کے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ والہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔
گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔

[2] لوتہا۔ لوت کی جمع ہے، لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کل سر۔ اب یہ راز راز نہیں رہے سب جانتے ہیں۔ شرم دارد۔ اردو کی مثل ہے "منہ کھائے آنکھ لجائے"۔ ترہات۔ خرافات، بیہودہ باتیں۔ جات۔ جائے تو۔

Marfat.com

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی

کاسماں از بارشش شد در شگفت[1]
جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی

حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سوے در
جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا

گفت آخر چیست اے جانِ پدر
بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں جملہ بگذاشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے

ترک کردم آنچہ می پنداشتم
جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا

جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و ازیار و تبار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم

در گرانی ہست چوں سہ صد ہزار
شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد برجورو جفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا

جانش خوگر بود با مہرو وفاش
جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلاو شدت ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے

ایں یقیں داں کز خلافِ عادت ست
یقین کر، خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت در زوال
(خواجہ نے) کہااے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے

گر تو خونم ریختی کردم حلال
اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے

تا بیابی در قیامت توشۂ
تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

گفت یک گوشۂ[2] است آنِ باغباں
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے

ہست آنجا گرگ را او پاسباں
وہاں وہ بھیڑیے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیے کے لیے تیر و کمان رہتا ہے

تازند گر آید آں گرگِ سترگ
تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تست
اگر تو یہ خدمت کرے تو جگہ تیرے لیے ہے

ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

---

[1] شگفت۔ تعجب۔ کارد اندر استخواں۔ انتہائی تکلیف۔ حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔ مہتر۔ چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ الحاح۔ خوشامد۔ گفت خواجہ، شہری نے کہا۔ پنج سالہ۔ یعنی مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔ خلاف عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے، اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا۔

[2] گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جس میں ہم بارش سے بچ کر لیٹ جائیں۔ باغباں۔ یعنی مالی کی کوٹھری ہے جس میں وہ رات کو رہ کر بھیڑیے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت۔ یعنی بھیڑیے کی دیکھ بھال۔

Marfat.com

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ — واں کمان و تیر در دستم بنہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دے دے — وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسیؔ[1] رز کنم — گر بر آرد گرگ سر تیرش زنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا — اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہر حق مگذارم امشب اے دو دل — آبِ باراں بر سرو در زیرِ گل
اے شکی! خدا کے لیے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ — بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشہ خالی شُد واو باعیال — رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے — اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار — از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے — غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا — ایں سزائے ما سزائے ما سزا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا! — یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں — یا کسی کرداز برائے ناکساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو — یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام — ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں — شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاکِ پاکاں لیسی و دیوارِ شاں — بہتر از عام و رز و گلزارِ شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا — بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشندل شوی — بہ کہ بر فرقِ[2] سرِ شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا — اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل — تو نخواہی یافت اے پیکِ سبل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے — تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح — روستائی کیست گیج بے فتوح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں — دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل — بانگ، غولے آمدش بگوید نقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر — اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

---

[1] حارسؔی۔ نگرانی۔ رزؔ۔ انگور کی بیل۔ دو دلؔ۔ متردد، شکی۔ چوں ملخؔ۔ ٹڈی دل میں ٹڈیاں تہ بہ تہ ہوتی ہیں۔ نہیبؔ۔ خوف۔ کنجؔ۔ گوشہ۔ سزاؔ۔ بدلہ۔ سزاؔ۔ لائق۔ کسیؔ۔ شرافت، انسانیت۔ ایں سزاؔ۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیادار کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔ خاکؔ۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیاداروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔

[2] فرقؔ۔ سر کی مانگ۔ پیکؔ سبل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاںؔ۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روحؔ۔ یعنی سالک، درویش۔ روستائیؔ۔ دیہاتی۔ گیجؔ۔ احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوحؔ۔ بے فیض۔

Marfat.com

چوں[1] پشیمانی زدل شد تا شغاف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی
زاں سپس سودے ندارد اعتراف
اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کیے پر دل سے شرمندہ ہو گیا
بعد ازاں سودش ندارد آہِ سرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لیے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ او
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں
گرگ راجویاں ہمہ شب سو بسو
ادھر ادھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگِ خود بروے مسلط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا
گرگ جویاں و زگرگ او بیخبر
وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور بھیڑیے سے بیخبر تھا

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا
اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ[2] آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی فرصت نہ تھی
از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود
کمینے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھیڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہونچائے
روستائی ریشِ خواجہ برکند
(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

اینچنیں دنداں زناں تا نیم شب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے
جانِ شاں از ناف می آمد بلب
ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے
سر بر آورد از فرازِ پشتۂ
ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ زشست
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا
زد براں حیواں کہ تا افتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

اندر افتادن زحیواں باد جست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا
روستائی ہائے کرد و کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خر کرۂ من ست
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے
گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

اندرو اشکالِ گرگی ظاہرست
اس میں بھیڑیے کی صورت واضح ہے
شکلِ او از گرگیِ او مخبرست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

---

1. چوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنے کے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔ شغاف۔ وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پشہ اس کے لیے بھیڑیا تھا لیکن وہ ان کی پروا کیے بغیر بھیڑیے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسو۔
2. فرصت۔ بھیڑیے کے خوف سے بھیڑیے کی جستجو میں اس قدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ تصویر۔ ہشتہ۔ چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتہ۔ ٹیلا۔ باد جست۔ اس کے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کرہ۔ بچھیرا۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔

Marfat.com

گفت نے یادے کہ جست از فرج[1] وے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے
می شناسم ہمچناں کابے ز مے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کشتۂ خر کرہ ام را در ریاض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا
کہ مبادت بسط ہر گز زانقباض
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکو تر تفحص کن شب ست
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے، رات ہے
تفحصہا[1] در شب زناظر محجب ست
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مبدل بسے
رات، بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے
دیدِ صائب شب ندارد ہر کسے
رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر ہم باران ژرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی
ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روزِ روشن ست
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روزِ روشن کی طرح ہے
من شناسم بادِ خر کرہ من ست
میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

درمیانِ بست باد آں باد را
بیسوں ہواؤں میں، اس ہوا کو
می شناسم چوں مسافر زاد را
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا
روستائی را گریبانش گرفت
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہ طرار شید آوردۂ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے
بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے
چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے

آنکہ داند نیم شب گو سالہ را
جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے
چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا

خویشتن را عارف و والہ کنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے
خاک در چشمِ مروت می زنی
مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست
کہ مجھے اپنی خبر نہیں ہے
در دلم گنجا بجز اللہ نیست
میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

انچہ دی خوردم ازانم یاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے
ایں دل از غیرِ تحیر شاد نیست
یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

---

1. فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے، باغ۔ بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محجب۔ محجوب، مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔ شگفت۔ صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ۔ عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ والہ۔ فریفتہ عاشق۔ انچہ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے۔ تحیر۔ حیرانی۔

Marfat.com

عاقلے[1] و مجنونِ حقم یاد آر — در چنیں بیخویشیم معذور دار

مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ — اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ — شرع اورا سوئے معذوراں کشید

جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے — شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست — ہمچو طفل ست او معاف و مطلق ست

مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے — وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید زبوئے شاہِ فرد — صد خم مے در سر و مغز آں نکرد

وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو — شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد روا — اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا

اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟ — گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج — گفت حق لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ

جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں — اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لَيْسَ عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ — نیست رنج چوں عمی وچوں عرج

اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے — اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را — درس کہ دہد پارسی بومرہ[2] را

گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟ — فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر — پس معافم از قلیل و از کثیر

اپنے لیے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں — تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

لافِ درویشی زنی و بیخودی — ہائے و ہوئے عاشقانِ ازدی

تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے — اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں — امتحانت کرد غیرت امتحاں

کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں — غیرتِ (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرہ چنیں رسوات کرد — ہستِ نفی ترا اثبات کرد

گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا — تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

ایچنیں رسوا کند حق شید را — ایں چنیں گیرد رمیدہ صید را

اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے — بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح آ پکڑتا ہے

---

[1] عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔ نبیذ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔ طلاق۔ امام شافعی کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ مطلق۔ یعنی تکالیف سے آزاد۔ شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط۔ گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑا پن۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ اعرج۔ لنگڑا۔

[2] بومرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود۔ یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں۔ معاف۔ بخشا ہوا، درگزر کیا ہوا۔ امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی۔ یعنی تو مقام فنا میں پہنچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

Marfat.com

صد ہزاراں[1] امتحانست اے پدر　ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در

باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لیے)　جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں　پختگانِ راہ جویندش نشاں

اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے　لیکن راہِ (حق) کے پختہ کار اُس کا پتا لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ و مدعیِ کمال را صاحب کمال وگزافِ غلط از عوام

مدعیِ کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ!

چوں کند دعویِ خیاطی کسے　افگند در پیش او شہ اطلسے

جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے　بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ ببر ایں را بغلطاقِ فراخ　زامتحاں پیدا شود او را دو شاخ

کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے　(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے　ہر مخنث در وغا رستم بدے

اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا　جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر　چوں بہ بیند[2] زخم او گردد اسیر

ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر　جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دَبور　مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور

پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا　اللہ کا مست صور پھنکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

بادۂ حق راست باشد نے دروغ　دُوغ خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ

اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی　تو نے چھاچھ پی لی ہے، چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ　رَو کہ نشناسم تبر را از کلید

تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا　(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز　چوں کنی پنہاں بہ شید اے مکرساز

بد ذاتی، اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو　اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپا لے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی　آتشے در پنبۂ یاراں زنی

اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے　دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمر رضی اللہ عنہ از بولہب　بادِ خر کرّہ شناسم نیم شب

کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں　گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

---

[1] صد ہزار۔ جب کوئی عشق الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔ اطلس۔ ایک ریشمیں کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔

[2] چوں بیند۔ زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپ کو قیدی بنا دیتا ہے۔ دبور۔ پچھوا ہوا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ رو۔ یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں۔ منبلی۔ سستی، کاہلی۔ منصور۔ یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے، اسی لیے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبہ یاراں۔ یعنی دوستوں کے حقوق۔

اے خرے کایں از تو خر باور کند　　خویش را بہرِ تو کور و کر¹ کند

اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کر سکتا ہے　　جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

خویش را از رہرواں کمتر شمر　　تو حریفِ رہزنانی گہ مخور

اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ　　تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گھاس نہ کھا

باز پر از شیدو سوئے عقل تاز　　کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز

مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ　　نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی　　عشق با دیوِ سیاہے باختی

تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے　　(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز　　دو بدو بندند و پیش آرند تیز

قیامت میں عاشق اور معشوق کو　　اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ　　خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے　　انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ　　عارفِ بیخویشم و بہلولِ دہ

جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ　　میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

تو توہم می کنی از قربِ حق　　کہ طبق گر دور نبود از طبق

تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے　　کہ طباق بنانے والا، طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

ایں نمی بینی کہ قربِ اولیا　　صد کرامت دارد و کار و کیا

تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب　　سیکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن² از داؤد موم می شود　　موم در دستت چو آہن می بود

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے　　تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام　　قربِ وحیِ عشق دارند ایں کرام

اللہ کا قرب اور رزق سب کے لیے عام ہے　　یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قرب بر انواع باشد اے پدر　　میزند خورشید بر کہسار و زر

بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں　　سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

---

1. کور و کر۔ یعنی اندھا اور بہرا تیری تصدیق کرتا ہے۔ رہرواں۔ سالکین۔ حریف۔ ہم پیشہ۔ گہ مخور۔ بکواس نہ کر۔ پرِ مجاز۔ مصنوعی پر۔ عاشق و معشوق۔ یعنی شیطان اور اس کے پجاری۔ گیج۔ دیوانہ، احمق۔ خونِ رز۔ انگور کا خون یعنی شراب۔ رو کہ نشناسم۔ یہ بھی اسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق۔ یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اس سے قرب حاصل ہے۔ کار و کیا۔ شان و شوکت، یعنی اولیاء کا قرب محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے۔ وہ خاص قرب ہے۔
2. آہن۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جو قرب الٰہی حاصل تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا۔ محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب کے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں، ان کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

لیک قربے ہست با زر شید[1] را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے

کہ ازاں نبود خبر مر بید را
کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے

آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری
لیکن کہاں وہ شاخ کی قربت

کہ ثمارِ پختہ از وے می خوری
کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو

غیر زو تر خشک گشتن گو بیاب
اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر ایں کاں شاخِ خشک از قربِ خور
یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے

غیرِ خشکی می برد چیزے دگر
سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں مستے مباش اے بے خرد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن

کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے[2] میخورند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے

عقلہائے پختہ حسرت می برند
پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے

گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر
اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا

ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

می فتی آنسو و ایں سو مست وار
تو مستوں کی طرح اِدھر اُدھر کو گرتا ہے

اے تو ایں سو نیستت آنسو گزار
تو اِدھر کا ہے، تیرا اُدھر گذر (بھی) نہیں ہے

گر بداں سُو راہ یابی بعد ازاں
اگر اس کے بعد تو اُس طرف راہ یاب ہو جائے

گہ بدیں سو گہ بداں سو سرفشاں
کبھی اِدھر کو کبھی اُدھر کو سر جھٹک

جملہ ایں سوئی ازاں سو گپ مزن
تو بالکل یہ اس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ نہ مار

چوں نداری موت ھَرزہ جاں مکن
جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

آں خضرؑ جاں کز اجل نہراسد اُو
وہ خضرؑ کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے

شاید ار مخلوق را نشناسد او
اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لیے مناسب ہے

---

1. شید۔ خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے، دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخِ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دے گا۔ آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لیے باعث رشک ہے۔ موشِ پیر۔ یعنی دنیا کی ناقص دولت۔
2. مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر۔ یعنی معارف الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جام حقیقت پینا تو در کنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔ ایں سو۔ عالم ناسوت۔ آنسو۔ عالم ملکوت۔ گر بداں سو۔ اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری۔ جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر جاں۔ یعنی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے!

Marfat.com

کام از ذوقِ توہم خوش کنی

وہمی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے

در دمی در خیک[1] خود پُرش کنی

تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی زباد

تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا

آنچنیں فربہ تن لاغر مباد

کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی زبرف اندر شتا

تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے

کے کند چوں تاب بیند آں وفا

وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا؟

افتادنِ شغال در خُمِ رنگ و رنگیں شدنِ وے دعوائے طاؤسی نمودن درمیانِ شغالانِ دیگر

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ

وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں (گر) گیا

اندراں خُم کردیک ساعت درنگ[2]

وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ

پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی

کہ منم طاؤسِ علیّیں شدہ

(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ

رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی

آفتاب آں رنگہا بر تافتہ

سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد

اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا

خویشتن رابر شغالاں عرضہ کرد

اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

جملہ گفتند اے شغالک حالِ چیست

سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟

کہ ترا در سر نشاطے ملتویست

کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردۂ

مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے

ایں تکبر از کجا آوردۂ

تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیشِ او شد کاے فلاں

ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے

شید کردی تاشدی از خوشدلاں

تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر برجہی

تو نے مکر کیا تا کہ تو منبر پر چڑھے

تاز لاف ایں خلق را حسرت دہی

تا کہ تو ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

---

[1] خیک۔ مشک۔ پتی۔ مست حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا، فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف کو واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔ شغال۔ گیدڑ، اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔

[2] درنگ۔ تاخیر۔ طاؤس۔ مور۔ علیین۔ جنت۔ بور۔ لال۔ ملتوی۔ لپٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر۔ چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لیے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

Marfat.com

بس بکوشیدی ندیدی گرمیۓ[1] | بس زشید آور دہ بے شرمیۓ
تو نے بہت کوشش کی، لیکن، گرمی نہ دیکھی | تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست | باز بے شرمی پناہِ ہر دِغاست
سچائی اور گرمی اولیاء کا شعار ہے | پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفاتِ خلق سوئے خود کشند | کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
تا کہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں | کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردنِ مردِ لافی لب و سبلتِ خود را ہر بامداد،
بپوست دنبہ و بروں آمدن میانِ حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام
ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چڑے سے چکنا
کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دُنبہ پارہ یافت شخصے مُستہاں | ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا | ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیانِ منعماں رفتے کہ من | لوت چربے خوردہ ام در انجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے | ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید | رمز[2] یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا | اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ من ست | ویں نشانِ چرب و شیریں خوردنست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں | اور یہ چکنی اور لذیذ کھانے کی علامت ہے

اِشکمش گفتے جوابِ بے طنین | کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا | کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو مارا بر آتش بر نہاد | کاں سبالِ چربِ تو برکندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے | خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا | یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری! اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی | (تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی | یک طبیبے داروئے ما ساختی
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا | تو ہمارے علاج کے لیے ایک طبیب پیدا کر دیتا

---

[1] گرمیۓ۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار۔ علامت، نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جس کا باطن خالی ہے، ظاہر چکنا چپڑا ہے۔ دنبہ۔ چکدی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چرب۔ چکنی غذا۔

[2] رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔ اشکمش۔ اس کا پیٹ۔ لاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سے سب اعضا بھوکے رہے تو انہوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

در نمودی عیب و کم کردی جفا — هم بُدے مہمانیِ یک آشنا

اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا — کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت حق[1] کہ کج مجنباں گوش و دم — یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا — سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخسپ اے محتلم — آنچہ داری وا نما و فَاسْتَقِمْ

اے بے غسلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو — جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر سیدھا چل

ورنگوئی عیب خود بارے خمش — از نمایش وز دغل خود را مکش

اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ — ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

بر سبالِ چرب خود تکیہ مکن — زانکہ گربہ بُرد دنبہ بے سخن

اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر — اس لیے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں — ہست در رہ سنگہائے امتحاں

اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر — راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں[2] را نیز پیش — امتحانہا ہست در احوالِ خویش

آزمائش کے پتھروں کے لیے بھی درپیش ہیں — اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحین — يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّتَيْنِ

خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک — وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر — ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر

بابا! آزمائش پر آزمائش ہے — خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

ز امتحاناتِ قضا ایمن مباش — ہیں ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش

تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو — اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت

اورا و از انہا رُو آمدہ بود

بلعم باعور کا مطمئن ہو جانا، کہ خدا نے اس کا امتحان کر لیا ہے

اور اس سے وہ ثابت ہوا تھا؟

---

1. گفت حق۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے۔ سچوں کو ان کی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے۔ کہف۔ برائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے۔ ورنگوئی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔ بر سبال۔ مصنوعی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہو گی تو رسوائی ہو گی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکدی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گر تو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔

2. سنگہائے امتحاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یفتنون۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس طرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے۔ ادنیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔ خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہوئے۔

Marfat.com

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعیں ‌‌ ‌ ز امتحانِ آخریں گشتہ مہیں!

بلعم باعور اور ملعون شیطان ‌ ‌ آخری امتحان سے تو ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا ‌ ‌ کامتحانہا رفت اندر ما مضیٰ

کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے ‌ ‌ کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِشاں ‌ ‌ ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں

انجامِ کار وہ رُسوا ہو گئے ‌ ‌ تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

او بدعویٰ میلِ دولت می کند ‌ ‌ معدہ اش نفرینِ سبلت میکند

وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے ‌ ‌ اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیداش کن ‌ ‌ سوخت مارا اے خدا رُسواش کن

اے خدا! جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے ‌ ‌ اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصمِ وے اند ‌ ‌ کز بہارے لافد ایشاں درِ دے اند

اُس کے جسم کے سب اعضا اُس کے دشمن ہیں ‌ ‌ موسمِ بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

لاف[1] وا دادِ کرمہا می کند ‌ ‌ شاخِ رحمت رز بن برمی کند

شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے ‌ ‌ رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کن ‌ ‌ وانگہاں رحمت ببیں ونوش کن

سچ بول یا چپ رہ ‌ ‌ تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ او شدہ ‌ ‌ دستِ پنہاں در دعا اندر زدہ

وہ پیٹ، اس کی مونچھوں کا دشمن بنا ‌ ‌ چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رُسوا کن ایں لافِ لئام ‌ ‌ تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام

کہ اے اللہ کینوں کی اس شیخی کو رُسوا کر دے ‌ ‌ تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لیے حرکت میں آئے

مستجاب آمد دعائے آں شکم ‌ ‌ سوزشِ حاجت بزد بیروں علم

اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی ‌ ‌ محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

گفت حق گر فاسقی و اہلِ صنم ‌ ‌ چوں مرا خوانی اجابتہا کنم

خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست ‌ ‌ جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

تو دُعا را سخت گیر و می شخول ‌ ‌ تو مشوپیچ از دعا کردن ملول

تو خوب دعا کر اور رو ‌ ‌ تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

مہیں۔ ذلیل، حقیر۔ ماضی۔ گذشتہ زمانہ۔ او بدعویٰ۔ نصیحتیں کرنے کے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔ معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا اس لیے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ درِ دے اند۔ یعنی در زمانہ ماہ دے اند، دے خزاں کا مہینہ ہے۔

لاف۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع، کمینہ۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے، شخولیدن، رونا چلانا۔

Marfat.com

بُردنِ گربه دُنبه را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[1] در سپرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا

گربه آمد پوستِ آں دُنبه ببرد
بلی آئی، دنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربه دَویدِ او می گریخت
بلی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی

کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا

آبروے مردِ لافی را ببرد
اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبه که هر صبحے بداں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو

چرب میکردے لباں و سبلتاں
وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربه آمد ناگهانش در رَبود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی

بس دویدیم و نکرو آں ہیچ سود
میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[2] در لاف گرم و ذوقناک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں

چوں شنید ایں قصه گشت از غم ہلاک
جب یہ قصہ سنا، رنج سے ہلاک ہو گیا

منفعل شد درمیانِ انجمن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا

سر فرو بُردو خمش گشت از سخن
سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

خنده آمد حاضراں را از شگفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی

رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا

تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

اوچو ذوقِ راستی دید از کرام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا

بے تکبر راستی راشد غلام
بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشهٔ خود کن مدام
سچائی کو ہمیشہ کے لیے اپنا پیشہ بنا لے

تاشوی در ہر دو عالم نیک نام
تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

دعویِ طاؤسی کردنِ آں شغال که در خمِ صباغ افتادہ بود

اس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا

---

[1] حضرت۔ دربار خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہی مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا۔ کپی۔ گفت۔ یعنی بچہ نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[2] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورد۔ ایں قصہ۔ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں جا کر راز کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی ان کو اس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔ ذوقِ راستی۔ یعنی سچی بات کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا۔ صباغ۔ رنگریز۔

Marfat.com

آں شغالِ رنگ رنگ اندر نہفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے
بربنا گوشِ ملامت گر بگفت
ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جا کر) کہا

بنگر آخر درمن و در رنگِ من
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ
یک صنم چوں من ندارد خود شمن
پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں
مَر مَرا سجدہ کن ازمن سر مکش
مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّو فرّو آب و تاب و رنگ بیں
شان، شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ
فخرِ دنیا خواں مَرا و رُکنِ دیں
مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لطفِ خدائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں
لوحِ شرحِ کبریائی گشتہ ام
(اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو
کے شغالے را بود چندیں جمال
کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے!

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے
ہمچو پروانہ بگرداگردِ شمع
جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟
گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
اس نے کہا، نرطاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور
جلوہا دارند اندر گلستاں
باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں
بادیہ نا رفتہ چوں گوید منے
جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ مستی کی کیا بات کرے

بانگِ طاؤساں کنی گفتا کہ لا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں
پس نہ طاؤسی خواجہ بوالعلا
تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے
کے رسی ازرنگ دعویہا بداں
دعووں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کنی معنی بیار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر
کہ مخور ورنہ پسِ گردن مخار
بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

بنا گوش۔کان کی لو۔شمن۔بتوں کا پجاری۔مظہر۔چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔لوح۔یعنی میرے وجود سے اس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔جوہری۔وہ گیدڑ جو رنگین ہو گیا تھا۔مشتری۔مشہور ستارہ ہے۔

جلوہا۔طاؤس کا رقص مشہور ہے۔بانگ۔مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔خلعت۔مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔گردن مخار۔انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔

Marfat.com

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیت را و تشبیہ کردن او را بداں شغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعون مُرصّع[1] کردہ ریش　برتر از موسیٰؑ پریدہ از خریش

فرعون کی طرح جس نے ڈاڑھی کو جڑاؤ کرا کر　اپنے گدھے پن سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے بلند پروازی کی

اوہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد　در خمِ مالے و جاہے اوفتاد

وہ بھی گیدڑ کی نسل سے پیدا ہوا تھا　مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد　سجدۂ افسوسیاں را او بخورد

جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا　مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے[2] ژندہ دلق　از سجود و از تحیّرہائے خلق

وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا　لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال مار آمد کہ در وے زہرہاست　واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست

مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں　لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکن　تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن

افسوس اے فرعون! معزز نہ بن　تو گیدڑ ہے مور پن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی　عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

اگر تو موروں کے سامنے آئے گا　جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

موسیٰؑ و ہاروںؑ چو طاؤساں بدند　پرِّ جلوہ بر سر و رُویت زدند

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چونکہ مور تھے　انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

زشتیت پیدا شد و رُسوائیت　سرنگوں افتادی از بالائیت

تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی　تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب　نقشِ شیری رفت و پیدا گشت کلب

جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا　تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش　پوستینِ شیر را بر خود مپوش

اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں　شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

---

1. مرصّع۔ فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ خریش۔ خری اش۔ اوہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپ کو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال وجاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لیے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لیے ہے۔
2. گدا۔ فرعون کو گدا اس لیے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔ مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز پن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔ نقشِ شیری۔ جھوٹی خدائی باطل ہو گئی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔

Marfat.com

غرہ! شیرت بخواہد امتحاں — نقشِ شیر وانگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے گی — شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر — ہیچ بر خود ظن طاؤسی مبر
اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ — اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں — خوار و بے رونق بمانی درمیاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے — تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ دربیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم ان کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبیؐ را در مساق — یک نشانِ سہل ترز اہلِ نفاق
نبی ﷺ کو اللہ (تعالیٰ) نے (قرآن کے) سیاق میں بتادی — منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول — واشناسی مَرورا در لحن و قول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو — تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے

چوں سفالین کوزہا را میخری — امتحانے می کنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے — اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا — تاشناسی از طنیں اِشکستہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟ — تا کہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگرگوں می شود — بانگ چاؤش ست پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے — آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند — ہمچو مصدر[2] فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کرا دے — جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

چوں حدیثِ امتحاں رُوئے نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زُود
جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اس کے ہزاروں میں سے ایک

1. غرہ۔ شیر بننے پر امتحان ہوگا کہ شیر کی سی دروک بھی ہے یا نہیں۔ مساق۔ یعنی سیاقِ کلام اللہ، بعض نسخوں میں لفظ مثاق ہے جس کے معنی ہیں عہد کی جگہ، اس سے بھی مراد قرآن پاک ہے۔ گر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہوگی لیکن ان کی آواز سے ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ چوں سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ چاؤش۔ نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لیے پیشرو ہے۔

2. ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کر لی جائے اگر اس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاماً ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاماً میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔ امتحاں۔ آزمائش سے رسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آ گیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار میں سے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔

Marfat.com

خواستم[1] گفتن در آں تحقیقہا
میں اس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا

تا کنوں وا ماندم از تعوقیہا
لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رُکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ

گفتہ آید شرحِ یک عضوے زپیل
کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

گوش کن ہاروت را ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں

اے غلام و چاکراں ماروت را
اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیریِ ایشاں بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالیٰ) کی آزمائش پر ان کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سو بدار
تھوڑی دیر کے لیے کان کو اس طرف متوجہ کر

تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے اِلٰہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے

و ز عجائبہائے استدراجِ شاہ
اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

اینچنیں مستی ست ز استدراجِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے

تا چہ مستیہا دہد معراجِ حق[2]
تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کیا مستیاں دیتا ہو گا!

دانۂ دامش چنیں مستی نمود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی

خوانِ انعامش چہا داند کشود
اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) دیتا ہو گا؟

مست بودند و رہیدہ از کمند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے

ہایِ و ہوئے عاشقانہ می زدند
عاشقوں کی طرح ہائے و ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا

صَرصَرش چوں کاہ کُہ را می ربود
جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا

کے بود سر مست را زینہا خبر
مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

خندق و میداں بہ پیشِ او یکے ست
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں

چاہ و خندق پیشِ او خوش مسلکے ست
کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

---

[1] خواستم۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آ گئے تھے۔ شرح یک عضو۔ صرف اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ روت۔ روئے تو۔ اسرار یار۔ خدائی راز۔ استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

[2] معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش۔ یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت استدراج کی مستیوں میں مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش۔ امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔

Marfat.com

مستیِ بز[1] از دیدنِ بزِ مادہ و جَستنِ او بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بزے کوہی بَراں کوہِ بلند — بر دوَد از بہرِ خوردی بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر — خوراک کے لیے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں — بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں
تاکہ گھاس چگے لیکن وہ اچانک دیکھتا ہے — آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر — مادۂ بز بیند بر آں کوہِ دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے — اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ او تاریک گردد در زماں — بر جہد سَر مست زیں کہ تابداں
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے — مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا — کہ دویدن گردِ بالوعہ سَرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے — جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش — تا ز مستی میلِ جَستن آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دو گز نظر آتا ہے — یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں — درمیانِ ہر دو کوہِ بے اماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے — دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

او ز صیاداں بہ کُہ بگریختہ — خود پناہش خونِ اورا ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا — پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

نِشستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ ایں قضائے با شکوہ[2]
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے — اس پُر شکوہ قضا کے انتظار میں

باشد اغلب صیدِ ایں بز ہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے — ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

رُستم ارچہ با سَر و سبلت بود — دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو — یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا بال ہوتی ہے

ہم چومن از مستیِ شہوت ببر — مستیِ شہوت ببیں اندر شتر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا — شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

---

1. مستیِ بز۔ اس قصہ کا منشایہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشمِ او۔ یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چوبچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔
2. شکوہ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔ باشد۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسر و سبلت۔ یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔ اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔

Marfat.com

باز ایں مستی شہوت در جہاں — پیشِ مستی ملک[1] داں مستہاں

پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی — فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھو

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند — او بشہوت التفاتے کے کند

اُس کی مستی اِس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے — وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تانخوردی آبِ شور — خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور

جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی — (ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از بادہائے آسماں — برکند جاں را ز مے و زساقیاں

آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ — جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

تاچہ مستیہا بود املاک را — وز جلالت روحہائے پاک را

فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں — اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ بوئے دل دراں مے بستہ اند — خمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند

کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے — انہوں نے اس جہان کے غم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر[2] آنہا کہ نومیدند و دور — ہمچو کفارے نہفتہ در قبور

سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں — قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

ناامید از ہر دو عالم گشتہ اند — خارہائے بے نہایت کشتہ اند

وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں — انہوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہاروت و ماروت مقام بشریت را وغیرتِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمستیہا بگفتند اے دریغ — بر زمیں باراں بدادیے چومیغ

مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا! ہائے افسوس — ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستریدیے دریں بیداد جا — عدل و انصاف و عبادات و وفا

ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے — عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست — پیشِ پاتاں دام ناپیدا بسے ست

یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا! — تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

---

1. ملک۔ فرشتوں کو قرب الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ مستیِ آں۔ جس شخص کو قرب الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے، پھر اس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔ تاچہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قرب الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ ان کے دل اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔

2. جز مگر۔ کفار کی روحیں قرب الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قرب الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، اس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیے۔ پس زمستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم وستم کر رکھا ہے، ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

Marfat.com

ہیں مَرد[1] گستاخ در دشتِ بلا
ہیں مَرو کورانہ اندر کربلا

خبردار! مصیبت کے جنگل میں لا پرواہی سے نہ جا
خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کہ زموی و استخوانِ ہالکاں
می نیابد راہ پائے سالکاں

کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے
چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملۂ رہ استخوان و موی و پے
بسکہ تیغِ قہر لاشیٔ کرد شیٔ

سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں
کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جفتِ عون
بر زمیں آہستہ می رانند ہون

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے
خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رود در خارزار
جز بمہل و فکرتے پرہیزگار

کانٹوں کے جنگل میں ننگے پاؤں کیسے چلے
پرہیزگار، سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شاں
بستہ بود اندر حجابِ جوشِ شاں

قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان
ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند
جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند

لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لیے ہیں
سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت[2] کہ کشاید چشم را
جز محبت کہ بنشاند خشم را

(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟
غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود
زارزنے کم گرچہ صد خرمن بود

بے توفیق (خدا) کوشش، جان کو فنا کرنا ہے
اگرچہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چینے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد
در جہاں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو
دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارکِ آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اس کو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بود
ہر چہ او می دوخت آں تفتیق بود

فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی
جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

---

[1] ہیں مرد۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ کہ زموی۔ آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغِ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا "اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔" پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انہوں نے کان بند کر لیے تھے۔ جز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے ان کے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔

[2] جز عنایت۔ عنایت خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضب الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہد بے توفیق۔ جب تک توفیق خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔ ارزن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے، اس کو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیق خداوندی چونکہ فرعون کے شاملِ حال نہ تھی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کی اس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

Marfat.com

از منجم! بود در حکمش ہزار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے

وز معبر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدمِ موسیٰؑ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری انکو خواب میں دکھائی گئی

کہ کند فرعون و ملکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دیں گے

با معبر گفت و با اہلِ نجوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا

چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم
منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے

راہِ زادن را چو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی

رایِ ایں دیدند آں فرعونیاں
ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں

سوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ
میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ

کہ منادیہا کنند از شہریار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے

شاہ می خواند شمارا زاں مکاں
بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

تاشما را رونماید بے نقاب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے

برشما احساں کند بہر ثواب
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں! را بجز دوری نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لیے دوری کے سوا کچھ نہ تھا

دیدنِ فرعون دستوری نبود
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیشِ او
وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے

بہر آں یاسہ بیفتندے برو
اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے

در گہ و بے گہ لقائے آں امیر
وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاؤشاں چوں در رہ بشنوند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنے

تانہ بینند رو بدیوارے کنند
منہ دیوار کی طرف کر لیں تاکہ اس کو نہ دیکھ سکیں

! منجم۔ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔معبر۔خواب کی تعبیر دینے والا۔مقدم۔آنا۔جملہ۔سب منجموں اور معبروں نے کہا ہم اس بچہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا راستہ بند کر دیں گے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔مولد۔یعنی استقرار حمل۔فرعونیاں۔منجم اور معبر۔پگاہ۔صبح۔شہریار۔بادشاہ۔الصلا۔کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔

! اسیران۔قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ ان سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔یاسہ۔قانون، رسم۔یاسہ۔اسرائیلیوں کے لیے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔اسیر۔یعنی اسرائیلی۔لقا۔دیدار۔چاؤشاں۔چاؤش کی جمع ہے،نقیب۔رو بدیوارے۔یعنی اس کا رخ فرعون کی طرف نہ ہو۔

Marfat.com

ور بہ بیند روئے او مجرم بود — انچہ بدتر[1] بَر سرِ او آں زود
اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصوروار ہو گا — جو بدتر (سزا) ہو گی اس کو وہ دی جائے گی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع — چوں حریص ست آدمی فِیمَا مُنِعَ
ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی — کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندنِ فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلۂ منع ولادتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لیے فرعون کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد مُنادی در محلّہا رواں — بانگ میزد کو بکو شادی کناں
مُنادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا — خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید — کز شہنشہ دیدن و جودست اُمید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو — کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہو

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں — تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں
جب، اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی — پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند — خویشتن را بہرِ جلوہ[2] ساختند
چکر کھا گئے، اور اس طرف دوڑ پڑے — انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لیے تیار کر لیا

از غرض غافل بدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سَر بسر
مقصد سے غافل اور بے خبر تھے — سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل گئے

حکایت در تمثیل

مثالاً ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مغولِ[3] حیلہ داں — گفت می جویم کسے از مصریاں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے — کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تا در آید آنکہ می جویم بکف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو — تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

ہر کجا بد مصریئے جمع آمدند — در بَرِ آں میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا، سب جمع ہو گئے، — ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

---

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ تر۔ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئے گا اور فرعون بخشش بھی کرے گا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لیے ان کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لیے ایک حیلہ سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے، بوزن حق اسی لیے اس کو مغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ بر۔ بغل، آغوش۔

Marfat.com

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے

ہیں در آ خواجہ دراں گوشہ نشیں
خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

تابدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند
انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

شومیؔ[1] آنکہ سوئے بانگِ نماز
ایک بد قسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

داعیٔ اللہ را نبردندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والے کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکار شاں اندر کشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا

الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

بانگِ درویشاں و محتاجاں بنوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے

تا نگیرد بانگ محتالیت گوش
تا کہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گر گدایاںؔ[2] طامع اند و زشت خو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو تو صاحبدل کی جستجو کر

در تگِ دریا گہرؔ[2] با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے

از پگہ تا جانبِ میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوںؔ[3] بحیلت شاں بمیداں برد او
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

روئے خود بنمودہ شاں بس تازہ رو
تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

بعد ازاں گفت از برائے جانِ تاں
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لیے

جملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کریں گے

گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

بازگشتن فرعون از میداں بشہر شادماں از تفریق
حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو ان کی عورتوں سے جدا کر دیئے پر

---

1. شومی۔ اہل مصریوں کا یہ قتل اس لیے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعیٔ اللہ۔ موذن۔ مکار۔ یعنی وہی مغل۔ بانگ درویشاں۔ عذاب الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح موذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی، حیلہ گر۔
2. گر گدایاں۔ یعنی دنیادار فقیروں میں کوئی صاحب دل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور موتی بھی۔
3. پگہ۔ پگاہ صبح۔ چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے ان کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں۔ یعنی تفریح طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

Marfat.com

بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ شبانگہ[1] باز آمد شادماں — کامشباں حمل ست و دورند از زناں

بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا — کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بداندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا — وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خسپ تو — ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو

اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا — اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خسپم ہم بریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا — میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم زِ اسرائیلیاں — لیک مر فرعون رادل بود و جاں[2]

عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا — لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بردے کہ او عصیاں[2] کند — آنچہ خوفِ جانِ فرعوں آں کند

وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا — جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمرانِ بدو افعالِ او — لیک خود آں بُد خرابیِ حالِ او

وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا — لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود — اینچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود

خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی — ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ علیہ السلام و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت — نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت

بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا — آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن برو افتاد بوسید آں لبش — بر جہانیدش ز خواب اندر شبش

بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا — اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

گشت بیدار او و زن را دید خوش — بوسہ باراں کرد از لب بر لبش

وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا — اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش کر دی

---

[1] شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں سلا کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خازن۔ خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

[2] دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے محبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

[3] ایں چنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قومِ عاد اور ثمود کے لیے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔ خوش۔ خوبصورت۔ لبش۔ یعنی بیوی کے ہونٹ۔

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟
گفت از شوق و قضائے ایزدی
اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنار از مہر مرد
مرد نے محبت سے اس کے پہلو کو دبا لیا
بر نیامد[1] با خود آں دم در نبرد
اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی
پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خُرد
پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہو گئی
آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ علیہ السلام پودا ہے
حق شہِ شطرنج و مادر بُرد و مات
اللہ (تعالیٰ) شاہِ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و بُرد[2] از شاہ می داں اے عروس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ
آں مداں از ما مکن برما فسوس
ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

اُنچہ ایں فرعون می ترسید ازو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا
ہست شد ایں دم کہ گشتم جفتِ تو
اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

وصیت کردنِ عمران جفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی

صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگر داں ہیچ زینہا دم مزن
کچھ نہ کھولنا، اس بارے میں دم نہ مارنا
تا نیاید برمن و توصد حزن
تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سیکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں
انجامِ کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے
چوں علامتہا رسد اے نازنیں
اے نازنین، جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے
می رسید از خلق و می شد برہوا
لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ ازاں ہیبت بروں جست آں زماں
شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا
پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

از سوئے میداں چہ بانگ ست وغریو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟
کز نہیبش می رمد جنّی و دیو
کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

---

1. بر نیامد۔ یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پا سکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو گئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہو جانا۔ آتشے۔ یعنی حضرت موسیٰ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہو گی۔ کیں کش۔ بدلہ لینے والا۔
2. برد۔ شطرنج کی وہ بازی، جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں، یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہو جائے۔ فسوس۔ افسوس۔
3. مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں۔ یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں۔ یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

گفت عمران[1] شاہِ ما را عمر باد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو
قوم اسرائیلیانند از تو شاد
اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں
رقص می آرند و کفہا می زنند
ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بود اما و لیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن
وہم و اندیشہ مرا پُر کرد و نیک
وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے
از غم و اندوہِ تلخم پیر کرد
غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر رہے ہیں

پیش می آمد سپس می رفت شہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا
جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ
تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ عورت کی طرح رہا

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا
ہر لمحہ کہتا، اے عمران! مجھے
سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا
ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا
عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ
باز گوید اختلاطِ جفت را
بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں در خزید
جب عمران کی بیوی عمران سے چمٹی
تا کہ شد استارۂ موسیٰؑ پدید
یہانتک کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر[3] کاندر آید در رحم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے
نجم او بر چرخ گردد منتجم
اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰ علیہ السلام بر آسمان و غریوِ منجمان در میدان

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش
آسمان پر ان (موسیٰ علیہ السلام) کا ستارہ نمودار ہوا
کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش
فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا
واقف آں غلغل و آں بانگ شو
اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

---

[1] گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں۔ گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی وہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں۔ پیش آمد۔ بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زنِ عمراں۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوا ہے اس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ہے۔ کوری۔ اندھاپن یعنی مقصد کے خلاف۔ واقف۔ باخبر۔

Marfat.com

راند عمراں[1] جانبِ میدان و گفت　　این چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت

عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا　　یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سَر برہنہ جامہ چاک　　ہمچو اصحابِ عزا بر فرقِ خاک

ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے　　ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں　　بد گرفتہ از فغان و سازِ شاں

ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز　　چلانے سے رُندھ گئی اور ساز (مطرب) خاموش تھے

ریش و مو برکندہ رو بدریدگاں　　خاک بر سر کرد پُر خوں دیدگاں

ڈاڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے　　سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پر خون

گفت خیر ست اینچہ آشوب ست و حال　　بد نشانی می دہد منحوس سال

اس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟　　منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

عذر آوروند و گفتند اے امیر　　کرد ما را دستِ تقدیرش اسیر

انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!　　ہمیں اُس (اللہ) کے دستِ قدرت نے قیدی بنا لیا

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد　　دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد

ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا　　بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں　　کوریِ ما بر جبینِ آسماں

رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا　　آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سما　　ما ستارہ بار گشتیم از بکا

اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا　　ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

بادلِ خوش شاد عمراں وز نفاق　　دست بر سر می بزد کاہ الفِراق[3]

عمران خوش دلی کے ساتھ نفاق سے　　سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پُر خشم و تُرش　　رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش

عمران نے اپنے آپ کو تُرش رُو اور غضبناک بنایا　　دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند　　گفتہائے بس خشن بر جمع خواند

اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا　　مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت او　　نردہائے بازگونہ باخت کو

اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا　　اس نے الٹی چال چلی

---

1. راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جا کر نجومیوں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں، سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے ان کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد ما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آ گیا۔
2. شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوریِ ما۔ یعنی ہماری منشاء کے خلاف۔ ستارہ بار۔ یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ بادلِ خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔
3. الفراق۔ یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا، نجومیوں کو برا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

گفت شاں¹ شاہ مرا بفریفتید ‎ از خیانت وز طمع نشکیفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا ‎ خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سوئے میداں شاہ را انگیختید ‎ آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے ‎ تم نے ہمارے بادشاہ کی آبروریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضماں ‎ شاہ را ما فارغ آریم از غماں
ذمہ داری کے لیے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا ‎ (کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبتِ زرہا تلف شد کار خام ‎ شد بر فرعون و بر خواندش تمام
آخرکار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا (رہا) ‎ فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب قصہ سنایا

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ ‎ خواند ایشاں را زِ خشم آں رُو تباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا ‎ ان کو اس رو تباہ نے غصہ سے بلایا

گفت ایشاں² را کہ ہیں اے خائناں ‎ من بر آویزم شما را بے اماں
(شاہ نے) ان (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو! ‎ میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم ‎ مالہا بادشمناں در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی ‎ مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں ‎ دور ماندند از ملاقاتِ زناں
حتیٰ کہ آج کی رات اسرائیلی ‎ بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام ‎ ایں بود یاری و افعالِ کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا) ‎ (کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں

سالہا ادرار³ و خلعت می بُرید ‎ مملکتہا را مسلم می خورید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لیے جاتے ہو ‎ پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں ‎ فہم گرد آرید و گردیدم معیں
اسی لیے کہ اس طرح کے دن ‎ سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم ‎ طبل خوارانید و مکارید و شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا ‎ تم پیٹو، اور مکار اور بدبخت ہو

مَر شمارا بر درم آتش زنم ‎ گوش و بینی و لباں تاں بر کنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دوں گا ‎ تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

عیشِ رفتہ باشما ناخوش کنم ‎ من شمارا ہیزمِ آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا ‎ میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

---

1. گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا۔ جھوٹے وعدے کیے اور مال و دولت برباد کرایا۔ شد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آ کر تمام صورت حال بیان کر دی۔
2. گفت۔ یعنی بادشاہ نے انہیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ مالہا۔ جو مال بنی اسرائیل میں تقسیم کر دیا تھا۔ تاکہ۔ اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔
3. ادرار۔ مسلسل بخشش کرنا۔ معین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل و ادب، لغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

Marfat.com

سجده ها کردند و گفتند اے خدیو[1] — گر یکے کرت زما چربید دیو

انہوں نے سجدے کیے اور کہا اے شہنشاہ! — اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

سالہا دفعِ بلاہا کرده ایم — وہم حیران زانچہ ماہا کرده ایم

ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں — جو کچھ ہم نے کیا ہے، اس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[2] شد پدید — نطفه اش برجست و رحم اندر خزید

وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا — اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفارِ ایں روزِ ولاد — ما نگہداریم اے شاہِ قباد

لیکن اس کی معافی کے لیے ولادت کے دن کی — اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رصد بندیم ما — تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا

اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے — تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[3] نداریم ایں نگہ مارا بکش — اے غلامِ رائے تو افکار و ہش

اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا — اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری راہ کے غلام ہیں

تا بہ نہٗ مہ می شمرد او روز روز — تا نپرّد تیرِ حکمِ خصم دوز

وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا — تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لا مکاں حملہ برد — خونِ خود ریزد بلاہا را خرد

جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے — اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد — سرنگوں آید زخونِ خود خورد

قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے — اوندھا گرتا ہے اور اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کند — شور گردد سر ز مرگے بر زند

جب زمین آسمان سے دشمنی کرے — بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش با نقاش چوں پنجہ زند — سبلتان و ریش خود بر می کند

جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے — اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی اکھاڑتا ہے

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند سوئے میداں بہ مکر

1. خدیو۔ آقا، خداوند۔ کرت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آ گیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کیے جن پر عقل حیران ہے۔
2. حملش۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل۔ استغفار۔ یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر نجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصدگاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کریں گے۔
3. گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیر حکم۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔ نقش۔ اگر مخلوق خالق سے نزاع کرے تو خود مخلوق کی بربادی ہے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف بلانا جن کے حال میں بچے ہوئے ہوں

بعدِ نہ مہ[1] شہ بروں آورد تخت ۔۔۔ سوئے میدان و منادی کرد سخت

نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا ۔۔۔ میدان کی جانب اور سخت اعلان کر دیا

بارِ دیگر شد منادی سوئے شہر ۔۔۔ کاے زناں از دہر می یابید بہر

دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا ۔۔۔ کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید ۔۔۔ تاز داد و بخششم شاداں شوید

کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو! ۔۔۔ تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید ۔۔۔ خلعت و ہرکس ازیشاں زر کشید

جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا ۔۔۔ شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ[2] شماست ۔۔۔ تا بیابد ہریکے چیزیکہ خواست

آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیب ہے ۔۔۔ تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

مرزناں را خلعت و حلیت دہند ۔۔۔ کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند

عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے ۔۔۔ بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں ۔۔۔ گنجہا گیرد زِمن بے شک یقیں

آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے ۔۔۔ یقیناً بلا شک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند ۔۔۔ شادماں تا خیمۂ شہ آمدند

اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں ۔۔۔ خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر ۔۔۔ سوئے میدان غافل از دستانِ[3] قہر

ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی ۔۔۔ میدان کی جانب، ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند ۔۔۔ ہر چہ بود آں نر[3] زمادر بستدند

جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں ۔۔۔ جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

سَر بُریدندش کہ ایں ست احتیاط ۔۔۔ تانزاید خصم و نفزاید خباط

اس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے ۔۔۔ تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عواناں بخانۂ عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در تنور

---

1. بعد نہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔ دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصہ۔ تاز داد۔ منادی کرنے والے، بادشاہ کے اس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔
2. اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیبہ وری کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کہ او۔ یعنی جس عورت کے اس مہینہ بچہ ہوا ہے اس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ دستاں۔ مکر یعنی اس بہانہ سے قتل کرنے کا ارادہ۔
3. آں نر۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا، لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں کے پیٹ میں آ جانے سے پیدا ہوا ہے اس میں اور اضافہ نہ ہو۔ عوان۔ سپاہی۔ تنور۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا
آتشش اندازد کہ من او را نگاہ دارم
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس وحی آنا کہ ان کو آگ کے تنور میں ڈال دے کیونکہ میں اس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰؑ زادہ بود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا
دامن اندر چید زاں آشوب[1] زود
اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ بازناں
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے
کرد دیگر بیں چہ آورداں زماں
کیا، پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا
دائیوں کو گھروں میں
بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
اس (مجسم) دغا نے جاسوسی کے لیے روانہ کر دیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے
نامد او میداں کہ در وہم[2] و شکیست
جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) کو وہم اور شک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے
کودکے دارد و لیکن پُر فنے ست
جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے۔

پس عواناں آمدند او طفل را
تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچہ کو
در تنور انداخت از امرِ خدا
خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از دادگر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی
کہ ز نسل[2] آں خلیلؑ ست ایں پسر
کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ علیہ السلام) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زود
تو موسیٰ علیہ السلام کو فوراً تنور میں ڈال دے
تا نگہداریمش اندر نار و دود
تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اس کی حفاظت کروں

عصمتِ یا نارُ[3] کُونِی بَارِدًا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے
لَا تَکُوْنَ النَّارُ حَرًّا شَارِدًا
آگ گرم اور سرکش نہ ہو گی

زن بوحی انداخت او را در شرر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا
بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
آگ نے موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر اثر نہ کیا

پس عواناں خانہ را جستند زود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی
ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود
اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

---

1. آشوب۔ فتنہ۔ یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانے والی عورت۔ آں دغا۔ یعنی فرعون۔ غمز۔ چٹکی لینا، اشارہ کرنا۔
2. در وہم۔ یعنی اس کو شک ہو گیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کرے گا۔ زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پُر فنے۔ چونکہ اس نے بچوں کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا کہ ز نسل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہٰذا ان کی نسل کے اس بچہ کو اسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔
3. یا نار۔ یہ اسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد۔ سرکش۔ شرر۔ یعنی تنور کے انگارے۔ نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔

Marfat.com

پس عواناں بے مراد آں سو شدند　　باز غمّازاں[1] کزاں واقف بدند

سپاہی ناکام واپس ہو گئے　　پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

با عواناں ماجرا برداشتند　　پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند

سپاہیوں سے قصہ چھیڑا　　فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عواناں باز گردید آں طرف　　نیک نیکو بنگرید اندر غرف

کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ　　کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عواناں جملگاں　　تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں

وہ سارے سپاہی واپس لوٹے　　تاکہ فوراً موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در آبش فگن اَلْقِیْهِ فِي الْيَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اس کو پانی میں ڈال دے "اس کو دریا میں ڈال دے"

باز وحی آمد کہ در آبش فگن　　روی در امیددار و مومن

پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے　　امید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کن اعتمید　　من ورا با تو رسانم رو سفید

اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر　　میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رودِ نیل　　کار را بگذاشت با نِعْمَ الْوَكِيْل

ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا　　معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکرباش　　جملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش

اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر　　سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں　　خصم[3] اندر صدرِ خانہ در دروں

وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا　　(اور) دشمن بیچ مکان میں در پردہ (موجود تھا)

از جنوں می کشت ہر جا بُد جنیں　　از حیل آں کور چشم دور بیں

جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اسکو پاگل پن سے مار ڈالتا　　تدبیروں سے، وہ دوربین، اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود　　مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود

سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا　　جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو تو نگل گیا تھا

لیک ازاں فرعوں ترے آمدید　　ہم ورا ہم مکر او را در کشید

لیکن اس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا　　جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

---

1. غمّاز۔ چغل خور۔ غرف۔ غرفہ کی جمع ہے، کوٹھری، بالاخانہ۔ در آبش۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔
2. نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رو سفید۔ باآبرو۔ نعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔
3. خصم۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دوربین۔ یعنی دنیاداری کے مکرو فریب میں۔ فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے فرعون اور اس کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔

Marfat.com

اژدہا بود[1] و عصا شد اژدہا — ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا

وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی — اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا — تا بہ یزداں کہ اِلَیْہِ الْمُنْتَھٰی

ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟ — خدا تک، کیونکہ اس پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں — جملہ دریاہا چو جوئے پیشِ آں

کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے — سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا[2] و چارہا گر اژدہاست — پیشِ اِلَّا اللّٰہ آنہا جملہ لاست

حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں — الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد — محو شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا — فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست — لیک اژدرہات محبوسِ چہ است

جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے — لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست — تو براں فرعون بر خواہش بست

ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں — تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

آنچہ گفتم جملگی احوالِ تست — خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست

جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں — میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گرزِ تو[3] گویند وحشت زایدت — ور زدیگر چوں فسانہ آیدت

اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے — اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

چوں خرابت می کند نفسِ لعین — دور می اندازدت سخت ایں قریں

ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے — یہ ساتھی تجھے (راہِ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست — لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست

یہ (برے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں — اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست — ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لیے فرعونی ایندھن نہیں ہے — ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

---

1. اژدہا بود۔ یعنی فرعون اور اس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست۔ یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

2. حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفس امارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا۔ یعنی نفسانی عیوب۔ چہ۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نہ گفتم۔ جو برائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفس امارہ کی برائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکا ہے۔

3. گرز تو۔ خود نفس انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے۔ دور۔ یعنی راہِ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بری خصلتیں۔ ز جہل۔ لیکن انسان اپنی خصلتوں سے جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ آتشت۔ ہر انسان کو برائی کرنے کا موقع نہیں ملتا ورنہ وہ وہی کام کرے جو فرعون نے کیے۔

Marfat.com

گلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست
تیرے نفس کی آگ کے لیے کوڑا کرکٹ نہیں ہے
ورنہ چوں فرعون نارِ قاہریست
ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یک حکایت بشنواز تاریخ گو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے
تابری زیں رازِ سر پوشیدہ بو
تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مار گیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مردہ سمجھا اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مار گیرے رفت سوئے کہسار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا
تا بگیرد او بافسونہاش مار
تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑ لے

گر گراں و گر شتابندہ بود
خواہ وہ سست ہو یا چست ہو
آنکہ جویندست یابندہ بود
جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ
کہ طلب درراہِ نیکو رہبرست
کیونکہ جستجو راستہ کے لیے بہتر راہنما ہے

لنگ ولوک[2] و خفتہ شکل و بے ادب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو
سوئے اُومی غو و اُو را می طلب
اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی
بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
سونگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ بااولادِ خویش
حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے کہا
جستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش
حد سے زیادہ یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو

ہر حسِ[3] خود را دریں جستن بجد
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو
ہر طرف رانید شکلِ مستعد
مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از روحِ خدا لا تَیۡاَسُوۡا
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو
ہمچو گم کردہ پسر رَو سو بسو
بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِ دہاں پُرساں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو
رُوئے جاناں را بجاں جویاں شوید
محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھ کر سانپ پکڑتے ہیں۔ گر گراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سست ہو یا چست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ می غو۔ انسان کو چاہیے اپنی معذوریوں کو نظرانداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرتے۔ کہ جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسف علیہ السلام کی تلاش وطلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا لاتَیۡاَسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰہِ "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا" یعنی یوسف علیہ السلام کی طلب وجستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا۔ حسِ دہاں۔ قوت گویائی۔

Marfat.com

پرس پرساں مژدگانی[1] جاں دہید — گوش را بر چار راہِ آں نہید
پوچھتے پوچھتے مہمان کی انعام بخشی کر دو — کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سرّ کاشنائے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ — اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصلِ لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے — (اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت راہنمائی حاصل کرے گا

اینہمہ جوہا ز دریائیست ژرف — جزو را بگذار و بر کل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں — جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہر خوبی است — برگِ بے برگی نشانِ طوبیٰ است
مخلوق کی برائیاں، بھلائی کے لیے ہیں — بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہر آشتی ست — دامِ راحت دائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں — تکلیف ہمیشہ راحت کے لیے جال ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست — وز جفائے خلق امید وفاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لیے پیدا ہوتی ہیں — مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

ہر زدن بہر نوازش را بود — ہر گلہ[3] از شکر آگہ می کند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لیے ہوتی ہے — ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم — بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا — اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار — جملہ عالم را بدیں ساں می شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں سانپ بنی — تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

---

1. مژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیے۔ چار راہ۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سرّ۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوبِ حقیقی کا سراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے۔ انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ان صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔
2. زشتہائے۔ جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی برائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر برائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے۔ انسان کی بے سروسامانی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ طوبیٰ۔ جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہوں گی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کرے گا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دام راحت۔ انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے۔
3. خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا غصہ اولاد پر، کبھی غصہ کی برائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ کبھی مخلوق کا بے جا غصہ شفقت خداوندی کا سبب بن جاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ ہر گلہ۔ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنما بنایا ہے اسی طرح ہر برائی کو بھی راہنما بنا لے۔ چوں عصا۔ برائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالتقابل چیز ہے۔ دوسری بالتقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔

Marfat.com

جنگہائے آشتی آرد درست　　مار گیرے[1] از بہرِ بازی مار جُست

لڑائیاں صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں　　سپیرے نے تماشا کے لیے سانپ تلاش کیا

بہرِ بازی مار جوید آدمی　　غم خورد بہرِ امید بے غمی

انسان تماشا کے لیے سانپ تلاش کرتا ہے　　بے غمی کے لیے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی جُستے یکے مارِ شگرف　　گردِ کوہستان در ایامِ برف

وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا　　پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم　　کہ دلش از شکلِ اُوشد پر زبیم

اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدہا دیکھا　　کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید　　مار می جُست اژدہائے مُردہ دید

سپیرا سخت جاڑے میں　　سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مارگیر از بہرِ حیرانیِ خلق　　مار گیرد اینت نادانی خلق

لوگوں کے تعجب کے لیے سپیرا　　سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی کوہ است[2] چوں مفتوں شود　　کوہ اندر مار حیراں چوں شود

آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟　　پہاڑ، سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن[2] نشناخت مسکیں آدمی　　از فزونی آمد و شد در کمی

آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا　　بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت　　بود اطلس[3] خویش را بر دلق دوخت

آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا　　اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار وکُہ حیرانِ اُوست　　او چرا حیراں شدست و مار دوست

لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں　　وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مار گیر آں اژدہا را بر گرفت　　سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت

سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا　　تعجب (میں ڈالنے) کے لیے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانہ　　می کشیدش از پے دانگانہ

ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)　　روزی کے لیے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

---

[1] مار گیر۔ سپیرے نے سانپ تماشے کے لیے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔ او ہمی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مار گیر۔ سپیرے نے سانپ اس لیے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے، لوگوں کا سانپ کو دیکھ کر حیرانی میں پڑنا ان کی نادانی ہے۔

[2] آدمی کوہ است۔ جس طرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بُرے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھ لے، انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

[3] بود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں۔ کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لیے باہمی جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔

کاژدہائے مُردۂ آوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں

در شکارش من جگرہا خوردہ ام
اس کے شکار میں میں نے خونِ جگر پیا ہے

او ہمی مردہ گماں بُردش و لیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا، لیکن

زندہ بود و اُو ندیدش نیک نیک[1]
وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

او ز سرماہا و برف افسردہ بود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا

زندہ بود و شکلِ مردہ می نمود
زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

عالَم افسردہ است و نامِ او جماد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے

جامد افسردہ بود اے اوستاد
اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں
ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو

تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں
تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰ اینجا مار شد
جبکہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی

عقل را از ساکناں اِخبار شد
عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارۂ خاکی[2] ترا چوں زندہ ساخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا

خاکہا را جملگی باید شناخت
(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

مردہ زیں[2] سُویند و زاں سو زندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں

خامش اینجا واں طرف گویندہ اند
اس جگہ چپ ہیں، اُس جانب بولنے والے ہیں

چوں ازاں سوشاں فرستد سوئے ما
جب وہ ان چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے

آں عصا گردد سوئے ما اژدہا
وہ لاٹھی ہماری جانب (آ کر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا[3] ہم لحنِ داؤدی کند
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں

جوہرِ آہن بکف مومے شود
لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

باد حمّالِ سلیمانے شود
ہوا، ایک سلیمان علیہ السلام کو اٹھا لے جانے والی بن جاتی ہے

بحر با موسیٰ سخنداںے شود
سمندر، موسیٰ علیہ السلام کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

---

1. نیک نیک۔ اچھی طرح۔ عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس و ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج ان پر پڑے گا تو ان کا ٹھٹھراپن ختم ہو جائے گا اور ان کا حس و ادراک نمودار ہو جائے گا جیسا کہ اس اژدہے کا معاملہ تھا۔ جماد۔ اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اس دنیا میں سانپ بن گئی تو عقل سمجھ گئی کہ ان جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔
2. پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اس میں حس و حرکت آ گئی۔ اسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو ان میں بھی حس و حرکت آ سکتی ہے۔ مردہ ایں سُو۔ جمادات عالم دنیا کے اعتبار سے مردہ اور عالم آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے عالم آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو ان کی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔
3. کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہرِ آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں موم بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حمالی کا کام کرنے لگتی ہے۔ بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو سمجھ لیا ان کے دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور ان کو پار اتار دیا۔

Marfat.com

ماہ[1] با احمدؐ اشارت بیں شود — نار ابراہیمؑ را نسریں شود
چاند (حضرت) احمد ﷺ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے — آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لیے نسرین بن جاتی ہے

خاک قاروں را چو مارے درکشد — اُستنِ حنانہ آید در رُشد
زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے — حنانہ ستون ہوش میں آ جاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کند — کوہ[2] یحییٰؑ را پیامے می کند
پتھر، حضرت احمد ﷺ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پیغام دیتا ہے

جملہ ذرّاتِ عالم در نہاں — باتو می گویند روزان و شباں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر — تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم — باشما نامحرماں ما خامشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں — تم نا محرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید — محرمِ جانِ جماداں چوں شوید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو — تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا روید — غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ — اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت — وسوسہ تاویلہا بُر بایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی — تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[3] — بہرِ بینش کردہٖ تاویلہا
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں — تو دیکھنے کے لیے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود — دعویٔ دیدن خیال و غیّ شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟ — دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بینندہ را دیدارِ آں — وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا — عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

---

[1] ماہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضور کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسریں۔ گل سیوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ استن۔ مسجد نبوی کا وہ ستون جس کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہو جانے پر اس کا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر ہر پتھر اور درخت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

[2] کوہ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہاڑ نے پناہ دی تھی۔ جملہ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالت حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما۔ جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کر لے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں ان کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

[3] قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ "ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔" معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنے والا تسبیح خواں بن جاتا ہے تو جب کائنات اس کی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ كَفَاعِلِهٖ "خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔"

Marfat.com

پس چو از تسبیح یادت می دہد　　این دلالت ہمچو گفتن می بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں　　یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال　　وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے　　اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی　　باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
انسان جب حواسِ (ظاہری) سے باہر نہ نکلے　　تو وہ غیبی تصویر سے نا واقف ہوتا ہے

ایں سخن[1] پایاں ندارد، مارگیر　　می کشید آں مار را با صد زحیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا　　بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ　　تا نہد ہنگامۂ بر چار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا　　تا کہ چوراہے پر مجمع لگائے

بر لبِ شط[2] مردِ ہنگامہ نہاد　　غلغلہ در شہرِ بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا　　بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است　　بو العجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے　　اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش　　صید او شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے　　اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

منتظر ایشاں و او ہم منتظر　　تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر　　تا کہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود　　گدیہ[3] و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں　　بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا　　حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے　　کمر جھکاتے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ او چو رز گردِ عریش　　ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگوری بیل چھپر پر　　جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام　　رفتہ در ہم چوں قیامت خاص و عام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتا نہیں　　قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید او　　می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا　　مجمع والے گلا پھاڑتے

---

1. ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہٰذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔
2. لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بے وقوف۔ خریش۔ خری اش۔
3. گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم، بخش۔ ژاژخا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔ عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مرد را۔ مجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد و زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ وہ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔

Marfat.com

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا
زیرِ صد گونہ پلاس[1] و پردہ بود
سیکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا
احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ
اس نگہبان نے اس کے لیے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں
وز ہیا ہوی و فغانِ بے شمار
ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و مکث و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کروفر سے
تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا
رفت از اعضائے او اخلاطِ سرد
اس کے اعضا سے ٹھنڈی رطوبت جاتی رہی

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا
اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیے

خلق را از جنبشِ آں مردہ مار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی
گشت شاں از یک تحیر صد ہزار
ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیّر نعرہا انگیختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے
جملگاں از جنبشش بگریختند
اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست[2] او بند زاں بانگِ بلند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا
ہر طرف می رفت چاقا چاقِ بند
ہر طرف بندش کی تراخ پڑاخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

بندہا بگست و بیروں شد ز زیر
بندشیں ٹوٹ گئیں، وہ نیچے سے نکل آیا
اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑوکتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے
از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
مرے اور گرے لوگوں کے سیکڑوں ڈھیر لگ گئے

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا
کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیے کو جگا دیا
رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بیوقوف اپنے آپ کو ملک الموت کی طرف چلا گیا

---

[1] پلاس۔ٹاٹ۔ حفیظ۔محافظ، نگہبان۔ در درنگ۔یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدہے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔وہاں کی گرمی مشہور ہے۔ اخلاط۔یعنی اژدہے کے بدن کی رطوبتیں۔ مردہ مار۔یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔

[2] می شکست۔اژدہا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غراں۔دڑوکتا ہوا۔ ہزیمت۔مجمع کی واپسی۔ گرگ۔سپیرے اور اژدہے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بھیڑ سوئے ہوئے بھیڑیے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

Marfat.com

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[1] را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا
سہل باشد خوں خوری حجاج را
حجاج کے لیے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر استنے پیچید و بست
اس (اژدہے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا
استخوان خوردہ را درہم شکست
کھائی ہوئی ہڈیاں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا
سوئے کہ گرد از بیاباں برفشاند
پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدرہاست او کے مردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مردہ کہاں ہے
از غمِ بے آلتی افسردہ است
ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

گر بیابد آلتِ فرعون[2] او
اگر وہ فرعون کے ذرائع پا لے
کہ بامرِ او ہمی رفت آبِ جو
جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

آنگہ او بنیادِ فرعونی کند
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا
راہِ صد موسیٰ و صد ہاروں زند
سینکڑوں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی راہزنی کرے گا

کرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر
وہ اژدہا، افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے
پشۂ گردد زجاہ و مالِ صقر
چرخ (باز)، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھ
ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق
خبردار! اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھٹھرا ہوا رہے
لقمۂ اوئی چو او یابد نجات
جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات کن[3] او را و ایمن شو ز مات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا
رحم کم کن نیست اوز اہلِ صلات
رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشید شہوت سر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہو گی
آں خفاشِ مردہ ریکت پر زند
وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی

می کش او را در جہاد و در قتال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا
مرد وار اَللّٰہُ یُجْزِیْکَ الْوِصَال
مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرما دے گا

---

1. گیج۔ احمق۔ حجج۔ حجاج کا امالہ ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا۔ خویش را۔ اژدہا جانور یا انسان کو نگل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لیے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔ گرد فشاندن از بیاباں۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیے۔ بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔
2. آلت فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامر۔ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آ گیا تھا یہ فرعون کے لیے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔
3. مات کن۔ نفس کو شکست دے دے۔ اہل صلات۔ یعنی قابل رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفس انسانی۔ می کش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

چونکہ[1] آں مرد اژدہا را آورید　در ہوائے گرم خوش شد آں مرید

چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا　گرم ہوا میں وہ سرکش چاق و چوبند ہو گیا

لا جرم آں فتنہا کرد اے عزیز　بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز

اے پیارے! لا محالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیے　بلکہ اس سے سیکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کیے

تو طمع داری کہ او را بے جفا　بستہ داری در وقار و در وفا

تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے　وقار اور وفا میں باندھ لے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد　موسیٰؑ باید کہ اژدرہا کشد

ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے　موسیٰ علیہ السلام کو چاہیے جو اژدہے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او　در ہزیمت کشتہ شد از رائے او

لاکھوں لوگ اس کے اژدہے سے　پسپائی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

وز طمع ہم خویشتن را باد داد　گفتہ شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالسَّدَادْ

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا　(قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش[2] چرا تو اے کلیم　خلق را کشتی و افگندی زبیم

فرعون نے ان (موسیٰ علیہ السلام) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں　ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردُّد[3] از تو افتادند خلق　در ہزیمت کشتہ شد مردم ززلق

تیری وجہ سے لوگ تردُّد میں مبتلا ہو گئے　الٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لا جرم ہر کس ترا دشمن گرفت　کینِ تو در سینہ مرد و زن گرفت

لا محالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی　مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد　از خلافت مردماں را نیست بُد

تو لوگوں کو بلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا　لوگوں کے لیے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرت اگر پس می خزم　در مکافاتِ تو دیگے می پزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں　تجھ سے بدلہ لینے کے لیے دیگ پکا رہا ہوں

---

[1] چونکہ۔ سپیرے نے اس اژدہے کو گرمی سے آرام پہنچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم۔ سرکش ہو کر اژدہے نے جو فتنے بپا کیے وہ میرے بیان سے سیکڑوں گنا زیادہ تھے۔ تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہنچا کر اس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسی اولوالعزمی چاہیے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔ وز طمع۔ تماشا دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔

[2] گفت فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھ کر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ گفتگو کی تھی۔

[3] تردُّد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ در ہزیمت۔ یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی۔ یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلافِ تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سر دست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

Marfat.com

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے
یا بجز سے[1] پس روے گردو ترا
یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرّہ مشوکیں ساختی
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے
در دلِ خلقاں ہراس انداختی
لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رُسوا شوی
اس جیسے سیکڑوں (معجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہو گا
خوار گردی ضحکۂ غوغا شوی
ذلیل ہو گا عوام کے لیے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے
عاقبت در مصرِ ما رُسوا شدند
انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را در تہدیدیکہ با اُو می نمود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس دھمکی کا جواب دینا جو فرعون نے ان کو دی

گفت[2] با امرِ حقم اشراک نیست
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (فرمایا) اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے
گر بریزد خونم امرش باک نیست
اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم من شاکرم من اے حریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں
ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف
کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائقِ مضحکہ (بنوں)
پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
(لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ (بنوں)

از سخن[3] می گویم ایں ورنہ خدا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ
از سیہ رُویاں کند فردا ترا
تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

عزت آنِ اوست و آنِ بندگانش
عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے
ز آدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
(حضرت) آدم علیہ السلام اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کر لے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے
ہیں دہاں بر بندو بر گرداں ورق
خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راو مہلت خواستن

فرعون کا (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے چالیس

---

1. بجز سے۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ کوئی تیرا پیرو نہ بنے گا۔ کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔
2. گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ کا مختار ہے۔ میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ راضیم۔ دنیا کی رسوائی جس میں خدا کی رضامندی ہو مجھے منظور ہے۔
3. از سخن۔ یعنی اپنا رسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہہ دی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رسوا نہ ہوں گا تو ہی رسوا ہو گا۔ عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اس کے غلاموں کے لیے ہے اسی لیے آدم علیہ السلام باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ۔ جواب۔

Marfat.com

تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام
روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش[1] ورق در حکمِ ماست — دفتر و دیوان و حکم ایں دم مَراست
فرعون نے ان (موسیٰ علیہ السلام) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے — دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ ام اہلِ جہاں — از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے — اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو — خویشتن کم بیں بخود غرہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا — خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحرانِ دہر را — تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا — تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شد بروزے و دو روز — مہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا — مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

جوابِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست — بندہ ام امہالِ تو مامور نیست
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے — میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری[2] و مرا خودیار نیست — بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے — میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم باتو بجدّ تا زندہ ام — من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا — مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تادر رسد حکمِ خدا — کافگند ہر خصم از خصمی جدا
جب تک اللہ کا حکم ہو گا میں مقابلہ کروں گا — وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راو وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آنا

گفت نے نے مہلتے باید نہاد — عشوہا کم دہ توکم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے — تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔ اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود را پسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسم گرما۔ دستور۔ حکم، طریقہ۔ امہال۔ مہلت دینا۔

[1] چیر۔ غالب۔ بدانم کار۔ باں مرا کار۔ جد۔ کوشش۔ من چہ کارہ۔ یعنی مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہو گی یا نہ ہو گی۔

[2] گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن۔ فضول باتیں کرنا۔

Marfat.com

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں ۔۔۔ مُہلتے دہ مر وُرا مہراس[1] ازاں

فوراً اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی ۔۔۔ اس کو مہلت دے دے اس سے نہ گھبرا

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع ۔۔۔ تا سگالد مکرہا او نوع نوع

خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دے دے ۔۔۔ تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد اوکہ نے من خفتہ ام ۔۔۔ تیز رو گویش رہ بگرفتہ ام

تاکہ وہ کوشش کر لے کیونکہ میں بھی سو تو نہیں رہا ہوں ۔۔۔ اس سے کہہ دے تیز چلے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہا شاں را ہمہ برہم زنم ۔۔۔ وانچہ افزایند من برکم زنم

ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کر دوں گا ۔۔۔ وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پٹخ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم ۔۔۔ نوشِ خوش گیرند و من ناخوش کنم

وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا ۔۔۔ وہ اچھا شہد پئیں گے میں اس کو بدمزہ کر دوں گا

مہر پیوندند من ویراں کنم ۔۔۔ آنکہ اندر وہم ناید آں کنم

وہ دوستیاں جوڑیں گے، میں تباہ کر دوں گا ۔۔۔ جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

تو مترس و مہلتے اش دہ دراز ۔۔۔ گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز

تو نہ ڈر، اور اس کو لمبی مہلت دیدے ۔۔۔ کہہ دے لشکر جمع کر لے اور سو تدبیریں کر لے

مہلت دادنِ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحراں را جمع از مدائن[2] کند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کر لے

گفت امر آمد برو مہلت ترا ۔۔۔ من بجائے خود شدم رستی ہلا

فرمایا حکم آ گیا، جا تجھے مہلت ہے ۔۔۔ میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

او ہمی شد[3] اژدہا اندر عقب ۔۔۔ چوں سگِ صیادِ دانا و محب

وہ جا رہے تھے، اژدہا پیچھے پیچھے (تھا) ۔۔۔ سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگِ صیاد جنباں کردہ دم ۔۔۔ سنگ را می کرد ریگ او زیرِ سم

شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا ۔۔۔ پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید ۔۔۔ خرد می خائید آہن را پدید

پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا ۔۔۔ لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

---

1. مہراس۔ خوفزدہ نہ ہو۔ ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اس کو مہلت دے دو اس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اس کی تمام تدبیروں کو بیکار کر دوں گا۔
2. مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے شہر۔ شدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رستی۔ تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔
3. ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ دم۔ کتا محبت میں دم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے منہ میں کھینچ لیتا ہے۔ خرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔

Marfat.com

در ہوا میکرد خود بالائے برجؔ　　کہ ہزیمت می شد از وے روم و گرج

فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا　　کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اُشتر زکام　　قطرہ زاں بر ہر کہ می زَد شد جذام

منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا　　جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

زغوغِ دندانِ او دل می شکست　　جانِ شیرانِ سیہ میشد زدست

اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی　　کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

چون بقوم خود رسید آں مجتبیٰ　　شدقِ او بگرفت و باز اُو شد عصا

جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے　　اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

تکیہ بروے کرد و می گفت اے عجب　　پیشِ ما خورشیدؔ و پیشِ خصم شب

انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے　　(یہ معجزہ) ہمارے لیے سورج اور دشمن کے لیے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ　　عالمے پُر آفتاب چاشتگاہ

تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟　　دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

چشم باز و گوش باز و ایں ذُکا　　خیرہ ام در چشم بندیِ خدا

آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت　　میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من ازیشاںؔ خیرہ ایشاں ہم زمن　　از بہارے خار ایشاں من سمن

میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں)　　(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول (ہوں)

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق　　سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق

میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا　　اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

دستہ گل بستم و بُردم بہ پیش　　ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش

میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا　　ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں نصیبِ جانِ بیخویشاں بود　　چونکہ با خوشند پیدا کے شود

وہ (جام) بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے　　چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

برج۔ یعنی سر کو دو منزلہ مکان سے اونچا کر لیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اس کے منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اس قدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑ جاتا وہ کوڑھی بن جاتا۔ زغوغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیران سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ شدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لیے خورشید راہ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لیے تاریک رات ہے جس میں ان کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔ چشم باز۔ ان کے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر بندی کر دی ہے۔

من ازیشاں۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ سے حیران تھے۔ سمن۔ چنبیلی کا پھول۔ جامِ رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب پینے کے قابل نہ رہی۔ دستہ گل۔ میں ان کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول ان کے لیے کانٹے بن جاتے ہیں۔ آں۔ ہدایت کے جام ان کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتہ بیدار۔ یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔

Marfat.com

خفتۂ بیدار باید پیشِ ما
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے

تا بہ بیداری[1] بہ بیند خوابہا
تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شد فکرِ خلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا

تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کر دے

خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے

او بمعنی پس بصورت پیشتر
وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعوں[2] گفت و رجوع ایں ساں بود
(اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونے والے میں فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے

کہ گلہ وا گردد و خانہ رود
کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلہ از وَرُود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے

پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود
(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے

اَضحَکَ الرُّجعیٰ وُجُوہُ العَابِسِیۡن
واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

از گزافہ[3] کے شدند ایں قوم لنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے

فخر را دادند و بخریدند ننگ
انہوں نے فخر کو دے دیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

پا شکستہ می روند ایناں بحج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں

از حرج راہیست پنہاں تا فرج
تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زِ دانشہا بشستند ایں فریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے

زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے

زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

---

1. تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اس کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ ان خوابوں سے محروم ہیں۔ حلق۔ یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید۔ مقام حیرت میں پہنچ کر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔
2. راجعون۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چراگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں گلہ میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائے گی۔ پیش افتد۔ گلہ کے پلٹنے کے وقت جو اگلے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے ان کو رنج تھا واپسی میں جب وہ آگے ہو جائیں گے تو خوش ہوں گے۔
3. از گزافہ۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پا شکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اخروی راحتیں میسر آئیں گی۔ دل ز دانشہا۔ شعر۔ آزمودم عقل دور اندیش را۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را۔ دانشے۔ عالم آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالم آخرت کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

Marfat.com

ہر پرے بر عرضِ دریا[1] کے پرد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے

تالدن علمِ لدنی می برد
(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے

کش بباید سینہ رازاں پاک کرد
کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ، لنگڑا بن جا

وقتِ واگشتن تو پیش آہنگ باش
واپسی کے وقت تو پیشرو بن

آخِرُونَ السَّابِقُوْن باش اے ظریف
اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں (میں سے) بن جا

بر شجر سابق بود میوہ لطیف
عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے

اول ست او زانکہ او مقصود بود
لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں ملائک گوئی لَاعِلْمَ لَنَا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لیے علم نہیں ہے"

تا بگیرد دست تو عَلَّمْتَنَا
تا کہ "تو نے ہمیں علم دیا" تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب[2] ندانی تو ہجا
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے

ہمچو احمدؐ پری از نورِ حجی
تو عقل کے نور سے (حضرت) محمد ﷺ کی طرح پرواز کرے گا

گر نباشی نامدار اندر بلاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا

گم نہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

اندراں ویراں کہ آں معروف نیست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے

از برائے حفظِ گنجینہ زریست
حفاظت کے لیے سونے کا خزانہ ہے

موضعِ معروف کے بنہند گنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں

زیں قبل[3] آمد فرج در زیرِ رنج
اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

خاطر آرد بس شکال ایں جاو لیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن

بکسلد اشکال را استورِ نیک
عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

---

1. دریا۔ دریائے حقیقت۔ لدن۔ یعنی قرب حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذات باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب و سنت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے، واپسی میں سبقت حاصل ہو جائے گی۔ آخرون۔ حدیث شریف میں ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ "ہم دنیا میں تمام امتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔" بر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔ چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا "ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔" لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے خالی ہو گا اس کو علمتنا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔
2. گر دریں مکتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجی۔ عقل۔ اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔
3. زیں قبل۔ جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہو گا۔ بکسلد۔ اسی طرح ذہن انسان اس اشکال کا جواب دے دے گا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔

Marfat.com

ہست[1] عشقش آتشے اشکال سوز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے
ہر خیالے را بروبد نورِ روز
دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

ہم ازاں سو جو جواب اے مرتضیٰ
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر
کایں سوال آمد ازاں سو مر ترا
کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے
تابِ لا شرقی ولا غرب از مہے ست
"نہ شرقی ہے نہ مغربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے

تو ازیں سو و ازاں سو چوں گدا
تو ادھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے
اے کہ معنیٰ چہ می جوئی صدا
اے وہ کہ تو خود معنیٰ ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہم ازاں سو جو کہ وقتِ دردِ تو
یہ بھی اس جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت
می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یا ربی کے ذکر میں دُہرا ہوتا ہے

وقتِ مرگ[2] و درد آں سو می جہی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے
چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

وقت محنت میکری زاللہ بو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتا لگا لیتا ہے
چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے

در زمانِ درد و غم یادش کنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے
چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

ایں ازاں[3] آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ
ہر کہ بشناسد بود دائم براں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل و گماں ہستش حجیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے
گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لیے) پوشیدہ ہے، کبھی، وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے
عقلِ کلی ایمن از ریبُ المنون
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

---

1. ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے۔ وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہوا اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیے۔ گوشہ۔ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ محض حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔ ہم ازاں سو۔ درد کے وقت انسان یا ربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیے۔
2. وقت مرگ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ" جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔" اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔
3. ایں ازاں۔ یعنی یہ کیفیت اس لیے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وانکہ۔ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذات باری اس کے لیے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اس کے راستہ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ ریب المنون۔ حوادثِ زمانہ۔

Marfat.com

عقل بفروش و ہنر حیرت[1] بخر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رو بخواری نے بخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تا کہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے

ساکنانِ محفلش لَا یَفْقَھُوْنَ
اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ماچو خود را در سخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریۂ زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلب یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست حاصل کروں

ایں حکایت[2] نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

آں اَساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو "اگلے لوگوں کے قصے" کہا

حرفِ قرآں را بُدِ آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لا مکانے[3] کاندراں نورِ خداست
وہ لا مکان جس میں خدا کا نور ہے

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ توست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یک تنے اورا پدر مارا پسر
ایک شخص اس کے لیے باپ ہمارے لیے بیٹا ہے

بام زیرِ زیدو بر عمرو آں زبر
بالا خانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شد زاں دو کس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی

سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

---

1. حیرت۔ سالک کے لیے ایک مقام ایسا آتا ہے کہ انوار و تجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری۔ یعنی فنا، ہستیِ موہوم۔ بخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ لَا یَفْقَھُوْنَ۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر "ش" کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لَا یَفْقَھُوْنَ کا ترجمہ فرمایا ہے کہ ان میں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کے لیے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ ان ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں رہی ہے۔

2. ایں حکایت۔ میں جو قصے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے اور اپنے احوال بیان کر رہا ہوں اور ان کا مقصد رجوع الی اللہ ہے ان کو وہ علوم نہ سمجھنا جن سے میں روک رہا ہوں۔ آں۔ منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور ان قصوں کا جو مقصود تھا اس کو نہ سمجھے اس طرح میری کتاب کا حال ہے۔

3. لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی اور مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں۔ تو ان کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے، چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

Marfat.com

نیست[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن — قاصر از معنیِ نو حرفِ کہن

اس کا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے — نئے نکتے سے، پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جو نیست مشکا لب بہ بند — بے لب و ساحل بدست ایں بحرِ قند

چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے، اے مشک! لب بند کر لے — یہ شکر کا دریا، بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے فرعونِ مُدمّغ تاچہ کرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلب ساحراں

فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لیے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ باز گشت و او بماند — اہلِ رائی و مشورت را پیش خواند

جب موسیٰ علیہ السلام واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا — (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند پائے — ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے

وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لیے — ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامان و دوں — رائے پیش آورد و گردش رہنموں

بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے — رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

کاے شہِ[2] شاہِ ظفر چوں غم فزود — ساحراں را جمع باید کرد زود

اے بادشاہ، فتح مندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے — جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں — ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر — جمع آرد شاں شہ و صرافِ مصر

مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے — بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

او بسے مردم فرستاد آں زماں — ہر نواحی بہر جمع جادواں

اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیے — ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار — کرد پرّاں سوئے او دو پیکِ کار

جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا — اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیے

---

[1] نیست۔ خدا کی ذات وصفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ باز گشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔ بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہو گئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[2] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِیْنَ۔ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ۔ یعنی "فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے، تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟ درباریوں نے عرض کیا موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہرکارے روانہ کر دیں، وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ پیک۔ قاصد۔"

Marfat.com

دو جواں بودند ساحر مشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے
سحرِ ایشاں در دلِ[1] مہ مستمر
ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا
در سفرہا رفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے
آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

سیم بُردہ مشتری آگہ شدہ
لٹا ہوا خریدار، (حقیقت سے) آگاہ ہو کر
دست از حسرت بَرُخہا برزدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چنیں در جادوی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں
بودہ منشی و نبودہ چوں روی[2]
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادویہا جنسِ ایں
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں
بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مبیں
(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا
کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اس لیے کہ دو فقیر آئے ہیں
برشہ و بر قصرِ او موکب زوند
انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جما لیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے
کہ ہمیگردد بامرش اژدہا
جو ان کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے
زیں دوکس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس
شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ

چارۂ سازید اندر دفعِ شاں
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو
گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

چارۂ می باید اندر ساحری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے
تابود کہ زیں دو ساحر جاں بری
تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جان بری ہو

---

[1] دردلِ مہ۔ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن ان کا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعے شیروں کا دودھ دوہ کر دکھا دیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر طے کر لیتے تھے۔ ماہتاب۔ چاندکی چاندنی کا کپڑا بنا کر اس کو فروخت کر دیتے تھے۔ خریدار جب گھر پہنچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ پیٹتا۔

[2] روی۔ قافیہ کا اصلی حرف، یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہٰذا تابع کے معنی میں ہے یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔ منشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی، لشکر۔ افغاں۔ فغاں، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اس کو ہرا دیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

Marfat.com

آں دو ساحر را چو ایں پیغام داد ترس[1] و مِہری در دلِ ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت سر بزانو بر نہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانوست حلِ مشکل راد و زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے مشکل کو حل کرنے کے لیے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادر، گورِ پدر را و پُرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰ علیہ السلام را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا، اور ان کا اس کی روح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (اصلیت) دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا گورِ بابا کو تو مارا رہنما
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آ جا باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُردشاں بر گورِ او بنمودہ راہ پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
اس کے بعد انہوں نے کہا اے باوا! ہمیں بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مَرد اُو را بہ تنگ آوردہ اند آبرویش پیشِ لشکر بُردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے لشکر کے روبرو اس کی آبرو ریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے جز عصا و در عصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہیں لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتۂ گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ
تو بچوں کے عالم میں چلا گیا ہے اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحرست مارا دہ خبر وَر خدائی باشد اے جانِ پدر
اگر وہ جادو ہے تو، ہمیں بتا دے اور اگر خدائی بات ہے، اے ابا جان!

---

1. ترس۔ خوف۔ ان دونوں پر خوف اس بناپر طاری ہوا کہ جب ان دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت اس لیے پیدا ہوئی کہ باوجود اس ظاہری طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہوں گے۔

2. عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا۔ یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰ و ہارون نے بھی ان کی جادوگری کی طرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہر شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں ان کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

3. وجا۔ خوف۔ دو مرد۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اس لاٹھی نے اژدہا بن کر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالم آخرت۔ خاک۔ یعنی قبر۔ در خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اس کی تعظیم کریں۔

Marfat.com

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے[1] بر زنیم
یہ بھی بتا دے تا کہ ہم سجدہ کریں — اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

ناامیدانیم اُمیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہو جائے — اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رُشد — راندگانیم و کرم ما را کشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آ جائیں — ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتنِ ساحرِ مُردہ با فرزندانِ خود

مردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شاں[2] در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہرِ ایں رادم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا، اے میرے بچو! — اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من — نیست پیدا گفتنِ ایں را مرتہن
اس نے پکارا اے میری جان اور بچو! — اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے — لیکن راز، میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمایم شمارا آیتے — تا شوید آگہ زِسِرِّ کینتے[2]
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں — تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے وانمایم با شما — تا شود پیدا شمارا ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں — تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ روید — از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ — اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں زماں[3] کہ خفتہ باشد آں حکیم — آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) — وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحرست — چارۂ ساحر شمارا حاضرست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرا لی تو وہ جادوگر ہے — جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست — او رسولِ ذوالجلال و مُہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے — وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

---

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع۔ ناامیدیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں، ہمارے لیے آفتاب ہدایت طلوع ہو جائے۔

[2] گفت شاں۔ ان کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا کہ اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے۔ یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کینت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحرست۔ کیونکہ اس کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گئی۔

Marfat.com

گر جہاں[1] فرعون گیرد شرق و غرب — سر نگوں آید خدا را گاہِ حرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے — لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائے گا

ایں نشانِ راست دادم جانِ باب — بر نویس اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دے دی ہے — لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخسپد ساحرے — سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے — اس کے جادو اور مکر کا کوئی راہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود — چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے — جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست — گرگ را آنجا اُمید و رہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے — بھیڑیے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست — جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے — اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جانِ بابا ایں نشانِ قاطع ست — گر بمیرد[2] نیز حقش رافع ست
جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے — اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

تشبیہ کردنِ قرآن مجید را بعصائے موسیٰ علیہ السلام و وفاتِ مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰ علیہ السلام و قاصدانِ تغییرِ قرآن را باآں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بُردنِ عصائے موسیٰ علیہ السلام کردہ بودند چوں موسیٰ علیہ السلام را خفتہ یافتند

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغییر کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو چرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطافِ حق — گر بمیری تو نمیرد[3] ایں سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ ﷺ سے وعدہ کیا ہے — اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی یہ سبق فنا نہ ہو گا

من کتاب و معجزت را حافظم — بیش و کم کن را ز قرآں رافضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں — میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

---

1. گر جہاں۔ اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہو گا۔ چونکہ۔ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خداست۔ معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اس کی حفاظت مکمل ہے۔
2. گر بمیرد۔ موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی ان کی حیات سے ہے۔ تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سونے اور قرآن میں تغییر و تبدل کرنے والوں کو ان دو جادوگروں سے مشابہ سمجھو۔
3. نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

من ترا در ہر دو عالم رافعم[1] | طاغیاں را از حدیثت دافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں | سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو | تو بہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا | تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم | نامِ تو بر زرّ و بر نقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا | تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو | در محبت قہرِ من شد قہرِ تو
میں تیرے لیے منبر اور محراب بناؤں گا | محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو[2] از ترس پنہاں می کنند | چوں نماز آرند پنہاں می شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں | جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خفیہ می گویند نامت را کنوں | خفیہ ہم بانگِ نماز اے ذو فنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں | اے ہنر مندا! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں | دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے | تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ بر کنم آفاق را | کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کر دوں گا | میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ | دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے | تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما | تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے | اے مصطفیٰ (ﷺ)! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادو نیستی | صادقی ہم خرقۂ موسیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو | تم سچے ہو، موسیٰ علیہ السلام کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا | کفرہا را در کشد چوں اژدہا
قرآن تمہارے لیے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی) لاٹھی کی طرح ہے | (جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

---

[1] رافعم۔ قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ "ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔" کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ "اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔" قہر من۔ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نام تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضور ﷺ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپ کر پڑھتے تھے۔ من منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کر دوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

[3] تا قیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضور ﷺ ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں۔ ہست قرآن۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔

Marfat.com

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخفتہ نورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

فلسفی[2] وانچہ پوزش می کند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

ہر دو[3] از گورش رواں گشتند و تفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اس کام کے لیے مصر میں پہنچے

اتفاق افتاد کاں روز وُرود
اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا

چوں بیامد دید در خرمابناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں دو سر کی دونوں آنکھیں بند کیے ہوئے

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

چوں عصایش داں تو آنچہ گفتہ[1]
جو کچھ تم نے کہا ہے اسکو ان (موسیٰ علیہ السلام کی) لاٹھی کی طرح سمجھو

چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک
(موسیٰ علیہ السلام کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کے لیے کمان پر چلہ چڑھائے ہوئے ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
وہ (مصطفیٰ ﷺ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لیے مصر کی جانب

طالبِ موسیٰ و جائے او شدند
موسیٰ اور اُن کی قیام گاہ کے طالب ہوئے

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

کہ بروزاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اُس نخلستان کی جانب تلاش کر

خفتۂ کو بود بیدارِ جہاں
اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

---

1. گفتہ۔ یعنی قرآن پاک۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیند کے باوجود جادوگران کی لاٹھی نہ چرا سکے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔
2. فلسفی۔ ملحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں، نور محمدی ﷺ ان کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے کیے ان کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔
3. ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرمابناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

Marfat.com

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر — گر بخسپد بر کشاید صد بصر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ — اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نۂ بیدار باش — طالبِ دل باش و در پیکار[1] باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے، جاگتا رہ — دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

در دلت بیدار شد می خسپ خوش — نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے، آرام سے سو جا — سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشمِ من — لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے — لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدارست و حارس خفتہ گیر — جاں فدائے خفتگانِ[2] دل بصیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو — بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی — می نگنجد در ہزاراں مثنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف — ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش[3] کہ خفتہ ست او دراز — بہرِ دُزدیِ عصا کردند ساز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا — انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود — کز پسش باید شدن واں را ربود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا — کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا چاہیے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز — اندر آمد آں عصا در اہتزاز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا — وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا — کاں دو بر جا خشک گشتند از وَجا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی — کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد — ہر دو آں بگریختند و رُوی زرد
اس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا — دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد تھا

رُو در افتادن گرفتند از نہیب — غلط غلطاں منہزم در ہر نشیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا — لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں — زانکہ میدیدند حدِ ساحراں
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے — اس لیے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

---

1. پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر۔ ہفت وشش۔ یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں۔ شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔
2. خفتگان۔ یعنی جن کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں، دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔
3. بدیدندش۔ ان دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہو جانا۔ وجا۔ خوف۔ شد۔ یعنی وہ لاٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

Marfat.com

پس[1] ازیں رُو علم سحر آموختن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا
نیست ممنوع و حرام و ممتہن
ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لیے اچھا ہے
سحر کردن شد حرام اے مردِ دوست
اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شد پدید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا
کارِشاں تا نزع و جاں کندن رسید
ان کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا
سوئے موسیٰ علیہ السلام از برائے عذرِ آں
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس کی معذرت کے لیے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد
کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا
امتحانِ تو اگر نبود حسد
آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مجرمِ[2] شاہیم و مارا عذر خواہ
ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے
اے تو خاصِ الخاصِ درگاہِ الٰہ
آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

درگذر از ما کہ ما کردیم بد
ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے
اے تُرا الطاف و فضلِ بے عدد
اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بندگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے
پیشِ موسیٰ بر زمیں سری زدند
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰ عفو کردم اے کرام
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا
گشت[2] بر دوزخ تن و جاں تاں حرام
تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

من شما[3] را خود ندیدم اے دو یار
اے دو دوستو! گویا، میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں
اجنبی سازید خود را ز اعتذار
عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست
در نبرد آئید پیشِ بادشاہ
بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

آنچہ باشد مر شمارا از فنوں
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں
جمع آرید از دَرُون و از بروں
اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

---

1. پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحان۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔
2. مجرم شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ ہی کا جرم کیا ہے۔ نیکو شدند۔ یعنی ان کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔
3. من شما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

Marfat.com

جمع آمدنِ ساحران از مدائن پیشِ فرعون و تشریفہا[1] از وَے

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس

یافتن و دست بَر سینہ زدن در قہرِ خصمِ او کہ ایں کار را دفع بر ما نویس

کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لیے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند — انتظارِ وقت فرصت می بدند

پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے — فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں — داد شاں تشریفہائے بیکراں

وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے — ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہا شاں کرد و پیشین ہم بداد — بندگاں و اسپاں و نقد و جنس و زاد

ان سے وعدے کیے اور پیشگی بھی دیے — غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں — گر فزوں[2] آئید اندر امتحاں

اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو! — اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

بَر فشانم برشما چندیں عطا — کہ بدرّد پردۂ جود و سخا

تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا — کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ — غالب آئیم و شود کارش تباہ

تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ آپ کے اقبال سے — ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰ علیہ السلام) کا کام تباہ ہو گا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں — کس ندارد پایۂ ما اندر جہاں

ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں — ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰ[3] بندِ خاطرہا شدست — کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدست

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے — کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰ بہرِ روپوش ست و لیک — نورِ موسیٰ نقدِ تست اے مردِ نیک

موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لیے ہے، لیکن — اے بھلے آدمی! موسیٰ علیہ السلام کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰ و فرعون در ہستیِ تست — باید ایں دو خصم را در خویش جست

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون تیرے وجود میں ہیں — ان دو متقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہیے

---

[1] تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہرِ خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آنے کے بارے میں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

[2] فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰ پر غالب آ جاؤ گے۔ کہ بدرّد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہو گا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پایۂ ما۔ ہمارا مرتبہ۔

[3] ذکر موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پرانا ہے۔ ذکر موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ مقصودِ اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا۔

Marfat.com

تا قیامت[1] ہست از موسیٰؑ نتاج — نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ قیامت تک کے لیے ہے — روشنی دوسری نہیں ہے، چراغ دوسرا ہے

ایں سفال و ایں فتیلہ دیگرست — لیک نورش نیست دیگر زاں سرست
دیوا اور یہ بتی دوسری ہے — لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی — زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا — کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی — از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا — اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغزِ وجود[2] — اختلافِ مومن و گبر و جہود
اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے — مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شبِ تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود — عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا — ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لیے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے — اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے — ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش[3] با چشم چوں ممکن نبود — اندراں تاریکیش کف می بسود
چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا — اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد — گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا — اس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید — آں بروچوں بادِ بیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا — اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

---

1. تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اس صفت خاصہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات۔ گم شوی۔ وحدت حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر۔ شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مد نظر ہو تو وحدت حقیقی نظر آئے گی۔ از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لیے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔
2. مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجود کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو ان کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔
3. دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لیے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے سے مشابہ ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا، فرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔

Marfat.com

آں یکے را کف چو بر پایش بسود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا
گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود[1]
اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

آن یکے بر پشت اُو بنہاد دست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا
گفت خود ایں پیل چوں تختے بُدست
اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجز وے کو رسید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا
فہم آں می کرد ہر جا می شنید
جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

از نظر گہ گفت شاں شد مختلف
ان کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی
آں یکے دالش لقب داد ایں الف
اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی
اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

چشمِ حس[2] ہمچوں کفِ دستست و بس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے
نیست کف را بر کلِ او دسترس
ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگرست و کف دگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں
کف بہل و زدیدہ در دریا نگر
جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جنبشِ کفہا زِدریا روز و شب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے
کف ہمی بینی و دریا نے عجب
تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما چو کشتیہا[3] بہم بر می زنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں
تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے
آب را دیدی نگر در آبِ آب
تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش
پانی کے لیے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے
روح را روحے ست کو میخواندش
روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

---

[1] عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر تخت کی طرح چوڑی چکلی ہوتی ہے۔ می شنید۔ جہاں کہیں وہ لوگ ہاتھی کا ذکر سنتے تو اپنے ذہن کے مطابق اس کا تصور کرتے۔ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور ان کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لیے انہوں نے اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اس کو دال کہا تو کسی نے اس کو الف کہا۔

[2] چشمِ حس۔ انسان کی حسی آنکھ ان لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے ان کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کف دست سے کف دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسم دریا۔ یعنی وجود روح۔ کف۔ یعنی جسم عنصری۔ جنبش کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

[3] ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کف دریا سے تعبیر کیا تھا اب ان کو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ اے تو۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اس کو آگے قدم بڑھا کر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذات حق۔ آبیست۔ یعنی روح کے لیے اضافہ حیات کرنے والی ذات۔

Marfat.com

موسیٰ و عیسیٰ[1] کجا بد کآفتاب ۔۔۔ کشتِ موجودات را میداد آب

حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کہاں تھے جب کہ سورج نے ۔۔۔ موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدم و حوا کجا بد آں زماں ۔۔۔ کہ خدا افگند ایں زہ در کماں

اس وقت حضرت آدم اور حوا علیہا اسلام کہاں تھے ۔۔۔ جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابترست ۔۔۔ آں سخن کہ نیست ناقص زاں سرست

یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے ۔۔۔ جو بات ناقص نہیں ہے، وہ ادھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو ۔۔۔ ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو

اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے ۔۔۔ اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

ور بگویم در مثالِ صورتے ۔۔۔ برہماں صورت بچسپی اے فتے

اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں ۔۔۔ اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ پائی[2] چوں گیاہ اندر زمیں ۔۔۔ سر بجنبانی بباد بے یقیں

تو گھاس کی طرح زمین میں پا بستہ ہے ۔۔۔ بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی ۔۔۔ یا مگر پا را ازیں گل بر کنی

لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے ۔۔۔ یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی[3] پارا حیاتت زیں گل ست ۔۔۔ ایں حیاتت را روش بس مشکل ست

تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے ۔۔۔ تیری اس زندگی کے لیے روانگی بہت مشکل ہے

چوں حیات از حق بگیری اے روی ۔۔۔ پس غنی گردی زگل در دل روی

اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا ۔۔۔ تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا، دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل ۔۔۔ می روی بے قید و حر از اہلِ گل

مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف ۔۔۔ بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا

شیر خوارہ چوں زدایہ بگسلد ۔۔۔ لوت خوارہ شد مر او را می ہلد

دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے ۔۔۔ غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

۱۔ موسیٰ و عیسیٰ۔ اضافہ حیات کرنے والی ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا۔ یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن۔ یعنی ذات حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جو تعبیرات فرمائی ہیں تو وہ صحیح ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر مثالوں سے اس کی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو اسی مثال پر دل جمالو گے اور اگر اس کا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

۲۔ بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور صفات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لیے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیک۔ عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔

۳۔ چوں کنی۔ جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیر باد کہہ دے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر اسرار وحدت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ۔ بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چپٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک عالم سفلی سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے۔ جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالم سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

Marfat.com

بستہ[1] شیرِ زمینی چوں حبوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے

جُو فطامِ خویش از قوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قُوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے

اے تو نورِ بے حجُب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تا کہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے

تا بہ بینی بے حجب مستور را
تا کہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ[2] سیر بر گردوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے

بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے

ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

راہہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے

لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش را بگذار وانگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا

گوش را بر بند و آنگہ گوشدار
کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم[3] زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے

در بہاری و ندیدستی تموز
تو موسمِ بہار میں ہے اور تو نے موسمِ گرما نہیں دیکھا ہے

ایں جہاں ہمچوں درخت ست اے کرام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے

مابروں چوں میوہائے نیم خام
(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے

زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا

سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

---

[1] بستہ۔ بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالم سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اس کی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالم ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے، ان کے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہ راست اسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بینی۔ رفتہ رفتہ وہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔

[2] چوں ستارہ۔ پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آنچناں۔ عالم ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اس عالم سے اِس عالم کی طرف نزول سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری مدہوشی میں ہوا ہے اس لیے تمہیں نہ وہ سفر یاد ہے اور نہ اس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔ ہوش را بگذر۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آ جائیں گی اور عہد الست کی آواز سن لو گے۔

[3] نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے، تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے، مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔ ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے۔ پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے، اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آ جاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے

چیز دیگر ماند اما گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا میرا کام نہیں ہے

نے[2] تو گوئی ہم بگوشِ خویشتن
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے

بشنوی[3] از خویش و پنداری فلاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے

خود چہ جائے حدِ بیداری و خواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں
دم نہ مار، تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے

سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں
دنیا کا ملک انسان کے لیے بے وقعت ہو جاتا ہے

تا جنینی[1] کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

با تو روح القدس گوید نے منش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

بے من و بے غیر من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

توز پیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

بلکہ گردونی و دریائے عمیق
بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست
سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

دم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

انچہ ناید در بیان و در زباں
وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

---

[1] تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون ہے، جب وہ باہر آ جاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے۔ اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چمٹا ہوا ہے اس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔ چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں۔ وہ تجھے روح القدس بتائے گا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ ان کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے بلکہ حظیرۃ القدس کے دوسرے ملائک مراد ہیں۔

[2] نے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لیے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہم چو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرار خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا بن جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

[3] بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سیکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔ خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرما دے۔ انچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔

Marfat.com

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب
دم مت مار تا کہ تو اس آفتاب سے سن لے
انچه ناید در کتاب و در خطاب
وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا
دم مت مار تا کہ تو سن لے اس ماہ رخ سے
اَلصَّلا اے پاکباز ان اَلصَّلا
آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال
دم مت مار تا کہ تو حالت کے اسرار سن لے
از زبانِ بے زباں کہ قم تعال[1]
بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آ جا

دم مزن تا دم زند بہر تو روح
دم نہ مار، تا کہ تیرے لیے روح کہے
آشنا بگذار در کشتیِ نوح
تیرنا چھوڑ دے، نوح علیہ السلام کی کشتی میں (آ جا)

ہمچو کنعاں کاشنا می کرد او
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا
کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو
کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السلام پسر را و سر کشیدنِ او کہ
کہ بر سرِ کوہ روم و چارہ کنم و منتِ تو نکشم

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا کہ میں
پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں
خبردار! آ جا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا
تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
اے ذلیل! تا کہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

گفت نے من آشنا آموختم
اس نے کہا نہیں میں نے تیرنا سیکھا ہے
من بجز شمعِ تو شمع افروختم[2]
میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موجِ بلا کا طوفان ہے
دست و پا را آشنا امروز لاست
آج تیرنے کے ہاتھ پیر، کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے
جز کہ شمعِ حق نمی پاید خمش
اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع نہ ٹھہرے گی چپ ہو جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند[3]
اس نے کہا نہیں، میں بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا
عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے
جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا

---

1. قم تعال۔ کھڑا ہو آ جا، جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آ جائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ روح۔ یعنی مرشد۔ آشنا بگذار۔ یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام۔ مہین۔ ذلیل۔ آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ شمع۔ یعنی تدبیر۔
2. شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔
3. کوہِ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ ندہد اماں۔ یعنی خدا امن نہ دے گا۔

Marfat.com

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟
کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ[1] ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
تیری گفتگو ہر گز مجھے پسند نہیں آئی
من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے
مر خدارا خویشی و انباز نیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی و ایں دم نازکیست
تو نے ابتک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے
اندریں درگاہ کے را ناز کیست
اس دربار میں کسی کو ناز کا حق کب ہے؟

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُولَدْ ست اواز قِدم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے
نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں[2] کجا خواہد کشید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کرے گا؟
رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر
نیستم والد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں
ناز را بگذار اینجا اے ستی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

جز[3] خضوع و بندگی و اضطرار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے
اندریں حضرت ندارد اعتبار
اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ
اس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے
باز میگوئی بجہل آشفتۂ
پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں
تا جوابِ سرد بشنودی بسے
حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی
خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت
خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر
(حضرت نوح علیہ السلام نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر
بشنوی یک بار تو پندِ پدر
ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

---

1. دودہ۔ خاندان۔ مر خدارا۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ ناز کیست۔ پہلے مصرع میں بمعنی "نازکی است" ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی "ناز کے است" ہے۔
2. نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لم یلد اور لم یولد ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن، اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے۔ ستی۔ عورت، بیوی۔
3. جز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا۔ جواب سرد۔ یعنی تلخ جواب۔ دم سرد۔ بے اثر بات۔ دانا۔ یعنی جبکہ بچپن میں جو کہ کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کے وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان

Marfat.com

ہم چنیں میداد او پندِ لطیف ہمچناں می گفت او دفعِ عنیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد نے دمے در گوشِ آں ادبیر[1] شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بدند و موجِ تیز بر سرِ کنعاں زد و شد ریز ریز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار مر مرا خر مُرد و سیلت بُردبار
نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ! میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر امیدت من سلیم پس چرا بَر بود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا

گفت او از اہل و خویشانت نبود خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ[3] در دندانِ تو کرم اوفتاد نیست دنداں برکنش اے اوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا وہ دانت نہیں ہے اے استاد! اس کو اکھاڑ دے

تا کہ باقی تن نگردد زار ازو گرچہ بود آنِ تو شو بیزار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

گفت بیزارم ز غیرِ ذاتِ تو غیر نبود آنکہ باشد ماتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہو گا

تو ہمی دانی کہ چونم با تو من بیست چندانم کہ با باراں چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے مُغتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں) بغیر کسی واسطہ اور بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

---

1. ادبیر۔ بدبخت۔ موج تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ "اور حائل ہو گئی ان دونوں (کنعان اور حضرت نوح علیہ السلام) کے درمیان موج، اور وہ ڈوب گیا۔" خر مرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔
2. سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ گلیم بردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے یَا نُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ "اے نوح وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔"
3. چونکہ۔ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔ گفت بیزارم۔ حضرت نوح علیہ السلام پر حقیقت واضح ہو گئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہو گیا اور انہوں نے معذرت شروع کر دی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیالدار، مفلس۔ مغتذی۔ غذا حاصل کرنے والا۔

Marfat.com

متصل نے[1] منفصل نے اے کمال
اے (خداوند) کمال (دو) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ اس کا تجھ (سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش[2] ازیں طوفان و بعدِ ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد، میرے لیے

تو مخاطب بودۂ در ماجرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

با تو میگفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے

اے سخن بخشِ نو و آنِ کہن
اے نئے والے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات (کی طاقت) عطا کرنے والے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[3] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے

او کرا می گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے، اور کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اطلال را برداشتی
کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اطلال لئیم و بد بدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدائے می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

من چناں اطلالِ خواہم در خطاب
میں خطاب کے لیے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں

کز صدا چوں کوہ واگوید جواب
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مثنّٰی بشنوم من نامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں

عاشقم برنامِ جاں آرامِ تو
میں تیرے، جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

---

1. متصل نے۔ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ ذات باری میں فنا ہو چکے تھے تو ان کو ذات باری سے متصل بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے، منفصل بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ... وصول الی اللہ کی کیفیت نا قابل بیان ہے۔ تو نگنجی۔ ذات باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذات باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔

2. پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ نے کہ عاشق۔ عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

3. روی۔ عاشق کا رخ گو محبوب کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوب کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر۔ تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو ختم کر دیا ہے جو باتیں کرنے میں درمیانی واسطہ بمنزلہ ٹیلوں کے تھے۔ نے ندائے۔ وہ اشخاص ایسے تھے کہ نہ خود صحیح بات کرتے تھے نہ میری بات کا صحیح جواب دیتے تھے۔ من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مثنیٰ۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را
ہر نبی پہاڑ کو اسی لیے دوست رکھتا ہے
تا شتیٰ بشنود نام ترا
تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کہٗ پست مثالِ سنگلاخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے
موش را شاید نہ ما را در مناخ[1]
پڑاؤ کے لیے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم او نگردد یارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے
بے صدا ماند دمِ گفتارِ من
میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

با زمیں آں بہ کہ ہموارش کنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے
نیست ہمدم با عدم یارش کنی
وہ ساتھی نہیں ہے جس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را
فرمایا اے نوح (علیہ السلام)! اگر تو چاہے، تو سب کو
حشر گردانم بر آرم از ثریٰ
از سر نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے دلِ تو نشکنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا
لیکت از احوالِ آگاہ میکنم
لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت[2] نے نے راضیم کہ تو مرا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے
ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کن من خوشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں
حکمِ تو جان ست و چوں جاں می کشم
تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس راو گر ہم بنگرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی
او بہانہ باشد و تو منظرم
وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش نظر ہو گا

عاشقِ[3] صنعِ توام در شکر و صبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں
عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر
میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں

عاشقِ صنعِ خدا با فر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے
عاشقِ مصنوعِ او کافر بود
اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے
خود شناسید آنکہ در رویت صفیست
وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

---

[1] مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیاداروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ باتوں میں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیر زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔ بہر کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

[2] گفت۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں۔ تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکم تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا میرا کوئی منظور نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظور نظر ہے وہ بھی تیرے لیے ہی ہے۔

[3] عاشق۔ میں خدا اور اس کے فعل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔ درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب، ممتاز۔

توفیق[1] میانِ ایں دو حدیث کہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ و حدیث

ان دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری

دیگر کہ مَن لَّمْ یَرْضَ بِقَضَآئِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَآئِیْ

حدیث کو جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے

فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَآئِیْ

اس کو چاہیے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کر لے

دی سوالے کرد سائل مر مرا

کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا

زانکہ عاشق بود او بر ماجرا

کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ

اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے

ایں پیمبرؐ گفت و گفتِ اوست مہر[2]

یہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا

پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر

مر مسلماں را رضا باید رضا

مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

نے قضائے حق بود کفر و نفاق

کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟

گر بدیں راضی شوم گردد شقاق

اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

ورنیم راضی بود آں ہم زیاں

اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا

پس چہ چارہ باشدم اندر میاں

تو اس میں میرے لیے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[3] نے قضاست

میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے

ہست آثارِ قضا ایں کفر راست

فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں

اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ

تا شکالت دفع گردد در زماں

تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

راضیم بر کفر زاں روکہ قضاست

میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے

نے ازاں روکہ نزاع و خبثِ ماست

نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

---

[1] توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے، اس اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قضاءِ کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث ومباحثہ کا عاشق تھا۔

[2] مہر۔ یعنی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجت اور دلیل ہے۔ نے قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے۔ اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہے۔ ورنیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہوں گا۔

[3] مقضی نے قضا۔ کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل اور قضا نہیں ہے۔ کفر قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔ راضیم۔ بحیثیت فعل خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔

Marfat.com

کفر[1] از روئے قضا خود کفر نیست ۔ حق را کافر مخواں اینجا مایست

قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے ۔ اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم ۔ ہر دو یک کے باشد آخر علم و حلم

کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے ۔ آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

زشتیِ خط[2] زشتیِ نقاش نیست ۔ بلکہ از وے زشت را بنمود نیست

خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے ۔ بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوتِ نقاش باشد آنکہ او ۔ ہم تو اندر زشت کردن ہم نکو

یہ تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ ۔ وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحثِ ایں را من بساز ۔ تا سوال و تا جواب آید دراز

اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں ۔ تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود ۔ نقشِ خدمت نقشِ دیگر می شود

عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا ۔ (اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کو حیرت، بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو آمد شتاب ۔ پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب

ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا ۔ ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کن جدا ۔ کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ

کہا میری ڈاڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے ۔ کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ او ببرید و کل پیشش نہاد ۔ گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد

اس نے اس کی ڈاڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی ۔ کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

---

[1] کفر۔ یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اس لیے کہ قضا فعل خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیل جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی، علم خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالق کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔

[2] زشتی خط۔ یہ اشکال کا چوتھا حل ہے، کفر بری چیز ہے، اس پر رضامندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفت کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بری چیز ہے لیکن اس کا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علم کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقش دیگر۔ علم کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

[3] مثل۔ اہل حال اور اہل قال میں فرق واضح کرنے کے لیے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ جس طرح حجام فضول فرمائش میں نہ لگا، اسی طرح اہل حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو۔ یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب۔ بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن، دولہا۔

Marfat.com

ایں سوال[1] وایں جواب ست اے گزیں
کہ نہ سر لہٰہا ندارد مردِ دیں

اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے
کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیئے مر زید را
حملہ کرد اوہم برائے کید را

ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا
اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم
پس جوابم گوی وانگہ میزنم

طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں
اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے[2] تو زدم آمد طراق
یکؔ سوالے دارم اینجا در وفاق

میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی
اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بودست یا
از قفا گاہِ تو اے فخر کیا

یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا
اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم
کاندریں فکر و تفکر بیستم

اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے
کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں
نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں

تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ
خبردار! دردمند کے لیے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر
خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے
خواہ تو مسجد میں جائے، یا بتخانے میں

غفلت[3] و بیدردیت فکر آورد
در خیالت نکتہ ہکر آورد

تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے
تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را
میشناسد مرد را و گرد را

دردمند کے لیے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے
وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق رابر سر و رو می نہد
حفظ و فکرِ خویش یکسو می نہد

اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے
اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بدے حافظ کسے
گرچہ شوقے بود جاں شاں رابسے

صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا
اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

---

[1] ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب تھا۔ آں یکے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ صاحب عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے، فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

[2] بر قفا۔ گدی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق۔ گفت۔ جس کے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ ہانیستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لیے اس طرح کی باتیں تیرے دماغ میں آرہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

[3] غفلت۔ جو دین سے غافل اور درد و عشق سے خالی ہے وہ لا یعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکم حق۔ دردمند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ دردِ حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لیے ان کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے، ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر ان کا سب وقت لگتا تھا، مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے، ۱۔ ابی بن کعب، ۲۔ معاذ بن جبل، ۳۔ زید بن ثابت، ۴۔ ابوزید۔

Marfat.com

زانکہ[1] چوں مغزش در آگند و رسید　قشرہا شد بس رقیق و واکفید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گیا　چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم　مغز چوں آگند شاں شد پوست کم
اخروٹ، اور پستہ اور بادام کا چھلکا بھی　جب ان میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستش　زانکہ عاشق زا بسوزد دوستش
علم کا گودا بڑھا، تو اس کا چھلکا گھٹا　کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ مطلوبی چو ضدِ طالبی ست　وحی و برقِ نور سوزندہ نبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیّت کی ضد ہے　وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہی

چوں تجلی کرد اوصافِ قدیم　پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی　تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود　جَلَّ فِینَا از صحابہ میشنود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا　تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

جمعِ صورت باچنیں معنیِ ژرف　نیست ممکن جز ز سلطانِ شگرف
ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا　بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں ہے

در چنیں مستی مراعاتِ ادب　خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت　نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا[2] مراعاتِ نیاز　جمعِ ضدّین ست چوں گرد و دراز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت　گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین از نیاز افتاد و ناز　باز در وقتِ تحیر امتیاز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے　پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین) کو جمع کرنا ہے

زانکہ۔ صحابہ کرام مغز اور معانی قرآن سے پُر تھے ان کے لیے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ مغزِ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آ جاتا ہے اور اس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔ وصفِ مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصلِ حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔

چوں تجلی۔ ذاتِ باری کی تجلی اوصافِ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربعِ قرآن۔ صحابہ کرام میں وحی الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور اشتغال بالعمل حفظ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا جو چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لیتا ان کے لیے بڑی بات تھی۔ جمع صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کر لینا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔ در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اس کے ہوتے ہوئے حفظ قرآن کے آداب کا پابند ہونا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔

اندر استغناء۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیازمندی کی نگہداشت دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمع ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقامِ حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفاتِ خداوندی کا تقاضا ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضا نیاز۔ تحیرِ محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کر سکتے تھے۔

Marfat.com

چوں[1] عصا معشوقِ عمیاں میشود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے

کور خود صندوقِ قرآں می شود
کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

گفت کوراں خود صنادیق پُر
(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں

از حروفِ مصحف و ذِکر و نذر
قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے

زانکہ صندوقے بود خالی بدست
اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد زبار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے

بہ ز صندوقے کہ پُرموش ست و مار
اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل[2] اندر وصل چوں افتاد مرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے

گشت دلالہ بہ پیشِ مرد سرد
تو (اس) انسان کے لیے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا

شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح
تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بُری ہے

چوں[3] شدی بر بامہائے آسماں
جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا

سرد باشد جستجوئے نردباں
تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیم غیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے

سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر
بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی
جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا

جہل باشد بر نہادن صیقلی
اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سلطاں خوش نشستہ در قبول
بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر

زشت باشد جُستنِ نامہ و رسول
خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندن و
ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

[1] چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور ان سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اس کے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اس شخص کو۔ گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُرشدہ صندوق ہیں۔ باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی ان سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔ کہ پُرموش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں ان لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔

[2] حاصل۔ غرضکہ جو لوگ واصل بحق ہیں ان کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کا اتا پتا معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اس کے لیے سیڑھی کو تلاش کرنا بے کار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لیے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیش سلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

Marfat.com

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا ناپسند داشتن کہ طَلَبُ الدَّلِيلِ عِنْدَ حُضُوْرِ الْمَدْلُوْلِ قَبِيْحٌ وَالْاِشْتِغَالُ بِالْعِلْمِ بَعْدَ الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَعْلُوْمِ مَذْمُوْمٌ

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول کی موجودگی میں رہنما کی طلب بری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے بعد علم میں مشغول ہونا برا ہے

آں یکے[1] را یار پیشِ خود نشاند
ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھا لیا

نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند
اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا
خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی

زاری و مسکینی و بس لابہہا
عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش
رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد

خواری و بیزاریِ با اہل و خویش
ذلت، اور اہل، اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

دوری و رنجوری از ہجرانِ دوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری

ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست
پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہم چنیں می خواند با معشوقِ خود
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا

تا کہ بیروں شد زحصر و حد و عد
حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے

گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست
تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت[2] حاضر و تو قصہ خواں
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے

نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری اما ولیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن

من نمی یابم نصیبِ خویش نیک
میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

انچہ میدیدم ز تو پارینہ سال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا

نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے

دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام
میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

---

[1] آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کے لیے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیت ہا۔ معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں یہ بیانات تھے جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

[2] من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے، عاشق تو محو دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تو حال دلم پرسی من از رخ تو حیراں۔ خواہم کہ سخن گویم آواز بروں ناید۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطف محبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

چشمہ می بینم و لیکن آب نے[1]
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے
گفت پس من نیستم معشوقِ تو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں
عاشقی تو بر من و بر حالتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے
پس نیم[2] کلّی مطلوب تو من
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں
خانۂ معشوقہ ام معشوق نے
میں معشوق نہیں ہوں معشوق کا گھر ہوں
ہست معشوق آنکہ او یک تو بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو
چوں بیابی[3] اش نمانی منتظر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ
میرِ احوال ست نے موقوفِ حال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے کہ حالات کا محکوم
چوں بگوید حال را فرماں کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں
منتہی نبود کہ موقوف ست او
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے

راہِ آبم را مگر زد رہزنے
میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہے
من ببلغار و مرادت در قتو
میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے
حالت اندر دست نبود اے فتے
اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے
جزوِ مقصودم ترا اندر زمن
میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں
عشق بر نقدست و بر صندوق نے
عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے
مبتدا و منتہایت او بود
تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو
ہم ہویدا او بود ہم نیز سِرّ
ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی
بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال
مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں
چوں بخواہد جسمہا را جاں کند
جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے
منتظر بنشستہ باشد حال جو
وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

---

[1] آب نے۔ یعنی تیرا وہ پہلا رنگ وروپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

[2] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ۔ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جوانی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی ابتدا میں صندوق تھا اور جوانی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے، عشق بھی اسی ذات سے ہونا چاہیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہا بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ "اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔"

[3] چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ھُوَ الظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ۔ میر احوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف کے اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن جس کو عشقِ الٰہی میں فنا الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کا تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔

Marfat.com

کیمیائے حال[1] باشد دستِ او
اس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے
چوں بجنباند شود مس مستِ او
جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس سے مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے
خار و نشتر نرگس و نسریں شود
کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او بود سلطانِ حال اندر رَوِش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے
نے چو تو محروم از حال و کشش
تیری طرح حال اور کشش سے محروم ہوتا ہے

آنکہ او موقوفِ حال ست آدمی ست
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے
کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست
کہ کبھی بڑھوتری میں ہے، اور کبھی کمی میں ہے

صوفی ابن الوقت باشد در مثال
صوفی، مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے
لیک صافی[2] فارغ ست از وقت و حال
لیکن اہلِ صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں
زندہ از نفخِ مسیح آسائے او
اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی
تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر
بر امید حال بر من می تنی
تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

آنکہ گہ[3] ناقص گہے کامل بود
وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو
نیست معبودِ خلیل[4] آفل بود
وہ خلیل (علیہ السلام) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

وانکہ آفل باشد و گہ آں و ایں
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ایسا
نیست دلبر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ
وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے
یک زمانے آب و یکدم آتش ست
ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

برجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے
وہ چاند کا برج ہو گا، لیکن چاند نہیں ہے
نقشِ بت باشد و لے آگاہ نے
وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

---

[1] کیمیائے حال۔ فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائے گا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے۔ او بود۔ یعنی فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں قوائے بشری کا غلبہ رہتا ہے۔ اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔

[2] صافی۔ اس سے مراد ابو الوقت اور صاحب مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے، اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے، ابو الوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشق حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

[3] آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے ان کو صفات باری کا صرف مظہر سمجھو، حقیقی محبوب نہ بناؤ۔

ہست صوفیِ صفا[1] چوں ابن وقت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے

وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت
وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال
(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے

ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے کہ اولَمْ یُوْلَدْ ست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ آنِ ایزدست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رَو چنیں عشقے بجوگر زندۂ
اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر

ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ
ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشتِ خویش
اپنے اچھے بُرے نقش کو نہ دیکھ

بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
عشق کر اور اپنے معشوق کو دیکھ

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور

بنگر اندر ہمتِ خود اے شریف
اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

تو بہر حالے[2] کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ

آب می جو دائما اے خشک لب
اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں

کو بآخر بر سرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے زآب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے

کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست
کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے

ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب[3] مفتاحِ مطلوباتِ تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے

ایں سپاہِ نصرت و رایاتِ تست
یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح
یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے

میزند نعرہ کہ می آید صباح
(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

---

1. صوفی صفا۔ یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی۔ یعنی ابوالوقت، صاحب مقام سالک۔ غرقہ نورے۔ ابوالوقت تجلیات رب میں غرق رہتا ہے جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لایزل سے عشق کر۔ وقت مختلف۔ یعنی قابل تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیے۔ اس کو ہر وقت عشق اور معشوق حقیقی کو پیش نظر رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیے، شعر۔ تو مگو مارا بداں شہ بار نیست۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔
2. تو بہر حالے۔ خواہ طالب نکما یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کر لے۔ کاں۔ اس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائے گی۔ خشکی لب۔ طلب کا اضطراب، اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔
3. ایں طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ ایں طلب۔ جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

Marfat.com

گرچہ[1] آلت نیستت تو می طلب — نیست آلت حاجت اندر راہِ رب
خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر — اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر — یارِ او شو پیشِ او انداز سر
اے بیٹا! تو جس کو طلبگار دیکھے — اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

کز جوارِ طالباں طالب شوی — وز ظلالِ غالباں غالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا — اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائے گا

گر یکے مورے سلیمانے بجست — منگر اندر جُستنِ او سست سست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے — تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری[2] تو زمال و پیشہٗ — نے طلب بود اول و اندیشہٗ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے — کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست — ور باستد از طلب ہم قاصرست
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے — اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

ہر کہ چیزے[3] جست بے شک یافت او — چوں بجد اندر طلب بشتافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے — جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر — یافتی و شد میسر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا — تو نے (مطلوب) کو پالیا اور وہ بلا خطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب — تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ — (اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پائے گا

عاقبت جویندہ یابندہ بود — چونکہ در خدمت شتابندہ بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے — چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (وہ پہنچنے کے لیے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شوز ایں فتح باب — می طلب وَاللّٰہُ اَعْلَم بِالصَّوَاب
طلب میں تیزرو بن، اس سے فتح باب — طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت آں مرد کہ در عہد داؤد علیہ السلام شب و روز دعا و تضرع

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دعا اور عاجزی

---

[1] گرچہ۔ شعر۔ دادِ حق را قابلیت شرط نیست۔ بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست۔ ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالب حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔

[2] ہر چہ داری۔ دنیاوی دولت بھی طلب اور فکر و تدبیر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہو گی اگر طلب اور جستجو ختم کر دی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

[3] ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ "جس نے کوشش کی اس نے پایا"۔ ہیں مباش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پا لیتا ہے۔ فتح باب۔ یعنی قربِ حق کے دروازے کی کشادگی۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہر حال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا، لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔

Marfat.com

می کرد کہ بارِ[1] خدایا مرا روزیٔ حلال بدہ بے رنجِ کسب

کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داؤدؑ نبی
ایک شخص، داؤد نبی علیہ السلام کے زمانے میں
نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا!
ثروتے بے رنج روزی کن مرا
بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

چوں مرا تو آفریدی کاہلے
جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے
زخم خوارے سست جنبے منبلے
(اور) مار کھانے والا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

برخرانِ پشت ریش نا مراد
نامراد، زخمی کمر، گدھوں پر
بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد
گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے
روزیم دہ ہم زراہِ کاہلی
مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خسپم در وجود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں
خفتم اندر سایہ افضال و جود
مہربانوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لیے شاید
روزیٔ بنوشتۂ نوعے دگر
تو نے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

ہر کرا[3] پایست جوید.. روزیے
جس کے پاؤں میں وہ روزی تلاش کرتا ہے
ہر کرا پانیست کن دلسوزیے
جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

رزق را میراں بسوئے آں حزیں
اس غمگین کی طرف روزی بھیج
ابر را میکش بسوئے ہر زمیں
ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پانباشد، جودِ تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت
ابر را راند بسوئے او دو تو
ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

طفل را چوں پانباشد مادرش
بچے کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لیے) اس کی ماں
آید و ریزد وظیفہ بر سرش
آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

---

۱ بار۔ بزرگ، معظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔ چوں مرا۔ یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ ست جنب۔ کمزور پہلو والا۔ منبل۔ ناکارہ۔

۲ ملی۔ غنی، مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔ نوعے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے مقدر ہے۔

۳ ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پانیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اس میں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اس کی غذا ابر کو بھیج کر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچا دے۔ طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اس کی ماں کے ذریعہ اس کی غذا اس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب — کہ ندارم[1] من ز کوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں — اس لیے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مدتے بسیار می کرد ایں دعا — روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضحیٰ
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا — دن سے رات تک، تمام رات، بلکہ چاشت کے وقت تک

خلق می خندید بر گفتارِ او — بر طمع خامے و بر پیکارِ او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے — اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سست ریش — یا کسے دادست بنگ بیہشیش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟ — کہ کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے

راہِ روزی کسب و رنج ست و تعب — ہر گز ایں نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے — یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب — از رہِ کسب و تعب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے — کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

اُطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِهَا — وَادْخُلُوا الْاَوْطَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو — وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ[2] و سلطان و رسولِ حق کنوں — ہست داودِ نبی ذو فنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب — صاحب ہنر داؤد علیہ السلام نبی ہیں

ہست در فرمانِ او از وحش و طیر — در ہمہ روئے زمیں او راست سیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں — تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

با چناں عزّے و نازے کاندروست — کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے — کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کرلیا ہے

معجزاتش بے شمار و بے عدد — موجِ بخشایش مدد اندر مدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت — اُن پر بخشش کی موجیں پے در پے ہیں

ہیچ کس[3] را خود ز آدم تاکنوں — کے بدست آواز ہمچوں ارغنوں
کسی شخص کی آدم علیہ السلام سے اب تک — آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے

کہ بہرِ وعظے بمیراند دُویست — آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
کہ ہر واعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے — انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

---

[1] کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔ ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔

[2] شاہ۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ تب روزی ملتی تھی۔ ہست۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمے پر چرند پرند جمع ہوجاتے تھے۔

[3] ہیچ کس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو سیکڑوں آدمی وجد میں آکر بے ہوش اور جاں بحق ہوجاتے تھے۔

Marfat.com

شیر و آہو[1] جمع گردد آں زماں
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے

سوئے تذکیرش مغفّل ایں ازاں
ان کے وعظ میں (اور) یہ اس سے غافل ہوتے

کوہ و صحرا ہم رسائل با دمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے

ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

ایں و صد چنداں مر اُورا معجزات
یہ اور ایسے سیکڑوں معجزے ان کے تھے

نورِ رویش بے جہات و در جہات
ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

باہمہ تمکیں خدا روزیِ او
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی

کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ بافی و رنجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی

می نیاید با ہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا

خانہ کندہ دوں و گردوں راندۂ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

ایں چنیں مدبر ہمیخواہد کہ او
ایسا بدبخت بھی چاہتا ہے کہ وہ

گنج یابد تا رود پالیش فرو[2]
خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش زود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً

بے تجارت پُر کند دامن زسود
(اور) بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھر لے

ایں چنیں گیجے نیامد در جہاں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)

کہ بر آیم بر فلک بے نردباں
کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں[3] ہمی گفتش بتسخر نک بگیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے

کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا

زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دہ
اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیع مردم ویں فسوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے

کم نمی کرد از دعا و چاپلوس
دُعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا

کو ز انبانِ تہی جوید پنیر
کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

[1] شیر و آہو۔ لحن کو سن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بے خبر رہتا تھا۔ کوہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمہ سے پہاڑ اور جنگل کی گونج ان کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شرکاء۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔ بے زرہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا و ذلیل۔ مدبر۔ بدبخت۔

[2] پالیش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اس کو خزانہ مل جائے اور اس میں اس کا پاؤں دھنس جائے۔ سود۔ نفع۔ ایں چنیں۔ یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔

[3] ایں ہمی۔ کوئی مذاق میں کہتا کہ لے روزی آ گئی، کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالارِ دہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

Marfat.com

شد مثل[1] در خام طمعی آں گدا — او ازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا — (لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مستعانِ ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی — (اللہ تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

دویدن گاؤ در خانۂ آں دعا کنندہ بالحاح قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ زیرا کہ عین خواستِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ست و الحاح خواہندہ را بہ است از انچہ میخواہد از وے و عذر گفتن نظم کنندہ و مدد خواستن

اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کے لیے عاجزی اس سے بھی زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دعا میکرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک — وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا ہے

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست در بندو کلید
اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ کر آئی — اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

گاوِ گستاخ اندراں خانہ بجست — مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی — (وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیے

پس گلویِ گاؤ ببرید آں زماں — بے توقف بے تامل بے اماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا — بغیر توقف، بے تامل، امن دیے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب — تا اہابش بر کند دردم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا — تا کہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

اے تقاضا[2] گرد روں ہمچوں جنیں — چوں تقاضا می کنی اتمامِ ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے! — جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

---

[1] شد مثل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے، اللہ تعالیٰ۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ ملح۔ زاری کرنے والا۔ عذر گفتن۔ آیندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اتمام کی دعا شروع کی ہے۔ در بند۔ بند کنندہ در۔ قوائم۔ پاؤں۔ اہاب۔ چمڑا، کھال۔

[2] اے تقاضا۔ چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنے والے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا، اس لیے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کے لیے دعا شروع کر دی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسی طرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔

Marfat.com

سہل گرداں رہ نما توفیق دِہ ... یا تقاضا را بہل بر ما منہ[1]

آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما ... یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا مسکینی ... زر بخشش در سِرّ اے شاہِ غنی

جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے ... اے شاہ، بے نیاز در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر ... زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

تیری (مدد کے) بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام ... کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم ... بندۂ امرِ تو اند از ترس و بیم

اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے ... ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبّح کردۂ ہر چیز را ... ذاتِ بے تمیز و با تمیز را

جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے ... باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر ... گوید و از حالِ آں ایں بیخبر

ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح ... کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی منکر ز تسبیحِ جماد ... واں جماد اندر عبادت اوستاد

جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے ... حالانکہ جمادات عبادات میں ماہر ہیں

بلکہ[2] ہفتاد و دو ملت ہر یکے ... بے خبر از یک دگر و اندر شکے

بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک ... ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر ... نیست آگہ چوں بود دیوار و در

جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے ... آگاہ نہیں ہیں کہ تو در و دیوار کے بارے میں (آگاہی) کیونکر ہو

چوں من از تسبیحِ ناطق غافلم ... چوں بداند سُبحۂ صامت دلم

جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں ... تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

---

[1] بر مامنہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے معانی اور قوافی عنایت فرمادے۔ بے تو۔ تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی سے شعر کہلا سکے۔ تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔ چوں مسبّح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمانِ الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔ آدمی۔ انسان، جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا ہے، اس لیے وہ ان کی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔

[2] بلکہ۔ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے۔ چوں دو ناطق۔ دو انسان جو مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہیں جبکہ وہ باہمی ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے تو جمادات کی تسبیح کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ ناطق۔ بولنے والا۔ صامت۔ خاموش، نہ بولنے والا۔

ہست سنیؔ[1] را یکے تسبیح خاص ہست جبری را ضدِ آں در مناص

سنی کی ایک خاص تسبیح ہے نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

سنی از تسبیحِ جبری بے خبر جبری از تسبیحِ سنی بے اثر

سنی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے جبری، سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضال ست و گم بے خبر از حالِ او وز امرِ قم

یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں راچہ خبر جنگ شاں افگند یزداں از قدر

وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتا اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

گوہرِ ہریک ہویدا می کند جنس از ناجنس پیدا میکند

ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے جنس کو نا جنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را از لطف داند ہر کسے خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے

قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

لیکؔ[2] لطفے قہر در پنہاں شدہ یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ

لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربانیے کش بود در دل محکِ جانیے

(اس کو) سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

باقیاںؔ[3] زیں دو گمانے میپرند سوئے لانہ خود بیک پر میپرند

باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

در بیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پرست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پرست ناقص آمد ظن بپرواز ابترست

علم کے دو بازو ہیں، شک کا ایک بازو ہے شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

---

[1] ہست سنی۔ سنی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنی گمراہ ہے۔ امر قم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قم کا حکم ہوا ہے جس کے معنی ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اس کو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بے خبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔ قہر را از لطف۔ بعض خالص قہر اور خالص مہر ہیں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔

[2] لیک۔ بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتے ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کے لیے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسی طرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کے لیے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔

[3] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اس کی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم۔ یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز مکمل ہے اور ظن اور شک کی پرواز ناقص ہے۔ ابتر۔ دم کٹا جس پرندہ کی دم کٹی ہوئی ہوتی ہے اس کی پرواز صحیح نہیں ہوتی۔

Marfat.com

مُرغِ یک پر زود افتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے
باز بر پرّد دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

افت و خیزاں[1] می رود مُرغِ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا رواں ہوتا ہے
با یکے پر بر امید آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی امید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا
شد دو پر آں مرغ و پرہا بر کشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیے

بعد ازاں یَمۡشِیۡ سَوِیًّا مُّسۡتَقِیۡم
اس کے بعد ٹھیک، سیدھا رواں ہوتا ہے
نے عَلٰی وَجۡهِهٖ مُکِبًّا اَوۡ سَقِیۡم
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر میپرد چوں جبرئیلؑ
جبرئیل علیہ السلام کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے
بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

گر ہمہ[2] عالم بگویندش توئی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی
بر رہِ یزداں و دینِ مستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

او نگردد گرم تر از گفتِ شاں
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا
جانِ طاقِ او نگردد جفتِ شاں
اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند او را گمرہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے
کوہ پنداری و تو برگِ کہی
خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

او نیفتد در گماں از طعنِ شاں
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے
او نگردد دردمند از طعنِ شاں
ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں
گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا
نے بطعنِ طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[3] و موقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا
کاں چنیں باشد مگر در کلِّ حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

---

[1] افت رخیزاں۔ شک وگمان، حقیقت تک پہنچنے کے لیے گرتا پڑتا چلتا ہے۔ آشیاں۔ گھونسلا، یعنی مقصد۔ چوں زظن۔ یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد سیدھی اور پکی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر۔ انسان کو معرفت حقیقی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی پرواز جبرئیل علیہ السلام کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ نہ مدح اس میں موثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود راہ کوہ پنداری۔ برگ کہی۔ برگ کاہ و کستی۔ طعن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہو جانے پر انسان بہرحال مطمئن رہتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔

Marfat.com

مثال رنجور شدنِ[1] آدمی بوہم تعظیمِ خلق و رغبتِ مشتریاں بوے و حکایتِ معلمِ کودکاں

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اس کی طرف رغبت کے وہم سے بیمار پڑنا اور بچوں کے استاد کا قصہ

کودکانِ مکتبے از اوستاد
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے

رنج دیدند از ملال و اجتهاد
تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

مشورت کردند در تعویقِ کار
کام کو ٹالنے کے لیے انہوں نے مشورہ کیا

تا معلم در فتد در اضطرار
تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید ورا رنجوریے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟

کہ بگیرد چند روز او دُوریے
کہ وہ چند دن دور رہے

تارہیم از حبس و از تنگیِ کار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں

ہست او چوں سنگِ خارا برقرار
وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے[2] زیرک تر ایں تدبیر کرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی

کہ بگوید اوستا چونی تو زرد
کہ وہ کہے گا، استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

خیر باشد رنگِ تو برجائے نیست
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے

ایں اثر یا از ہوا یا از تپے ست
یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال افتد ازیں
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا

تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں
بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں در آئی از درِ مکتب بگو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا

خیر باشد اوستا[3] احوالِ تو
اللہ خیر کرے، استاد آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا

کز خیالے عاقلے مجنوں شود
وہم کی وجہ سے عقلمند، پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں

در پے ما غم نماید و حنیں
ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چوسی کودک پیاپے ایں خبر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے

متفق گویند یابد مستقر
بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

---

[1] رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم و یقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔ اجتہاد۔ محنت کرنا، مشقت برداشت کرنا۔ تعویق کار۔ یعنی استاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیے۔ برقرار۔ یعنی استاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

[2] آں یکے۔ سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ استاد سے جا کر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپ کو بخار ہو گیا ہے، اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی یہی کہے تو استاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا، اسی طرح مسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور استاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائے گا۔

[3] اوستا۔ استاد کا مخفف ہے۔ تا چوسی۔ تیس بچے مسلسل استاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات استاد کے دل میں جم جائے گی۔

Marfat.com

ہر یکے[1] گفتش کہ شاباش اے ذکی　باد بخت بر عنایت متکی

ہر بچے نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے　خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر تکاؤ ہو

متفق گشتند در عہدِ وثیق　کہ نگرداند سخن را یک رفیق

مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے　کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را　تا کہ غمازے نگوید ماجرا

اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی　تاکہ کوئی چغلخور (صحیح) بات نہ بتائے

رائے آں کودک بچربید از ہمہ　عقلِ او در پیش می رفت از رمہ

اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی　اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر　کہ میانِ شاہداں اندر صور

انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے　جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

در بیانِ آنکہ عقولِ خدمت متفاوت ست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ[2] متساویست و تفاوتِ عقول بسبب تجربہ و تحصیلِ علم ست

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ

اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کر لینے کی وجہ سے ہے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زین قبل فرمود احمدؐ در مقال　در زباں پنہاں بود حسنِ رجال

اسی سلسلہ میں آنحضور ﷺ نے گفتگو میں فرمایا　انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا در اصل بود　بر وفاقِ سنیاں باید شنود

عقلوں کا فرق اصل سے تھا　سنیوں (کے قول) کے مطابق ملنا چاہیے

بر خلافِ قولِ اہلِ اعتزال　کہ عقول از اصل دارند اعتدال[3]

معتزلہ کے، اس قول کے خلاف　کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند　تا یکے را از یکے اعلم کند

تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں　یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

باطل ست ایں زانکہ رای کودکے　کہ ندارد تجربہ در مسلکے

یہ غلط ہے، کیونکہ بچے کی رائے　جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

---

1. ہر یکے۔ اس تدبیر پر ہر بچہ نے اس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق۔ مضبوط عہد۔ کہ نگرداند۔ یعنی سب بھی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔ غماز۔ چغل خور۔ ماجرا۔ قصہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر سازش کی ہے۔ رمہ۔ یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اس بچہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیسا کہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔
2. نزدِ معتزلہ۔ معتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔ در زباں۔ حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْفِیٌّ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔
3. اعتدال۔ یکسانیت۔ اعلم۔ زیادہ جاننے والا۔ باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا قول باطل ہے۔

بگذرد[1] ز اندیشۂ مردانِ کار　　عاجز آمد کارِشاں در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے　　ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

بَردمید اندیشۂ زاں طفلِ خرد　　پیر باصد تجربہ بوئے نبرد
اس چھوٹے بچہ سے وہ خیال ظاہر ہوا　　جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

خود فزوں آں بہ کہ آں از فطرت ست　　بلکہ افزوں کو ز جہد و فکرت ست
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے　　پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بود　　یا کہ لنگے راہوارانہ رود
تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے　　یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

در وہم افگندنِ کودکاں استاد را بمکر

مکاری سے بچوں کا استاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں　　بر ہمیں فکرت[2] سوئے مکتب رواں
دن نکلا، اور وہ بچے آئے　　اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر　　تا در آید اول آں یارِ مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے　　تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع او بُدست ایں رائے را　　سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لیے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا　　سر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلد[3] تو مجو بیشی براں　　کو بود منبع ز نورِ آسماں
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ　　جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

او درآمد گفت استا را سلام　　خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
وہ آیا، بولا استاد کو سلام ہے　　خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت استا نیست رنجے مرمرا　　تو برو بنشیں مگو یاوہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے　　تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہمِ بد　　اندکے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم　　تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں　　اندکے آں وہم افزوں شد بریں
دوسرا اندر آیا، اس نے بھی ایسا ہی کہا　　اس پر تھوڑا سا وہ وہم اور بڑھا

---

[1] بگذرد۔ وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچہ۔ خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرلے۔

[2] ہمیں فکرت۔ استاد کو فریب دینے کی تدبیر۔ بیروں۔ مکتب سے باہر۔ یارِ مکر۔ وہی ذہین لڑکا۔

[3] اے مقلد۔ یہ مولانا کی مرید کو نصیحت ہے۔ کو۔ یعنی شیخ۔ یاوہ۔ بکواس۔ ہلا۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی استاد نے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

Marfat.com

ہم چنیں تا وہمِ او قوت گرفت ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
اس طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑ لی وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدنِ فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہریک خداوند و ملک آنچناں کردش ز وہمِ مُنہلِک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا اژدہا بنا، اور کبھی اس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن زانکہ در ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کے لیے مصیبت ہے کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بُوَد آدمی بے وہم ایمن میرود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی گر دو گز عرضش بود کژ میشوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم ترس ووہے رانکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ استاد معلم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے استاد کا بیمار پڑنا

گشت استا سخت ست از وہم و بیم بر جہید و میکشانید و گلیم
وہم اور ڈر سے استاد بہت ست ہو گیا اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

خشمگیں[3] بازن کہ مہرِ اوست ست من بدیں حالم نپرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا' کہ اس کو محبت کم ہے میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از رنگِ من قصد دارد تا رہد از ننگِ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذات سے نجات پائے

---

1. زد۔ یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار نگلنے میں اژدہا بنا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقل جزوی۔ عقل ناقص، عقل انسانی اس کے بالمقابل عقل کل ہے، جس سے جبرئیل یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں۔
2. برزمین۔ وہم کو خلاق مانا جاتا ہے۔ انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا۔ زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین ان کے استعمال میں آتی ہے اگر اس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائے گا اور اس قوت واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔
3. خشمگیں۔ استاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔ ننگ من۔ یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اس کو مجھ سے نجات ملے۔

Marfat.com

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت　بیخبر کز بامِ من[1] افتاد طشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے　اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و در رابہ تندی واکشاد　کودکاں اندر پئے آں اوستاد
(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا　بچے اس استاد کے پیچھے تھے

گفت زن خیرست چوں زود آمدی　کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی
بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلدی کیوں آ گئے؟　خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں　از غمم بیگانگاں اندر حنیں
اس نے کہا تو اندھی ہے، میری رنگت اور حالت دیکھ　میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق　می نہ بینی حالِ من در احتراق[2]
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے　جلنے میں میری طاقت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت　وہم و ظن و فکر بے معنیستت
بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے　آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

گفت اے غرؔ تو ہنوزی در لجاج　می نہ بینی ایں تغیرؔ و ارتجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف! تو ابھی جھگڑے میں ہے　اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی ماراچہ جرم　ما دریں رنجیم و در اندوہ و کرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے　ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ　تابدانی[3] کہ ندارم من گنہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں　تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رَو چہ تو چہ آئینہ ات　دائما در بغض و کینی و عنت
اس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا　تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ خوابِ مرا زو گستراں　تا بخسپم کہ سرِ من شد گراں
جلد میرا بستر بچھا دے　تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقف کرد و مردش بانگ زد　کاے عدو زو تر ترا ایں می سزد
بیوی نے دیر کی، اور مرد اس پر چیخا　کہ اے دشمن، جلدی کر تیرے لیے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ استاد و نالیدنِ او بوہمِ رنجوری

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اس کا رونا

---

1. بامِ من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔ بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔
2. احتراق۔ جلنا، بخار۔ غر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتحہ کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔ کرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔
3. تابدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد، ہلاکت۔ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یعنی یہ تاخیر تیرے لیے مناسب ہے۔

جامۂ خواب آورد و گسترد شی عجوز[1] — گفتِ امکاں نے و باطن پُر زسوز

بوڑھی بستر لائی اور اس کے لیے بچھا دیا — (بوڑھی کے لیے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم متہم دارد مرا — ور نگویم جِدّ شود ایں ماجرا

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا — اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

فالِ بد رنجور گرداند ہمے — آدمی را کہ نبودستش غمے

بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے — اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبولہٗ یفرض — اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْا!

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے — اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض بنو گے مریض بن جاؤ گے

گر بگویم او خیالِ بد زند — فعل دارد زن کہ خلوت می کند

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کریگا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مرمرا از خانہ بیروں می کند — بہرِ فسقے فعل و افسوں میکند

مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لیے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامۂ خواب افگند و استاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ از وے می بزاد

اس نے بستر بچھایا اور استاد لیٹ گیا — آہ، آہ، اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخواندند باصد اندہاں[2]

بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے — سیکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں ہمہ کردیم وہم زندانیم — بد بنائے بود و ما بد بانیم

کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانے والے ہیں

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود

خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے — تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پا لیں

دوم بار در وہم افگندنِ کودکاں استاد راکہ اورا از قرآن خواندن صُداع[3] آید و دردِ سر افزاید

بچوں کا استاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اس کے سر میں درد پیدا ہو جائے گا اور سر کا درد بڑھ جائے گا

گفت آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کنید آوا بلند

اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو اور آواز بلند رکھو

---

1. عجوز۔ بوڑھی یعنی استاد کی بیوی۔ گفت امکاں نے۔ یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور برے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اس کا دل جل رہا تھا۔ جِدّ شود۔ یعنی یہ واہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائے گی۔ گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی برا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔
2. باصد اندہاں۔ چونکہ اس تدبیر سے بھی انہیں چھٹی نہ ملی تھی۔ کایں ہمہ۔ یعنی استاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔
3. صداع۔ دردِ سر۔ گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔

Marfat.com

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں ۔۔۔ بانگِ ما استاد را دارد زیاں[1]
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو! ۔۔۔ ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سر افزاید استا را ز بانگ ۔۔۔ ارزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے ۔۔۔ کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کے لیے اس کے سر میں درد ہو؟

خلاصی یافتنِ کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا ان سے پوچھنا

گفت استا راست می گوید روید ۔۔۔ دردِ سر افزوں شدم بیروں شوید
استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ ۔۔۔ میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم ۔۔۔ دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! ۔۔۔ خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا ۔۔۔ ہمچو مرغاں در ہوائے دانہا
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے ۔۔۔ جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت ۔۔۔ روزِ کُتّاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا ۔۔۔ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقتِ تحصیل ست اکنوں و شما ۔۔۔ می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم ۔۔۔ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست ۔۔۔ ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست
انہوں نے عذر کیا اے اماں تو ٹھہر ۔۔۔ یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عذر آوردند ایشاں در زماں ۔۔۔ کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
انہوں نے فوراً عذر کیا ۔۔۔ اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں استادِ ما ۔۔۔ گشت رنجور و سقیم[3] و مبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا استاد ۔۔۔ رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکرست و دروغ ۔۔۔ صد دروغ آرید بہرِ طمعِ دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے ۔۔۔ چھاچھ کے لالچ میں تم تو جھوٹ بول رہے ہو

با صباح آئیم پیشِ اوستا ۔۔۔ تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے ۔۔۔ تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید ۔۔۔ بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید
بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ ۔۔۔ ہمارے جھوٹ، اور سچ سے واقف ہو جاؤ

---

[1] زیاں۔ نقصان۔ استا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ ہر بچہ استاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔ گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر استاد نے کہا ہاں! میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا باہر چلے جاؤ۔ دور بادا۔ یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیے۔

[2] ہمچوں مرغاں۔ جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اڑ کر جاتی ہیں۔ کُتّاب۔ مکتب۔ لہو۔ کھیل کو۔ جفت۔ ساتھی، جوڑ۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ ایست۔ ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی، گناہ۔

[3] سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا، بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔

Marfat.com

رفتن مادرانِ کودکاں بامداد بعیادت[1] استاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا استاد کی مزاج پرسی کے لیے جانا

با مداواں آمدند آں مادراں — پُرسشِ استا زہر گوشہ رواں

صبح کو مائیں پہنچ گئیں — ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لیے

خفتہ استا ہمچو بیمارِ گراں — دردِ سر را سر بہ بستہ چوں زناں

استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا — عورتوں کی طرح دردِ سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ ز بسیاریِ لحاف — سر بہ بستہ رو کشیدہ سر سجاف

لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا — سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کند آہستہ او — جملگاں گشتند ہم لاحول گو

چپکے چپکے آہ کرتا تھا — سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر — جانِ تو[2] مارا نبودہ زیں خبر

اے استاد! خدا خیر کرے، یہ درد سر — تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت من ہم بیخبر بودم ازیں — آگہم ایں کودکاں کردند ہیں

اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا — ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من مجرم غافل بشغلِ قال و قیل — بودہ در باطن چنیں رنجِ ثقیل

میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا — اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجِدّ مشغول باشد آدمی — اوز دیدِ رنج خود باشد عمی

جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے — تو وہ اپنی تکلیف دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شد سمر — کہ ز مشغولی بشد زیشاں خبر

مصر کی عورتوں اور یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے — کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتا نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش — روحِ والہ[3] کہ نہ پس بیند نہ پیش

انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے — کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے بسا مردِ شجاع اندر حراب — کہ ببرد دست و پایش را ضراب

لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں — کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

او ہماں دست آورد در گیر و دار — بر گمانِ آنکہ ہست او برقرار

وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں — اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

---

1. عیادت۔ مزاج پرسی۔ بیمار گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔
2. جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔ گفت۔ استاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتا نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجِد۔ استاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتا نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ انہوں نے ترنج کے بجائے اپنے ہاتھ تراش لیے تھے۔
3. والہ۔ عاشق، حیران۔ اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

Marfat.com

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر　　خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے　　بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

در بیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست و ایں دست آستینِ دستِ روح ست و ایں پائے موزۂ پائے روح

اس کا بیان کہ جسم، روح کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس[1]　　رَو بجو لابس لباسے را ملیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے　　جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشتر ست　　غیرِ ظاہر دست و پائے دیگر ست
روح کے لیے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے　　ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف　　آں حقیقت داں مدانش از گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے　　اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن　　پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے　　تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح دارد بے بدن بس کاروبار　　مُرغ باشد در قفس بس بیقرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں　　پرند پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مرغ[2] از قفس آید بروں　　تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبوں
ٹھہر جا کہ پرند، پنجرے سے باہر آئے　　تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت گویمت گر بشنوی　　در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں　　حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت[3] آں درویشے کہ درکوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ وَ اَنِیْسُ مَنِ اسْتَاْنَسَ بِیْ

اس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اس کا دوست ہوں جو مجھ سے انسیت کرے

---

1. لبیس۔لباس۔لابس۔لباس پہننے والا یعنی روح۔ملیس۔مت چاٹ۔لیسیدن کا مصدر صیغہ امر ہے۔دیگر ست۔یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔دست و پا۔خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔داری۔بدن یعنی جسم مثالی۔روح دارد۔روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔
2. مرغ۔اس عنصری جسم میں روح ایک پرند کی طرح جو پنجرے میں بند ہو۔باش۔عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔
3. حکایت۔چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ ان بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

Marfat.com

گر باہمہٗ چو بے منی بے ہمہٗ — ور بے ہمہٗ چو با منی با ہمہٗ
اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے — اگر تو سب کے بغیر ہے، جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

بود درویشے بکہسارے مقیم — خلوت[1] او را بود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا — خلوت، اس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں ز خالق میرسید او را شمول — بود از انفاسِ مرد و زن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی — وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شد مارا حضر — سہل شد ہم قومِ دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لیے اقامت آسان ہے — دوسروں کے لیے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری[2] — عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے — وہ خواجہ (سردار) لوہار پنے پر عاشق تھا

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میلِ آنرا در دلش انداختند
ہر ایک کو ایک کام کے لیے بنایا ہے — اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

دست و پا بے میلِ جنباں کے شود — خار و خس بے آب و بادے کے رود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟ — کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی[2] میلِ خود سوئے سما — پرِ دولت بر کشا ہمچوں ہما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے — ہما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں — نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے — رو، رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں خود نوحہا پیشیں کنند — جاہلاں آخر بسر بر میزنند
عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں — جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

زابتداءِ کار آخر رابہیں — تانہ باشی تو پشیماں یومِ دیں
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے — تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبتِ کار راو سخن بروفقِ عاقبت گفتن با مستعیرِ ترازو

سنار کا انجام کار کو دیکھنا اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کرنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے — کہ ترازو دہ کہ برسنجم زرے
ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے — کہ ترازو دے دے میں سونا تولوں گا

---

1. خلوت۔ یعنی گوشۂ تنہائی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول۔ شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہار پن۔ ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ ہر شخص کے لیے وہ کام سہل ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔
2. گر بہ بینی۔ عالم بالا کی طرف میلان، سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے، دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔ عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کر لے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ زابتدا۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کر لے گا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کر لی تو پریشانی سے بچ گیا۔

Marfat.com

گفت رو خواجہ مرا غربال[1] نیست
اُس نے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے

گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
اُس نے کہا ترازو دے دے! اس مسخرے پن میں نہ پڑ

گفت جاروبے ندارم در دکاں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے

گفت بس بس ایں مضاحک را بہاں
اس نے کہا بس بس، ٹھولیں رہنے دے

من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دے دے

خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سخن کر نیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں

تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش[2]
یہ میں نے سن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے

دست لرزاں جسم تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

فہم کردم لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے

دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت، کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زر تو ہم قراضہ خرد و مرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے

دست لرزد پس بریزد زر خرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائیں گے

پس[3] بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجیے

تا بجویم زر خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کروں

چوں بجروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا

گوئیم غربال خواہم اے حری
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں

کے بود غربال مارا در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہو گی؟

من ز اول دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں تیرا انجام دیکھ لیا ہے

جائے دیگر رو ازینجا والسلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسلام

ہر کہ اول بیں بود اعمیٰ بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے، اندھا ہوتا ہے

ہر کہ آخر بیں چہ با معنی بود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

---

[1] غربال۔ چھلنی، اس نے سونا تولنے کا بڑا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزان دہ۔ اس نے دوبارہ کانٹا مانگا تو سنار نے کہا میرے پاس جھاڑو نہیں ہے۔ کر۔ بہرا۔ ہر سو۔ یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنی۔ لایعنی، بیوقوف، مہمل۔

[2] مرتعش۔ رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعش۔ گر کر اٹھ جانے والا۔ فہم کردم۔ یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لیے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قراضہ۔ قینچی کی کترن۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔

[3] پس۔ یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو ان کو سونے کے لیے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کر کے اس کو چھاننے کے لیے چھلنی مانگے گا۔ حری۔ لائق۔ من ز اول۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آ گیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کر کے تجھے جوابات دیئے ہیں۔ ہر کہ۔ جو ابتدائے کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے، عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انجام پر نظر کرے۔

Marfat.com

ہر کہ اول بنگرد پایانِ کار — اندر آخر اُو نگردد شرمسار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے — آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں[1] بر عاقبت اندیشی ست — بادشاہی بندۂ درویشی ست
حکم چونکہ انجام پر مبنی ہے — شاہی درویشی کی غلام ہے

عاقبت بیناں بوند اہلِ رشاد — در نگر وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالسَّدَادْ
ہدایت یافتہ، انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں — خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو — قصۂ آں مردِ زاہد باز گو
اس بات کا آخر نہیں ہے، راز بتا — اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد — کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر — جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت کہ بیفشاں و آں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

پہاڑ میں رہنے والے اس عبادت گزار کا بقیہ قصہ جس نے منت مان لی تھی کہ میں درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اس کو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کُہ بود اشجار و ثمار — سیب و امرود و انارِ بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے — بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے

قوتِ آں درویش بود آں میوہا — غیرِ آں چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے — ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یا رب با تو من — عہد کردم کہ نچینم در زمن
اس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے — عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

خود نچینم میوہ رادر کلِّ حین — نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا — دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جز ازاں میوہ کہ باد اندازدش — من نچینم از درختِ منتعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے — میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مدتے بر نذرِ خود بودش وفا — تا درآمد امتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا — یہانتک کہ قضاء خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

---

[1] حکم چوں۔ جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہی دست جانا ہے اور درویش پہلے ہی دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے۔ اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کل حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قائم، کھڑا۔

زین سبب فرمود استثنا[1] کنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو

زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ[2] لَنَا شَانٌ جَدِیْدٍ
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے

در حدیث آمد کہ دل ہچوں پریست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے

باد پر را ہر طرف راند گزاف
ہوا، پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے

در حدیثِ دیگر ایں دل داں چناں
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ

ہر زماں دل را دگر رائے بود
ہر لمحہ، دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے؟

ایںہم از تاثیرِ حکم ست و قدر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے

نیست خود از مرغِ پراں ایں عجب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟

گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید
"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

اختیارِ جملگاں پستِ من ست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِیْ لَا یَحِیْدُ
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در بیابانے اسیرِ صرصریست
(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

گہ چپ و گہ راست باصد اختلاف
سیکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں[3]
جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

آں نہ از وے لیک از جائے بود
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے، اور بچ نہیں سکتا ہے

کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

---

1. استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ انشاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلُّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یَصْرِفُهٗ کَیْفَ یَشَآءُ یعنی "انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب ان کو جس طرح سے چاہتا ہے الٹا پلٹتا ہے۔"

2. کل اصباح۔ قرآن پاک میں ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی "ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔" در حدیث آمد۔ حدیث شریف میں ہے مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَةٍ فِیْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَآءُ۔ یعنی "دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔" در حدیث دیگر۔ حدیث شریف ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ "مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے" یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں ابال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے۔

3. قازغان۔ اور کزغان ترکی لفظ ہے کڑاہی اور دیگ کو کہتے ہیں۔ جائے بود۔ یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔ ندامت۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔

ایں عجب کہ دام بیند ہم وَتَد[1] — گر بخواہد ور نخواہد می فتد

یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے — خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشمِ باز و گوشِ باز و دامِ پیش — سوئے دامے می پرد با پَرِ خویش

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے — اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

تشبیہِ بندِ دامِ قضا بصورتِ پنہاں و اثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ — سر برہنہ در بلا افتادۂ

ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ — ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ — اَقمشہ[2] و املاکِ خود بفروختہ

وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے — اپنا سامان اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش — مرہمش نایاب و دل ریش از مریش

اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے — اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

خان و ماں رفتہ شدہ بدنام و خوار — کام[3] دشمن می رود اِدبار وار

گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے — منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے ہے

زاہدے بیند بگوید اے کیا — ہمتے می دار از بہرِ خدا

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! — خدا کے لیے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام — مال و زرّ و نعمت ازکف دادہ ام

کہ میں اس بُری نحوست میں پھنسا ہوں — مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تابوکہ من زیں وارہم — زیں رگِل تیرہ بود کہ برجہم

توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں — ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص — تاکہ یابد یک دمے از غم خلاص

وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے — تاکہ تھوڑی دیر کے لیے غم سے نجات حاصل کر لے

دست باز و پائے بازو بندنے — نے موکل برسرش نے آہنے

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے — نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص — وز کدامیں حبس میخواہی مناص

تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ — اور تو کون سی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے

---

1. وَتَد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشمِ باز۔ پرندے کے سب ہوش وحواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔ تشبیہ۔ قضاء خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا۔ یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔
2. اقمشہ۔ قماش بضمہ قاف کی جمع ہے، گھر کا سامان، ریشمیں قیمتی کپڑے۔ مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر سے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔
3. کام۔ مراد، مقصد۔ اِدبار وار۔ بدبختانہ۔ کیا۔ بزرگ، معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔ دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر، عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں۔ موکل۔ مقرر کردہ شخص، سپاہی۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔

Marfat.com

بندِ تقدیر و قضائے مختفی[1]
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر
کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی
جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن ست
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، جو پوشیدہ ہے
برتر از زندان و بندِ آہن ست
(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے
حفرہ گر ہم خشتِ زنداں بر کند
کو بھل لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں
تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی
عاجز از تکسیرِ آں آہنگراں
اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند[2] احمدؐ را رسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمد ﷺ کو حق ہے
بر گلوئے بستہ حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدْ
جو موُنج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بو لہب
انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا
تنگِ ہیزم گفت حَمَّالَۃ حطب
ایندھن کا گٹھڑ، فرمایا ایندھن اٹھانے والی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید
رسی اور گٹھڑ کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا
کہ بدید آید بروہر ناپدید
جس کے لیے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[3] کنند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں
کایں ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند
کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک از تاثیرِ آں پشتش دو تو
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری
گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ او
ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وارہم
کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں
تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید
جو ان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے
چوں نداند اُو شقی را از سعید
وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

---

[1] مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے۔ لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں کو بھل لگایا جا سکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔ تکسیر۔ توڑنا۔

[2] دیدنِ آں بند۔ یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں، آنحضور ﷺ اس رسی کو جو ام جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اس گٹھڑ کو جو اس کی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے۔ حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ آیا ہے یعنی "وہ لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھانے والی ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے" مفسرین نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضور ﷺ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[3] تاویل۔ مفسرین نے گٹھڑ سے بار گناہ یا چغلخوری اور رسی سے جہنم کا طوق مراد لیا ہے۔ کایں۔ ان چیزوں کا دیدار اس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس کو ختم کر کے خود فراموشی اختیار کر لے۔ وایشاں۔ ان تاویل کرنے والوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔ لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ اُو۔ زاہد کے سامنے۔ آنکہ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

داند[1] و پوشد بامرِ ذوالجلال — کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر — از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش — بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مضطر شدنِ آن فقیرِ نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مہلت برو

اس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہو جانا اور بغیر تاخیر کے اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

پنجروز آں باد امرودے نریخت — ز آتشِ جوعش صبوری می گریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا — اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید — باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے — پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد — طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد
ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا — طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا — کرد زاہد را ز نذرش بیوفا[2]
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے — زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود بُن میوہ شکست — گشت اندر نذر و عہدِ خویش سست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا — اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید — چشمِ او بکشاد و گوشِ او کشید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی — جس نے اس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

مخلصاں باشند دایم در خطر — امتحانہا ہست در راہ اے پسر
مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں — اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من — تا نمانی شرمسار و ممتحن
اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیے — تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا — بر خطر مَنشین و بیروں جہ ہلا
یا وہ عہد ہی نہ کر کہ جس کو تو پورا نہ کر سکے — خبردار! خطرے میں نہ پڑ، اور باہر نکل

---

1. داند۔ لیکن اصحاب بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مجاعت۔ بھوک۔ گوشمال۔ سزا یعنی ان بزرگ کو عہد شکنی کی یہ سزا ملی کہ چوری کے الزام میں ان کا ہاتھ کٹا۔ پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے ان میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ در کشید۔ یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع۔ یعنی طبیعت غالب آ گئی اور صبر مغلوب ہو گیا۔
2. بیوفا۔ ان بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔ امرود بن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ انہیں اپنی غلطی نظر آ گئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں ان کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا۔

Marfat.com

نذر را باید وفا در راہِ حق | لیک[1] حق تا خود کرا بدہد سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے | لیکن دیکھیے اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنیکی کی توفیق) دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا | نذرہا کردیم در سِرّ بارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کیے | بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم | عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں | ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیرِ ما شود | وائے برما زانکہ رُسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے | ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رسوائی ہو گی

نذرِ مارا با وفا پیوستہ دار | عہدِ مارا از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے | کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصہ کاں فقیر | عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اس درویش نے | جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود | زانکہ فرمودست اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی | کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دُزداں بُدند آنجا مگر | درمیاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید | وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دُزد چندے تاختند | واندراں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند، چور بھاگے | اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

متہم کردنِ آں شیخ را بادزداں و بریدنِ دستش را

اس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹنا

بیست ازدُزداں بدند آنجاو بیش | بخش می کردند مسروقاتِ خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے | اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ[2] را غماز آگہ کردہ بود | مردمِ شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی | کوتوال کے آدمی جلد جلد آ پہنچے

شحنہ حالی عزمِ آں کہسار کرد | جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا | اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را | دست و پائے ہریک از تن کن جدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا | ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

---

1. لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہوسکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گرنہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لیے اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔ آنجا۔ یعنی اس علاقہ میں۔ بےمر۔ بےعد۔ مسروقات۔ چرائی ہوئی چیزیں۔
2. شحنہ۔ کوتوال۔ غماز۔ چغل خور، مخبر۔ شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔

هم[1] بدانجا پائے چپ و دست راست
اسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ
جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا
پاش را می خواست ہم کردن سقط
پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

در زماں آمد سوارے بس گزیں
فوراً ایک معزز سوار آیا
بانگ برزد بر عواں کاے سگ بہ بیں
سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ خدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے ابدال میں سے ہے
دستِ اورا توچرا کردی جدا
تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا
پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
کوتوال کے پاس، اس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا
کہ ندانستم خدا برمن گواہ
کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہیں بحل کن مرمرا زیں کارِ زشت
اس برے کام کی مجھے ضرور معافی دیجیے
اے کریم و سرورِ اہلِ بہشت
اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں
می شناسم من گناہِ خویش را
میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حرمتِ ایمانِ او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا
پس یمینم بُرد دادستانِ او
اس لیے اسکے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

من شکستم عہد و دانستم بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے
تا رسید آں شومیِ جرأت بدست
اس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دستِ ما و پایِ ما و مغز و پوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست
باد اے والی فدائے حکمِ دوست
اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قسمِ من بود ایں ترا کردم حلال
یہ میرا نصیب تھا، میں نے تجھے معاف کیا
تو ندانستی ترا نبود وبال
تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہو گا

وانکہ او دانست او فرمانرواست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے
با خدا سامانِ پیچیدن کراست
خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

---

[1] ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔ غلط۔ یعنی اس شبہ میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ در زماں۔ کوئی مرد غیب جلاد سپاہی پر چیخا۔ ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عواں۔ سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کن۔ معاف کر دے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ ایمان۔ یمین کی جمع ہے، قسم، عہد۔ یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی برا ہے اور دوسرے کے آخر میں بہ دست بمعنی ہاتھ۔ قسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا تعالیٰ۔

Marfat.com

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جو
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے

کہ بُریدہ[1] حلقِ اوہم حلقِ او
حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مرغے زمعدہ و مغص
بسا اوقات پرند معدے اور آنتوں کی اینٹھن سے

برکنارِ بامِ محبوسِ قفص
بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں

گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست
حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنستی ہے

اے بسا مستور در پردہ بُدہ
بسا اوقات! عورت پردے میں چھپی ہوئی

شومیِ فرج و گلو رسوا شدہ
شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی کی وجہ سے رسوا ہو جاتی ہے

اے بسا قاضیِ حبرِ نیک خو
بسا اوقات نیک عادت، علامہ، قاضی

از گلوی رشوتے او زرد رو
رشوت خور، حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی

وقت باز آمد شدہ او یارِ فسق
واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لیے وہ نشہ

از عروجِ چرخ شاں شد سدِ باب
آسمان پر چڑھنے سے ان کے لیے مانع بنا

بایزیدؒ از بہرِ ایں کرد احتراز
بایزیدؒ نے اسی لیے پرہیز کیا

دید در خود کاہلی اندر نماز
کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذُو لباب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو

دید علت خوردن از بسیار آب
زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا

آنچناں کرد و خدایش داد تاب
ایسا ہی کیا اور خدا نے انکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ[2] جہدِ او بُد بہرِ دیں
دین کے لیے یہ ان کی معمولی کوشش تھی

گشت او سلطان و قطب العارفیں
وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں بریدہ شد برای حلق دست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا

مردِ زاہد را درِ شکوئی بہ بست
بزرگ انسان کے لیے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

ایں چنیں باشد چو یک در بستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے

صد درِ دیگر برِ اُو اِشکستہ شد
اس پر دوسرے سیکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

---

1. کہ بریدہ۔ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن۔ قفص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ مستور۔ پوشیدہ۔ حبر۔ یہودی عالم، بڑا عالم۔ سد باب۔ دروازے کی روک، مانع۔ بایزید۔ بسطامی کو ایک بار نماز میں سستی کا احساس ہوا، اس کے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیوں گا۔ ذولباب۔ عقلمند۔ تاب۔ طاقت۔
2. ایں کمینہ۔ دین کی خاطر انہوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ ان کو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔ چوں بریدہ۔ پھر ان ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انہیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ ایں چنیں۔ قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سو دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔

کرامتِ شیخِ اقطع[1] و زنبیل بافتنِ او بدو دست در خلوت

ٹنٹے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں ان کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنٹا شیخ پڑ گیا
کرد معروفش بدیں آفاتِ خلق
ان کو خلق کے مصائب نے اس نام سے مشہور کر دیا

گر تو نامِ اولش خواہی رواں
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے
ہیں برو بو الخیر تیناتیش خواں
جا، ابوالخیر تیناتی کہہ دے

در عریش او را یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا
کو بہر دو دستِ خود، زنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

گفت او را کائے عدوِ جانِ خویش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن
در عریشم آمدی سر کردہ پیش
تو منہ اٹھائے، میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟
گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آ جا
لیک مخفی دار ایں را اے کیا
لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا
نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ
مطلع گشتند بر بافیدنش
ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار
انہوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے
من کنم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چندے[2] بدند
ان کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے
کاندریں غم بر تو منکر می شدند
جو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

کہ مگر سالوس بود او در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا
کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

من نخواہم کاں رمہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو
وز ضلالت در گمانِ بد روند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

---

1. اقطع۔ یعنی دست بریدہ، ٹنٹا۔ کرتو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے ان کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔ عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقراء اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا، افراط، زیادتی۔ ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش۔ یعنی تنہائی میں اپنے دونوں ہاتھوں سے بنتے ہیں۔
2. یک چندے۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ شکر۔ یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔ من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان رہیں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی ہے۔ رمہ۔ جماعت۔

Marfat.com

ایں کرامت را بکردیم آشکار — کہ دہیمت دست[1] اندر وقتِ کار

ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی — کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تاکہ ایں بیچارگانِ بدگماں — رد نگردند از جنابِ آسماں

تاکہ یہ بدگمان، بیچارے — آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا زپیش — خود تسلی دادہ ام از ذاتِ خویش

میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کراماتوں کے بغیر — اپنی ذات کے بارے میں تسلی دے دی ہے

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت — وایں چراغ از بہرِ آں بنہادمت

میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لیے دی ہے — اور یہ چراغ میں نے ان کے لیے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتۂ کز مرگِ تن — ترسی از تفریقِ اجزائے بدن

تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے — بدن کے اجزا کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہمِ تفریقِ سروپائے از تو رفت — دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت

سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا — وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی سپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جراَتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں[2] را نے کہ فرعونِ لعیں — کرد تہدید و سیاست بر زمیں

کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعونِ ملعون نے جادوگروں کو — میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف — پس در آویزم ندارم تاں معاف

کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا — پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

او ہمی پنداشت کایشاں در ہماں — وہم و تخویف اند و وسواس و گماں

وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی — وہم اور ڈر اور وسوسوں کے گمان میں ہیں

کہ بود شاں لرزہ و تخویف و ترس — از توہمہا و تہدیداتِ نفس

کہ ان پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا — جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

او نمی دانست[3] کایشاں رَستہ اند — بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند

وہ نہ جانتا تھا کہ آزاد ہو چکے ہیں — دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند — چابک و چست و گش و برجستہ اند

اپنے آپ سے، اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں — تیز اور، چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

---

[1] دست۔ یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ میں مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لیے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔ چراغ۔ یعنی کرامت۔ تو ازاں۔ تم اس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔

[2] ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

[3] او نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔

Marfat.com

ہاونِ[1] گردوں اگر صد بار شاں
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی

خُرد کوبد اندریں گلزار شاں
ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند
چونکہ انہوں نے اس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے

از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند
وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست
یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ

گر رود در خواب دستے باک نیست
اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[2]
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے

ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے، تیری عمر دراز ہے

گر بہ بینی خواب در خود را دونیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے

تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان

نیست باکے از دو صد پارہ شدن
دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے

گفت پیغمبرؐ کہ حلمِ نائم ست
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے، کہ سونے والے کا خواب ہے

از رہِ تقلید تو کردی قبول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے

سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خوب دیکھ لیا ہے

روز در خوابی[3] مگو کایں خواب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے، نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے

سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ

کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

---

1. ہاون۔ اوکھلی۔ گلزار۔ اگر کاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہے اور اگر کاف کے پیش سے تو چمن کے معنی میں ہے۔ اصل چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بے خوف ہیں۔ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالم خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالم خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اصل جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔
2. گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مردہ دیکھے تو اس کی تعبیر عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے پھر اس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے۔ فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔ از رہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیا آنکھ سے دیکھتے ہیں۔
3. روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اس کے موجودات سب وجود باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اس کے بعد حالت خواب کو کیا کہا جائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالت خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سویا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

Marfat.com

او گماں بُردہ کہ ایں دم خفتہ ام
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں

بیخبر زاں کوست در خوابِ دُوَم
اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہگر[1] گر کوزۂ را بشکند
کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے

چوں بخواہد باز خود قائم کند
جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے

با ہزاراں ترس می آید براہ
وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے

پس بداند اُومغاک و چاہ را
تو وہ گڑھے، اور کنویں کو جانتا ہے

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں

رو ترش کے دارد او ازہر غمے
وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے

نیز فرعونا کہ ما آں نیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں

کہ بہر بانگے ز غولے[2] بیستیم
کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ مارا بدر دُوزندہ ہست
ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے

ورنہ[3] مارا خود برہنہ تن بہ است
ورنہ، ہمارے لیے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار
بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں

خوش بگیریم اے عدوِ نابکار
خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن وز مزیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار

نیست اے فرعون بے الہام گیج
نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت کردنِ اُستر پیشِ شتر کہ من بسیار در روئے می اُفتم و توئی اُفتی اِلّا بنادر و جواب گفتنِ آں

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں
اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت استر با شتر کاے خوش رفیق
خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی!

در فراز و شیب وددر راہِ دقیق
اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سرد خوش می روی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے

من ہمی آیم بسر در چوں غوی
میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

---

[1] کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشم بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔ خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔

[2] غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ خرقہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرمائے گا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس۔ پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہوں گے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لیے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہو گئی ہے۔ شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطروں میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ میں اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ استر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

Marfat.com

ایں سبب را باز گو با من ز چیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟
تا بدانم من کہ چوں باید بزیست
تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیے؟

گفت[1] از چشم تو چشم من یقیں
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً
بیگماں روشن ترست و تیز بیں
بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں از ہم بلندی ناظرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھنے والا ہوں
زیں سبب در رُو نیفتم حاضرم
اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشمِ من ز تو روشن ترست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں
بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست
اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں بر آیم بر سرِ کوہِ بلند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں
آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند
عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

پس ہمہ پستی و بالائیِ راہ
پھر راستہ کی سب نچائی اور اونچائی
دیدہ ام را وانماید ہم اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں
از عثار و اوفتادن وارہم
ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے
دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام
دانہ کو دیکھ لیتا ہے، جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَسْتَوِی[2] الْاَعْمٰی لَدَیْکُمْ وَ الْبَصِیْر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے
فِی الْمَقَامِ وَ النُّزُوْلِ وَ الْمَسِیْر
ٹھہرنے، اور اترنے، اور چلنے میں

چوں جنیں را در شکم حق جاں دہد
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے
جذبِ اجزا در مزاجِ او کند
اس کی طبیعت میں اجزا کو جذب کرنے والی طاقت پیدا کر دیتا ہے

از خورش او جذبِ اجزا می کند
وہ خوراک سے اجزا جذب کرتا ہے
تار و پودِ جسمِ خود را می تند
اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا
حق حریصش کردہ باشد در نما
(نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

---

1. گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لیے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں یہی صورت ان لوگوں کی ہے جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن ابھار کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ عثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔

2. یستوی۔ تیرے لیے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں، غرضیکہ اہل اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔ چوں جنیں۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکم مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے، جس سے اس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے۔

Marfat.com

جذبِ اجزا روح[1] را تعلیم کرد — چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد
اس نے روح کو اجزا جذب کرنے کی تعلیم دی — یکتا شاہ اجزا کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ ایں ذرّہا خورشید بود — بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا — وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چن لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی تو ز خواب — ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئے گا — وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلائے گا

تابدانی کاں ازو غائب نشد — باز آید چوں بفرماید کہ عُد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے — وہ واپس آجائے گا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

اجتماعِ اجزاءِ خرِ عزیر[2] علیہ السلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ و درہماں دم مرکب شدن پیشِ چشمِ عزیر علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزا کا جمع ہو جانا اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جڑ جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت — کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیرا! اپنے گدھے کو دیکھ — کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

پیشِ تو گرد آورم اجزاش را — آں سَر و دُم و دو گوش و پاش را
بس تیرے سامنے اس کے اجزا کو جمع کروں گا — منہ اور دم، اور دونوں کان اور پاؤں کو

دست نے[3] و جزو برہم می نہد — پارہا را اجتماعے می دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے — ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر درصنعتِ پارہ زنے — کو ہمی دوزد کُہن بے سوزنے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ — کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسماں، و سوزنے نے وقت خرز — آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سوئی — اس طرح سی دیتا ہے کہ پھٹن کا پتا نہیں چلتا

---

1. روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزا کو جذب کرنے کی قوت فرما دے گا۔ جامع۔ ان اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے۔ انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔ اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے کہ حضرت عزیز علیہ السلام کے گدھے کے اجزا جمع ہو گئے تھے۔
2. عزیر۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے یہ ایک ویران بستی پر سے گزرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس کو کیسے آباد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر ان کو زندہ کر دیا اس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اس کے اجزا کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسی طرح میں اس بستی کو آباد کر دوں گا۔ خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔
3. دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانے والا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سیتا۔ درز۔ پھٹن۔

Marfat.com

چشم بکشا حشر[1] را پیدا بہ بیں ... تانماند شبہ اَت در یومِ دیں

آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے ... تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جا معیم را تمام ... تا نہ لرزی وقتِ مُردن زاہتمام

تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے ... تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی ... از فواتِ جملہ حسہائے تنی

جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے ... اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقت خواب ... گرچہ می گردد پریشان و خراب

سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے ... اگرچہ وہ تفریق اور برباد ہو جاتے ہیں

جزع[2] نا کردنِ شیخ بزرگوار بر مرگِ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ... آسمانی شمع بر روئے زمیں

اب سے پہلے ایک راہنما، شیخ تھے ... جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

چوں پیمبر درمیانِ اُمتاں ... در کشائے روضۂ دارالجناں

امتوں میں پیغمبر کی طرح ... جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش ... چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش

آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ ... اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او ... سخت دل چونی بگو اے نیک خو

ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا ... اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو ... نوحہ می آریم با پشتِ دو تو

آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم ... باوجود دوہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زاری چرا ... یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا

آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ ... اے بزرگ! کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے

چوں ترا[3] رحمے نہ باشد در دروں ... پس چہ امید ست ماں از تو کنوں

جب آپ کے اندر رحم نہیں ... تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا ... کہ نہ بگذاری تو مارا در فنا

اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے ... کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

---

1. حشر۔ قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یومِ دین۔ قیامت کا دن۔ جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں ان اجزا کو کس طرح جمع کروں گا۔ اہتمام۔ فکر میں پڑنا۔ تجمانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اس کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اس کو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آجائیں گے اسی طرح اگر قیامت کی زندگی کا یقین ہو جائے تو انسان موت سے خوفزدہ نہ ہوگا۔
2. جزع۔ پہلے فنائے دنیوی پر غم نہ کرنے کا بیان تھا اب اس سے متعلق ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے امت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دارالجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والے، بیوی۔
3. چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔

Marfat.com

چوں بیارایند[1] روزِ حشر تخت — خود شفیعِ ما توئی آں روزِ سخت

جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے — تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چناں روز و شب بے زینہار — ما بکرم تو ئیم امیدوار

ایسے بے پناہ، روز و شب میں — ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

دست ما و دامنِ تست آں زماں — کہ نماند ہیچ مجرم را اماں

اس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہو گا — جبکہ کسی مجرم کے لیے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز — کے گزارم مجرماں را اشک ریز

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن — میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں — تا رہانم شاں زاشکنجہ گراں

میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا — تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں و اہلِ کبائر را بجہد — وارہانم از عتابِ نقضِ عہد

گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے — عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

صالحانِ امتم خود فارغ اند[2] — از شفاعتہائے من روزِ گزند

میری امت کے نیک، خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود — گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود

بلکہ (خود) ان کی سفارشیں ہوں گی — ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازر وزرِ غیرے بر نداشت — من نیم وازر[3] خدایم بر فراشت

کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے — میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

آنکہ بے وزرست شیخ ست ایجواں — در قبولِ حق چو اندر کف کماں

اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (اور) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید — معنیِ ایں موبداں اے نا امید

شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا امید! اس بال کے معنی سمجھ لے

---

[1] بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔ بے زینہار۔ بے امان۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد۔ ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

[2] فارغ اند۔ یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انہیں عذاب سے بچانے کے لیے شفاعت کی جائے، ہاں شفاعت سے ان کے مراتب بڑھیں گے۔ گفتِ شاں۔ یعنی جنابِ باری میں ان کی عرض ضرور مقبول ہوگی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔

[3] من نیم وازر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور ان کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں۔ خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اٹھاؤں گا، اور اصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اس کی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔ اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔

Marfat.com

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او[1] — تاز ہستیش نماند تارِ مو

وہ کالا بال اس کی ہستی ہے — تا کہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیرادست — گر سیاہ مو باشد و یا خود دوموست

جب اس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے — خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر — نیست آں موئے ریش و موئے سر

کالا بال، بشری صفات ہیں — وہ ڈاڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰ اندر مہد بردار و نفیر — کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں اعلان کرتے ہیں — کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موئے سیہ کاں وصفِ ماست — نیست بروے شیخ و مقبولِ خداست

جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے — اس میں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بود[2] مویش سپید ار با خودست — او نہ پیرست و نہ خاصِ ایزدست

جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے — وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر — شیخ نبود کہل باشد اے پسر

اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے — اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہوگا ادھیڑ ہوگا

در سرِ موئے ز وصفش باقی ست — نیست از عرش و سما آفاقی ست

اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے — وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے، دنیادار ہے

ما ہمہ امیدوارانِ توئیم — ریزہ چینِ رحم و احسانِ توئیم

ہم سب آپ کے امیدوار ہیں — آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی — بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[3]

لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟ — اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا — باز گو اے شیخ با ما ماجرا

یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے — اے شیخ! ہمیں قصہ بتائیے

عذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق

شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ — کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست — گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست

تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے — اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

---

1. ہستیِ او۔ یعنی شیخ اس کو کہتے ہیں جو بوڑھا ہو یعنی اس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اس کا وجود اور ہستی ہے۔ یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دومو۔ یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں۔ وصف۔ بشریت کے اوصاف۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔

2. چوں بود۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے "بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔"

3. رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھر والی جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔

Marfat.com

بر سگانم[1] رحمت و بخشایش ست
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے
کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست
کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے کہ می گزد گویم دعا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لیے دعا کرتا ہوں
کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما
کہ نباشند از خلائق سنگسار
کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں
اسی لیے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیا بھیجے
تا کند شاں رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن
تاکہ ان کو جہان والوں کے لیے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں
حق را خواند کہ وافرکن خلاص
اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کردے

جہد بنماید ازیں سو بہر پند
اس جانب نصیحت کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے
چوں نشد گوید خدا یا در مبند
جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جزوی بود مر عام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے
رحمتِ کلی بود ہمام[2] را
غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جزوش قریں گشتہ بکل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے
رحمتِ دریاست ہادیِ سبل
دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

رحمتِ جزوی بکل پیوستہ شو
تو جزوی رحمت ہے، کل کے ساتھ جڑ جا
رحمتِ کل را تو ہادی بین و رو
کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جزوست[3] او نداند راہِ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے
ہر غدیرے را کند اشباہِ بحر
ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہِ یم کے رہ بَرد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے
سوی دریا خلق را چوں آورد
دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا
رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو
(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

---

1. بر سگاں۔ جو لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔ آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لیے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اس کی یہ بدعادت چھڑا دے اور اس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔ زاں۔ انبیاء سب کے لیے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف ان کے فائدہ کے لیے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے ان کے لیے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ در مبند۔ یعنی اے خدا تو توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمت جزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔
2. ہمام۔ فکرمند، یعنی شیخ جو امت کا دردمند ہوتا ہے اس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قریں گشتہ۔ رحمت کلی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اس کی رحمت بھی رحمت کلی ہے۔ بکل پیوستہ شو۔ یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کرلے۔
3. تا کہ جزوست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمت کلی کو نہیں پہچانتا ہر کس وناکس کو رحمت کلی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سوئے دریا۔ یعنی رحمت کلی۔

Marfat.com

ور کند[1] دعوت بتقلیدے بود
اگر وہ دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا

نز عیان و وحی و تائیدی بود
مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے ہو گا

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ
اس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے

ہمچو چوپانی بگردِ ایں رمہ
تو اس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریا کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟

چونکہ فصادِ اجل شاں زد بہ نیش
جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ رحم اشکِ دیدہاست
جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں

دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے

در سخن یک بارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عجوز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!

خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز
موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

جملہ گر مُردند ایشاں ور حے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہوں یا زندہ

غائب و پنہاں ز چشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم[2] شاں معین پیشِ خویش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں

از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں

بامن اند و گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بود یا از فراق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے

با عزیزانم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[3] اندر خواب می بینند شاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں

من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
میں بھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں

برگِ حس را از درخت افشاں کنم
جو اس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

---

1. ور کند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کہے گا بھی تو وہ محض تقلید ہوگی اس کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی۔ مولانا روح بول کر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصاد۔ رگ کھولنے والا۔ اجل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔ گواہ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتا چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم۔ بے تحمل۔ خود نباشد۔ یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔ جملہ۔ دل کی آنکھیں مردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔
2. من چو بینم۔ میں مردوں کو بھی جسم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے، جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔
3. خلق۔ عام لوگوں کو مردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آ جاتے ہیں۔

Marfat.com

حس[1] اسیرِ عقل باشد اے فلاں — عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں

اے فلاں! جو اس عقل کے پابند ہیں — سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دست بستہ عقل را جاں باز کرد — کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا — الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

حسہا و اندیشہ بر آبِ صفا — ہمچو خس بگرفتہ روی آب را

حواس اور افکار نے صاف پانی پر — تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سو می برد — آب پیدا می شود پیشِ خرد

عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے — عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جو چوں حباب[2] — خس چو یک سو رفت پیدا گشت آب

نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا — کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

چونکہ دستِ عقل نکشاید خدا — خس فزاید از ہوا بر آبِ ما

جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے — ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او — آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو

وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے — وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل

چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا — حق کشاید ہر دو دستِ عقل را

جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیے — اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پس[3] حواسِ چیرہ محکوم تو شد — چوں خرد سالار و مخدوم تو شد

غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں — جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کند — تا کہ غیبہا ز جاں سر بر زند

وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے — یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بند خوابہا — ہم ز گردوں برکشاید بابہا

وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے — آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

قصہ خواندن شیخِ ضریر قرآن را از رُوی مصحف و در

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور

---

[1] حس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل روح کے تابع ہے، عقل مقید ہوتی ہے، جب روح اس کے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔

[2] حباب۔ بلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خداوندی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں اور عقل روتی ہے۔

[3] پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اس کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حس۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لیے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

وقتِ خواندن قرآن بینا شدنِ باذن اللہ تعالیٰ
قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخ فقیر مصحفے در خانۂ پیرے ضریر[1]
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پر ز سوز ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
بھلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا دونوں بزرگ چند روز کے لیے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست چونکہ نابیناست ایں درویش راست
اُس نے (دل میں) کہا تعجب ہے! یہاں قرآن کیوں ہے! کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ تشویشش فزود کہ جز او را نیست اینجا باش بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ من نیم گستاخ یا آمیختہ[2]
وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا پرسم نے خمش صبرے کنم تا بصبرے بر مرادے بر زنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کردو بود چندے در حرج کشف شد کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا (معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

صبر گنج ست اے برادر صبر کن تا شفایابی تو زیں رنج کہن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر تا کہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

صبر تلخ ست و بَرِ او شکرست صبر سوئے کشف ہر سر رہبرست
صبر کڑوا ہے، اس کا پھل شکر ہے صبر، ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ[3] لقمان علیہ السلام چوں دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن راست میکرد از سوال بایں نیت کہ صبر از سوال موجب فرج و راحت ست
لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے ...

رفت لقمان سوی داؤدِ نبی حلقہ می کرد او ز پولادِ ابی
(حضرت) لقمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام نبی کے یہاں گئے وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

---

1. ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ راست۔ صحیح، بالکل، یہ نابینا کی تاکید ہے۔ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے۔
2. آمیختہ۔ یعنی اس میں اس قدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔ صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست و لیکن بر شیریں دارد۔
3. صبر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔ ابی۔ انکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔

جملہ را بایک دِگر در می فگند[1] ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صنعتِ زرّاد اوکم دیدہ بود در تحیّر ماند و وسواسش فزود
ان (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود واپرسم ازو کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا، ان سے پوچھوں کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست صبر با مقصود زوتر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پرسی زود تر کشفت شود مرغِ صبر از جملہ پرّاں تر رود
اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

در بہ پرسی دیر تر حاصل شود سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہو گا تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

چونکہ لقماں تن بزد ہم در زماں شد تمام از صنعتِ داوٗدؑ آں
چونکہ لقمان علیہ السلام اس وقت خاموش ہو گئے وہ (کام حضرت) داوٗد علیہ السلام کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشیدہ او پیشِ لقمانِ حکیم صبر خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا صابر و دانا لقمان علیہ السلام کے سامنے

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ در مصافِ خصم دفعِ زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کے لیے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں آخر وَالْعَصْرِ[2] را آگہ بخواں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے ہوش سے والعصر کا آخر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیائے ہمچو صبر آدمؑ ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں صبر جیسی کیمیا، آدم علیہ السلام نے نہیں دیکھی ہے

بقیہ قصۂ نابینا و مصحف خواندنِ آں بنظر
نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک اس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

---

[1] در می فگند۔ یعنی حضرت داوٗد ان حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ یعنی زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زود تر۔ زودتر۔ در بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش ہوا۔ صنعت۔ کاریگری۔

[2] والعصر۔ اس سورہ کے آخر میں وتواصوا بالحق وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انہوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی۔ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت اتنی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا۔ کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

Marfat.com

نیم شب آوازِ قرآن را شنید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی

کہ ز مصحف[1] کور میخواند درست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے

انچہ می خوانی بر آں افتادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اسی پر ہوتے ہیں

اِصبعت در سیر پیدا می کند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے

گفت اے گشتہ زجہل تن جدا[1]
انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے

من زحق درخواستم کاے مستعاں
میں نے اللہ (کافی) سے درخواست کی کہ اے مددگار!

عیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

آمد از حضرت ندا کاے مردِکار
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!

حسنِ ظن[2] ست و اُمیدے خوش ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے، اور اچھی امید

ہر زماں کہ قصد خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا

من دراں دم وادہم چشمت ترا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

جست از خواب آں عجائب را بدید
یہ نیند سے اٹھا، اور عجائب دیکھے

گشت بے صبر و از و آں حال جُست
بے صبر ہو گیا، اور ان سے اس حال کی جستجو کی

چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

دست را بر حرفِ آں بنہادہٗ
ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

کہ نظر بر حرف داری مستند
کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

ایں عجب داری تو از صنع خدا
تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

بر قرأت من حریصم ہمچو جاں
مجھے تو قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے، پڑھتے وقت

کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

اے بہر رنجے بما اُمیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

کہ ترا گوید بہر دم بر تر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر

یا ز مصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا

تا فروخوانی معظم جوہرا
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہرا

---

[1] کہ زمصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیتوں پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔
زجہل تن جدا۔ یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔ مردکار۔ باعمل انسان۔

[2] حسن ظن۔ حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ یعنی "میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے" اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی برا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔ معظم جوہرا۔ اس سے بعض صاحبان نے ان نابینا کی ذات مراد لی ہے بعض نے اس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآن کریم مراد لیا ہے۔

Marfat.com

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں
واکشایم مصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشد غافل زکار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے
آں گرامی بادشاہِ کردگار[1]
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ، میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے
در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لیے ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے
ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دے دیتا ہے
درمیانِ ماتمے[2] سورے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شلِ بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے لنجے کو، ہاتھ دے دیتا ہے
کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے

لا نُسَلِّم و اعتراض از ما برفت
"ہم نہیں مانتے ہیں" کہنا اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے
چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

چونکہ[3] بے آتش مرا گرمی رسد
جب بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے
راضیم گر آتشِ ما را کُشد
میں راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے
اینچنیں کوریست چشمِ روشنے
ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے
گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

صفتِ بعض اولیاء کہ راضی اند باحکامِ الٰہی و لابہ نکنند بخدائے تعالیٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا لے

---

[1] کردگار۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرما دیتا ہے خواہ وہ تمہاری منشاء کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اس شعر میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عوض کا اس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔

[2] ماتم۔ مجلس غم۔ سور۔ محفل شادی۔ دلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔ لانسلم۔ یہ جملہ عموماً بحث میں فریق ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گمشدہ۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

[3] چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشم روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

بشنو[1] اکنوں قصۂ آں رہرواں
اب ان راہنماؤں کا قصہ سن

کہ ندارند اعتراضے در جہاں
جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند
دعا کرنے والے، اولیا میں سے دوسرے ہیں

گہ ہمی دوزند و گاہے می درند
جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم ز اولیا
میں اولیا میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں

کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا
جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ[2] آں کرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے

جستن دفعِ قضا شاں شد حرام
قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں

کفر شاں آید طلب کردن خلاص
خلاصی چاہنا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

حسنِ ظنے بر دلِ ایشاں کشود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے

کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود
کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بود
جو ان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے

آبِ حیواں گردد ار آتش بود
اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے

سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود
ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد
ان کے لیے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے

از چہ باشد ایں ز حسنِ ظنّ خود
یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے ہوتا ہے

کفر باشد نزدشاں کردن دعا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے

کاے اللہ از ما بگرداں ایں قضا
کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ[3] بہلولؒ آں درویش ولی را

(حضرت) بہلولؒ کا اس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلول آں یکے درویش را
(حضرت) بہلولؒ نے اس ایک درویش سے کہا

چونی اے درویش واقف کن مرا
اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

---

1. بشنو۔ اب تک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیا تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حالت مغلوب الحال اولیا کی ہوتی ہے ورنہ انبیاء دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا رہتے ہوئے دعا کی جائے۔
2. رام۔ معمول۔ در قضا۔ مصائب کو مرضی خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں۔ ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ "معشوق کی مار کشمش ہے" ان کا معمول ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آب حیواں۔ یعنی ہر تکلیف ان کے لیے باعث راحت بن جاتی ہے۔ نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر چہ از دوست می رسد خوب است "دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔
3. سوال کردن۔ حضرت بہلول نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاء خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

Marfat.com

گفت[1] چوں باشد کسیکہ جاوداں
اس نے کہا، وہ شخص کیسا ہو گا، کہ ہمیشہ

بر مرادِ او رود کارِ جہاں
جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جوہا بر مرادِ او روند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں

اختراں زاں ساں کہ او خواہد شوند
ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ او
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں

بر مرادِ او روانہ کو بہ کو
جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ رواں ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت
وہ جہاں چاہیے تعزیت کو روانہ کرے

ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ راہ ہم بر گامِ او
راہ کے سالک بھی اس کے نقش قدم پر ہوں

ماندگاں از راہ ہم در دامِ او
راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

ہیچ[2] دندانے نہ خندد در جہاں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے

بے رضا و امر آں فرماں رواں
اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

بے رضائے او میفتد ہیچ برگ
اس کی منشا کے بغیر کوئی پتہ نہ جھڑے

بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مرادِ او نجنبد ہیچ رگ
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے

در جہاں زاوجِ ثریا تا سمک
دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں
(حضرت) بہلولؒ نے کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی

در فرو سیمائے تو پیداست ایں
آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

این و صد چندینی اے صادق و لیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سیکڑوں گنا ہیں لیکن

شرح گو ایں رابیاں کن نیک نیک
اس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول[3]
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل

از دل و از جاں کند او را قبول
اس کو دل و جان سے قبول کر لے

آنچنانش شرح کن اندر کلام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے

کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام
کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

ناطقِ کامل چو خواں باشے بود
کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے

بر سرِ خوانش ز ہر آشے بود
اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

---

[1] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشا کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اس کی منشا کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت و حیات اس کی مراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔ سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر تو اس کے نقش قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔

[2] ہیچ۔ ہر شخص کی خوشی اس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اس کے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلول نے کہا جو کچھ آپ کہنے والے ہیں، وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھائیے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

[3] مردِ فضول۔ نا قابل۔ ناطقِ کامل۔ اچھے مقرر کا کمال ہوتا ہے کہ اس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اٹھاتے ہیں پھر قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔

Marfat.com

تا نماند ہیچ مہماں بینوا

تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے

ہمچو قرآں گو بمعنی ہفت[1] توست

جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے

گفت ایں بارے یقیں شد پیشِ عام

انہوں نے کہا، یہ تو اب سب کو یقیں ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت

درخت سے کوئی پتہ نہیں جھڑتا

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو

لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست

میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرۂ

کوئی ذرہ، زمینوں اور آسمانوں میں

جز بفرمانِ قدیم نافذش

بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے

کہ اشمرد[3] برگِ درختاں را تمام

درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟

ایں قدر بشنو کہ چوں کلیِ کار

اتنا سن لے، کہ جب تمام کام

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد

جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا

بے تکلف نے پے مزد و ثواب

بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لیے

ہر کسے یابد غذائے خود جدا

ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

خاص راو عام را مطعم دروست

اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام

کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

بے قضا و حکمِ آں سلطان تخت

بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

تانگوید لقمہ را حق کادْخلُوْ

جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے "داخل ہو جا"

جنبشِ آں رام[2] امرِ آں غنی ست

اُس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

پر نجنباند نگردد پرۂ

پر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

شرح نتواں کردو جلدی نیست خویش

(جس کی) شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں ہے

بے نہایت کے شود در نطق رام

لا محدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

مینگردد جز بامرِ کردگار

بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

حکمِ او را بندۂ خواہندہ شد

بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بلکہ طبعِ او بداں شد مستطاب

بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

[1] ہفت۔ ممکن ہے مولانا نے اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ' کے یہ معنی لیے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں۔ گفت۔ ان ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں۔ دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور فعل اس کی مراد بن جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[2] رام۔ فرمانبردار۔ سلطان تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے۔ جلدی۔ بہادری، ہمت۔ کہ اشمرد۔ درختوں کے پتے جو متناہی ان کی شمار نا ممکن ہے تو غیر متناہی ہیں کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلوب بن گئے ہیں۔ بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے۔ اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے مد نظر نہیں ہے۔

Marfat.com

زندگیؔ خود نخواہد بہرِ خود
وہ اپنی زندگی میں خاطر نہیں چاہتا
بلکہ خواہد از پئے حکمِ اَحد
بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر کجاؔ امرِ قدم را مَسلکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے
زندگی و مُردگی پیشش یکے ست
اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہرِ یزداں می زید نے بہرِ گنج
وہ خدا کے لیے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لیے
بہرِ یزداں میمرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لیے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہستؔ ایمانش برائے خواہِ او
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لیے ہے
نے برائے جنت و اشجار و جو
نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لیے

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لیے ہے
نے زبیمِ آنکہ در آتش رود
نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد زاصل آں خویِ او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے
بے ریاضت نے بجست و جویِ او
بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے
ہمچوؔ حلوا و شکر او را قضا
اللہ کا حکم، اس کے لیے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ ؔ کش خوی و خلقت ایں بود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو
نے جہاں بر امر و فرمانش رود
کیا جہان اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پسؔ چرا لابہ کند او یا دعا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟
کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگِ او و مرگِ فرزندانِ او
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت
بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلو
اللہ کے لیے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

نزعِ فرزنداں برِ آں با وفا
اس وفادار کے لیے اولاد کا نزع
چوں قطائفؔ پیشِ شیخِ بینوا
(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لیے پھل

پس چرا گوید دعا. اِلَّا مگر
تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر
درؔ دعا بیند رضائے دادگر
وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھ لے

زندگی: اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لیے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لیے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاءِ مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسے مرغوب ہوتا ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

بندہ کش۔ جب احکامِ خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائے گا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔ قطائف۔ چنے ہوئے پھل۔ پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اس کی مرضی کے مطابق ہوں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

Marfat.com

آں شفاعت[1] واں دعا نز رحمِ خود
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لیے نہیں

رحمِ خود را او ہماں دم سوختست
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے

می کند آں بندۂ صاحب رشد
کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

کہ چراغِ عشقِ حق افروختست
جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ او عشق است و او
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس کے

سوخت مر اوصافِ خود را مو بمو
اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے

چوں دقوقی کو دریں دولت نتاخت
جیسا کہ دقوقی، جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصۂ دقوقی و کراماتش
دقوقی اور ان کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ
دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے

عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
عاشق، اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں[2] می شد چومہ بر آسماں
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر

شب رواں را گشتہ زو روشن رواں
تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

در مقامے مسکنے کم ساختے
وہ ایک جگہ کم ٹھہرتے

کم دو روز اندر دہے انداختے
ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت دریک خانہ گر باشم دو روز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا

عشقِ آں مسکن کند درمن فروز
اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

عِزَّةُ الْمَسْكَنْ[3] اُحَاذِرُهَا اَنَا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں

اِنْقِلِيْ يَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا[3]
اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِيْ بِالْمَكَان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بنا رہا ہوں

کَیْ يَكُوْنُ خَالِصًا فِي الْاِمْتِحَان
تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

روز اندر سیر بُد شب در نماز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں

چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز
آنکھ شاہ کے دیدار میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح تھے

---

1. آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لیے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لیے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اس نے عشق خداوندی کا دم بھرا تھا۔ دوزخ۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔ ہر طروقی۔ اس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کے لیے ہو اپنی ذاتی غرض کے لیے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ بر زمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔ در مقامے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے ان کو محبت پیدا نہ ہو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔
2. عزۃ المسکن۔ انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔
3. عنا۔ مشقت، تکلیف۔ فی الامتحان۔ یعنی آزمائش کے وقت قلب میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہو۔ چشم۔ ان کے مدنظر ذات باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرار الٰہی کا شکار کرتے تھے۔

Marfat.com

منقطع¹ از خلق نے از بدخوئی — منفرد از مرد و زن نے از دوئی

مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں — مرد و زن سے اکیلے تھے، مغایرت کی وجہ سے نہیں

مشفقے بر خلق و نافع ہمچو آب — خود شفیعے و بد دعائش مستجاب

مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے) — وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

نیک و بد را مہربان و مستقر — بہتر از مادر شہی تر از پدر

بھلے اور برے کے لیے مہربان اور ٹھکانا (تھے) — ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب تھے

گفت پیغمبرؐ شما را اے جہاں — چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے سردارو! — میں (تمہارے لیے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان ہوں

زاں سبب کہ جملہ اجزائے² مید — جزو را از کل چرا بری کنید

کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو — جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

جزو از کل قطع شد بیکار شد — عضو از تن قطع شد مردار شد

جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا — عضو بدن سے کٹا، تو مردہ ہو گیا

تانہ پیوندد بہ کل بارِ دگر — مردہ باشد نبودش از جاں خبر

جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے — مردہ رہتا ہے، اس کو جاں کا پتا نہیں رہتا

ورنجبد نیست آں را خود سند — عضوِ نو ببریدہ ہم جنبش کند

اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ زندگی کی دلیل نہیں ہے — نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ ایں کل گر برد یکسو رود — ایں نہ آں کلّ ست کو ناقص شود

اس کل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے — یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ³ او نیاید در مقال — چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال

اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا — مثال کے لیے ایک ناقص بات کہہ دی گئی ہے

مر علیؓ را بر مثالِ شیر خواند — شیر مثلِ او نباشد گرچہ راند

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو شیر کی مانند کہا — شیر ان جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

---

1. منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لیے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ بدمزاج تھے نہ ان میں لوگوں سے مغایرت تھی۔ مشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔ گفت۔ چونکہ وہ پیغمبر ﷺ کے پیرو تھے اور پیغمبر ﷺ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔

2. جملہ اجزاء۔ چونکہ امت کی حیات اور بقا نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو، کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مردار ہو جاتا ہے۔ ورنجبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اس میں نظر آئیں تو اس کو حیات نہ سمجھو اس کی وہ حرکات مذبوحی ہیں جانور کا عضو کٹ کر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔ جزوِ ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اس کے جدا ہونے سے کوئی نقص پیدا نہ ہوگا۔

3. قطع و وصل۔ نبی سے جڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مر علیؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی ان کو شیر کی شکل قرار دیا گیا ہے لیکن ان میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ کے کل اور امتیوں کے اجزا ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل فرقِ آں براں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ
جانبِ قصہ دقوقیؒ اے جواں
اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امامِ خلق بود
وہ (دقوقیؒ) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے
گوئے تقویٰ از فرشتہ میربود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا
ہم ز دینداریِ او دیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

با چنیں تقویٰ و اوراد و قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے
طالب خاصانِ حق بودے مدام
وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] معظم مُرادش آں بدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی
کہ دمے بر بندۂ خاصی زدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے
کن قرینِ خاصگانم اے اللہ
اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یا رب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے
بندہ و بستہ میاں چوں محملم
(ان کے لیے) میں غلام کربستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک!
بر منِ محجوب شاں کن مہرباں
ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں
دربار (خداوندی) اُن سے کہتا اے صدر اعظم!
ایں چہ عشق ست و چہ استسقاست ایں
یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ من[3] داری چہ می جوئی دگر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟
چوں خدا با تست چوں جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے، انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

او بگفتے یا رب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!
تو کشودی در دلم راہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

---

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی امام وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سیر۔ یعنی سیر الی اللہ۔ ہم زدینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافل نماز۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقی ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یارب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا ان کا تو میں خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور ان کی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت ان کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[3] مہر من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہ نیاز۔ یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے ان بزرگوں کے لیے نیازمندی۔

Marfat.com

درمیانِ بحرِ[1] اگر بنشستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں
طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام
گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست
(حضرت) داؤد علیہ السلام کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں
طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ
تیرے عشق میں لالچ اور فخر اور مرتبہ ہے
حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے غیر میں لالچ، ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے
و آنِ حیزاں ننگ و بد کیشی بود
ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں[2] از رہِ پیشی بود
مردوں کی حرص آگے کے راستے سے ہوتی ہے
در مخنث حرص سوئے پس رود
ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے
واں دگر حرص افتضاح و سردی ست
دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

آہ سرّے ہست اینجا بس نہاں
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے
کہ سوئے خضرے شود موسیٰؑ رواں
کہ (حضرت) موسیٰ (حضرت) خضر علیہ السلام کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

ہمچو مستسقی[3] کز آبش سیر نیست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی
بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست
خدا کی قسم، جو تو نے حاصل کر لیا ہے، اس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نوتر رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی
آں یکے بالا تر از وے در رسد
اس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے
صدر را بگذار صدرِ تست راہ
صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سِرِّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوت و قربت

قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا راز

---

[1] بحر۔ یعنی ذات باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔ داؤد۔ غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں پھر بھی ان کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انہوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرمادیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی۔ یعنی جو راہِ سلوک کے مرد ہیں، ان کی حرص مقامات میں ترقی کے لیے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص برے افعال کی طرف ہوتی ہے۔

[2] مرداں۔ راہِ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی۔ آہ۔ حضرت وقوقی کی دوسرے اولیا سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تمنا کی اور ان کی ملاقات کے لیے سرگرداں بنے۔

[3] مستسقی۔ استسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیر الی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں جو مقام بھی حاصل ہو اس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہیے۔ صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے۔ وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔

Marfat.com

از کلیم حق بیاموز اے کریم — ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم[1]

اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے — آگاہ! کلیم علیہ السلام شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری — طالبِ خضرم ز خود بینی بری

ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے — میں خضر علیہ السلام کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

موسیا تو قومِ خود را ہشتۂ — در پے نیکو پے سرگشتۂ

اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے — ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

کیقبادی رستہ از خوف و رجا — چند گردی چند جوئی تا کجا

تم شاد ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے، کب تک جستجو کرو گے، کہاں تک؟

آنِ تو باتست و تو واقف بریں — آسمانا چند پیمائی زمیں

تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰ ایں ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ[2] را رہ کم زنید

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو — سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من — تا شوم مصحوبِ سلطانِ زمن

میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تا کہ شاہِ زمانہ کا ساتھی ہوں

اِجْعَلُ الْخِضَرَ لِاَمْرِیْ سَبَبًا — ذَاکَ اَوْ اَمْضِیْ وَ اَسْرِیْ حُقُبًا

میں (حضرت) خضر علیہ السلام کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو، یا ایک عرصۂ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرّم بہ پرّ و بالہا — سالہا چہ بود ہزاراں سالہا

میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا — (چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم یعنی نمی ارزد بداں — عشقِ جاناں کم مداں از عشقِ ناں

میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں دقوقی باز گو

اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — ان دقوقی کی بات پھر بتا

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

---

1. کلیم۔ بات کرنے والا، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر بغیر واسطہ حضرتِ حق نے گفتگو کی اس لیے ان کا لقب کلیم اللہ پڑ گیا۔ موسیا۔ حضرت موسیٰ جبکہ حضرت خضر کی تلاش میں چلے تو ان کی قوم نے یہ باتیں ان سے کہیں۔ نیکو پے۔ یعنی حضرت خضر۔ خوف و رجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قربِ الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے۔ آسمانا۔ یعنی اے موسیٰ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔
2. آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضر کی ملاقات قِرانُ السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔
3. حقبا۔ زمانہ دراز۔ می روم۔ یعنی جستجو کی یہ مشقت اس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لیے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔

Marfat.com

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے
گفت سَافَرْتُ مُدًی فِیْ خَافِقَیہ[1]
فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا
بیخبر از راہ و حیراں در اِلٰہ
راستہ سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں
زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
کیونکہ میں محو، اور بیخود اور حیران تھا

تو مبیں ایں پایہا را بر زمیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ
زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
کیونکہ، عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دور کو
دل چہ داند[2] کوست مستِ دلنواز
دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں
رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا
نے بگامے بود منزل نے بنقل
یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ نقل ہونے سے

سیرِ جاں[3] بیچوں بود دور و دیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے
جسم ما از جاں بیاموزید سیر
ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے
لیک سیرِ جسم باشد بر علن
ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ جسمانہ رہا کرد اوکنوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب
میرود بیچوں نہاں در شکل چوں
پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار
(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا
تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
تاکہ کسی انسان میں، یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں
آفتابے درج اندر ذرّۂ
سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

---

[1] خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیر۔ تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

[2] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر۔ جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں حرکت ہوتی ہے نہ دوری منزل کا تصور آتا ہے۔ جسم ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض ان پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔

[3] سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔ سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکل جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسم انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔

Marfat.com

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل

ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام[1]
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا
بود بے گہ گشتہ روز و وقت شام
دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ۔ چہ دیدم گویمت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں
تابدانی سِرِّ آں افزویمت
تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں
اندراں ساحل شتابیدم بداں
ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہریکے شمعے ازاں
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ
برشدہ خوش تا عنانِ آسماں
آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی
موجِ حیرت عقل را از سرگذشت
حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں چگونہ شمعہا افروختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟
کہ دو دیدۂ خلق زینہا دوختہ است
کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں ان سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی
پیشِ آں شمعے کہ برمہ می فزود
ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی
بندشاں میکرد یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[2]
ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع

ان سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم کہ شد آں ہفت یک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں
می شگافد نورِ او جیبِ فلک
اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر ہفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی
مستی و حیرانیِ من زفت شد
میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میانِ شمعہا
شمعوں میں وہ جوڑ تھا
کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

آنکہ یک دیدن کند ادراکِ آں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے
سالہا نتواں نمودن از زباں
زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

---

1. گام۔قدم۔عناں۔فضا۔کایں چگونہ۔ دراصل وہ سات شمعیں ان سات اولیا کا نور تھا جس کو صاحب باطن ہی دیکھ سکتا تھا۔عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔
2. یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی ذات خداوندی۔ جیب۔ گریبان۔ اتصالاتے۔ ان شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ آنکہ۔ ان کا یہ باہمی اتصال محض دیدنی ہے، بیان نہیں کیا جاسکتا۔

Marfat.com

آنکہ یکدم[1] بیندش ادراک و ہوش
جس کو علم و ہوش میں ایک دم دیکھ لیتا ہے
سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو الیک
چونکہ یہ بات لا محدود ہے، جا پرے ہٹ
زانکہ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً مَّا عَلَیْک
اس لیے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لیے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں
تاچہ چیزست از نشانِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیہوش و بیخویش و خراب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا
تا بیفتادم ز تعجیب و شتاب
یہاں تک میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں
اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

باز[2] باہوش آمدم برخاستم
پھر میں ہوش میں آیا، اٹھا
در روش گوئی نہ سرنے پاستم
رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودنِ آں شمعہا در نظر آں شیخ ہفت مرد

ان شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے
نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
ان کا نور، نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز دُرد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا
از صلابت[3] نورہا را می سترد
شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

باز حیراں گشتم اندر صنعِ ربّ
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا
کانچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا اور کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں
تاچہ حال ست اینکہ میگردد سرم
کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے!

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت

ان شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہریک مرد شد شکلِ درخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا
چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

---

[1] یک دم۔ علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لا احصی۔ ان بزرگوں کا یہ نور تجلیات رب تھیں ان کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل۔ عجلت۔

[2] باز۔ یعنی ہوش میں آ کر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد۔ نیلا یعنی آسمان۔ درد۔ گدلا۔

[3] از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اس کے بالمقابل ہیچ تھے۔ باز حیراں۔ میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم۔ یعنی ان درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لیے ایک نعمت تھی۔

Marfat.com

زانہی[1] برگ پیدا نیست شاخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی

برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے

سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخِ ہریک رفتہ در قعرِ زمیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی

زیرِ تراز گاو و ماہی بُد یقیں
جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں[2] از شاخِ خنداں روئے تر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور تر و تازہ تھی

عقل ازاں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

میوہ کہ برشگافیدے ز زور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا

ہمچو آب از میوہ جستے برقِ نور
پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے ٹپکتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق

ان درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گذرتے

صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

ز آرزوئے سایہ جاں می باختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے

از گلیمے سایباں می ساختند
کمبلوں کے سایبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے

صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

ختم کردہ قہرِ حق بر دیدہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی

کہ نہ بیند ماہ۔ را بیند سُہا[3]
کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرہ را بیند و خورشید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں

لیک از لطف و کرم نومید نے
لیکن لطف اور کرم سے نا امید بھی نہیں

---

1. زانہی۔ پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ پتے ان میں چھپ گئے تھے۔ سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا۔ یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی۔ مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرما دیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔
2. بیخ شاں۔ جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن ان درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔ میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گزر رہے تھے لیکن وہ ان درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ ز آرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔ ختم کردہ۔ ان لوگوں کے ان درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نگاہوں پر مہریں لگا دی تھیں۔
3. سُہا۔ بنات النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منور چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیا سے ملنے کی جد و جہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔

Marfat.com

کاروانہا بے نوا ویں میوہا — پختہ میریزد چہ سحرست اے خدا

قافلے مفلس، اور یہ پھل — پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب بوسیدہ¹ ہمی چیدند خلق — درہم افتادہ بہ یغما خشک حلق

لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے — لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت ہر برگ و شگوفہ آں غصون — دمبدم یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی — ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سوئے ہر درخت — سوئے ما آئید خلقِ شور بخت

ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی — بد بخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر — چشم شاں بستیم کَلَّا لَا وَزَر

درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی — ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں، ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں زیں سو روید — تا ازیں اشجار مستسعد شوید

اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ — تاکہ تم ان درختوں سے متمتع ہو

جملہ میگفتند کایں مسکین مست — از قضاء اللہ دیوانہ شدست

سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش — اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

مغزِ ایں مسکیں ز سودائے دراز — وز ریاضت² گشتہ فاسد چوں پیاز

اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے — اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

او عجب می ماند یا رب حال چیست — خلق را ایں پردہ و اضلال چیست

وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ — لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں باصد رائے و عقل — یک قدم آں سو نمی آرند نقل

مختلف قسم کے لوگ سیکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے — اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان³ و زیرکاں شاں ز اتفاق — گشتہ منکر ز آنچنیں باغے و عاق

ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق — ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ — دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ

یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں — شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

---

¹ سیب بوسیدہ۔ یعنی علوم و اسرار خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریباں ہیں۔ گفت۔ اس نور کا ہر حصہ اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اس کو پہچان لے اور اس کے ذریعہ راہِ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ ان کو دعوت نہ دے۔ ان کی آنکھوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ ان کے لیے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مستسعد۔ سعادت حاصل کرنے والا۔ جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔

² ریاضت۔ چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کیے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آ گئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔

³ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔ یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہوتے لگتے ہیں۔

Marfat.com

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من — خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں — دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض) ہے

خواب چہ[1] بود بر درختاں میروم — میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے؟ میں درختوں پر گھوم رہا ہوں — میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں — کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں — کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

با کمالِ احتیاج و افتقار — ز آرزوئے نیم غورہ جاں سپار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود — ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق[2] و حرصِ یک برگِ درخت — میزنند۔ ایں بے نوایاں آہِ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں — یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار — ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے — یہ لوگ لاکھوں لاکھ

باز میگویم عجب من بیخودم — دست در شاخ خیالی در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں — ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

ہیں بخواں اِسْتَیْاَسَ الرُّسُل اے عمو — تا یَظُنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا
ہاں اے چچا! اِسْتَیْاَسَ الرُّسُل پڑھ — ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب — ایں بود کہ خویش بیند محتجب[3]
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا — یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

در گماں افتاد جانِ انبیاء — ز اتفاقِ منکریِ اشقیا
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی — بد بخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

جآءَ ھُمْ بَعْدَ التَّشَکُّکِ نَصْرُنَا — ترکِ شاں گو بر درختِ جاں بر آ
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی — ان کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

---

[1] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار، تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[2] ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔ ہیں۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَ ھُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کُذِبُوْا میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے۔ وہ اس لفظ کو کُذِّبُوْا دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں، اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوْا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ان رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ ان سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔

[3] محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔ ترکِ شاں۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے قطع نظر کرلے اور خود ان غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔

Marfat.com

میخور و مے دہ بداں کش روزی ست
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے
ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی[1] ست
ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق گویاں اے عجب ایں بانگ چیست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟
چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

کیج گشتیم از دمِ سودائیاں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے
کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے
یا بیابانیست یا مشکل رہیست
یا تو جنگل ہے، یا دشوار گزار راستہ ہے

اے عجب[2] چندیں دراز ایں ماجرا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ
چوں بود بیہودہٗ و ہزل و خطا
بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے
اینچنیں مہرے چرا زدِ صنع رب
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

زیں تنازعہا محمدؐ در عجب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمد ﷺ تعجب میں تھے
در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابو لہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب[3] تا آں عجب فرقیست ژرف
اس تعجب اور اُس تعجب میں گہرا فرق ہے
تاچہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقیؒ تیز چلا خبردار! چپ ہو جا
چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدنِ آں ہفت درخت در نظرِ او
ان کی نگاہ میں ان سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقیؒ نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا
باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

---

[1] سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب وغرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل۔ یہ شخص کیوں ان کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ کیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہ۔ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔

[2] اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق، غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں، اللہ نے ان کے مہر لگا دی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں، نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ زیں تنازعہا۔ اسی قسم کے جھگڑے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف ان کے انکار پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوتا تھا، دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔

[3] ایں عجب۔ یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب ان دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔

Marfat.com

هفت[1] می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہے
میرا بھی حیرت سے، عجب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (وسامان) کیے ہوئے

یک درخت از پیش باتندِ امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پسِ او در قیام
دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

آں قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زماں
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت وَ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدَان
فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو[2] نے میاں
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے

آمد الہامِ خدا کاے بافروز
خدا کا الہام آیا، کہ اے پُرنورا

ایں عجب داری زکارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

هفت مرد شدنِ آں هفت درخت

ان سات درختوں کا سات مرد بن جانا

بعد دیرے[3] گشت آنہا هفت مرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے

جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد
اللہ احد کے لیے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں هفت ارسلاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)

تا کیانند و چہ دارند از جہاں
کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من زراہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا

کردم ایشاں را سلام از انتباہ
ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا

اے دقوقیؒ مفخر و تاجِ کرام
اے دقوقیؒ بزرگوں کے لیے باعثِ فخر اور تاج

---

[1] هفت۔ ان سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لیے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اس کیفیت کے بعد ان سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور ان میں سے ایک امام بن گیا۔ آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَان یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت پر اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔

[2] نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے۔ ان درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہوسکیں نہ زانو ہے کہ اس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

[3] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلاں۔ شیر۔ چہ دارند۔ یعنی ان کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

Marfat.com

گفتم آخر چوں مرا بشناختند[1]
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟

پیش ازیں بر من نظر نینداختند
اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا

از ضمیرِ من بدانستند زود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے

یک دگر را بنگریدند از فرود
نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!

چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بردلے کورا تحیر با خداست
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے

کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست
دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم از سوئے حقائق بشگفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو

چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید
رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی

آں شہاں در حال گفتندم جواب
ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی
کہا اگر ولی سے، کوئی نام غائب ہو

آں ز استغراق[2] داں نز جاہلی
تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند مارا آرزو
اس کے بعد انہوں نے کہا، ہماری تمنا

ہست بر تو اقتدا اے خوبرو
تیری اقتدا کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من
میں نے کہا، ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں

مشکلاتے دارم از دورِ زمن
زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

تا شود[3] آں حل بہ صحبتہائے پاک
تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں

کہ بہ صحبت روید انگورے زخاک
کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

دانۂ پُر مغز باخاکِ دژم
پر مغز دانہ نے، افسردہ مٹی کو

خلوتی و صحبتی کرد از کرم
کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

خویشتن در خاک کلی محو کرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا

تانماندش رنگ و بو و سرخ و زرد
حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

---

[1] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود۔ یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بردلے۔ جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا تھا اس پر سب مخفی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ گفتم۔ میں نے ان بزرگوں سے کہا کہ اولیا کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف ان کا ادراک کرتے ہیں، رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ ان کو اس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام وقتی کیسے جان لیا۔

[2] آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لیے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ان کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کر لینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتدا۔ نماز میں مقتدی بننا۔

[3] تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر ابھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا۔

Marfat.com

از پسِ آں محو قبضِ[1] او نماند — بر کشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا — کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ خویش چوں بیخویش شد — رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا — صورت ختم ہو گئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست — تفتِ دل از سر چنیں کردن بخاست
انہوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو — اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبےٰ — چوں مراقب گشتم و از خود جدا
تھوڑی دیر کے لیے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ — جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

ہمدراں ساعت ز ساعت رست جاں — زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
اسی وقت روح، زمانہ سے آزاد ہو گئی — کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستست — رست از تلوین کہ از ساعت برَست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوتے ہیں — جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیرات سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا — تاز چونی[2] وارہی و از چرا
اَے دل تھوڑی دیر کے لیے زمانہ سے باہر ہو جا — تاکہ تو چون و چرا سے نجات پا لے

چوں ز ساعت ساعتے سا بیروں شوی — چوں نماند محرمِ بیچوں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لیے زمانہ سے باہر ہو جائے گا — چوں ختم ہو جائے گی، تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست — زانکہ آں سو جز تحیر راہ نیست
زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے — کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کو) راستہ نہیں ہے

ہر نفر[3] را ہر طویلہ خاصِ او — بستہ اند اندر جہانِ جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر — تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

منتصب بر ہر طویلہ رائضے — جز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد — در طویلہ دیگراں سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں جا گھسے

---

1. قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔ پیشِ اصل۔ یعنی دانہ نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں۔ یعنی انہوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔ جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔
2. تاز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بن جاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذاتِ باری کی طرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔
3. ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے۔ موکلانِ غیب مقرر ہیں کہ اس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل، یہاں مقام خاص مراد ہے۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض۔ نافرمان سرکش۔

Marfat.com

در زمان آخر چیاں[1] چست و خوش — گوشۂ افسارِ او گیرند وکش

فوراً چست، اور ہوشیار سائیس — اس کی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اختیارت را بہ بیں بے اختیار

اے اکھڑ! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے — اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کنی و دست و پا — بر کشادستت چرا حبسی چرا

تو ایک چیز اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں — کھلے ہوئے ہیں، تو رکا ہوا کیوں ہے؟

روئے در انکارِ حافظ بردہٗ — نامِ تہدیدات[2] نفسش کردہٗ

تو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے — اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی "امامت" کے لیے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز رَو — ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو

ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ — خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا، آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار — تا مزیّن گردد از تو روزگار

اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر — تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امامِ چشمِ روشن در صلوٰۃ — چشمِ روشن می باید پیشوات

اے نماز میں روشن چشم والے، امام — تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را

اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے — اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ — چشمِ روشن[3] بہ دگر باشد سفیہ

(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو — روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

کور را پرہیز نبود از قذر — چشم باشد اصل پرہیز و حذر

اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے — بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

او پلیدی را نہ بیند در عبور — ہیچ مومن را مبادا چشم کور

وہ گذرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے — خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کوریِ باطن بود کانِ شرور — زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور

باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے — کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

[1] آخر چیاں۔ آخرچی، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اس نگہبانِ غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اس کے وجود کو اس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لیے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے۔ اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھلی ہوئی ہے اور امامت کے لیے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

[3] چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔ عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔

کورِ ظاہر[1] در نجاست ظاہرست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے

کورِ باطن در نجاساتِ سِرَست
باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاستِ ظاہر از آبے رَوَد
یہ ظاہری نجاست، پانی سے دور ہو جاتی ہے

واں نجاستِ باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست، بڑھتی رہتی ہے

جز بآبِ چشم نتواں شُستن آں
اُس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا

چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خوانده است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے

ایں نجاست نیست بر ظاہر درا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر ملوث نیست زیں
کافر کا ظاہر، اس سے ملوث نہیں ہے

آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بوئیش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو، بیس قدم سے آتی ہے

واں نجاست بوئیش از رے تابشام
اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

بلکہ[2] بوئیش آسمانہا بر رَوَد
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے

بر دماغ حور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ میگویم بقدرِ فہمِ تست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے

مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے

چوں سبو بشکست ریزد آب زو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو[3] را پنج سوراخست ژرف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں

اندروں نے آب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

امر غُضُّوْا غُضَّۃً اَبْصَارُکُم
تو نے ''اپنی نگاہوں کو پست رکھو'' کا حکم

ہم شنیدی راست ننہادی تو سم
بھی سنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

---

1. کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔ جز بآبِ چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھودی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس، باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دور تک پھیلتی ہے۔

2. بلکہ۔ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوانؔ۔ داروغہ جنت۔ آنچہ میگویم۔ میں نے جو نکتے بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھ دار ملے گا تو تفصیل بیان کروں گا مجھے اس کی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔

3. ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواس خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ بند نہ کیے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہے گا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی، اسی طرح اگر حواس خمسہ کی حفاظت نہ کی جائے گی تو فہم ضائع ہو جائے گی۔ امر غضوا۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ''اے نبی آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔''

Marfat.com

از دہانت[1] نطق فہمت را برد　　گوش چوں ریگ آبِ فہمت را خورد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے　　کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت　　میکشاند آب فہمِ مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ　　تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

گرز دریا آب را بیروں کنی　　بے عوض آں بحر را ہاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے　　بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را　　مدخلِ اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا　　عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں عوضہا واں بدلہا بحر را　　از کجا آید ز بعدِ خرجہا
وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں　　خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند　　ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پانی پیتے ہیں　　ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد　　از کجا دانند اصحاب رشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے　　کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصہہا[2] آغاز کردیم از شتاب　　ماند بے مخلص درونِ ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیے　　اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے ضیاء الحق حسام الدین راد　　کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد
اے عقلمند ضیاء الحق، حسام الدین!　　کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی در جان و دل　　اے دل و جاں از قدومِ تو خجل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے　　تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدحِ قومِ ما مضے　　قصدِ من زانہا تو بودی ز اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں　　تقاضائے (طبع) سے تم ہی اُن سے میرا مقصود تھے

خانۂ خود را شناسد خود دعا　　تو بنامِ ہرکہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے　　تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

---

[1] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنے گا تو فہم برباد ہوگی۔ گرز دریا۔ اولیا کے حواسِ خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھناؤ ہوتا ہے لیکن وہ اس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ اولیا کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ کاں عوضہا۔ بڑے دریاؤں کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے۔ ابرہا۔ بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں، سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر ابر بنتا ہے۔

[2] قصہہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیے۔ اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارہویں شعر کے آخری مصرع بر نویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادرِ زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہے۔ اقتضاء۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضا یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔

بہرِ کتمانِ[1] مدیح از نا محل
تعریف کو نا اہل سے چھپانے کے لیے
حق نہادست ایں حکایات و مثل
اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے
لیک پذیرد خدا جُہدِ المُقِل
لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے
کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مُرغ و ماہی داند آں اِبہام را
اس اجمال کو پرندہ اور مچھلی سمجھتے ہیں
کہ سُتودم مجمل ایں خوش نام را
کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا برو آہِ حسوداں کم وَزَد
تا کہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے
تا خیالش را بدنداں کم گزد
تا کہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود خیالش[2] را کجا یابد حسود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا
در وثاقِ موش طوطی کے غنود
چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ او بود از احتیال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے
موئے ابروے ویست آں نے ہلال
وہ اس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدحِ تو گویم بروں از پنج و ہفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا
بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قومِ غیبی

اس غیبی قوم کی امامت کے لیے دقوقیؒ کا آگے بڑھنا

در تحیات[3] و سلامِ صالحین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں
مدحِ جملہ انبیاء آمد عجین
سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی
کوزہا دریک لگن در ریختہ
پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست
اس لیے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے
کیشہا زیں رُوے جز یک کیش نیست
اس اعتبار سے مذاہب بھی ایک کے علاوہ نہیں ہیں

---

[1] بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کے لیے اس کو کسی مثال کے ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبہ سے کم تر ہیں۔ کسرہ۔ روٹی کا ایک ٹکڑا، ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرما لیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں ان سے مقصود ضیاء الحق ہیں۔ تا برو۔ ضیاء الحق کا نام صراحتاً اس لیے نہیں لیا تا کہ حاسد ان پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ان کے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ احتیال۔ ان حاسدوں کے ذہن میں ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آ جاتا ہے۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس ہفت۔ یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہتا ہے تو اس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

Marfat.com

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود — بر صور¹ و اشخاص عاریّت بود

سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں اور شخصوں کے لیے عارضی ہوتی ہے

مدحہا جز مستحق را کے کنند — لیک بر پنداشت گمرہ می شوند

(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟ — لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے — حائط آں انوار را چوں رابطے

جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے — (اور) دیوار ان نوروں کے لیے واسطہ ہے

لا جرم چوں نور سوئے اصل راند — ضال مہ گم کرد وزِ استائش بماند

لا محالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے — گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یاز چاہے² عکس ماہے وا نمود — سَر بہ چہ می کرد و آں را می ستود

یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا — کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادحِ ما ہست او — گرچہ جہلِ او بعکسش کرد رُو

حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے — اگرچہ اُس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

مدحِ او مہ راست نے آں عکس را — کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا

اس کی تعریف چاند کے لیے ہے، نہ کہ عکس کے لیے — جب معاملہ غلط ہو گیا، کفر ہو گیا

کز شقاوت گشت گمراہ آں دلیر — مہ بہ بالا بود او پنداشت زیر

کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے — چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں³ خلقاں پریشاں میشوند — شہوتے رانده پشیماں میشوند

ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں — شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے رانده است — در حقیقت دور تر وامانده است

کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے — در حقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

با خیالے میلِ تو چوں پر بود — تا بداں پَر بر حقیقت بر شود

خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے — تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرّت بریخت — لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت

جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا — تو لنگڑا ہو گیا اور خیال تجھ سے بھاگ گیا

---

¹ صور۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسبِ فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح ہو جاتی ہیں۔ گمرہ۔ اگر کوئی ان صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی نہ ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔

² یاز چاہے۔ پانی میں جو عکس ہے اس کی تعریف چاند کی تعریف ہے۔ گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اس عکس کی کرے تو اس کی گمراہی ہے۔ کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اس کی بدبختی ہے۔

³ زیں بتاں۔ یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے۔ یعنی عارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔ با خیالے۔ خیالی معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ عشق مجازی حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق کا ایک پر ہے اس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیے۔

Marfat.com

پَر نگہدار و چنیں شہوت مَراں
پَر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر

تا پرِ مَیلت بَرَد سوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

خلق[1] پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

بر خیالے پَرّ خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

وَام دارِ شرحِ ایں نکتہ شدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں

مُہلتم دہ معسرم زاں تن زدم
میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لیے میں خاموش ہو گیا ہوں

باز گشتم زانکہ شد قصہ دراز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہو گیا

وقتِ تنگ و قوم موقوفِ نماز
وقت تنگ ہے، اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ

اس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آں دقوقیؒ در نماز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے

قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اقتدا کردند آں شاہان قطار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی

در پئے آں مقتدائے نامدار
اس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے

ہمچو قرباں[2] از جہاں بیروں شدند
قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں

کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شدیم
کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقت ذبح اللہ اکبر میکنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے

ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی
اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اس بدبخت کا

سر ببر تا وارہد جاں از فنا
سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تن چوں اسماعیل و جاں ہمچوں خلیل
جسم اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح اور روح خلیل (اللہ) کی طرح ہے

کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

---

1. خلق۔ لوگ عشق مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا، برباد کر دیتے ہیں۔ وام۔ اس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتا دی جائے گی۔ معسرم۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم۔ یعنی وہ غیبی قوم بمنزلہ ریشمیں کپڑے کے تھی اور دقوقی اس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ۔ جیسے ہی ان بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے۔

2. ہمچوں قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہہ کر چھری چلا دی جاتی ہے تو وہ اس دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے۔ معنی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربار خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی۔ لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفس امارہ کو ذبح کر ڈالو۔ تن چوں اسماعیل۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بناؤ۔

Marfat.com

گشت کشتہ[1] تن ز شہوتہا و آز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا
شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں
در حساب و در مناجات آمدہ
حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں
بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

حق ہمیگوید چہ آوردی مرا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لیے کیا لایا ہے؟
اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمرِ خود را در چہ پایاں بردہٗ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟
قوت و قوّت[2] در چہ فانی کردہٗ
روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہرِ دیدہ کجا فرسودہٗ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟
پنج حس را در کجا پالودہٗ
پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش گوہرہائے عرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں
خرچ کر دی، چہ خریدی تو ز فرش
تو نے (ان کو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے
من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
وہ میں نے دیے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہم چنیں پیغامہائے دردگیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام
صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در قیام[3] ایں گفتہا دارد رجوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں
و ز خجالت شد دو تا اندر رکوع
شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی
در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
وہ تھوڑی دیر کے لیے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوتِ استادن از خجلت نماند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی
در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

---

[1] گشت کشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مردہ ہو جانا چاہیے اور بسم اللہ کے ذریعے جسم بسمل سر بریدہ ہو جانا چاہیے۔ چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے اور حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوں گے۔ رست خیز۔ قیامت۔ حق ہمی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔

[2] قوت قوّت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواسِ خمسہ دیے، ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیے، ان کو کس کام میں لایا ہے۔

[3] در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا ہے گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

باز فرمان[1] در رسَد بردار سَر ــ از رکوع و پاسخِ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے، سر اٹھا ــ رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع او شرمسار ــ باز اندر رُو فتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے ــ پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر ــ از سجود و وادِہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا ــ سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد او دِگر رہ شرمسار ــ اندر افتد باز در رُو ہچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے ــ پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز گوید سر بر آرد باز گو ــ کہ بخواہم جست از تو مو بمو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے، سر اٹھا اور بتا ــ میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوتِ پا ایستادن نبودش ــ کہ خطابِ ہیبتے بر جاں زدش
اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے ــ کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں ــ حضرتش گوید سخن گو با بیاں
اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے ــ اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمت[2] دادم بگو شکرت چہ بود ــ دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟ ــ میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود ــ شافعے خواہد کہ گوید عذر زود
چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع ــ (اس لیے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کر دے

بیانِ[3] اشارتِ سلام سوئے دستِ راست در قیامت از
اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور

ہیبتِ محاسبۂ حق تعالیٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت خواستن
انبیا سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدستِ راست آرد در سلام ــ سوئے جانِ انبیاء و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے ــ انبیا اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند ــ استعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیا کو سلام کرتا ہے ــ استعانت اور مدد طلب کرنے کے لیے

---

1. باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز گوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اس کو حکم ملتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو اس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔
2. نعمت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔
3. بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیا اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے۔

Marfat.com

یعنی[1] اے شاہان شفاعت کایں لئیم
یعنی اے شاہو! شفاعت نہ کرو، کیونکہ یہ کمینہ

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت
انبیا کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا

مرغِ بیوقتی تو اے بدبخت رو
تو مرغ بے ہنگام ہے، اے بدبخت! چلا جا

رو بگرداند بسوئے دست چپ
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے

ہیں[2] جواب خویش گو با کردگار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد
(جب) نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی

از ہمہ نومید شد مسکیں کیا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں

ہست[3] امیدے کہ عنایت در رسد
(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے

معنیِ تسلیم ایں اے مقتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں

ہر چہ فرمائی تو منقادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں

سخت در گل ماندہ اش پائے و گلیم
اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

چارہ آنجا بود و دست افرازِ زفت
تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں تھا)

ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

در تبارو خویش گویندش کہ خب
خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ بدکار

ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
ہم کون ہوتے ہیں، اے جناب ہمیں معاف کیجئے

جانِ آں بیچارہ دل صد پارہ شد
اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

پس بر آرد ہر دو دست اندر دعا
تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے

اول و آخر توئی و منتہا
اول اور آخر تو ہی ہے اور تو ہی منتہا ہے

گردد او اَیْمَن زِحَبْلٌ مِّنْ مَّسَدْ
وہ مونجھ کی رسی سے محفوظ ہو جائے

تابدانی کایں بخواہد شد یقیں
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

کہ توئی حق ہادی وما مہتدی
کہ اے اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

با قضائے جرم گو شادیم ما
کہہ دے، جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

---

1. یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اس کا مدعا انبیا سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیا اس کو جواب دیں گے کہ وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے۔ رو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔
2. ہیں۔ رشتہ دار بھی اس کو مایوس کر دیتے ہیں۔ نے ازیں سو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر دربار خداوندی میں دست دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔
3. ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو امید پڑتی ہے کہ خدا اس پر رحم کر دے اور اس کی گلوخلاصی ہو جائے۔ معنی تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کے لیے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سر تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔ با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہار رضا کرتا ہے۔

بچہ[1] بیروں آر از بیضۂ نماز سر مزن چوں مرغ بے تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز اندر آں ساحل در آمد در نماز
دقوقیؒ نے امامت شروع کر دی اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پے او در قیام اینت زیبا قوم و برگزیدہ امام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی) زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد چوں شنید از سوئے دریا داد داد[2]
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد فریاد سنا

درمیانِ موج دید او کشتیے در قضا و در بلا و زشتیے
انہوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم آں سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تند بادے ہمچو عزرائیلؑ خاست موجہا آشوفت اندر چپ و راست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ نعرہ و واویلہا بر خاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے کافر، اور بد دین سب مخلص ہو گئے تھے

با خدا[3] با صد تضرع آں زماں عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
اس وقت سیکڑوں عاجزیوں سے خدا سے دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ روئے شاں قبلہ ندید از ہیچ ہیچ
ننگے سر، سجدہ میں، وہ لوگ (بھی) کہ کبھی ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا ایچ پیچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے اس وقت اس میں سیکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

---

[1] بچہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے ان سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ زہے۔ یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔

[2] داد و داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔ کاستہ۔ یعنی دبے بھیچے ہوئے۔ کافر و ملحد۔ مشہور ہے کہ جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا۔ قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مخلص بن جاتے ہیں۔

[3] با خدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بن جاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید۔ جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔

Marfat.com

از ہمہ امید ببریدہ تمام — دوستان و خال و عمّ و باب و مام
اب سب سے امید قطع کر چکے تھے — دوستوں، اور ماموں، اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد و فاسق شد آں دم متقی — ہمچو در ہنگامِ جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار، اس وقت متقی ہو گئے تھے — جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست — حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دعاست
ان کے لیے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے — تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دعا ایشان و در زاری و آہ — بر فلک ز ایشاں شدہ دُودِ سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے — ان کی (آہوں کا) کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بین بین — بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا — پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

مرگ و جسک اے اہلِ انکار و نفاق — عاقبت خواہد بدن ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد — انجام کار، اس کا اتفاق ضرور ہو گا

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص — کہ شوید از بہرِ شہوت دیوِ خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟ — کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خالص شیطان بن جاؤ گے

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر — دست تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن — قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک — ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی، لیکن — اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

راست فرمودست با ما مصطفیٰ — قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفیٰ ﷺ نے سچ فرمایا ہے — جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت — عاقل آں بیند ز اول مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا — عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہا ز آغاز گر غیب ست و سرّ — عاقل اول دید و آخر آن مصر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے — عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مُصر نے آخر میں،

دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہو جاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا۔ حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہو جانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ ان کی آہوں کا کالا سیاہ دھواں۔ دیو۔ بدکار چونکہ شیطان کے پرستار ہیں، جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور ان کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے، توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی مذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان ان کو گھور رہا تھا۔

جسک۔ جیم کے فتحہ کے ساتھ درد، رنج۔ چشم تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔
نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کے لیے ہے۔

راست۔ اس واقعہ سے آنحضور ﷺ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداءِ کار میں کر گزرتا ہے۔ کشتی نشین فساق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے، انچہ دانا کند، کند ناداں۔ لیک بعد از خرابی بسیار۔ مصر۔ اپنی جہالت پر مُصر۔

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں — عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں

اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اس کو آخر میں — عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی[1] واقعہ غیب اے عنود — حزم را سیلاب کے اندر زبود

اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے — (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟

تصوراتِ مردِ حازم

محتاط انسان کے خیالات

حزم چہ بود بدگمانی در جہاں — دمبدم دیدن بلائے ناگہاں

احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی — لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ[2] ناگہاں شیرے رسید — مرد را برَبود و در بیشہ کشید

اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا — اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

او چہ اندیشد دراں بردن ببیں — تو ہماں اندیش اے استادِ دیں

اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر — اے دین کے استاد، تو بھی وہی سوچ

می کشد شیر قضا در بیشہا — جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا

قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق — زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — گویا کہ کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں — گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے اُن پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں[3] از خوفِ غم در عینِ غم — در پئے ہستی فتادہ در عدم

وہ سب غم کے ڈر سے، بعینہ غم میں (مبتلا) ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دعا و شفاعتِ دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کے لیے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں قیامت را بدید — رحم او جوشید و اشکِ او دوید

دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا — ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

---

[1] گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی غیبی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا ہے اور توبہ د استغفار کرتا ہے۔ حزم۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہروقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔

[2] آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اس مثال سے سمجھو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چمٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی سوچ لو۔ می کشد۔ لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیر قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اس قدر اس کے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنے والے خدا سے اس طرح ڈریں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔

[3] جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور محتمل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔ آں قیامت۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال۔

Marfat.com

گفت یا رب منگر اندر فعلِ شاں[1] — دست شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا ان کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحروبر پر ہے

اے کریم و اے رحیم سرمدی — در گذار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بد عقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے بدادہ رایگاں صد چشم و گوش — نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
اے وہ کہ جس نے سیکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیے ہیں — عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا — دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در جریم[2]
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — جرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم — ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

حرمتِ آں کہ دعا آموختی — در چنیں ظلمت چراغ افروختی
اس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے — ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ — جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما — خطا بخش دے اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہم چنیں می رفت بر لفظش دعا — آں زماں چوں مادرانِ باوفا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی — اس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک میرفت ازو و چشمش و آں دعا — بیخود[3] ازوے میبرآمد برسما
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا — بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است — آں دعا زو نیست گفتِ داورست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے — وہ دعا ان کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دعا حق میکند چوں او فناست — آں دعا و آں اجابت از خداست
جبکہ وہ (بیخود مقامِ) فنا میں ہے وہ اللہ فرماتا ہے — وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

---

1. شاں۔ یعنی کشتی میں سوار، گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحروبر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگاں۔ بدعقیدہ۔ اے بدادہ۔ اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرما دیے ہیں۔

2. جریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔ ظلمت۔ یعنی خطا کاری۔ چراغ۔ یعنی دعا کی تعلیم۔ ہم چنیں۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچہ کے لیے دعا کرتی ہے قوقی کی یہی حالت تھی۔

3. بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ ان کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بے خود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فانی اللہ ہے اس لیے وہ دعا اس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

Marfat.com

واسطہ[1] مخلوق نے اندر میاں
اس میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے

مہرباں بے رشوتاں یاریگراں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحّم دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا
مصیبت، زدہ اس قوم کو تلاش کر لے

رَست کشتی[2] از دمِ آں پہلواں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کے بازو نے

پا رہاند رُوبہاں را در شکار
شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں

عشقہا با دُمِ خود بازندکیں
وہ دم سے محبت کرتی ہیں، کہ اس نے

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند
نادانی سے دم کو چوتی ہیں

روبہا پا را نگہدار از حجر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر

ما چو رُوباہیم پائے ما کرام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں

ہیجز زاں لابہ کردن جسم و جان
اس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

خوئے حق دارند در اصلاحِ کار
معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

مشفقان و مستعان غمخوارگاں
مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

در مقامِ سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ. اور بھاری دن میں

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی اُن کو غنیمت سمجھ

و اہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

واں زدم دانند رُوباہاں غرار
وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

میرہاند جانِ ما را از کمیں
ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

رقص گیرند و ز شادی بر جہند
ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

پا چو نبود دُم چہ سود اے خیرہ سر
اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف دم سے کیا فائدہ

می رہانند ماں زصد گوں انتقام
ہمیں سیکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

---

[1] واسطہ۔ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور ان کی حالت بھی یہی ہو جاتی ہے کہ رحمتِ حق بہانہ ہی جوید۔ از ترحّم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ ہیں۔ اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا نہ ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیے۔

[2] رست کشتی۔ کشتی ڈوبتی کی دعا سے بچی، کشتی والے سمجھے کہ ان کی قوت بازو سے بھنور سے نکلی۔ پا رہاند۔ اس کی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔

[3] کمین۔ شکاری کی گھات۔ روبہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سر۔ بد دماغ۔ کرام۔ یعنی ہماری نجات ۔۔۔ یہ بزرگان ۔۔۔ ہیں۔

Marfat.com

حیلۂ باریکِ[1] ما چوں دُمِ ماست
ہماری نازک تدبیر، ہماری دم کی طرح ہے

عشقہا بازیم با دُم چپ و راست
ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں

تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
تا کہ ہم سے زید اور بکر، حیران ہو جائیں

طالبِ حیرانیِ خلقاں شدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں

دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا بافسوں[2] مالکِ دلہا شویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں

ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے

دست وا دار از سبالِ دیگراں
دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے

بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش
اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے مقیمِ حبسِ چار و پنج و شش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم

نغز جائے دیگران را ہم بکش
کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

اے چو[3] خر بندہ حریفِ کونِ خر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے

بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
تو نے اچھی بوسہ گاہ پالی ہے ہمیں بھی لے چل

چوں نداوت بندگیِ دوست دست
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے

میلِ شاہی از کجایت خاستت
تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں

بستہ در گردنِ جانت زہے
تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُوبہا ایں دُمِ حیلت را بہل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے

وقف کن دل بر خداوندانِ دل
دل والوں پر، دل کو وقف کر دے

---

[1] حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں ان کی مثال لومڑی کی دم کی سی ہے جس کو اس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں، ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے لوگ حیران ہو جائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا کہ ان کو مرعوب کر کے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تا بافسوں۔ ان مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بے شک دوسروں کو معتقد بنا کر اس مقام پر کھینچ لا۔ اے مقیم۔ جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اس کی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کون سی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

[3] اے چو۔ جب تک انسان عالم سفلی میں پھنسا ہے تو اس کی مثال اس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اس کو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کون سی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہ ہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے۔ پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے۔ دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

Marfat.com

در پناہِ[1] شیر کم ناید کباب
شیر کی پناہ میں "کبابوں" کی کمی نہیں ہوتی ہے

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی
اے پیارے! تو اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دل ست
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست
تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے

در گلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست
کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے

زانکہ[2] گر آب ست مغلوبِ گل ست
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے

آں دِلے کز آسمانہا بر ترست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے

پاک گشتہ آں ز گل صافی شدہ
وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے

ترکِ گل[3] کردہ سوءِ بحر آمدہ
مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے

آب ما محبوسِ گل ماندست ہیں
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے

بحر گوید من ترا در خود کشم
سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ تو لوں

رُوبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

کہ چو جزوے سوے کلِّ خود روی
جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست
صورت پر نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست
دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

لیک ازاں آبت نشاید آب دست
لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست
تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلِ ابدال یا پیغمبر ست
وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

در فزونی آمدہ وافی شدہ
ترقی میں آ کر، بھرپور ہو گیا ہے

رُستہ از زندانِ گل بحرے شدہ
وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر میں گیا ہے

بحرِ رحمت جذب کن مارا ز طیں
اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

لیک می لافی کہ من آبِ خوشم
لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

---

[1] در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیا کی دعاؤں سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہو جائے گا۔ جزوی۔ یعنی تیرا دل ناقص ہے۔ کل۔ یعنی اولیا کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں۔ لیکن دراصل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔ دل۔ بے شک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالم مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مبتلا ہے تو پھر اس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ در گل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اس کی مثال اس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آ سکتا، اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آں دلے۔ جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیا اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھ اور اولیا سے جڑ جا۔

[3] ترکِ گل۔ اولیا اور انبیا کے دل عالم ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سوءِ بحر۔ یعنی بحرِ وحدت۔ آبِ ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ ز طین۔ یعنی عالم ناسوت۔ بحر گوید۔ اولیا عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی انانیت مانع بنی ہے۔

Marfat.com

لافِ تو محروم میدارد ترا — ترکِ آں پندار[1] کن درمن در آ

تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے — اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آ جا

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رود — گِل گرفتہ پائے آب و می کشد

مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے — مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل — گِل بماند خشک و او شد مستقل

اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے — مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن چیست از گِل آب را — جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را

مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟ — تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہم چنیں[2] ہر شہوتے اندر جہاں — خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں

اسی طرح دنیا کی ہر شہوت — خواہ مال، اور خواہ مرتبہ، اور خواہ گھر، اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن — خواہ مُلک و خانہ و فرزند و زن

خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار، اور ڈھال — خواہ سلطنت، اور گھر، اور اولاد اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کند — چوں نیابی آں خمارت میزند

ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے — جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کرتی ہے

ایں خمارِ[3] غم دلیلِ آں شدست — کہ بداں مفقود مستی ات بدست

یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے — کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر — تانہ گردد غالب و بر تو امیر

قدرِ ضرورت کے سوا اس کو نہ لے — تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم — حاجتِ غیرے ندارم واصلم

تو نے اس لیے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں — مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود) واصل بھی ہوں

آنچناں کہ آب در گِل سرکشد — کہ منم آب و چرا جویم مدد

(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے — کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی — لا جرم دل زاہلِ دل برداشتی

تو نے اس گندے (دل) کو دل سمجھ لیا ہے — اسی لیے تو لا محالہ صاحب دل سے دل برداشتہ ہے

---

[1] آں پندار۔ یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گِل۔ یعنی عوام کا دل اولیا کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالم ناسوت کی لذتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مصفا بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی وجہ عالم ناسوت کی لذتیں ہیں۔

[2] ہم چنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مصفا ہونے کے لیے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

[3] ایں خمار۔ لذائذ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کیا جائے، ان کی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی۔ اولیا سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو اپنے آپ کو واصل بحق سمجھے ہوئے ہے۔ آنچناں۔ عالم ناسوت میں پھنسنے کے باوجود واصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔

Marfat.com

خود روا داری[1] کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے

کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا حسن ہے

ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی خریداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عرض

سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلماتِ او
یا ان خیالات سے (مغلوب ہے) اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل، دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظر گاہِ خدا وانگاہ کور
دل خدا کا سطحِ نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے

در یکے باشد کدامست[2] آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل[3] محیط ست اندریں خطۂ وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے

زر ہمی افشاند از احسان و جود
احسان اور سخاوت سے، چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

ہر کرا دامن درست ست و مُعَد
جس کا دامن درست اور تیار ہے

آں نثارِ دل بر آنکس میرسد
دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

---

1. خود روا داری۔ تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے۔ تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہے اگر دل میں لذت ہے تو اس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔ پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے۔ جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے، حقیقتاً دل نہیں ہے۔
2. کدام۔ حقیقی دل اولیا کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اور اولیا کا دل مکمل دل ہے، ان سے وابستگی کر لے تیرا ریزہ پہاڑ بن جائے گا۔
3. دل۔ یعنی اولیا کا دل دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔ ہر کرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اس کے دامن میں وہ سونا آ جائے گا۔

Marfat.com

دامنِ[1] تو آں نیازست و حضور　　ہیں منہ در دامن آں سنگِ فجور
تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے　　خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا بندرد دامنت زاں سنگہا　　تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے　　خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لیا

سنگ پُر کردی تو دامن از جہاں　　ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں، دامن پتھروں سے بھر لیا　　بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود　　دامنِ صدقت درید و غم فزود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا　　اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید[2] کودکاں را سنگ سنگ　　تا نگیرد عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟　　جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

پیر عقل آمد نہ آں موئے[3] سفید　　مو نمی گنجد دریں بحث و امید
پیر، عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال　　اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دعا و شفاعتِ دقوقیؒ و ناپدید شدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقیؒ کہ ایشاں بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند

ان لوگوں کا دقوقیؒ کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں ان کا غائب ہو جانا اور دقوقیؒ کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے گئے، یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام　　شد نمازِ آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی　　ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

فجفج افتادشاں باہمدگر　　کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر
ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی　　کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے باہمدگر گفتند سِر　　از پسِ پشتِ دقوقیؒ مستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا　　دقوقیؒ کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

---

[1] دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیا کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں منہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا، درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کر۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیے۔ سنگ۔ دنیادار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اس دنیادار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبود۔ اس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔

[2] کے نماید۔ دنیادار بھی پیر نابالغ ہے جس کو عقل نہیں ہے۔ جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔ پیر۔ یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو، اگر محض بال سفید ہیں تو اس کو پیر نہیں کہا جا سکتا۔

[3] مو۔ یعنی بزرگی و پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آ گئی۔ فجفج۔ کھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اس کو اختیار نہ تھا، وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی وہ جس کی وجہ سے کشتی بچی۔ ہر یکے۔ ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ہم نے نہ زباں سے دعا کی ہے نہ دل سے۔

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب
ایں دعا نے از بروں نے از دروں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

گفت بانا[1] کایں امامِ ما زدرد
کہا یقیناً ہمارے اس امامؑ کے درد کی وجہ سے
بو فضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

گفت آں دیگر کہ اے یاراں یقیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً
مرمرا ہم مینماید ایں چنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

او فضولی بودہ است از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضول بنا ہے
کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
اس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

چوں نگہ[2] کردم سپس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں
کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یک از ایشاں را ندیدم در مقام
موقع پر میں نے اُن میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا
رفتہ بودند از مقامِ خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے
چشمِ تیزِ من نشد بر قوم چیر
(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

دُرّہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے
نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در قبابِ[3] حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے
در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

در تحیرؔ ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اس قوم کو
چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

آنچناں پنہاں شدند از چشمِ او
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے
مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے
عمر ہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر
تو کہے گا، مردِ خدا، نگاہ میں
کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

---

[1] بانا۔ تحقیقاً۔ بوالفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اس کو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

[2] چوں نگہ۔ یعنی دقوقی نے کہا۔ اہل کرم۔ یعنی وہی مقتدی۔ نے بچپ۔ یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا، ان کو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جا کر گم ہو گئے۔ گردے۔ چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

[3] در قباب۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقی کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ دقوقی ان کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ دقوقی کے ان بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کرے گا کہ دقوقی جبکہ بزرگ تھے تو ان انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

Marfat.com

خر[1] ازیں می خسپد اینجا اے فلاں　که بشر دیدی تو ایشاں را نه جاں

اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لیے سو جاتا ہے　کہ تو نے ان کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام　که بشر دیدی مر ایشاں را چو عام

اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا　کہ تو نے ان کو عام انسانوں جیسا بشر سمجھا

تو[2] هماں دیدی که ابلیسِ لعیں　گفت من از آتشم آدمؑ زطیں

تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے　کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدم علیہ السلام مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانه را یک دم به بند　چند بینی صورتِ آخر چند چند

شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے　صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا کتنا؟

اے[3] دقوقی با دو چشمِ ہمچو جو　ہیں مبر امید و ایشاں را بجو

اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے　خبردار مایوس نہ ہو اور ان کو تلاش کر

ہیں بجو که رُکنِ دولت جستن ست　ہر کشادے در دل اندربستن ست

خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے　ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمه کارِ جہاں پرداخته　کو کو می گو بجاں چوں فاخته

دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر　فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب　که دعا[4] را بست حق بر استجب

اے محجوب! اس میں اچھی طرح غور کر　کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال　آں دعایش می رود تا ذوالجلال

بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا　اس کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایت آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیه السلام و مستجاب شدنِ دعائے او

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنے والے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اس کی دعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر　روز و شب میکرد افغان و نفیر

مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر　دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

---

1. خر۔ خر خسپیدن، یعنی دہری غفلت اور غلطی ہونا۔ کہ بشر۔ یعنی معترض کی غلطی اور غلطی یہ ہے کہ وہ ان کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فانی فی اللہ تھے تو وہ خواصِ بشری سے معریٰ اور روحِ محض تھے۔
2. تو هماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا، یہ شیطانی نظر ہے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کی صورت ظاہری کو دیکھا ان کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔
3. اے دقوقی۔ مولانا فرماتے ہیں، معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اس کی پرواہ نہ کرو اور ان بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے۔ کو کو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔
4. کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔" ہر کرا۔ جو ان نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اس کی دعا ضرور بارگاہِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔

Marfat.com

وز خدا می خواست روزیِ حلال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا
بے شکار و کسب و رنج و انتقال[1]
بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ او
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں
لیک تعویق آمد و شد بخ تو
لیکن رکاوٹ آ گئی اور بخ گوئی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا
چوں ز ابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین
کمائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!
اے بظلمت گاوِمن گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری
ابلۂ طرار انصاف اندر آ
(اے) بیوقوف گنٹھ کٹے، انصاف میں آ

گفت من روزی ز حق میخواستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا
قبلہ را[2] از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

سالہا بودست کارِ من دعا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے
تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

چوں بدیدم گاؤ را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا
روزیِ من بود کش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب
میری پرانی دعا قبول ہو گئی
روزیِ من بود کشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کر لیا، یہ جواب ہے

رفتنِ ہر دو خصم پیشِ داوٗد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام

دونوں فریق کا حضرت داوٗدؑ (ہمارے نبی اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

او ز خشم[3] آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا
چند مشتے زد بر ویش نا شگفت
بے تحاشا اس کے منہ پر چند مکے مارے

می کشیدش تا بداوٗدِ نبی
اس کو داوٗد علیہ السلام نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا
کہ بیا اے ظالمِ گیج غبی
کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حجت بارد رہا کن اے دغا
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ
عقل در تن آور و باخویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

---

[1] انتقال۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، چلنا پھرنا۔ تعویق۔ رکاوٹ۔ ہم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤں گا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت۔ یعنی جب گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آ کر کہا۔ طرار۔ جیب تراش۔

[2] قبلہ را۔ یعنی قبلہ رو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کش۔ کہ اش۔ مستجاب۔ مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

[3] او ز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کا گریبان پکڑا اور منہ پر چند طمانچے مارے۔ گیج۔ احمق۔ دغا۔ دغاباز۔ حجت بارد۔ ٹھنڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔

Marfat.com

ایں چہ[1] میگوئی دعا چہ بود مخند
یہ کیا کہتا ہے (دعا کیا ہوتی ہے)، مذاق نہ اڑا

گفت من با حق دعاہا کردہ ام
اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں

من یقینی دانم دعا شد مستجاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں
اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ

اے دعا تا چند خائی ژاژ را
اے دعا باز! کتنی بکواس کرے گا

اے مسلماناں دعا مالِ مرا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں
اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ اس

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر[2]
اگر ایسا ہو سکتا، تو اندھے بھکاری

روز و شب اندر دعا اند و ثنا
(وہ) دن، رات دعا اور تعریف میں

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا

مکسب[3] کوراں بود لابہ و دعا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد ہے اور دعا ہے

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست
مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے

بر سر و ریشِ من و خویش اے لوند
اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
اے بدگو! پتھر پر سر مار

ژاژ بیید و فشارِ ایں مہیں
اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

حجت قاطع بگو چہ بود دعا
فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے

چوں از آنِ او کند بہرِ خدا
کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی، خدا کے لیے

یک دعا املاک بُردندے بکیں
ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

محتشم گشتہ بُدندے و امیر
با حشمت اور امیر ہو جاتے

لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا
خوشامدانہ کہتے ہیں، اے خدا! تو ہمیں دے

اے کشائندہ تو بکشا بندِ ایں
اے کھولنے والے! اس بند کو کھول دے

جز لب نانے نیابند از عطا
وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست
اور یہ دعا فروش ظالم ہے

---

[1] ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ لوند۔ لام کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔ مستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے، ژاژ خائیدن، بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گائے والے مسلمانوں نے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اس کا کیسے ہو گیا۔ گر چنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔

[2] ضریر۔ اندھے فقیر دعا کر کے صاحب قسمت و دولت بن جایا کرتے۔ تا تو۔ یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دے گا کوئی کچھ نہ دے گا تو ہی افلاس کے اس بند کو کھول دے۔

[3] مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

Marfat.com

ایں دعا[1] کے باشد از اسبابِ ملک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟

کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
اس کو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا
فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا

یاز جنس ایں شود ملکے ترا
یا اس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

در کدامیں[2] دفترست ایں شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟

گاؤ را تو باز دہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا

ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دے دے حجت (بازی) نہ کر

او بسوئے آسماں میکرد رُو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا

کاے خداوندِ کریم و لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ مارا نداند غیر تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صد اُمید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سیکڑوں امیدیں ابھاری ہیں

من نمی کردم[3] گزافہ آں دعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسفؑ دیدہ بودم خوابہا
میں نے (حضرت) یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے

دید یوسفؑ آفتاب و اختراں
(حضرت) یوسف علیہ السلام نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ او سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درُست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ و زنداں جز آں را می نجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ (کچھ) جستجو نہ تھی

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی و ز ملامِ بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت ہے

---

[1] ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بیع۔ انسان مالک جب بنتا ہے جب کوئی دوسرا اس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کردے یا مفت دے دے یا وصیت کردے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یاز جنس ایں۔ مثلاً وراثت۔

[2] در کدامیں۔ یہ مسئلہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غصب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے۔ او۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کردی۔

[3] من نمی کردم۔ یعنی میری دعا کا اثر یہ ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو ان کو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں۔

Marfat.com

اعتمادے داشت او بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے
کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسفؑ را بچاہ
جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرا دیا
بانگ[1] آمد سمعِ او را از الٰہ
ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں
اے جوانمردا! تو ایک دن بادشاہ (کا وزیر) بنے گا
تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا
لیک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

قوتے و راحتے و مسندے
قوت، اور راحت، اور سہارا
درمیانِ جاں فتادش زاں ندے[2]
اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں، بن گیا
گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ علیہ السلام، پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازانش می رسید
اس کے بعد جو ظلم ہوا
او بداں قوت بشادی می کشید
انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہم چنانکہ[3] ذوقِ آں بانگِ الست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق
در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لیے ہے

تانباشد در بلاشاں اعتراض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو
نے ز امر و نہیِ حق شانِ انقباض
نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے
خار ریحاں سنگ گوہر می شود
کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے
گلشکر آں را گوارش میدہد
(ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکر آں را کہ نبود مستند
جس کے لیے گلقند کا سہارا نہ ہو
لقمہ را ز انکارِ او قے میکند
اسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

بانگ۔ قرآن میں ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی "ہم نے یوسف کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے ان کو خبردار کرے گا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔" قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی، اس کے آثار سے یوسف علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ یہ وحی خداوندی ہے۔ ندے۔ ندا کا امالہ ہے یعنی اس آواز سے انہیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد۔ یوسف علیہ السلام کے لیے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود کی آگ۔

ہم چنانکہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہد الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکام خداوندی بجالانے میں اس کو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گل شکر۔ یعنی عہد الست کا ذوق۔ گل شکر۔ جس میں عہد الست کا وہ ذوق نہ ہوگا وہ احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

ہر کہ خوابے دید از روزِ الست — مست باشد در رہِ طاعات مست

جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے — وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

می کشد[1] چوں اشترِ مست ایں جوال — بے فتور و بے گمان و بے ملال

وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے — بغیر مستی اور بغیر گمان، اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگردِ پوزِ او — شد گواہِ مستیِ دلسوزِ او

اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ — اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوت چو شیرِ نر شدہ — زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ

طاقت کی وجہ سے اونٹ، نر شیر بن گیا — بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو — می نماید کوہ پیشش تارِ مو

اونٹنی کی تمنا میں، اس پر سیکڑوں فاقے ہیں — پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

در الست آنکو چنیں خوابے ندید — اندریں دنیا نشد بندہ و مُرید[2]

جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے — وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادت مند نہ بنا

ور بشد اندر تردّد صد دلہ — یک زماں شکرستش و سالے گلہ

اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دل والا ہے — ایک وقت اس کے لیے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں — می نہد با صد تردّد بے یقیں

دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے — بغیر یقین کے تردّد (کی حالت) میں رکھتا ہے

وام دارِ شرحِ اینم نک گرو — ور شتاب[3]ست از اَلَم نَشرَح شنو

میں اکی شرح کا مقروض ہوں، یہ گروی ہے — اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنی کراں — خر بسوئے مدعیِ گاؤ راں

چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارا نہیں ہے — گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا — بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا

اس نے کہا، اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا — اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

---

1. می کشد۔ وہ عہد الست کے ذوق کی مستی میں حکم ای طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں ای طرح عہد الست کے مست کے منہ میں اس کے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ ز آرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اس میں بہت زیادہ طاقت آجاتی ہے۔

2. مرید۔ جس شخص نے عہد الست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اس میں بندگی اور ارادت مندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشد۔ ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اس کی زبان پر کبھی شکر خدا آتا ہے تو اس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے۔ وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہد الست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کروں گا، فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تا کہ قرض کی ادائیگی کا اطمینان ہو جائے۔

3. شتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو الم نشرح پڑھ لے یعنی الم نشرح سورہ میں آنحضور ﷺ کے شرح صدر ہو جانے کا بیان ہے۔ شرح صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرح صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرح صدر کا یہی مطلب تھا آپ میں عہد الست کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکام شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت۔ اس فقیر نے کہا۔ آں دغا۔ یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے ظاہر کو دیکھا اور اسی بنیاد پر اپنی افضلیت سمجھا حضرت آدم علیہ السلام کے باطنی اوصاف کو اس نے نہ دیکھا اسی طرح اس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

Marfat.com

من دعاۓ[1] کورانہ کے می کردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟

جز بخالق گدیہ کے آوردہ ام
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے

من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
میں تجھ سے، کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا

او نیازِ جان و اخلاصم ندید
اس نے میری جان کی نیاز مندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ من
میرا اندھا پن، عشق کا اندھا پن ہے

حب یعمی و یصم ست اے حسن
اے بھلے یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق) ہے

کورم از غیرِ خدا بینا بدو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں

مقتضائے عشق ایں باشد بگو
بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

تو کہ بینائی ز کورانم مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ

دائرم بر گردِ لطفت اے مدار
اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں[2] کہ یوسفِ صدیق را
جس طرح کہ یوسف علیہ السلام صدیق کو

خواب بنمودی و گشتش متکا
تو نے خواب دکھایا، اور وہ ان کا سہارا بنا

مر مرا ہم لطفِ تو خوابے نمود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا

ایں دعائے بیحدم بازی نبود
میری یہ لا محدود دعا کھیل نہ تھی

می ندانند خلق اسرارِ مرا
لوگ میرے راز کو نہیں جانتے ہیں

ژاژ میدانند گفتارِ مرا
میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان[3] ست و کہ داند رازِ غیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟

غیرِ علامِ سرّ و ستارِ عیب
سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم گفتش حق بگو اے تند خو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بد عادت! سچ بتا

از چہ سوئے آسماں کردی تو رو
تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

شیدی آری غلط می افگنی
تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے

لافِ عشق و لافِ قربت میزنی
عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

---

[1] من دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ اُو نیاز۔ یعنی اس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری۔ یعنی چونکہ میں عشق الٰہی میں مصروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

[2] آنچناں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ ان کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اس کو مقبول ہونا تھا۔ می ندانند۔ لوگ اس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔

[3] حق شان۔ جبکہ لوگوں کو حقیقت حال معلوم نہیں تو ان کا کہنا برحق ہے۔ خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔

Marfat.com

باکداہیں[1] رُوئے چوں دل مردہٗ روئے سوئے آسمانہا کردہٗ
جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منہ سے آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غُلغُلے در شہر افتادہ ازیں آں مسلماں می نہد رُو بر زمیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن گر بدم ہم سِرِّ من پیدا مکن
کہ اے خدا! اس غلام کو رسوا نہ فرما اگر میں برا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز کہ ہمی خواندم ترا باصد نیاز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں میں تجھے سیکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاوٗ می خواہند از من اے خدا چوں فرستادی[2] نکردم من خطا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

بیروں شدنِ داوٗد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم و سوال کردن از مدعٰی علیہ و جوابِ او

حضرت داوٗد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سننا، اور مدعٰی علیہ سے سوال کرنا، اور اس کا جواب

چونکہ داوٗدِ نبی آمد بروں گفت ہیں چونست ایں احوال چوں
جب داوٗد نبی علیہ السلام، باہر آئے فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدعی گفت اے نبی اللہ داد گاوِ من در خانۂ او در فتاد
مدعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا گاوِ من کشت او بیاں کن ماجرا
اس نے میری گائے ذبح کردی اس سے پوچھئے کہ کیوں؟ میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت[3] داوٗدش بگو اے بوالکرم چوں تلف کردی تو مِلکِ محترم
اس سے داوٗد علیہ السلام نے فرمایا، اے بھلے مانس! تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار تا بیک سو گردد ایں دعوی و کار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر، دلیل بیان کر تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یک سو ہو جائے

[1] باکدامیں۔ تیرا منہ اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔ گر بدم۔ اگر میں برا بھی ہوں تو اس وقت تو مجھے رسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔

[2] چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تو نے خود اس گائے کو میرے گھر میں بھیج دیا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

[3] گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ آو بیاں کن۔ یعنی اسکو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔ تا بیک سو۔ یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔

Marfat.com

گفت اے داؤد بودم ہفت سال — روز و شب اندر دعا و در سوال

اس نے کہا اے داؤد علیہ السلام! میں سات سال تک تھا — دن، رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم زیزداں کاے خدا — روزیِ خواہم حلال و بے عنا[1]

میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! — میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن بر نالۂ من واقف اند — کودکاں ایں ماجرا را واصف اند

مرد و عورت، میری فریاد سے واقف ہیں — بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہرکہ خواہی ایں خبر — تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر

آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں — تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

ہم ہویدا پُرس و ہم پنہاں زخلق — کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دَلق

لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجیے — کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں — گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں

اس تمام دعا اور فریاد کے بعد — اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

چشم من تاریک شد نے بہرِ لوت — شادیِ آں کہ قبول آمد قنوت

میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لیے — اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کشتم ایں را تا دہم در شکرِ آں — کہ دعائے من شنید آں غیب داں

میں نے اس کو ذبح کر دیا تاکہ اس شکریہ میں بانٹ دوں — کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردن داؤد علیہ السلام بر کشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو — حجتِ شرعی دریں دعویٰ بگو

(حضرت) داؤد علیہ السلام نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھو دے — اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو رواداری[3] کہ من بے حجتے — بنہم اندر شرع باطل سنتے

تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے — میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی — رِیع را چوں می ستانی حارثی

یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی، تو نے خریدی، تو وارث ہے؟ — پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

---

[1] عنا۔ مشقت۔ مرد۔ یعنی یہ میرا قصہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔ بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھلی اور چھپی تحقیقات کر لیجیے۔

[2] لوت۔ مرغن غذا۔ کشتم۔ میں نے گائے اس لیے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اس کو غریبوں میں بانٹ دوں۔

[3] تو رواداری۔ کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کروں۔ ایں۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

Marfat.com

کسب[1] را ہمچوں زراعت داں عمو
تا نہ کاری دخل نبود آنِ تو

اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ
جب تک تو کھیتی نہ کرے، پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تست
ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست

جو تو بو دے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے
ورنہ یہ ظالم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مسلماں کژ مگو
رَو بجو وام و بدہ باطل مجو

جا، مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر
جا، قرض لے اور دے دے، غلط نہ چاہ

گفت[2] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم
کہ ہمیگویند اصحابِ ستم

اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں
جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرع کردنِ آں شخص از داوریِ داؤد علیہ السلام نزدِ خدا

اس شخص کا داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس زدل آہے بر آورد و بگفت
کاے خدائے ہر کجا طاقے و جفت

تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا
اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز
در دلِ داؤدؑ انداز آں فروز

اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے
اور روشنی داؤد علیہ السلام کے دل میں ڈال دے

دردِلش نہ اُنچہ تو اندر دلم
اندر افگندی بَراز اے مفضِلم

اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل
میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت[3] و گریہ در شد ہائے ہائے
تا دلِ داؤدؑ بیروں شد ز جائے

یہ کہا، اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا
یہاں تک کہ (حضرت) داؤد علیہ السلام کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاؤ
مہلتم دہ ویں دعاوی را مکاو

فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی! آج
مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

تا رَوم من سوئے خلوت در نماز
پُرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں
رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

خوئے دارم در نماز آں التفات
معنیِ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ

کہ میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں
جو معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے

---

[1] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے، جو بوتا ہے کھیتی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اس کو دے دے۔

[2] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ دردلش۔ اے خدا حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں وہی بات پیدا کر دے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مفضل۔ محسن۔

[3] ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اس گفتگو کے بعد آہ وزاری شروع کر دی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے کہا آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا زوم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔ خوئے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"

Marfat.com

روزنِ[1] جانم کشادست از صفا — میرسد بے واسطہ نامہ خدا

صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روزنم — میفتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے — میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دوزخ ہے، جو بے سوراخ ہے — اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

تیشہ در ہر بیشہ کم زن بیا — تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — ہاں سوراخ کرنے کے لیے کدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ بروںست از حجاب

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں[2] دانی کہ حیواں دیدہم — پس چہ کرّمنا بود بر آدم

تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے — تو میرے آدمی ہونے پر کرمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

من چو خورشیدم درونِ نور غرق — من ندانم کرد خویش از نور فرق

اس سورج جیسا ہوں، نور میں ڈوبا ہوا ہوں — میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم[3] سوئے نماز و آں خلا — بہرِ تعلیم ست رہ مر خلق را

میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا — مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لیے ہے

کژنہم تا راست گردد ایں جہاں — حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں

میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے — اے بہادر! "جنگ دھوکا ہے" یہی ہے

نیست دستورے وگرنہ ریختے — گرد از دریائے راز انگیختے

اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے — راز کے دریا سے، گرد اڑا دیتے

---

[1] روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں۔ یعنی بارانِ رحمت۔ معدن۔ یعنی ذاتِ باری۔ دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کے لیے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل کام جہادات کے تیشہ سے روح کا دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کے لیے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اس کا ایک عکس ہے۔

[2] نور ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اس ظاہری نور کو تو ہر حیوان میں دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی"۔ تو اگر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔ من چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔

[3] رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے ہے۔ کژنہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کے لیے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔

Marfat.com

ہم چنیں میگفت داوٗدؑ ایں نسق	خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق
اس طور پر (حضرت) داوٗد علیہ السلام ایسا ہی کہتے رہے	مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا
پس[1] گریبانش کشید ازپس یکے	کہ ندارم در یکی اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا	کہ میں اس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داوٗد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود

(حضرت) داوٗد علیہ السلام کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

با خود آمد گفت را کوتاہ کرد	لب بہ بست و عزمِ خلوتگاہ کرد
(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا	خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا
در فروبست و برفت آنگہ شتاب	سوئے محراب و دُعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے	محراب، اور مقبول دعا کی جانب
حق نمودش[2] انچہ بنمودش تمام	گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا (اس میں) سب کچھ دکھا دیا	وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے
دید احوالے کہ کس واقف نبود	رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا	وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی
روزِ دیگر جملہ خصماں آمدند	پیشِ داوٗدِ پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے	(حضرت) داوٗد پیغمبر علیہ السلام کے روبرو صف بستہ ہو گئے
ہم چناں آں ماجراہا باز رفت	زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا	اس مدعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا
زود[3] گاوَم را بدہ اے نابکار	از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے	اپنے خدا سے کچھ شرما
کایں چنیں ظلمِ صریحِ ناسزا	می رود در عہدِ پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم	خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے
گاوٗ کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم	در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر	اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع) کر دی
کہ بچندیں سال بودم در دعا	من طلب کردم ز حق داد اُو مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں	میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

---

[1] پس۔ فوراً غیب نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا گریبان کھینچ کر ان کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ با خود۔ یعنی حضرت داوٗد علیہ السلام کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلّٰی۔

[2] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بات واضح کر دی اور گائے کو ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اس فقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

[3] زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود۔ حضرت داوٗد نبی علیہ السلام کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔ کہ بچندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔

Marfat.com

اے رسولِ حق چنیں باشد روا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟

مِلکِ من بُد گاؤ چوں دادش خدا
گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اس کو کیسے دے دی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السلام بر صاحبِ گاؤ کہ از سرِ گاؤ بگذر و تشنیع[1] صاحبِ گاؤ بر داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال سے درگزر کرے، اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بحل
(حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا چپ جا چھوڑ

ایں مسلماں را ز گاؤت کن بحل
اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں[2] خدا پوشید بر تو اے جواں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے

رو خمش کن حقِ ستاری بداں
جا، چپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت واویلا چہ حکم ست ایں چہ داد
اس نے کہا ہائے ہائے یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟

از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد
میرے لیے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے

کہ معطر شد زمین و آسماں
کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

بر سگانِ کور ایں اِستم نرفت
اندھے کنویں پر بھی، یہ ظلم نہیں ہوا ہے

زیں تعدّی سنگ و کہ بشگافت تفت
اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا
اور اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا

کالصلا[3] ہنگامِ ظلم ست الصلا
آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے

یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحبِ گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش

حضرت داؤد علیہ السلام کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود
اس کے بعد (حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا اے سرکش!

جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گرد و گفتمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا

تانگردد ظاہر ازوے استمت
تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کردو جامہ بر درید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لیے

کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

---

1. تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔
2. چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نہ کرید ورنہ رسوائی ہوگی۔ از پے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ بچے کتوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔
3. الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔ استمت۔ ستم تو۔

Marfat.com

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی
باز داؤدش بہ پیشِ خویش خواند
پھر (حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بخت[1] نبود اے ناصبور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی
ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو
اے دریغ از چوں تو خرخاشاک راہ
راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے کا

زیں سخن داؤدؑ زو شد خشمناک
ان باتوں سے (حضرت) داؤد علیہ السلام اس پر غضبناک ہو گئے
گفت تا خود را نگر دانی ہلاک
فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے
بندگانِ او شد برائے تند خو
اے بدمزاج! اس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا
می دوید از جہلِ خود بالا و پست
اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[2] ہم اندر ملامت آمدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی
کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟
کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

ظالم از مظلوم آنکس پے برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتا لگا لیتا ہے
کو سرِ نفسِ ظلومِ خود برد
جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے
خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں
جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ[3] ہمارہ حملہ بر مسکیں کند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے
تا تواند زخم بر مسکیں زند
جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرمِ شیراں راست نے سگ را بداں
سمجھ لے، شرم شیروں میں ہوتی ہے، نہ کہ کتے میں
کو نگیرد صید از ہمسایگاں
وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

---

1. بخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدۂ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے حرب اڑا رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو گرد راہ سمجھا۔ زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو ناگوار گزرا۔ رو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اس کے غلام ہیں۔
2. خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھتے ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر۔ پوشیدہ۔ سخرہ۔ تابعدار۔ ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔
3. سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔ شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔

Marfat.com

عامہ[1] مظلوم کش ظالم پرست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام
از کمیں سگ ساں سوئے داوٗدؑ جست
کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد علیہ السلام پر دوڑ پڑے

رُوئے در داوٗدؑ کردند آں فریق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤد علیہ السلام کی طرف رخ کیا
کاے نبیٔ مجتبیٰ بر ما شفیق
کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش
آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے
قہر کردی بیگناہے را بلاش
آپ نے بے وجہ، ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردنِ داوٗد علیہ السلام بخواندنِ خلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کردیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے
کاں سِرِ مکتوم او گردد پدید
کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں
سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں رَوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو
تا بَراں سِرِّ نہاں واقف شوید
تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت
فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے
شاخہالیش انبہ و بسیار چُفت
اس کی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے
بوئے خوں می آیدم از بیخِ او
اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

خوں شدست اندر بن آں خوش درخت
اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے
خواجہ را کُشت ست ایں منحوس، سخت
اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[2]
اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے
وِیں غلام اوست اے آزادگاں
اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر
یہ جوان، آقا کا پوتا ہے
طفل بود و او ندارد زیں خبر
بچہ تھا، اس کو اس کا پتا نہیں

تاکنوں حلمِ خدا پوشید آں
اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا
آخر از ناشکریٔ ایں قلتباں
بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

---

1. عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلہ کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلاشے یعنی بلاوجہ۔
سِرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔
ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ چفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔
2. قلتبان۔ دیوث۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اس لیے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حلم۔ بردباری۔

کہ عیالِ[1] خواجہ را روزے ندید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی

نے بہ نو روز و بموسمہائے عید
نہ تو روز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی

یاد نا ورد او ز حقہائے نخست
اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہرِ یک گاوٗ ایں لعیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے

می زند فرزند او را بر زمیں
اس کے پوتا کو زمین پر پٹخ رہا ہے

او بخود برداشت پردہ از گناہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا

ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ
ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر و فاسق دریں دورِ گزند
اس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق

پردۂ خود را بخود بر می درند
اپنے پردے کو خود چاک کر رہے تھے

ظلم مستورست در اسرارِ جاں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے

می نہد ظالم بہ پیشِ مردماں
ظالم اس کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا
کہ اس (ظلم) کو سینگ نکالے ہوئے دیکھ

گاوِ دوزخ را بہ بینید از ملا
بر ملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی[2] دادنِ دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دنیا
ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جادست و پایت بے گزند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے

بر ضمیر تو گواہی میدہند
تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

چوں موٗکل می شود بر تو ضمیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے

کہ بگو تو اعتقادت وامگیر
کہ تو کہہ دے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو
خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت

میکند ظاہر سِرت را مو بمو
تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں موٗکل[3] می شود ظلم و جفا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے

کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے

خاصہ وقت جوشِ خشم و انتقام
خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

---

1. عیالؔ۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اس پر جو اس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔ کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے تھے۔ مستور۔ پوشیدہ۔ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا۔ یعنی بر ملا علی الاعلان۔
2. گواہی۔ یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اس کے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔
3. موکل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔

Marfat.com

پس[1] ہماں کس کیں مؤکل میکند
تو وہی ذات، جو یہ مسلط کرتی ہے

تا لوائے راز بر صحرا زند
تاکہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس مؤکلہائے دیگر روزِ حشر
تو حشر کے دن دوسرے مؤکل

ہم تواند آفرید از بہر نشر
بھی (راز) کھولنے کے لیے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ دست آمدہ در ظلم و کیں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے

گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے

بر ضمیرِ آتشینت واقف اند
تیرے آتشی باطن سے (سب) با خبر ہیں

نفسِ تو[2] ہر دم بر آرد صد شرار
تیرا نفس ہر وقت سیکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے

کہ بہ بینیدم منم ز اصحابِ نار
کہ مجھے دیکھو، میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم سوئے کلِّ خود روم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں

من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے

بہرِ گاوے کرد چندیں التباس
ایک گائے کے لیے اس قدر مکر کیے

او[3] ازیں صد گاو بُرد و صد شتر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا

نفس اینست اے پدر ازوے ببر
اے بابا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی

یا ربے نامد ازو یک دم بدرد
کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے

گر منش کردم زیاں تو سود کن
اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دیت بر عاقلہ است
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے

عاقلہ جانم تو بودی از الست
الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد باستغفار دُر
توبہ کرنے سے پتھر، موتی بن جاتا ہے

ایں بود انصافِ نفس اے جانِ حر
اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

---

[1] پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضاء تم پر مسلط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے مؤکل پیدا فرما دے گی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دو دست ہے۔ نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔

[2] نفسِ تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزوِ نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔ ہمچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لیے کیسے مکر کیے۔

[3] او۔ حالانکہ اس نے اسی گائے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال مارا تھا جو اس کو ورثہ میں ملا۔ نیز۔ اس نے جو ظلم کیے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔ خوشنود کن۔ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اس کا بدلہ اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ الست۔ عہد الست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، بندوں نے کہا تھا "بلیٰ!" یعنی "کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔" سنگ۔ استغفار ماہیت تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات، حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

بیروں رفتنِ خلائق بسوئے آں درخت
لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے
گفت[1] دستش را سپس بندید سخت
فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرمِ اُو پیدا کنم
تا کہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں
تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تا کہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِّ ایں را کشتۂ
فرمایا اے کتے! تو نے اس کے دادا کو قتل کیا ہے
تو غلامی خواجہ زیں رُو کشتۂ
تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

خواجہ را کشتی و بردی مالِ او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا
کرد یزداں آشکارا حالِ او
خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت او را کنیزک بودہ است
وہ تیری بیوی اس کی لونڈی تھی
با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

ہر چہ زو زائید مادہ یا کہ نر
جو اس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر
مِلکِ وارث باشد آں کل سَر بسر
وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

تو غلامی[2] کسب و کارت ملک اوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اس کی ملک ہے
شرع جستی شرع بستاں رو نکوست
تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے

خواجہ را کشتی باستم زار زار
تو نے بڑے۔ بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا
ہم بر ایجا خواجہ گویاں زینہار
اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

کارد از اِشتاب کردی زیرِ خاک
تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی
از خیالے کہ بدیدی سہمناک
اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

تک سرش[3] با کارد در زیرِ زمیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے
باز کاوید ایں زمیں را ہم چنیں
پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے
کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہم چناں کردند و چوں بشگافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب انہوں نے کھودا
در زمیں آں کارد با سر یافتند
زمین میں چھری مع سر کے پائی

---

[1] گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اس کی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدِّ ایں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اس مقتول کی لونڈی تھی۔ ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔

[2] تو غلامی۔ جبکہ تو خود اس گائے ذبح کرنے والا کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اس کی ملکیت ہے۔ ہم بر ایجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اس کو قتل نہ کرے۔ اشتاب۔ شتاب، جلدی۔ تک سرش۔ اس مقتول کا سر اور چھری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔

Marfat.com

ولولہ افتاد در خلق آں زماں ہر یکے زنّار[1] ببرید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا ہر ایک نے کمر سے جنیؤ کاٹ ڈالا
جملہ از داوٗدؑ گشتہ عذر خواہ زانکہ بد ظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داوٗد علیہ السلام سے معذرت چاہنے والے بن گئے اس لیے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

قصاص فرمودنِ داوٗد علیہ السلام خونی را بعد از الزامِ حجت برو

دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ دادِ خود بستاں تو از ایں رُو سیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس (گائے ذبح کرنے والے) سے کہا اے فریادی! آ اس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے
ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص کے کند مکرش ز حلمِ حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا اس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے حِلم سے کب بچا سکتا ہے؟
حلمِ حق گرچہ مواساہا کند چونکہ از حد بگذرد رُسوا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے جب (معاملہ) حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے
خوں نخسپد در فتد در ہر دلے میلِ جست و جوئے و کشفِ مشکلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتا ہے جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا
اقتضائے[2] داوریِ ربِّ دیں سر بر آرد از ضمیرِ آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضا اُس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے
کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت ہمچناں کہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا، اس کی کیا حالت ہوئی؟ اس طرح جیسے کہ گلزار سے بویا ہوا جوش اترتا ہے
جوشش خوں[3] باشد آن وا جُستہا خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ
چونکہ پیدا گشت سِرّ کارِ او معجزۂ داوٗدؑ شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا (حضرت) داوٗد علیہ السلام کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا
خلق جملہ سر برہنہ آمدند سر بسجدہ بر زمینہا میزدند
تمام لوگ ننگے سر آئے سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے
ماہمہ کورانِ اصلی بودہ ایم وانچہ می فرمودۂ نشنودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

---

[1] زنّار۔ یعنی کافر، مومن بن گیا۔ جملہ۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کر کے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کر دی۔ قصاص۔ یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرانا۔ دادخواہ۔ جس پر گائے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اس نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے حلم سے پوشیدہ نہ تھا۔ خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔

[2] اقتضاء۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضا ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔

[3] جوشش خو۔ مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضا پیدا کر دیتا ہے۔ دو تو۔ دوہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوزکران کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ماہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اس لیے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔

Marfat.com

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم — از تو[1] ما صد گوں عجائب دیدہ ایم

لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں — ہم نے آپ سے سیکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ با تو در سخن آمد شہیر — کز برائے غزو طالوتم بگیر

پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے — کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لیے لے لیجئے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی — صد ہزاراں مرد را برہم زدی

آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے — لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد — ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد

آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے — ہر ایک دشمن کے لیے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دست تو چوں موم شد — چوں زرہ سازی ترا معلوم شد

آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا — جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا با تو رسائل شد شکور — با تو میخوانند چوں مُقری زبور

پہاڑ شکر گذاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے — آپ کے ساتھ (مل کر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں[2] چشمِ دل بکشادہ شد — از دمِ تو غیب را آمادہ شد

دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں — آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست — زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست

اور سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے — آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات اینست خود — کو بہ بخشد مُردہ را جانِ ابد

یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے — کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد — ہر یکے از نو خدا را بندہ شد

ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا — ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

در بیانِ[3] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مدعی گاؤ

اس کے بیان میں، کہ آدمی کا نفس اس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے

کشتہ بود و آن کشندۂ گاؤ عقل ست و داؤدؑ حق ست یا شیخ

کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے اور (حضرت) داؤد علیہ السلام (حضرت)

---

[1] از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔ سنگ۔ جب طالوت جالوت کے مقابلے کے لیے نکلے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو ساتھ لے کر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمیں لے کر چلئے طالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بن کر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہیں بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر موم بن جاتا تھا۔ کوہہا۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔

[2] صد ہزاراں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالم غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے۔

[3] در بیان۔ پہلے قصہ سے مولانا نصیحت کے لیے کچھ نتیجے اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

کہ نائبِ حق ست کہ بقوت و یاریِ او تواند ظالم را کشتن

حق (تعالیٰ) یا شیخ کی (جگہ پر ہیں) جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم

و تونگر شدنِ بروزے بے کسب و بے حساب

کو قتل کیا جا سکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جا سکتا ہے

نفسِ خود[1] را کش جہانرا زندہ کن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر

خواجہ را کشت ست او را بندہ کن
اس نے آقا کو قتل کیا ہے، اس کو غلام بنا

مدعیِ گاوٗ نفسِ تست ہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے

خویشتن را خواجہ کردست و مہیں
اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

آں کُشندہ گاوٗ عقلِ تست رو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے، جا

بر کشندہ گاوِ تن منکر مشو
جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمیخواہد ز حق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے چاہتی ہے

روزیِ بے رنج و نعمت پُر طبق
بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج او موقوف چیست
اس کی بے مشقت، روزی کس چیز پر موقوف ہے؟

آنکہ بکشد گاوٗ را کاصل بدیست
یہ کہ وہ گائے کو ذبح کردے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس گوید چوں کشی تو گاوِ من
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟

زانکہ گاوِ نفس[2] باشد نقشِ تن
کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا
عقل، جو آقا سے پیدا ہوئی ہے بے سروسامان ہوگئی

نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا
قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟

قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبی[3] ست
روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاوٗ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے

گنج قتل گاوٗ داں اے گنج کاوٗ
گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری

دادمے در دست فہمِ تو زمام
باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

---

[1] نفسِ خود۔ جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہو جائے گا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے۔ اس کو عقل کا غلام بنا۔ مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنے والے کے مخالف ہو گئے تھے۔ عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ غذائے روح اس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کرو گے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

[2] نفس۔ بدن نفس کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کے لیے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔

[3] ارزاقِ نبی۔ یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربانِ گاوٗ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعے قربان کرنا۔ دوش۔ مے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است[1]
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے

ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز کئی ہے وہ عالم غیب سے ہے

چشم بر اسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟

کہ ز خوش چشماں کرشم آموختم
اس لیے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھ لی ہے

ہست بر اسباب اسبابِ دگر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں

در سبب منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، ان پر نظر ڈال

انبیاء در قطعِ اسباب آمدند
انبیاء قطع اسباب میں ہیں

معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انہوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کیے ہیں

بے سبب مر بحر را بشگافتند
انہوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑ دیا ہے

بے زراعت چاشِ گندم یافتند
انہوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا[2] ہم آرد شد از سعیِ شاں
ان کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں

پشم بز ابریشم آمد کشکشاں
بھیڑ کی اون لچھے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآن ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطع اسباب) پر (ناطق) ہے

عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت، اور ابولہب کی ہلاکت

مرغ با پیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے

لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیتا ہے

پیل[3] را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے

سنگِ مرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دُمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دم مقتول پر مار

تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا

خونِ خود جوید ز خوں پالائے خویش
اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کرے گا

---

[1] افسانہ است۔ یعنی سرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانہ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذات خداوندی ہے۔ چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذات خداوندی ہے لیکن اسباب ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیا سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا۔ خوش چشمان۔ یعنی انبیاء کرام۔ ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مسبب الاسباب ہے۔ انبیاء۔ انبیا نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسباب ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔ بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے من وسلویٰ اترتا تھا۔

[2] ریگہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لیے اون ریشم بن گیا تھا۔ جملہ قرآن۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی باتیں بغیر ظاہری اسباب کے سرہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی اور ابولہب باوجود تمول کے تباہ ہوا۔ مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔

[3] پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اس کے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دم گاؤ۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ میں مذکور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اس نے زندہ ہو کر قاتل کا پتا بتا دیا۔

Marfat.com

ہم چنیں[1] ز آغازِ قرآں تا تمام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک
رفضِ اسباب ست و علت والسلام
اسباب و علت کا ترک (مذکور) ہے، والسلام

کشفِ ایں نز عقل کار افزا شود
اس کا کشف کارافزا عقل سے نہیں ہوتا ہے
بندگی کن تا ترا پیدا شود
بندگی کر، تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے
شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی
منتخب (انسان) عقل کل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے، اور تیری عقل چھلکا ہے
معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

مغز جُو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے
مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اس کے لیے حلال ہی حلال ہے

چونکہ[2] قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سیکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے
عقلِ کل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کلی عقل، بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے
عقلِ عقل آفاق دارد پُر زِ ماہ
کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے
نورِ ماہش بر دل و جاں بازغ[3] ست
اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے
زاں شبِ قدرست کاختر وار تافت
تو اس شب قدر سے (پایا) ہے جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زرست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے
بے زر آں ہمیان و کیسہ ابترست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے
قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی
ہیچ گفتے کافراں را میتوں
(تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

---

[1] ہم چنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کی وجہ سے ہے۔ کشف۔ مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئے گا اس کے لیے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔ بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقل عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کی طرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔

[2] چونکہ۔ دنیاوی عقل سیکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقل کل بدرجہ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔ عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقل عقل۔ یعنی نورِ حق۔ سیاہی۔ یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔

[3] بازغ۔ چمکنے والا۔ شب قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتو خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لیے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

ہین[1] بگو کہ ناطقہ جو می کند
ہاں کہہ دے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے
تا بقرنے بعدِ ما آبے رسد
تا کہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا
لیک گفت سالفاں یارے بود
لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہو گا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
کیا ایسا نہیں ہے، کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی
شد گواہِ صدقِ قرآن اے شکور
اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزیِ بے رنج جوئی و بے حسیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر
کز بہشتت آورد جبریلؑ سیب
تا کہ جبرئیل علیہ السلام تیرے لیے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملے گا)
بے صداعِ باغباں بے رنجِ کشت
باغبان کی درد سری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں دراں ناں دادِ اوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے
بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دے گا

ذوقِ[2] پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست
نفع پوشیدہ ہے، روٹی کی صورت دستر خوان جیسی ہے
نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست
بغیر دستر خوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ جانی کے بری با سعی و جُست
تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل کر سکتا ہے
جز بعدلِ شیخ کو داوٗد تست
شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لیے (بمنزلہ حضرت) داوٗد کے ہے

نفس[3] چوں با شیخ بیند گامِ تو
نفس، جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا
از بُنِ دنداں شود او رامِ تو
تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ آں گاوٗ رام آنگاہ شد
گائے کا مدعی، اس وقت فرمانبردار بنا
کز دمِ داوٗدؑ او آگاہ شد
جب وہ (حضرت) داوٗد علیہ السلام کے حکم سے واقف ہو گیا

عقل گاہے غالب آید در شکار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئے گی
بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار
تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

---

1. ہین۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آیندہ نسلوں میں لوگ سمجھیں گے۔ گرچہ۔ وہ آنے والے بجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کر سکیں گے لیکن مثنوی کی باتوں سے ان کو تقویت حاصل ہو گی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنے والوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کر دے گی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطے کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔
2. ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اس کے لیے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کے لیے دستر خوان تو وہ طاقت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیا کو عنایت فرما دیتا ہے۔ رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہو گا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داوٗد علیہ السلام کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔
3. نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کر دیتی ہے۔ از بن دنداں۔ یعنی جبراً و قہراً۔ صاحب آں گاوٗ۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہو گا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرے گی جب شیخ یار بنا جائے۔

Marfat.com

نفس اژدرہاست باصد زور وفن — روئے شیخ او را زمرد[1] دیدہ کن

نفس سیکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے — شیخ کا چہرہ اس کے لیے آنکھیں نکال ڈالنے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں — چوں خراں سیخش کن آں سو اے حروں

اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے — اے سرکش! اس کو گدھوں کی طرح کھینچ کر اسطرف لیجا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا — دستش از داماں مکن یکدم رہا

اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے — کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

خاک شو در پیشِ شیخ با صفا — تاز خاکِ تو بروید کیمیا

صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا — تاکہ قیدی خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں[2] در ہر زبانش صد لغت — زرق و دستانش نیاید در صفت

(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو سو بولیاں ہیں — اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیکِ ولی اللہ شود — آں زبانِ صد گزش کوتہ شود

جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے — اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مدعیِ گاو نفس آمد فصیح — صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح

گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے — غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الّا شاہ را — رہ نتاند زد شہِ آگاہ را

شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے — باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس[3] را تسبیح و مصحف در یمین — خنجر و شمشیر اندر آستیں

نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے — آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحفِ سالوسِ او باور مکن — خویش با او ہمسر و ہمسر مکن

اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر — اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہمرتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو — و اندر اندازد ترا در قعرِ او

وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے — اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینکتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالب ست — نفس ظلمانی برو چوں غالب ست

عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے — تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

---

[1] زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر شیخ کے پاس لے جا۔

[2] صد زباں۔ نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ۔ نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی۔ نفس، گائے کے مدعی کی طرح ہے اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں۔ شہر۔ گائے کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤد علیہ السلام فریب میں نہ آئے تھے۔

[3] نفس۔ نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت شریر ہے۔ مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض۔ نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی۔ عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

زانکه او در خانه، عقل تو بروں
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے
گرچہ ملکِ اوست لیکن شد زبوں
(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکه او در خانه عقل تو غریب
کیونکہ وہ گھر میں ہے، اور تیری عقل مسافر ہے
بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب
اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش[1] تا شیراں سوئے بیشہ روند
ٹھہر، کہ شیر کچھار میں پہنچیں
ویں سگانِ کور آنجا بگروند
یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

مکرِ نفس و تن نداند عام شہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے
او نگردد جز بوحی القلب قہر
وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ او شود
جو اس کا ہم جنس ہے اس کا دوست بن جاتا ہے
جز مگر داؤدؑ کو شیخت بود
مگر سوائے داؤد علیہ السلام کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدل گشت و جنسِ تن نماند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے
ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند
جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

خلق جملہ علتی اند از کمیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں
یارِ علت می شود علت یقیں
یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے[2] دعوی داودی کند
ہر کمینہ داؤد علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے
ہر کہ بے تمیز کف در وے زند
جو بے تمیز ہے اس سے وابستہ ہو جاتا ہے

چوں ز صیادے شنید آوازِ طیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے
مرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر
بیوقوف پرند اس جانب اڑان بھرتا ہے

نقد[3] را از قلب نشناسد غویست
جو کھرے کو کھوٹ سے نہ پہچانے گمراہ ہے
ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
خبردار! اس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

رستہ و بربستہ پیشِ او یکے ست
آزاد اور گرفتار اس کے نزدیک یکساں ہے
گر یقیں دعویٰ کند او در شکے ست
اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

---

1. باش۔ عقلیں جب اپنے اصلی مقام پر مقیم ہوں گی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ او۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داؤد علیہ السلام کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا اور نہ شہر والے اس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے۔ شیخ چونکہ داؤد علیہ السلام کی طرح ہے وہ اس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے جسم روح بن جائے اور اس طرح سے مظہر خدا بن جائے جس طرح دل مظہر خدا ہے۔ خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری، بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام، ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔
2. ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ ان کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔
3. نقد۔ ان احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔ رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی۔ اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔

Marfat.com

این چنیں[1] کس گر ذکی مطلق ست | چونش این تمیز نبود احمق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے | جب اس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے
ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر | سوئے او مشتاب اے دانا دلیر
خبردار! اس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن | اے عقلمند بہادر! اس کی جانب نہ جا

گریختنِ عیسیٰ علیہ السلام برفرازِ کوہ از احمقان و شخصے درپے او رفتن و سوال کردن

بیوقوفوں کی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر جانا اور ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

عیسیِ[2] مریم (علیہ السلام) بکوہے می گریخت | شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت
(حضرت) عیسیٰ (بن) مریم علیہ السلام ایک پہاڑی کی طرف بھاگ رہے تھے | گویا، شیر ان کا خون بہانا چاہتا ہے
آں یکے درپے دوید و گفت خیر | در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے | آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندکی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟
باشتاب او آنچناں می تاخت جفت | کز شتابِ خود جوابِ او نگفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے | کہ اپنی جلدی میں اس کو جواب نہ دیا
یک دو میداں درپئے عیسیٰ براند | پس بجِدِّ جہد عیسیٰؑ را بخواند
وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے بھاگا | پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو پکارا
کزپئے مرضاتِ[3] حق یک لحظہ ایست | کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست
کہ خدا کی خوشنودی کے لیے تھوڑی دیر ٹھہریئے | کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لیے مشکل درپیش ہے
از کہ ایں سو می گریزی اے کریم | نے پیت شیر و نہ خوفِ خصم و بیم
اے صاحبِ کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ | آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف
گفت از احمق گریزانم برو | می رہانم خویش را بندم مشو
فرمایا، جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں | میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک
گفت آخر آں مسیحا نہ توئی | کہ شود کور و کر از تو مستوی
اس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں | کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

---

[1] ایں چنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اس کو احمق سمجھو اور اس سے اس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لاعلاج ہے۔

[2] عیسیٰ۔ یعنی ابن مریم علیہ السلام اس طرح پہاڑی کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر ان کے خون کے درپے ہے، ایک شخص ان کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اس کو جواب نہ دے سکے۔

[3] کزپے مرضات۔ اس شخص نے بھاگ کر اور ان سے قریب ہو کر کہا خدا کے لیے رک جایئے اور میرا جواب دے دیجئے۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

Marfat.com

گفت[1] آرے، گفت آں شہ نیستی — کہ فسونِ غیب را ما ویستی

انہوں نے فرمایا ہاں، اُس نے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟ — کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (و ملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردۂ — بر جہد چوں شیر صید آوردۂ

آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں — وہ (مردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے ز گِلِ مرغاں کنی اے خوبرو

انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کہ آپ — اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے ہیں؟

بر دمی در وے سبک تا جاں شود — در ہوا اندر زماں پرّاں شود

آپ اس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے — اور ہوا میں فوراً اڑنے لگتا ہے

گفت آرے، گفت پس اے رُوحِ پاک — ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

انہوں نے فرمایا ہاں، اس نے کہا، تو اے پاک روح! — آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (پھر) کس کا ڈر ہے؟

باچنیں بُرہاں کہ باشد در جہاں — کہ نباشد مر ترا از بندگان

ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے، دنیا میں کون ہو گا؟ — جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[2] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق — مُبدعِ تن خالقِ جاں در سبق

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم — جو کہ جسم کا پیدا کرنے والا، ازل میں روح کا خالق ہے

حرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ او — کہ بوَد گردوں گریباں چاکِ او

اس کی پاک ذات اور صفات کی قسم — جس کے لیے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسون و اسمِ اعظم را کہ من — بر کر و بر کور خواندم شد حسن

کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے — بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

بر کہ[3] سنگیں بخواندم شد شگاف — خرقہ را بدرید بر خود تا بناف

پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا — اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر تنِ مردہ بخواندم گشت حی — بر سر لاشیء بخواندم گشت شیء

میں نے مردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا — میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

خواندم آں را بوُد بر دلِ احمق بہ وُد — صد ہزاراں بار و درمانے نشد

میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا — لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

---

1. گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جن کو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے تو اس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اڑا دیتے ہیں اس میں پھونک مار دیتے ہیں تو اڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ انہوں نے اقرار کیا تو اس نے پھر کہا جب آپ کے پاس ایسے معجزے ہیں تو آپ کو کسی سے کیا ڈر ہے؟
2. گفت۔ اس سوال کرنے کے والے کے جواب میں فرمایا۔ مبدع۔ ایجاد کرنے والا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بے شک اس اسم اعظم کا یہی اثر ہے کہ اس سے اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں۔
3. برکہ۔ پہاڑ اس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔ برتن۔ اسم اعظم مردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ لاشیٔ۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہو جاتا ہے۔ وُد۔ محبت۔

Marfat.com

سنگ[1] خارا گشت و زاں خو بر نگشت
سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا
ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اگے

گفت حکمت چیست کانجا اسمِ حق
اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسمِ اعظم ہے
سود کرد اینجا نبود آنرا سبق
فائدہ کیا، اس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا
وہ بھی بیماری ہے، اور یہ بھی بیماری۔ کیوں
او نشد ایں راو آں را شد دوا
وہ اس کے لیے (دعا) نہ ہوا اور اس کے لیے دوا بن گیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے
رنجِ کوری نیست قہر آں ابتلاست
اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے، جو رحم لاتی ہے
احمقی رنجیست کاں زخم آورد
بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سر آرد زخم رنج احمقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے
رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

انچہ داغ اُوست مُہر اُو کردہ است
جو اس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مہر لگا دی ہے
چارۂ بروے نیارد برد دست
کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

ز احمقاں[2] بگریز چوں عیسیٰ گریخت
بیوقوفوں سے اسطرح بھاگ جیسے (حضرت) عیسیٰ بھاگے
صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزد و ہوا
ہوا، پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے
و ہنچنیں وزدو ہم احمق از شما
اسی طرح بیوقوف تم میں سے چراتا ہے

گرمیت[3] را وزدد و سردی دہد
وہ تیری گرمی کو چراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے
ہم چناں کو زیرِ خود سنگے نہد
جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نز بیم بود
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف سے نہ تھا
ایمن ست او از پئے تعلیم بود
وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لیے تھا

زمہریر ار پُر کند آفاق را
اگر سردی، تمام دنیا کو بھر دے
چہ غم آں خورشید با اشراق را
روشن سورج کو کیا غم ہے؟

---

[1] سنگ خارا۔ یعنی احمق پر اسمِ اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ الٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہو گیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔ گفت۔ اس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیسا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسمِ اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حماقت عذابِ الٰہی ہے اور اندھاپن ایک آزمائش ہے، آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔ انچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مہر ہے، جس پر کوئی تدبیر مؤثر نہیں ہوتی ہے۔

[2] زاحمقاں۔ بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ اندک۔ جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتا ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چراتی رہتی ہے۔

[3] گرمیت۔ بھلائیوں کے لیے گرمجوشی کو اس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔ پے تعلیم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لیے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

Marfat.com

ہر کرا[1] گرمی بود از نورِ حق — اوچہ غم دارد ز سردیہائے بق

جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو — اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے؟

قصہ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر ناکردن پند و نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہل سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا ان پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصہ اہلِ سبا — کزدمِ احمق صبا شاں شد وبا

مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا — احمقانہ باتوں سے صبا ہوا ان کے لیے وبا بن گئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں

وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا — تو نے بچوں سے قصہ میں سنا ہو گا

کودکاں افسانہا می آورند — درج در افسانہ شاں صد گونہ پند

بچے قصے بیان کرتے ہیں — ان کے افسانوں میں سوقسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا — گنج میجو در ہمہ ویرانہا

افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں — تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

بود شہرے[2] بس عظیم و مہ وَلے — قدرِ اوچوں قدرِ سکرہ بیش نے

وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن — اس کا رتبہ، سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و زفت اندازہ پیاز

بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا — پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مَردُم[3] دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو

اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ (تھا) — لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوعِ خلائق بے شمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار

اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں) — لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص کچی پکائی کھانے والے تھے

جانِ ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزارانست باشد نیم تن

جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا — اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

---

[1] ہر کرا۔ حضرت عیسیٰ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔ سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صبا۔ پُروا ہوا۔ وبا۔ بیماری۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے تلاش کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

[2] بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور اس میں آبادی تھی۔

[3] مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اس میں گندے قسم کے تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں بھی عقل کے کچے اور کمانے کے پکے تھے۔ جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہوں تو آدھا شخص ہیں۔

Marfat.com

آن یکے[1] بس دوربین و دیدہ کور
(ان میں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا

از سلیمانؑ کور و دیدہ پائے مور
سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں رکھنے والا

واں دِگر بس تیز گوش و سخت کر
دوسرا بہت تیز کان والا اور سخت بہرا

رنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا

لیک دامنہائے جامہ او دراز
لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند
اندھے نے کہا، یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں

من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت کر[2] آرے شنیدم بانگِ شاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے آپ کی آواز سن لی

کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم
ننگا بولا، میں اس سے خوف زدہ ہوں

کہ ببرّند از درازی دامنم
کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند
اندھے نے کہا، اب وہ قریب آ گئے ہیں

خیز بگریزیم پیش از زخم بند
اٹھ کہ ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل

می شود نزدیک یاراں ہلہ
خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آ رہا ہے

آں برہنہ گفت آوہ دامنم
ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن!

از طمع بُرّند و من نا ایمنم
لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را[3] ہشتند و بیروں آمدند
انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے

و ز ہزیمت در دِہے اندر شدند
اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دِہ مرغِ فربہ یافتند
انہوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا

لیک ذرّہ گوشت نے بَرْ وے نزند
لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید
اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی

عور بگرفت و بداماں در کشید
ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

---

1. آن یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیاداری میں بڑے دوربین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے۔ پائے مور۔ دنیا کی معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ رنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اس میں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔
2. گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت۔ اندھے نے کہا میں دیکھ رہا ہوں وہ بہت قریب آ گئے ہیں۔ مشغلہ۔ شور و غل۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ آوہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔
3. شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نزند۔ لاغر، پژمردہ۔

Marfat.com

مرغ مردہ خشک از زخم کلاغ[1] — استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ

مرغ مردہ، کوے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا) — ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند — بے سرو بے بُن، سبک بشتافتند

انہوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پا لی — جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سرِ آتش نہادند آں سہ تن — مرغ فربہ را بدیگ اندر زِفن

ان تینوں نے آگ پر رکھا — موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنر مندی سے

آتش کردند چنداں اے پسر — کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

اے بیٹا! انہوں نے اس قدر پکایا — کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتا نہ ہوا

زاں ہمخوردند چوں از صیدِ شیر — ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر

انہوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو — اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہو گیا

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند — چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند

تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے — تین موٹے، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں[2] کز فربہی ہریک جواں — در نگنجیدے ز زفتی در جہاں

ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے — بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت — از شگافِ در بروں جستند تفت

ایسے موٹاپے، اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود — تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق نا پیدا رہی ست — در نظر نایدکہ آں بے جا رہی ست

مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے — وہ دکھائی نہیں دیتا ہے، کیونکہ لامکانی راستہ ہے

نک پیاپے کاروانہا مقتفی[3] — زیں شگافِ در کہ ہست آں مختفی

قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں — دروازے کی اس درز سے جو پوشیدہ ہے

بر در ار جوئی نیابی آں شگاف — سخت نا پیدا و زو چندیں زفاف

اگر تو دروازے میں تلاش کرے گا وہ درز نہ پائے گا — بالکل پوشیدہ ہے، اور اس میں سے اس قدر روانگی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں — باز باید کرد شرحِ ایں بیاں

اے ضیاء الحق حسام الدین، واضح (طور پر) — اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

---

[1] زخم کلاغ۔ کوے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ۔ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی ان کو ایسی ہانڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔ بر سرِ آتش۔ یعنی اس مردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مردہ مرغ کو انہوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی کا پیٹ بھرتا ہے۔ ہر سہ۔ تینوں اس مردہ مرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔

[2] آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ باچنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہِ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

[3] مقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ بر در۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔

Marfat.com

اے پسر[1] ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دوربین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اس دور تک دیکھنے والے اندھے اور اس تیز سننے والے بہرے اور اس لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر امل را داں کہ مرگِ ما شنید مرگِ خود نشنید و نقل خود ندید
بہرا، امید کو سمجھ کہ اُس نے ہماری موت (کی خبر) سنی اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مو بمو عیب خلقاں او بگوید کوبکو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے لوگوں کا عیب، کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خودیک ذرہ چشمِ کور او می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
اس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جو ہے

عور می ترسد کہ دامانش برند دامنِ مَردِ برہنہ کے درند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اس کا دامن کاٹ لینگے (حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مَردِ دنیا[2] مفلس ست و ترسناک ہیچ اورا نیست از دزدانش باک
دنیا دار انسان مفلس ہے، اور خوفزدہ ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کو چوروں کا کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عُریاں رود وز غمِ دُزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا اور چور کے غم سے اس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بود صد نوحہ پیش خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اس کے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیشگی ہوئے ہیں اس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں[3] داند غنی کش نیست زر ہم ذکی داند کہ او بُد بے ہنر
اس وقت مالدار جان جاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے (اور) ذہین بھی جان لیتا ہے، کہ وہ بے ہنر تھا

چوں کنارِ کودکے پُر از سفال کو براں لرزاں بود چوں ربِّ مال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے جو ان کے لیے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر ستانی پارۂ گریاں شود پارہ گر بازش دہی خنداں شود
اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دے دے تو وہ ہنسنے لگے

---

[1] اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ۔ یعنی اہل دل کے لیے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے۔ کر۔ اس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مراد ہیں، تمنا اور امید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اس قصہ میں اندھے سے مراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عور۔ ننگے سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مفلس ہے۔

[2] مردِ دنیا۔ دنیا دار مفلس ہے اس لیے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقت مرگ۔ جب اس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائے گی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔

[3] آں زماں۔ جب نہ دنیاوی دولت کام آئے گی نہ دنیاوی ہنر تب سمجھے گا کہ وہ کس قدر مفلس اور بے ہنر ہے۔ چوں کنار۔ اس دنیا دار کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے پلو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور ان کو دولت سمجھ رہا ہو ان کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اس کو واپس دے دو تو ہنسنے لگے۔

چوں نباشد طفل را دانش دثار[1]
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے

گریہ و خندش ندارد اعتبار
اس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

محتشم چوں عاریت را ملک دید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا

پس براں مالِ دروغیں می طپید
اس لیے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ او را ہست مال
خواب دیکھتا ہے، کہ اس کا مال ہے

ترسد از دُزدے کہ بُربایِد جوال
چور سے ڈرتا ہے، کہ تھیلا اڑا لے جائے گا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش
جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے

پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش
تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں
اسی طرح کا ان ہنر مندوں کا خوف ہے

کہ بودشاں علم و عقلِ ایں جہاں
جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذوفنون
انہی ہنر مند عقل مندوں کے لیے

گفت ایزد در نُبے لَا یَعْلَمُوْن
قرآن میں (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں ز دُزدیِ کسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے

خویشتن را علم پندارد بسے
اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گوید[2] او کہ روزگارم می برد
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے

خود ندارد روزگارِ سودمند
(حالانکہ) وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم بر آوردند خلق
کہتا ہے، لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں

غرق بیکاریست جانش تا بحلق
(حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عور ترساں کہ منم دامن کشاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں

چوں رہانم دامن از چنگالِ شاں
ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے

جانِ خود را می نداند آں ظلوم
وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

داند او خاصیتِ ہر جوہرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے

در بیانِ جوہر خود چوں خرے
اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

---

[1] دثار۔ بالائی لباس۔ محتشم۔ دنیادار دولت وحشمت والا۔ عاریت۔ دنیا کی دولت اس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اس کو اپنے اوپر ہنسی آئے گی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پئے۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیادار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

[2] گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا وقت اس کے لیے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید۔ وہ کہتا ہے لوگ آ کر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکار کے مرادف ہیں۔ عور۔ یہ دنیادار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے اس کے علوم کو برباد کر رہے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ دنیا کے لاکھوں علوم کا عالم ہے لیکن اپنی روح کے بارے میں وہ ظالم و جاہل ہے۔ داند۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔

Marfat.com

کہ ہمی[1] دانم یجوز و لا یجوز — خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
کہ میں یجوز، اور لا یجوز کو جانتا ہوں — تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں روا آں ناروا دانی، و لیک — تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن — تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے — تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سعدہا و نحسہا دانستۂ — ننگری سعدی تو یا ناشستۂ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے — تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست و ایں — کہ بدانی من کیم در یومِ دیں
تمام علوم کی جان در اصل یہی ہے — کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود — کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے — کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ دیں[2] بدانستی تو لیک — بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک
تو نے دین کے اصول جان لیے لیکن — اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ مہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں — اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرّمیِ شہرِ سبا و ناشکریِ ایشاں

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شان بدبود آں اہلِ سبا — می رمیدندے ز اسبابِ بقا[3]
ان . اہل سبا کی اصل بری تھی — وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

داد شاں چنداں ضیاع و باغ وراغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ
ان کو (اللہ نے) اس قدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی — دائیں اور بائیں سے فراغت کے لیے

بسکہ می افتاد از پُرّی ثمار — تنگ می شد مَعبرہ بر رہگذار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے — چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا تھا

[1] کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا نادان بڑھیا۔ یجوزی۔ یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔ سعدہا۔ دنیادار عالم نجوم ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

[2] اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔ خرّمی۔ خوشحالی۔

[3] بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائیداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔ پرّی۔ کثرت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع، پھل۔ معبر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار۔ مسافر۔

Marfat.com

آں نثار[1] میوہ رہ را می گرفت
پھلوں کی بکھیر، راستہ روک دیتی تھی
از پُری میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سلہ بر سر در درختستان شاں
ان کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری
پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی
پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
ان پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے
بر سر و روئے روندہ می زدہ
چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

مردِ گلخن تاب از پُری زر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے
بستہ بودے بر میاں زریں کمر
کمر پر زریں پٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا
کتے پاؤں کے نیچے قلچے روندتے
تخمہ بودے گرگِ صحرا از نوا
غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہو جاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دزد و گرگ
شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہو گئے تھے
بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ
موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے
اگر ان کے کپڑے میلے ہو جاتے
آتشِ[3] سوزندہ شاں صابون بدے
جلانے والی آگ ان کا صابون ہوتا

در تنور انداختندے جامہ را
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے
بعد یک ساعت شدے خوش با صفا
تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں
کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم
جو روز بروز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مہم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی
انبیاء بُردند امرِ فاستقم
انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

چوں زحد بردند ناشکری چناں
جب انہوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی
غیرتِ حق کارگر شد در زماں
اس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

آمدنِ پیغمبراں بہ نصیحتِ اہلِ سبا
اہلِ سبا کی حکومت کے لئے پیغمبروں کا آنا

میزدہ پیغمبر آنجا آمدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے
گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
گمراہوں کے سب رہبر بنے

---

1. نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سلہ۔ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بےکسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ سائی۔ کمر۔ پٹی۔
2. کلیچہ۔ قلیچہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال وخوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی۔ سترگ۔ موٹاپا۔ چرکین۔ میلا۔
3. آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیا کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

Marfat.com

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی شکر کر
مرکب شکر ار بخسپد حرکوا[1]
اگر شکر کی سواری سو گئی ہے (اسکو) چلاؤ

شکر منعم واجب آمد در خرد
عقلی اعتبار سے، انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے
ورنہ بکشاید درِ خشم ابد
ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟
کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ
وہ سر عنایت کرتا ہے، سجدہ کا شکر چاہتا ہے
پا بخشد شکر خواہد قعدۂ
پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکرِ نعمت نعمت افزوں تر کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے
صد ہزاراں گل ز خارے سر کند
لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکرِ مارا بُرد غول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا
ماشدیم[2] از شکر و از نعمت ملول
ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا
ہم بخشش سے، ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں
کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمیخواہیم نعمتہا و باغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے
ما نمیخواہیم اسباب و فراغ
ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں
نعمت کیا چیز ہے، اس سے ہماری طبیعت بھر گئی
شکر چہ گوییم بر گوئید ہیں
کاہے کا شکر کریں، ہاں بتاؤ

انبیاء[3] گفتند در دل علتے ست
انبیا نے فرمایا، دل میں بیماری ہے
کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں
طعمہ در بیمار کے قوت شود
کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر
اے ضدی تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں
جملہ ناخوش گشت و صافِ او کدر
وہ سب ناقص اور ان میں سے صاف مکدر ہو گئیں

تو عدوِ ایں خوشیہا آمدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا
گشت ناخوش ہر چہ بروے کف زدی
جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہو گئی

---

1. حرکوا۔ یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ در خرد۔ عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔ سر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا۔ اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے لیے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔ صد ہزاراں۔ مصائب نعمتوں سے بدل جائیں گے۔ غول۔ بھوت، شیطان۔
2. ماشدیم۔ اہل سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگ دل ہیں اور ہمارے لیے اب نہ طاعت میں لذت رہی نہ گناہ میں۔ نعمتے۔ یعنی جب نعمت ہمارے لیے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔
3. انبیاء۔ انبیا نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو، بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔ تو عدو۔ اسی لیے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔

ہر کہ[1] او شد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا

شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں، وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ او بیگانہ باشد با توہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو

پیشِ تو او بس مہ است و محترم
وہ تیرے لیے بہت بڑا اور باعزت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے

زہرِ او در جملہ خلقاں ساری ست
اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیے

شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندی نظر آتی ہے

ہر خوشی[2] کاید بتو ناخوش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے، بُری ہو جاتی ہے

آبِ حیواں گر رسد آتش شود
اگر آبِ حیات آتا ہے، آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
یہ صفت، موت اور بے چینی کی کیمیا ہے

مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اسکی وجہ سے تیری زندگی موت بنجاتی ہے

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں، جن سے دل زندہ ہوتا ہے

چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اِشکار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے

چوں شکارت شد بر تو خوار شد
جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائیِ[3] عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے

چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائیِ نفس با ہر نفسِ پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی

تو یقیں می داں کہ ہر دم کمترست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علت می تند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے

معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

گر نخواہی دوست را فردا نفیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابل نفرت نہیں دیکھنا چاہتا ہے

دوستی با عاقل و با عقل گیر
عقلمند اور عقل سے دوستی کر

---

[1] ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہر او۔ اس بیماری میں پوری قوم مبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[2] ہر خوشی۔ اس بیماری سے اچھی چیز بری بن جاتی ہے۔ آب حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا اشکار اور گرویدہ ہے تم اس کو ذلیل سمجھتے ہو۔

[3] آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ یومیہ گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔ گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔

Marfat.com

از سموم[1] نفس چوں با علتی ... ہر چہ گیری تو مرض را آلتی
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے ... تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (کار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود ... ور بگیری مہرِ دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائے گا ... اگر تو دل کا محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی وہ جائے گی

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف ... بعدِ دیدن گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کرے گا ... تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائے گا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد ... چیزِ دیگر گو بجز ایں اے عضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے ... اے یارا! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و نو گفتہ گیر ... باز فردا زاں شوی سیر و نفیر
فرض کرو، کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو ... پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

دفعِ[2] علت کن چو علت خو شود ... ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر ... ہر پرانی بات تیرے لیے نئی ہو جائے گی

تاکہ از کہنہ بر آرد برگِ نو ... بشگفاند کہنہ صد خوشہ زگو
حتیٰ کہ پرانی بات نئے پتے نکالے گی ... پرانی (بات) گڑھے میں سے سیکڑوں خوشے کھلائے گی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق ... بحرِ قلزم دید ما را فانفلق
ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں ... ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند ... کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب، دوسرے ہیں ... جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم ... کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں ... کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذایند و ثمار ... جانِ حیوانی بدیشاں استوار
وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں ... حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال ... ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال
ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں ... اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنے والا ہے

---

[1] از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اس کی بیماری میں اضافہ کرے گا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے، عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو بُرے لگتے ہیں۔ چیزِ دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائے گا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

[2] دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحرِ قلزم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت۔ یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے [3] ما بدل۔ انبیا اور اولیا بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی اور چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطبا کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیباں۔ یہ انبیا کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کون سا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

Marfat.com

کایں چنیں[1] فعلے تُرا نافع بود — و انچناں فعلے زِرہ قاطع شود

کہ ایسا فعل تیرے لیے نافع ہو گا — اور ایسا فعل راہِ (حق) سے جدا کرنے والا ہو گا

اینچنیں قولے ترا پیش آورد — و انچناں قولے ترا نیش آورد

ایسی بات، تجھے آگے بڑھائے گی — اور ایسی بات تیرے، ڈنک مارے گی

آنچناں و ایں چنیں از نیک و بد — پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جد

ایسا، اور ویسا، اچھا اور بُرا — ہم تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں — زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں

اگر تو چاہے اس کو اختیار کر تو چاہے، اس کو — زہر اور شکر، پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوئے دلیل — ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل

ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے — اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دست مُزدے[2] می نخواہیم از کسے — دستِ مُزدِ ما رسد از حق بسے

ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں — ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہ مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را — داروئے مایک بیک رنجور را

آگاہ: ناسور کی بیماری کے لیے پکار ہے — ہماری دوا، ہر بیمار کے لیے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے (ان پر سلام ہو) معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی — کو گواہِ[3] علم و طبِّ نافعی

قوم نے کہا، اے دعوے دارو! — نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں شما[3] بستہ ہمیں خواب و خورید — ہمچو ما باشید و دردہ می چرید

جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو — ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دام ایں آب و گلید — کے شما صیادِ سیمرغِ دلید

جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو — تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حبِّ[3] جاہ و سروری دارد براں — کہ شمارد خویش از پیغمبراں

رتبہ اور سرداری کی محبت اس پر آمادہ کرتی ہے — کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

---

[1] ایں چنیں۔ یعنی انسان کے کون سے افعال واقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کون سے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لیے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

[2] دست مزدے۔ تمام انبیا یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ یعنی "ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔" ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیا سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔

[3] چوں شما۔ کفار نے انبیا پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیا ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیا سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ حب جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری کا دعویٰ کراتا ہے۔

Marfat.com

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ — کردن اندر گوش و افتادن بدروغ[1]

ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے — سننا اور بھاچھ میں گرنا

انبیاء گفتند کایں زاں علت ست — مایۂ کوری حجابِ رُویت ست

انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں — اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعویٔ مارا شنیدید و شما — می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما

تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا، اور تم — ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را — ماش گردانیم گردِ چشمہا

یہ جوہر، لوگوں کی آزمائش ہے — ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گویدؔ[2] کو گوا گفتش گواست — کو نمی بیند گہر، حبسِ عماست

جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے، اس کی بات (خود) گواہ ہے — کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے، اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز — کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز

سورج کہے، کہ اٹھ — دن نکل آیا، اٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ

تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ — تجھ سے وہ کہے گا، اے اندھے اللہ (تعالیٰ) سے آنکھ مانگ

روزِ روشن ہر کہ او جوید چراغ — عین جستن کوریش باشد بلاغ

جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے — یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کی علامت ہے

ور نمی بینیؔ[3] گمانے بُردہٗ — کہ صباح ست و تواند پردہٗ

اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے — کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریِ خود را مکن زیں گفت فاش — خامش و در انتظارِ فضل باش

اس گفتگو سے، اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر — چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضل بے علت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت

شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے — اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

ورنہ ماندی در چنیں کوری ابد — آئینہ پنہاں بشد از تو در نمد

ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہے گا — آئینہ تجھ سے، نمدے میں چھپ گیا ہے

[1] افتادن بدروغ۔ یعنی گھٹیا چیز حاصل کرنا۔ انبیاء۔ انبیا نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھا پن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ایں گہر۔ یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔

[2] ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔ روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔

[3] ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتابِ رسالت نظر بھی نہ آئے، وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لیے مجھے نظر نہیں آتا ہے۔ فضل بے علت۔ یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت۔ یعنی آفتابِ رسالت کا نظر نہ آنا۔ ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کرے گا تو ہمیشہ کے لیے بدبختی میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کو آئینۂ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔

درمیانِ[1] روز گفتن روز کو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟
خویش رُسوا کردن ست اے تند خو
اے بدمزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے
ویں نشاں جستن نشانِ علت است
اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

اَنْصِتُوْا پذیر تا بر جانِ تو
اَنْصِتُوْا کو قبول کر لے، تاکہ تیری جان پر
آید از جاناں جزائے اَنْصِتُوْا
محبوب کی طرف سے انصتوا کا بدلہ آئے،

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے، اس طبیب کے سامنے
بر زمیں زن زود سر را اے لبیب
اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے
بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے[2] تو بگوید فضلِ ہو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے
کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو
کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے
خود بہ بینید و شوید از خود خجل
خود دیکھ لو گے، اور خود شرمندہ ہو گے

دفع ایں کوری بدستِ خلق نیست
اس اندھے پن کا دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے
لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست
لیکن طبیبوں کی عزت کرنا، اسباب ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو
تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
تاکہ مشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

متہم داشتنِ قوم[3] انبیاء را علیہم السلام
قوم کا انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زُرق ست و مکر
قوم نے کہا، یہ سب فریب اور مکر ہے
کے خدا نائب کند از زید و بکر
خدا زید، اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ او
بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیے
آب و گل کو خالقِ افلاک کو
پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

---

1. درمیان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کر کے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشان جستن۔ یعنی معجزہ طلب کرنا۔ اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ یعنی "جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔" گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیا اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے ان کے لیے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیے۔
2. ثنائے۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائے گا کہ آسمان کو اس پر حسد آئے گا۔ چوں۔ جب ان اطبا کی دلداری کی جائے گی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے گی۔ دفع۔ رسالت نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ان لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔
3. قوم۔ یعنی اہل سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ انسان جو آب و گل سے بنا ہے اس کو اللہ سے کیا مناسبت ہے۔

Marfat.com

مغزِ خر خوردیم تا ما چوں شما — پشہ را داریم ہمرازِ ہما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے — مچھروں کو ہما کا ہمراز سمجھیں

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا — ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرہ را
کہاں ہما کہاں مچھر، کہاں مٹی، کہاں اللہ — ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود — تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟ — جو عقل اور دماغ میں آ سکے

تا کجا ایں گفتِ بیہودہ کجا — ایں چہ زرق ست و چہ شیدست و دغا
یہ بیہودی گفتگو کب تک؟ — یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں — می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟ — اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر — گندنا را می شناسیم از گزر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں — کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایتِ خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیشِ فیل فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیشِ تو کہ ازیں چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتابِ کلیلہ و دمنہ آمدہ

ان خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لیے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت — من رسولِ ماہم و با ماہ جفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا — میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز رمہ پیلاں ازاں چشمہ زلال — جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر — تمام جنگلی جانور، مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور — حیلۂ کردند چوں کم بود زور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے — چونکہ طاقت کم تھی، انہوں نے تدبیر کی

مغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بن جاتا ہے۔ پشہ۔ یعنی انسان۔ ہما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ہما۔ اللہ تعالیٰ اور انسان میں کیا نسبت، ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ایں چہ۔ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ سے ہمراز ہونا عقل میں نہیں آ سکتا۔ تا کجا۔ اہل سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔
ریسماں۔ چندیا کا کچا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کر لیں۔ گندنا۔ عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار پھل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہل سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔
من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔ کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اس لیے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے مل کر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ جملہ۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لیے انہوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔

Marfat.com

از سر کہ بانگ زد خرگوشِ زال[1]
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی
سوئے پیلاں در شبِ غرہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہِ پیلاں من رسولم پیش بایست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں
بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی، اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ
چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا، ظلم
گفتم از گردن برون انداختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

ترک ایں چشمہ بگوئید و روید
یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ
تاز زخمِ تیغِ من ایمن شوید
تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نک نشاں[2] آنست کاندر چشمہ ماہ
دیکھو علامت یہ ہے کہ چاند پانی میں
مضطرب گردد زپیلِ آب خواہ
پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابع عشر اے شاہِ پیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! چودھویں رات کو آ جا
تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کر لے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہ پیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آ جا
تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پا لے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے
شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید
ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم[3] پیل آں شب در آب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی
مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

پیل باور کرد از وے آں خطاب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا
چوں درونِ چشمہ مہ کرد اضطراب
جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ
وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہو گیا
بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

---

1. زالؔ۔ بڑھیا۔ غرہ۔ پہلی رات کا چاند۔ شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ می گوید۔ میں چاند کی طرف سے پیغام لایا ہوں، چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔ ستم گفتم۔ یعنی میں نے تمہارا ظلم تم کو بتا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔
2. نک نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیا۔ اب اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گزرنے کو ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمے پر پانی پینے آیا۔
3. خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آ گیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔

Marfat.com

مانہ زاں[1] پیلانِ گولیم اے گروہ | کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں | کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کر لے

جواب گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردن ایشاں را

انبیا کا ان کے اعتراض کا جواب دینا اور ان کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاء گفتند آوہ پندِ ماں | سخت تر کرد اے سفیہاں بند تاں
انبیا نے فرمایا، افسوس ہماری نصیحت نے | اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کر دیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں | گشت زہرِ جاں قہرِ آہنج تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا | جان کا زہر، تمہارا قاتل قہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را | چوں خدا بگماشت پردۂ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے | جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

چہ[2] رئیسی جست خواہیم از شما | کہ ریاست ماں فزون ست از سما
ہم، تم سے کیا سرداری چاہیں گے | ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر | خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پُر
موتیوں کا سمندر، کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟ | خصوصاً اس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود | کافتابے اندرو ذرہ نمود
اس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے | جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کادمے[3] کو بود بیمثل و فرید | دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدم علیہ السلام، جو کہ بیمثل اور یکتا تھے | شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ دیوانہ[4] بہارش دے نمود | زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسمِ) بہار کو خزاں دکھایا | اسی طرف گئی جو اس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ | پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں | بدبخت کے لیے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کاید ناشناخت | پیشِ بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے جاتے ہیں | ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

مانہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہلِ سبا نے کہا کہ ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آ جائیں۔ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیا نے ان سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہو گئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضبِ خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اس کے لیے مزید اندھیرے کا سبب بن جاتا ہے۔

چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔

کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور ان کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدم علیہ السلام جو بمنزلہ بہار تھے وہ اس کو خزاں نظر آئے۔ خود ذلیل تھا اس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔

Marfat.com

احمقاں را ایں چنیں حرماں[1] چراست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟

می نسازد گمرہاں را راہِ راست
گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے

ویں مقلّبِ قلب را سوءُ القضاست
اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

چوں بتِ سنگیں شما را قبلہ شد
جب پتھر کا بت تمہارا قبلہ بن گیا

لعنت و کوری شمارا ظُلّہ شد
لعنت اور اندھا پن تمہارا سائبان بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟

چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
عقل اور روح کو اللہ تعالیٰ کا ہمراز بنانا کیوں نامناسب ہوا؟

پشۂ مُردہ ہما را شد شریک
مرا ہوا مچھر، ہما کا شریک بن گیا

چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک
زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہیں؟

آں بتِ مردہ تراشیدہ شماست
"مردہ بت، تمہارا گھڑا ہوا ہے

پشۂ زندہ تراشیدہ خداست
زندہ مچھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ[2] خویشید و صنعت کردِ خویش
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں

دُمِ ماراں را سَرِ مارست کیش
سانپوں کی دم کا مذہب سانپ کا سر ہے

نے دراں دم دولتے و نعمتے
نہ اس دم میں کوئی دولت اور نعمت ہے

نے دراں سر راحتے و لذتے
نہ اس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

گردِ سر گرداں بود آں دُمِ مار
وہ سانپ کی دم سر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے

لائق اند و در خورند آں ہر دو یار
وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں[3] گوید حکیمِ غزنوی
غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں

در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
"الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر

در خور آمد شخصِ خر با گوشِ خر
گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

---

[1] حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب ان کی حرماں نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر مسلط ہے۔ چوں۔ انبیا نے اہل سبا سے کہا چونکہ تم بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لیے لعنت اور اندھا پن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی علامت یہ ہے کہ پتھر کے بت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آ رہا ہے۔ پشہ مردہ۔ یعنی پتھر کا بت۔ ہما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔ آں بت۔ بت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔

[2] عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دمِ ماراں۔ سانپ کی دم سانپ کے سر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گردِ سر۔ جس جانب منہ جائے گا اسی جانب اس کی دم جائے گی۔ ذو یار۔ یعنی سانپ کی دم اور سر۔

[3] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں ان کو بیان کر کے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور ان کی عجیب عقل پر حیرت کی ضرورت نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے۔

Marfat.com

شد مناسب عضوہا[1] و ابدانہا　شد مناسب وصفہا با جانہا

اعضا اور بدن مناسبت سے بنے ہیں　اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف ہر جانے مناسب باشدش　بیگماں با جاں کہ حق بتراشدش

ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے　یقیناً اللہ (تعالیٰ) اس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت باجاں قریں کردست او　پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رُو

جبکہ اس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے　تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت　شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں　جو حروف اللہ (تعالیٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین　چوں قلم در دست کاتب اے حسین

آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں　اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اِصبعِ[2] لطف ست قہرے درمیان　کلکِ دل با قبض و بسطے زیں بنان

مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں　ان سرانگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

اے قلم بنگر گر اجلالیتی　کہ میانِ اِصبَعَینِ کیستی

اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ　کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست　فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست

تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے　تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر (ظاہر) ہونے والا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست　عزم و فسخت ہم زعزم و فسخِ اوست

تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں　تیرا ارادہ اور (اس کی) فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست　زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے　اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود　قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد

اس کو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر　اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

---

[1] عضوہا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضا اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اس کے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔ وصف۔ ہر جان کے اوصاف اس کے مناسب پیدا فرمائے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ایک روح کے لیے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اس کے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلم تقدیر نے جو حروف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دیدہ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہتی ہے ان کا رخ موڑ دیتی ہے۔

[2] اصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری مہر کی انگلی ہے۔ بنان۔ بنانہ کی جمع، سرانگشت۔ اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس کی انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ "میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔" جز نیاز۔ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔ قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

Marfat.com

انچہ[1] در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند

وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی (کے قصہ) سے متعلق ہوئے — حتیٰ کہ (حکمت) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیان آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردنِ خاصہ درکارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کے رسد تا ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہِ پاک انداختن

ان کو کیا حق تھا کہ انہوں نے یہ مثالیں گھڑیں — اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آں مثل آوردنِ آنحضرت ست — کہ بعلمِ سِرّ و جہر او آیت ست

مثال دینا اس دربار کا (حق) ہے — کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سِرِّ چیزے تا تو کل[2] — تا بزلف و یا بُرخ آری مثل

تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے — تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰؑ را کہ عصا دیدو نبود — اژدہا بُد سِرِّ او لب میگشود

موسیٰؑ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا — اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

چوں چناں شاہے نداند سِرِّ چوب — تو چہ دانی سِرِّ ایں دام و حبوب

جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے — تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

چوں غلط شد چشمِ موسیٰؑ در مثل — چوں کند موشے فضولی مدخل

جب مثال (کے معاملہ) میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ غلط ہو گئی — تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند — تا بپاسخ جزوِ جزوت بر کند

وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے — تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ[3] لعیں — تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں

ملعون شیطان، یہ مثال لایا — یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کے لیے ملعون ہوگیا

ایں مثال آورد قاروں از لجاج — تا فروشد در زمیں با تخت و تاج

قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا — یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

---

1. انچہ۔ اب مولانا نے پھر اہل سبا کے قصہ کی طرف رخ کیا ہے۔ اہل سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازلی۔ یعنی ازلی حکمت۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔ کے رسد۔ اہل سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لیے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو مثال اور جس کے لیے وہ مثال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔
2. کل۔ گنجا اگر زلف اور رخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدہا تھا۔ اس نے ہونٹ چلائے تو ان پر یہ راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔ فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔
3. ابلیس۔ شیطان نے کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے۔" لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔ قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ "یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔" اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔

Marfat.com

این مثال آورد نمرودِ[1] جہول ۔۔۔ تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول

جاہل نمرود، یہ مثال لایا ۔۔۔ یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھالیا

این مثال آورد فرعون از غلط ۔۔۔ تا کہ اندر آب دریا شد سقط

فرعون، غلطی سے یہ مثال لایا ۔۔۔ یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بکار بن گیا

این مثال اندیش گشتہ قومِ عاد ۔۔۔ کاستخواں شاں خرد و مُرد آمد زباد

قومِ عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی ۔۔۔ کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

این مثال آورد ہر بدبختِ دوں ۔۔۔ تا کہ شد در قعرِ دوزخ سر نگوں

ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا ۔۔۔ یہاںتک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

این مثالت[2] را چو زاغ و بوم داں ۔۔۔ کہ ازیشاں پست شد صد خانداں

تو مثال کو کوا اور الو سمجھ ۔۔۔ کہ ان کی وجہ سے سیکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

مثلہا زدنِ قومِ نوح علیہ السلام باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قومِ نوح علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوح[3] اندر بادیہ کشتی بساخت ۔۔۔ صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت

(حضرت) نوح علیہ السلام نے جنگل میں کشتی بنائی ۔۔۔ سیکڑوں مثال دینے والے مذاق کے لیے دوڑے

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست ۔۔۔ می کند کشتی چہ ناداں ابلہیست

اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے ۔۔۔ وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز ۔۔۔ واں یکے میگفت پرّش ہم بساز

ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا ۔۔۔ اور ایک کہتا تھا، کہ اس کے پر بھی لگا

آں یکے[3] میگفت دُنبالش کژست ۔۔۔ واں یکے میگفت پشتش کژمژست

ایک کہتا تھا، کہ اس کا دنبالہ ٹیڑھا ہے ۔۔۔ ایک کہتا تھا، کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست ۔۔۔ واں یکے میگفت پایش کج چراست

ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟ ۔۔۔ ایک کہتا تھا، کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مشکِ تہی ست ۔۔۔ واں یکے میگفت ایں خر بہرِ کیست

ایک کہتا تھا، کہ یہ خالی مشکیزہ ہے ۔۔۔ ایک کہتا تھا، کہ یہ گدھا کس کے لیے ہے

---

[1] نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیِیْ وَ اُمِیْتُ یعنی "لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔" عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی "میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔" سقط۔ بیکار چیز۔ قومِ عاد۔ حضرت ہود کے ساتھ ان لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہوگئے۔

[2] این مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔ زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔ آب نیست۔ کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوح علیہ السلام کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز۔ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرش۔ اس کشتی کے پر لگا تا کہ اڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

[3] آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوح علیہ السلام سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا ہے کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔

Marfat.com

آں یکے میگفت بیکاری مگر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے

یا شدی فرتوت و عقلت شد ز سر
یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

او ہمی[1] گفت ایں بفرمانِ خداست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے

ایں بخر بکہا نخواہد گشت کاست
یہ ٹھٹھوں سے نہ گھٹے گی

حکایتِ آں دزدکہ پرسیدند چہ میکنی در نیم شب در زیرِ

اس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے

ایں دیوار، گفت دہل می زنم

پاس کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دزدِ عنید[2]
یہ مثال سن، کہ رات میں ایک سرکش چور

در بنِ دیوار حفرہ می برید
دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ او رنجور بود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا

طقطقِ آہستہ اش را می شنود
اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا

گفت او را درچہ کاری اے پدر
اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟

تو کئی؟ گفتا دہل زن اے سنی
تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

در چہ کاری؟ گفت میکوبم دہل
تو کس کام میں (مصروف) ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کو بانگِ دہل اے بو سبل
اس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را
اس نے کہا تو اس آواز کو کل سن لے گا

نعرۂ یا حسرتا واویلتا
یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لے گا

آن زماں واقف شوی بر جزو کل
اس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

در غلط افتادۂ اے نیم خام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شو در آتشِ حق والسلام
اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

---

1. او ہمی۔ حضرت نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حکایت۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا تھا، اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی "جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، آیندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔" اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے۔
2. عنید۔ جھگڑالو۔ حفرہ۔ گڑھا۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ گفت اُو را۔ اس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد۔ یعنی خیریت ہے آدھی رات کو تو یہ کیا کام کر رہا ہے اور تو کون ہے۔
3. سنی۔ بزرگ۔ بوسبل۔ مختلف طریقوں والا، مونچھوں والا۔ نعرہ۔ یعنی تیرا سب لٹ جائے گا اور تو واویلا کرے گا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سن لے گا۔
4. من۔ یعنی جب میں چوری کرکے چلا جاؤں گا تب تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ در غلط۔ یہ انبیا کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے۔

Marfat.com

آں دروغ ست و کژ و برساختہ | سِرِّ آن کژ را تو ہم نشناختہ
وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے | اس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب[1] آن مثل کہ منکران گفتند از رسالتِ خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اس کا جواب

سِرِّ آں خرگوش داں دیوِ فضول | کہ بہ پیشِ نفس تو آمد رسول
اس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے | جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد | ز آبِ حیوانے کہ ازوے خضرؑ خورد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اس نے محروم کر دیا | اس آبِ حیات سے۔ جو خضر علیہ السلام نے پیا

باژگونہ کردۂ معنیش را | کفر گفتی مستعد شو نیش را
تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا | تو نے کفر کیا، سزا کے لیے تیار ہو جا

اضطرابِ ماہ گفتی در زُلال[2] | کہ بترسانید پیلاں را شغال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا | جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب | خشیتِ پیلان زمہ در اضطراب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے | چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں چہ ماند آخر اے کورانِ خام | با مہے کہ شد زبونش خاص و عام
اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟ | اس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک | چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک
کیا چاند، اور کیا سورج، اور کیا آسمان | کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد | چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے، اور کیا پتھر | کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار | چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
کیا شہر، اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر | کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات، اور دن

چہ تراب[3] و آب و چہ باد و چہ نار | چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ | کیا جاڑا، اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

---

[1] جواب۔ اب مولانا اس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔ پیش نفس۔ ہاتھی سے مراد نفس انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آب حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آب حیات سے محروم کر دیتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باژگونہ۔ اہل سبا نے اس قصہ کو الٹ کر خرگوش سے انبیا مراد لیے۔ کفر۔ انبیا کو دھوکا باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش۔ یعنی سزا۔

[2] زلال۔ صاف پانی۔ شغال۔ یعنی گیدڑ۔ ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی، یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالیٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں تمام جہاں اس کا محکوم ہے۔

[3] چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما۔ فصل خزاں۔

Marfat.com

جملہ اندر حکم و در فرمانِ او
سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں
ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ او
جیسا کہ گیند بلے کے خم میں

آفتابِ[1] آفتابِ آفتاب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)
ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں
شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر
سرنگوں کردست اے بد گوہراں
اے بد اصلو! اوندھے کر دیے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سیکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے
آفتابے چوں خراسے در طواف
سورج پن چکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

خشمِ مرداں خشک گرداند سحاب
مردانِ (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے
خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مُردگانِ بے حنوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو
در سیاستگاہِ شہرستانِ لوط[2]
لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغِ پَراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین، چار، اڑنے والے پرندوں نے
کوفتند آں پیلگاں را استخواں
ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اَضعفِ مرغاں ابابیل ست و اُو
ابابیل کمزور ترین پرند ہے، اور اس نے
پیل را بدرید و نہ پُر بُرد رفو
ہاتھی کو ایسا پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کونشنید آں طوفانِ نوحؑ[3]
کون ہے جس نے طوفانِ نوح علیہ السلام کے بارے میں نہ سنا ہو
یا مصافِ لشکر فرعون و روح
یا فرعون اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا معرکہ

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت
(حضرت) جبرئیل علیہ السلام نے ان کو شکست دی اور پانی میں بہا دیا
ذرہ ذرہ آبِ شاں بر می گسیخت
پانی ان کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کونشنید احوالِ ثمود
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سنے ہوں؟
وانکہ صرصر عادیاں را می ربود
اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اچک رہی تھی

چشم بارے در چناں پیلاں کشا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول
کہ بدندے پیل کش اندر وغا
جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

---

1. آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی، تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی میرا ذات حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہل سبا کی گستاخی پر ان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیا کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنا ہے ان کی ناراضی سے پہاڑ شق ہوئے ہیں سورج پن چکی کے گدھے کی طرح ان کا طواف کرتا ہے۔ مرداں۔ انبیا۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیا کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔
2. لوط۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔ پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔
3. نوحؑ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل علیہ السلام نے دریا میں غرق کر دیا۔ ثمود۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم | زیرِ خشم دل ہمیشہ در رجوم [1]
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ | (صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے | میروند و نیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لیے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں | جا رہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید | جملہ دیدند و شما نادیدہ ا
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سنا ہے | سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

دیدہ را نادیدہ می آرید و لیک | چشمِ تاں را وا کشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو ان دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن | موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور | چوں روی در ظلمتے مانند کور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں | جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم | بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا | اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند رہے گا

تو درونِ چاہ رفتستی زکاخ | چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنویں میں چلا گیا ہے | وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند او | چوں بہ بیند روئے یوسفؑ [3] را بگو
وہ جان بھی بھیڑیئے پن میں رہی | بتا، وہ یوسف علیہ السلام کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کہ رسید | گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید
(حضرت) داؤد علیہ السلام کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا | ان سنگدلوں کے کان نے نہ سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد | ہر زمان وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے | ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

صَدِّقُوْا رُسُلًا کِرَامًا یَا سَبَا | صَدِّقُوْا رُوْحًا سَبَاھَا مَنْ سَبَا
اے سبا (والو) شریف رسولوں کی تصدیق کرو | اس روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوْھُمْ ھُمْ شُمُوْسٌ طَالِعَہ | یُؤْمِنُوْکُمْ مِنْ مَّخَازِی الْقَارِعَہ
ان کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں | وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

---

[1] رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظلم۔ ظلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم ان تمام دیکھی بھالی چیزوں کو ان دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔

[2] گر دو عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔ تو دروں۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنویں میں گرا لے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصف گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب، حرص، طمع وغیرہ۔

[3] یوسف۔ یعنی انبیا کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہل سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔ صَدِّقُوْا۔ پھر مولانا اہل سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مان لو، یہ عاشقانِ خدا ہیں ان کی تصدیق کرو، یہ مجسم نور ہیں، ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔

Marfat.com

صَدِّقُوْھُمْ ھُمْ بُدُوْرٌ زَاھِرَہ — قَبْلَ اَنْ[1] یَلْقُوْکُمْ بِالسَّاھِرَہ

ان کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں — اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صَدِّقُوْھُمْ ھُمْ مَصَابِیْحُ الدُّجٰی — اَکْرِمُوْھُمْ ھُمْ مَفَاتِیْحُ الرَّجَا

ان کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں — ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صَدِّقُوْا مَنْ لَّیْسَ یَرْجُو خَیْرَکُمْ — لَا تَضِلُّوْا لَا تَصُدُّوْا غَیْرَکُمْ

اس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے — گمراہ نہ بنو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل — ہندوی آں ترک[2] باش اے آب و گل

ہم فارسی بولنے والے ہیں، خبردار! عربی کو رہنے دے — اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے) اس ترک کا غلام بن جا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید — بگرویدند آسمانہا بگروید

آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو — آسمان ان کے گرویدہ ہیں تم (بھی) گرویدہ بنو

یا بحال اوّلیناں بنگرید — یا سوئے آخر بحزمے بر پرید

یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو — یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنیِ حزم و مثالِ مردِ حازم

پختہ کاری کے معنی کا بیان، اور پختہ کار انسان کی مثال

حزم[3] چہ بود در دو تدبیر احتیاط — از دو آں گیری کہ دور است از خباط

پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر — تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز — نیست آب و ہست ریگِ پائے سوز

ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک — پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والی ریت ہے

آں دگر گوید دروغست ایں بداں — کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں

دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے — کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب — تا رہی از ترس و باشی بر صواب

پختہ کاری یہ ہو گی کہ تو پانی لے لے — تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

---

[1] قَبْلَ اَنْ۔ لامحالہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔ مَنْ لَّیْسَ۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی رہنما کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کرو گے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔

[2] ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیا جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اس کو سنو آسمان تک اس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔ یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔

[3] حزم۔ حاء کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری، احتیاط۔ خباط۔ خبطی پن لغزش۔ از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔

Marfat.com

گر بود[1] در راہ آب ایں را بریز / ور نباشد وائے بر مردِ ستیز
اگر راستہ میں پانی ہو اس کو بہا دے / اگر نہ ہو تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید / حزم بہرِ روزِ میعادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو / قیامت کے دن کے لیے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوّے کز پدرتاں کیں کشید / سوئے زندانش ز علیّیں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی / علیین سے اس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد / از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دے دی / اس کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد / تا بکشتی در فگندش روئے زرد
معرکے میں چند جگہ اس پر پیچ ڈالا / یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا

آنچنیں کردست با آں پہلواں / سست سستش منگرید اے دیگراں
اس بہادر کے ساتھ یہ کیا / اے بیگانو! اس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے ما را آں حسود / تاج و پیرایہ بچالاکی ربود
اس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا / تاج اور لباس چالاکی سے اچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار / سالہا بگریست آدمؑ زار زار
اس جگہ ان کو ننگا، ذلیل اور بدحال کر دیا / آدم علیہ السلام سالوں زار زار روئے

کہ ز اشکِ[3] چشمِ او روئید نبت / کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ ان کی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی / کہ کیوں اعمال نامے میں انکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طراریش را / کہ چناں سرور کند زو ریش را
تو اس کی چالاکی کا قیاس کر لے / کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے ڈاڑھی نوچتا ہے

الحذر اے گِل پرستاں از شرش / تیغِ لا حولے زنید اندر سرش
اے مٹی کے پجاریو! اس کے شر سے بچو / اس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

---

1. گر بود۔ احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لیے اعمال صالحہ کا توشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہے تو اعمال صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہرحال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمال صالحہ کام آ جائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمال صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کر لیے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔
2. خلیفہ۔ یعنی حضرت آدم۔ روزِ میعاد۔ روزِ قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہِ شطرنج دل۔ یعنی حضرت آدم۔ بند۔ پیچ۔ نبرد۔ جنگ۔ پہلوان۔ یعنی حضرت آدم۔ مادر۔ یعنی حوا۔ بابا۔ حضرت آدم۔ پیرایہ۔ لباس۔
3. کہ ز اشک۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اگ آئی۔ جریدہ۔ عین ثابت یعنی وہ وجود آدم جو قبل تخلیق آدم علم الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ ماننا۔ لاتقربا کا حکم۔ طراری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ ریش۔ ریش کندن، غم و غصہ کرنا۔ گل پرست۔ تن پرست۔

کو ہمی بیند[1] شما را از کمیں — کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے — خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے — دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر — تانہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ — تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام — ورنہ چوں خوردی در فتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا — ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

زانکہ[2] ہر مرغے کہ ترکِ دانہ کرد — دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا — بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت — در ریاضِ قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا — اور قدس کے باغوں میں اس کے لیے پھول کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام جست — ہیچ دامے پَر و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا — کسی جال نے اس کے بال و پر نہ باندھے

وَخامتِ حالِ آں مرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا

اس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی۔

باز مرغے[3] فوقِ دیوارے نشست — دیدہ سوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا — آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سوئے صحرا می کند — یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے — (اور) ایک نظر میں اس کو حرص دانہ کی طرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد — ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا — اچانک اس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند — صائدش کشت و بخورد و کام راند
وہ اڑا، دانہ کھایا، اور جال میں پھنس گیا — شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مرغے کاں تردُّد را گذاشت — زاں نظر برکندہ بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردد کو چھوڑا — اس نے اس سے نظر ہٹا لی اور جنگل پر لگا دی

---

[1] کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اس کے مارنے کے لیے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈال دیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے۔ ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

[2] زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا، وہ جنت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو شیطان کے دانوں سے بچے گا۔

[3] باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے، ایک تو وہ جو حرص و لالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا۔ دوسرا پرندہ وہ ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرندہ کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد۔ شکاری۔

Marfat.com

شاد پرّ و بالِ او بخالہٗ
تا امام[1] جملہ آزاداں شد او
اس کے بال و پر بھلے ہیں، اس کے لیے خوبی ہے
یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا
ہر کہ اورا مقتدا سازد بَرست
در مقامِ امن و آزادی نشست
جس نے اس کو مقتدا بنا لیا، نجات پا گیا
امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا
زانکہ شاہِ حازماں آمد دلش
تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا
یہاں تک کہ گلستاں اور چمن اس کی منزل بنا
حزم زو راضی و او راضی ز حزم
اینچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
پختہ کاری اس سے خوش، اور وہ پختہ کاری سے خوش
اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر
بارہا در دامِ حرص افتادۂ
حلقِ خود را در بُریدن دادۂ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے
تو نے اپنا گلا کٹنے کے لیے دے دیا ہے
بازت آں توّاب[2] لطف آزاد کرد
توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد
پھر تجھے اس (مجسم) مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا
اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا
گفت اِنْ عُدْتُّمْ کَذَا عُدْنَا کَذَا
نَحْنُ[2] زَوَّجْنَا الْفِعَالَ بِالْجَزَا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے
ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے
چونکہ جفتے را بَرِ خود آورم
آید آں جفتش دوانہ لا جرم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں
اس کا جوڑا لا محالہ دوڑتا ہوا آتا ہے
جفت کردیم ایں عمل را با اثر
چوں رسد جفتے رسد جفتے دگر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے
جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آ جاتا ہے
چوں[3] رُباید غارتے از جفت شوے
جفت می آید پئے او شوے جوے
جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے
مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے
بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید
خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم پھر اس جال کی طرف آئے
تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی
باز تاں توّاب بگشاد آں گرہ
گفت ہیں بگریز رو ایں سومنہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی
فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

[1] تاامام۔ پھر یہ نجات پانے والا پرند دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو پرند اس ہوشیار پرند کو امام بنالے گا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرند کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا۔ ایں چنیں۔ انسان کو بھی اس محتاط پرند کی طرح کام کرنا چاہیے۔

[2] توّاب۔ توبہ قبول فرمانے والا، اللہ تعالیٰ۔ لطف۔ مہربانی۔ یہ توّاب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نحن۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ساتھ اس کے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ جفتے۔ نر مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے تو دوسرا خود تمہارے پاس آ جائے گا۔

[3] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرلے اس کی مادہ نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بارِ دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔

Marfat.com

باز[1] چوں پروانۂ نسیاں رسید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا

جانِ تاں تا را جانبِ آتش کشید
اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر

در پرِ سوزیدہ بنگر تو یکے
ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ ہیچ
جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی

سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے

روزیِ بے دام و بے خوفِ عدو
وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکرِ آں نعمت کہ تاں آزاد کرد
اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا ہے

نعمتِ حق را بباید یاد کرد
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

چند اندر رنجہا و در بلا
کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں

گفتی از دام رہا کن اے خدا
تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں

خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم
شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت ز امتحاں
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دے دی

ہچنانستی کہ بودی ہم چناں
تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامُش کردیش
جب اس نے تجھے رہائی دے دی تو نے اس کو بھلا دیا

جانِ خود را مست و بیہُش کردیش
اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں آید خانہ بسازیم از بہرِ زمستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم جاڑوں کے لیے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں

زخم سرما خرد گرداند چنانش
جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کایں‌قدر تن کہ منم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں

خانہ از سنگ باید کردنم
پتھر کا گھر بنانا چاہیے

---

[1] باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکر یہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر، مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب معصیت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ کو۔ جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لیے پتھر کا گھر بناؤں گا تاکہ آنے والے جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ[1] تابستاں بیاید من بچنگ — بہرِ سرما خانہ سازم ز سنگ

جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے — جاڑے کے لیے پتھر کا گھر بناؤں گا

چونکہ تابستاں بیاید از کشاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد

جب گرمی آ جاتی ہے تو، خوشی سے — ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلے سیرے غرے خود رایۂ

وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے — کاہل، پیٹ بھرا، غافل، خود رائے (ہو جاتا ہے)

گوید او چوں زفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا

جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے، وہ کہتا ہے — اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو

اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے — وہ کہتا ہے، بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوانِ حرصِ تو در وقتِ درد — درہم آید خُرد گردد در نورد

مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں — درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

سازم[2] از توبہ بگوئی خانۂ — در زمستاں باشدم کاشانۂ

تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا — جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

چوں بشد درد و شدت آں حرص زفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت

جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی — کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود — شکر بارہ کے سوئے نقمت رود

نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے — شکر سوار، عذاب کی طرف کب، جاتا ہے؟

شکر[3] جان نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست

شکر نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے — کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لے جاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صید نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ

نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی — شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پُر چشم و میر — تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر

نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دے گا — تاکہ تو سیکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

---

[1] چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غر۔ غافل۔ گوید۔ اب اس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اسی کتے کا سا ہے۔

[2] سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرام گاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

[3] شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولئن شکرتم لازیدنکم "اگر تم شکر کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے۔" نعمت شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق — تارود از تو شکم خوارگی و دق[1]

اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائے گا — یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہے گا

نعمتِ وہاب را شکرے کنید — تا سَرِ منحوسِ خود را نشکنید

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو — تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر جذبِ نعمت اَوفر کند — کفرِ نعمت شخص را کافر کند

شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے — نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ منکراں انبیاء را علیہم السلام از نصیحت کردن و حجت آوردن بطریقۂ جبریاں و نا معقول گفتن انبیاء علیہم السلام

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو نا مناسب کہنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود — انچہ گفتید ار دریں دِہ کس بود

قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا — جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی (بااختیار) ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق — کس نداند بُرد بر خالق سَبَق

اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں تصویر گر — ایں نخواہد شد بگفت وگو دگر

تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے — یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صد بار گوئی باش نو

تو پتھر سے سیکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا — پرانے سے تو سیکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آب گیر — آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر — تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو — پشہ را گوئی کہ سوئے باد زد

تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا — تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قلب را گوئی کہ عینِ پاک شو — یا کہ اکسیرے شود چالاک شو

تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسم صاف بن جا — یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ ازاں اوصاف دیگر گوں شوند — آب کے گردد عسل اے ارجمند

کبھی ان اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ — اے با نصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

---

[1] دَق۔ یعنی دقّ الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔ شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگادی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[2] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔ ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی نا ممکن ہے۔

Marfat.com

خالق[1] افلاک و ہم افلاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے
خالقِ آب و تراب و خاکیاں
پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونے والوں کے پیدا کرنے والے نے

آسماں را داد دوران و صفا
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی
آب و گل را تیرہ رُوئی و نما
پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے تواند آسمان دُردی گزید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟
کے تواند آب و گل صفوت خرید
پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہریک را رہے
ہر ایک کے لیے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے
کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے
تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جوابِ انبیاء علیہم السلام جبریاں را

جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کارے آفرید
انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے
وصفہائے کہ نہ تاں زاں سرکشید
ایسے اوصاف کہ تم ان سے روگردانی نہیں کر سکتے

وافرید او وصفہائے عارضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں
کہ گہے مبغوض میگردد رضی
کہ نا پسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زرشو بیہدست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ (بات) ہے
مس را گوئی کہ زرشو راہ ہست
تو تانبے سے کہے، کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجزست
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے
خاک را گوئی کہ گل شو جائزست
تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا داد ست کانرا چارہ نیست
اس نے ایسے مرض پیدا کیے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے
آں بمثلِ لنگی و فطس و عمی ست
وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن، اور اندھا پن ہے

رنجہا[3] داد ست کانرا چارہ ہست
(کچھ) مرض دیے ہیں، جن کا علاج ہے
آں بمثلِ لقوہ و دردِ سرست
وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں دواہا ساخت بہرِ ائتلاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لیے بنائی ہیں
نیست ایں درد و دواہا از گزاف
یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

---

[1] خالق۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔ کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیا نے فرمایا کہ صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ گہے۔ ایک چیز مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بن جاتی ہے تو یہ اس کی صفت بدل گئی۔

[2] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بن جائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل وگلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مٹی گل وگلزار بن سکتی ہے۔

[3] رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہوتے ہیں پیدائشی گونگا پن، یا چپٹی ناک، یا پیدائشی اندھا پن ناقابل علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور دردِ سر کا علاج ہو سکتا ہے۔ ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔

Marfat.com

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست — چوں بجد[1] جوئی بیاید آں بدست

بلکہ عموماً مریضوں کا علاج ہے — جب تو کوشش سے تلاش کرے گا ہاتھ آ جائے گا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنجِ ما — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں ہے جو دوا (کا اثر) قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند — سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند

تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اس سے ہر دم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بدے — آخر ازوے ذرّۂ زائل شدے

اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ[2] چوں شد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب سدہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پیے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لا جرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

لا محالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں۔ — وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جوابِ انبیاء علیہم السلام جبریاں را

انبیا کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا[3] گفتند نومیدی بدست — فضل و رحمتہائے باری بیحدست

انبیا علیہ السلام نے کہا، نا امیدی بُری ہے — اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لا انتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے نا امید نہ ہونا چاہیے — اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنا لو

اے بسا کاریکہ اول صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے — اس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہو گئی

---

[1] چوں بجد۔ حدیث شریف میں ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً "خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو۔" تلاش اور جستجو ضروری ہے۔ قوم گفتند۔ اہل سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض نا قابل علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ مرض قابل علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

[2] سدہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آ جاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے مرض میں اضافہ کرتا ہے۔

[3] انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں، تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

بعد نومیدی بسے اُمیدہاست — از پسِ ظلمت بسے خورشیدہاست
مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم[1] کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھا لیے ہیں

ہیچ مارا با قبولی کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرماں برد نیست
ہمیں مان لینے سے (سرو) کار نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

او بفرمودست ماں ایں بندگی — نیست مارا از خود ایں گویندگی
اس نے اس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے — ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جاں برائے امرِ او داریم ما — گر بریگے گوید او کاریم ما
ہم اس کے حکم کے لیے جیتے ہیں — اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ حق[2] را ما گروہِ بے ریا — می رسانیم ایں رسالت با شما
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم — (اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست — با قبول و رَدِّ خلقش کار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے — اس کو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغ رسالاتش ازوست — زشت و دشمن رو شدیم از بہرِ دوست
اس کے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اس کی جانب سے ہے — ہم دوست کی خاطر برے، اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

مابریں[3] درگہ ملولاں نیستیم — تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں — کہ راستہ کی دوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بود — کز فراقِ یار در محبس بود
دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے — جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبر و مطلوب با ما حاضرست — در نثارِ رحمتش جاں شاکرست
ہمارا دلبر، اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے — اس کی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست — پیری و پژمردگی را راہ نیست
ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے — بڑھاپے اور مرجھانے کے لیے (اندر) راستہ نہیں ہے

---

[1] خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگا لیے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرنے اور انکار کرنے سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جانِ ما۔ ہم تو اسی لیے زندہ ہیں کہ اس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے خواہ وہ نہ اگے۔

[2] امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں تبلیغ کریں اس لیے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزد۔ ہم اللہ کے لیے تبلیغ کرتے ہیں اور اس کام کی مزدوری اسی سے لیں گے۔ ہم تو اسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔

[3] مابریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لیے سدِ راہ نہیں ہے۔ دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو، ہمیں ہر وقت قرب الٰہی حاصل ہے۔ دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔

Marfat.com

دائما ترّ و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر و (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں
تازہ و شیرین و خندان و ظریف
تازہ اور میٹھے اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما[1] صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لیے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں
کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

آں درازو کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے
آں درازو کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سالِ آں اصحابِ کہف
تین سو نو سال اصحابِ کہف کے
پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
ان کے لیے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

وانگہے[2] نمود شاں یک روز ہم
پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

چوں نباشد روز و شب با ماہ و سال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہ ہوں
کے بود سیری و پیری و ملال
پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے
مستی از سُغراقِ لطفِ ایزدی ست
مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

لَمْ یَذُق لَمْ یَدْرِ ہر کس کو نخورد
جسے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے
کے بوہم آرد جُعَل انفاسِ وَرد
گبریلا خیال سے گلاب کی خوشبوئیں کہاں حاصل کر سکتا ہے

نیست[3] موہوم ار بدے موہوم آں
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا
ہمچو موہوماں شدے معدوم آں
تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟
ہیچ تابد روئے خوب از خوکِ زشت
بد صورت سور سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے؟

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو
آنچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے صعب پایاں بردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لیے ہیں
رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم
ہم نے اپنوں کے لیے راستہ آسان کر دیا ہے

---

[1] پیشِ ما۔ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے۔ جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ رسَد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو ان کے لیے تین سو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

[2] وانگہے۔ اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چوں۔ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لیے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن۔ گلستانِ عدم۔ یعنی عالم ارواح۔ مستی۔ اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ لَم یذق۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جعل۔ گبریلا، گوبر کا کیڑا۔

[3] نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے، وہمی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بعد ہے، اسی طرح اہل دنیا اور اس مستی میں بعد ہے، دنیادار اس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہل سبا کو خطاب ہے کہ اپنی جاہی سول نہ لو ہدایت حاصل کر لو۔ رہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیا جھیل چکے ہیں قوم ان سے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] مارا گشت پیرو بازرست　از عذابِ نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پا گیا　آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما　در عذابِ جاوداں شد مبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی　وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ　زانکہ در ظلمت دَرِید و قعرِ چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو　کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام

قوم کا انبیاء علیہم السلام پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند[2] ار شما سعدِ خودید　نحسِ مائید و ضدید و مرتدید
قوم نے کہا، اگر تم اپنے لیے نیک بخت ہو　ہمارے لیے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

جانِ ما فارغ بُد از اندیشہا　در غم افگندید مارا و عنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی　تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ[2] جمعیت کہ بود و اتفاق　شد ز فالِ زشت تاں صد افتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا　تمہاری بدشگونی سے سیکڑوں جدائیاں بن گیا

طوطیِ نُقل و شکر بودیم ما　مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے　تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست　ہر کجا آوارۂ مستنکری ست
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے　جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست　ہر کجا مسخے[3] نکالے، ماخذیست
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے　جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست　در غم انگیزی شمارا اشتہاست
(وہ) تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے　غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیاء علیہم السلام ایشان را

انبیاء علیہم السلام کا ان کو پھر جواب دینا

انبیا گفتند فالِ زشت و بد　از میانِ جانِ تاں دارد مدد
انبیا نے کہا اچھا اور بُرا شگون　تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ انبیا کی اطاعت کرلینے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیا نجوم ہدایت ہیں۔

[2] قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا۔ قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت تمہارے لیے ہوگی ہمارے لیے تو تم نحس ہو۔ جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنا دیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہو گئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نقل۔ چبینا۔ مستنکری۔ برائی۔

[3] مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہا۔ خواہش۔ انبیاء۔ انبیا نے کہا یہ ساری برائیاں جو تم نے بیان کیں ان کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔

Marfat.com

گر تو[1] جائے خفتہ باشی با خطر　　اژدہا در قصدِ تو آید ز سر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو　　اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آ جائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد　　کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا　　کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی　　فال چہ بر جہ ببیں در روشنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے　　بدشگونی کیا ہوتی ہے، اٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بد من خود ترا　　میرہانم می برم سوئے سرا
میں تجھے بدشگونی سے　　چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں　　کو بدید انچہ ندید اہلِ جہاں
نبی کی طرح جو ان پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے　　کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

گر طبیبے[2] گویدت غورہ مخور　　کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے، کچا انگور نہ کھا　　کہ فلاں مرض جلد سر آ جائے

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی　　پس تو ناصح را موثم[2] میکنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے　　تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجم گویدت کامروز ہیچ　　آنچناں کارے مکن اندر پیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی　　ایسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تانگردی نادم و خاسر ازاں　　زانکہ نیکو نیست روزِ امروز ہاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے　　کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ[3] اربینی دروغِ اختری　　یکدوبارہ راست آید می خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے　　ایک دو بار سچ ہو جائے، تو تو مان لیتا ہے

ایں نجومِ ماشد ہرگز خلاف　　صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا　　ان کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجم از گماں　　می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے　　خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

---

[1] گر تو۔ ہم تو تمہیں اس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کر دے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔ بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو بُرائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

[2] گر طبیبے۔ تمہاری مثال اس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر الٹے الزام دھرے۔ موثم۔ گناہ گار۔ ور منجم۔ تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بُری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ الٹا نجومی پر الزام دھرے۔ ہیچ۔ قصد، ارادہ۔

[3] صد رہ۔ نجومی کی بات سیکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات سچ ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل سچ ہوتی ہیں ان کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

Marfat.com

دودؔ[1] می بینیم و آتش از کراں / حملہ می آرد بسوئے منکراں

ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے / منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال / کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال

تو یہ کہتا ہے، کہ ان باتوں سے چپ رہ / کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نصحِ ناصحاں را نشنوی / فالِ بد با تست ہر جا می روی

اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے / تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پشتِ تو بر می رود / او زبامے بیندش آگہ کند

ایک اژدہا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے / وہ اس کو بالا خانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے

گویئش خاموش غمگینم مکن / گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن

تو اس کو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر / وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

چوں زند افعی دہاں بر گردنت / تلخ گردد جملہ شادی کردنت

جب اژدہا تیری گردن پر منہ مارے گا / تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

پس بدؔ[2] گوئی ہمیں بود اے فلاں / چوں نہ بدریدی گریباں در فغاں

پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا / تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یا زبالا ایم تو سنگے می زدی / تا مرا آں جد نمودے ایں بدی

یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا / تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

او بگوید زاں کہ می آزردۂ / تو بگوئی نیک شادم کردۂ

وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا / تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی و پند / تا رہانم مر ترا زیں خشک بند

اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت (کی) / تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمیؔ[3] حقِ آں نشناختی / مایۂ ایذا و طغیاں ساختی

تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی / اس کو ایذا اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

ایں بود خوئے لئیمانِ دنی / بد کنند با تو چو نیکوئی کنی

کمینہ لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے / جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

---

1. دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فالِ بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدہا تمہارے درپے ہے ایک شخص بالا خانہ سے اس کو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں سانپ کی بات سنا کر غمگین نہ کرو۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانے والا یہی کہے گا کہ اچھا یہ بات گذشت کرو اور تم خوش رہو۔ چوں زند۔ جب وہ اژدہا ڈس لے گا پھر تیری ساری خوشیاں کڑوی ہو جائیں گی۔

2. پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہے گا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہہ دے گا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہے گا کہ میں اب کون سا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہے گا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کے لیے نصیحت کی تھی۔

3. از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنا لیا۔ ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم ان سے بھلائی کرو تو وہ اس کے بدلے میں تم سے برائی کریں گے۔

نفس[1] را زیں صبری کن مخنیش ‏— کہ لئیم ست و نسازد نیکویش

نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا ‏— کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے گر کنی احساں سزد ‏— ہر یکے را او عوض ہفصد دہد

اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے ‏— وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

بالئیمے چوں کنی قہر و جفا ‏— بندۂ گردد ترا بس باوفا

کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا ‏— (وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا ‏— باز در دوزخ ندا شاں رَبَّنَا

کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں ‏— پھر دوزخ میں انکی پکار، اے ہمارے رب! ہوتی ہے

کہ لئیماں[2] در جفا صافی شوند ‏— چوں وفا بینند خود جافی شوند

کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں ‏— جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہان و زنداں دریں

عالم تا معبدِ منکراں گردد کہ اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا

دوزخ کو اُس عالم میں اور قید خانہ کو اس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت تا کہ

وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا ہے

مسجد و طاعاتِ شاں پس دوزخ[3] ست ‏— پائے بندِ مرغ بیگانہ فخ ست

ان کی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے ‏— بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زنداں صومعہ دُزدِ لئیم ‏— کاندرو ذاکر شود حق را مقیم

کمینے چور کا عبادتخانہ قید خانہ ہے ‏— اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر ‏— شد عبادتگاہِ گردنکش سقر

چوں کہ انسان کی پیدائش سے مقصود عبادت ہے ‏— متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی را ہست در ہرکار دست ‏— لیک ازو مقصود ایں خدمت بدست

انسان کو ہر کام پر قدرت ہے ‏— لیکن اس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

---

[1] نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اس کو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔ با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتو گے تو وہ ستر گنا شرافت برتتا ہے۔ بالئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کرو گے تو پھر وہ اطاعت کرے گا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں ان کو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔

[2] کہ لئیماں۔ کمینے ظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ اِئْتِیَا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں یعنی اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اطاعت تو لامحالہ کرنی ہوگی خواہ خوشی سے کر دیا مجبوری سے۔ کفار مجبوری سے اطاعت کریں گے۔

[3] دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو فرمانبرداری کریں گے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیل خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ چوں۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی نہ کریں گے تو جبرا کرنی پڑے گی، مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گزاری کرے گا۔ آدمی۔ انسان میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اس کی تخلیق کا اصل منشا عبادت گزاری ہے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔

Marfat.com

مَا خَلَقْتُ[1] الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ ایں بخواں
اس "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان" کو یہ پڑھ
جز عبادت نیست مقصود از جہاں
عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے
گر تواش بالش کنی ہم می شود
اگر تو اس کا تکیہ بنا لے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود
لیکن اس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا
علم بود و دانش و ارشاد و سود
علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنا لے
برگزیدی بر ظفر اِدبیر را
تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم (ہدایت) ہے
لیک ہریک آدمی را معبدیست[2]
لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اَکْرَمْتُہٗ
شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اَکْرَمْتُہٗ ہے
معبدِ مردِ لئیم اَسْقَمْتُہٗ
کمین انسان کی عبادت گاہ اَسْقَمْتُہٗ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند
کمینوں کو پیٹ تا کہ اطاعت کریں
مر کریماں را بدہ تا بردہند
شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لا جرم حق ہر دو مسجد آفرید
لا محالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں
دوزخ آنہا را و لہٰا را مزید
ان کے لیے دوزخ اور ان کے لیے "مزید"

ساخت[3] موسیٰ قدس در بابِ صغیر
(حضرت) موسیٰ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا
تا فرود آرند سر قومِ زحیر
تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جباراں بدند و سرفراز
کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے
دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز
دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز (مندی کی جگہ) ہے

بیانِ آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سبب مسخر کردنِ

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، ان متکبروں کو تابع بنانے کے

---

[1] مَاخَلَقْتُ۔ قرآن پاک میں ہے مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ "میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں۔" از کتاب۔ کتاب کی تصنیف واشاعت کا اصل مقصد اس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اس کا تکیہ بنائے گا تو وہ تکیہ بن جائے گی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کرے گا تو دوسرے کاموں میں لگے گا تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اس کے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اس سے کھونٹے کا کام بھی لے گا تو بڑی حماقت ہوگی۔

[2] معبد۔ ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادت خانہ جدا ہے۔ شریف کا معبد تو اَکْرَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اَسْقَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کو بیمار کیا۔ شریف انعامات الٰہی کے وقت عبادت گزار بنتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر۔ مزید۔ یعنی جنت جس کے لیے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ "اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔"

[3] ساخت۔ موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اس میں جھک کر داخل ہوں اور ان کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے۔ دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گزار بن جائیں گے۔ بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان متکبروں کے لیے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔

Marfat.com

جباراں کہ مسخر حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
نے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

باب صغیر ساخت بر ربضِ[1] قدس جہتِ رکوع جباران
نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تا کہ بنی اسرائیل کے متکبر آتے

بنی اسرائیل وقت در آمدن کہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ
وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطہ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق ز لحم و استخواں — از شہاں باب صغیرے ساخت ہاں
اس طرح کہ اللہ (تعالیٰ) نے گوشت اور ہڈیوں سے — بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند — چونکہ سجدۂ کبریا را دشمند
دنیا دار ان کو سجدہ کرتے ہیں — کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانگی محراب شاں — نامِ آں محراب میر و پہلواں
ان کے لیے گوبر خانے کو محراب بنایا — اس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائقِ[2] ایں حضرتِ پاکی نہ اید — عیشکر پاکاں شما خالی نے اید
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو — پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف زٹل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند — شیر را عارست کورا بگروند
کمینے ان کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں — شیروں کی توہین ہے کہ وہ اس کے گرویدہ ہوں

گربہ[3] باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بود تا ز شیراں ترسد او
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے — چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بود — خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بود
ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتوں سے خوف ہوتا ہے — آفتابِ حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلٰی ست وردِ آں مہاں — رَبِّ اَدْنٰی در خورِ ایں ابلہاں
سرداروں کا وظیفہ ربی الاعلیٰ ہے — رب ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

موش کے ترسد ز شیرانِ مصاف — بلکہ آں آہوتگانِ مشک ناف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟ — بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

---

1. ربض۔ مکانات کا ماحول بکریوں کا باڑہ۔ اُدْخُلُوا۔ قرآن پاک میں ہے اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ یعنی "بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے۔" شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ ان کی محراب اور عبادت گاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ منکر ان کے سامنے جھکتے ہیں۔

2. لائق۔ ان کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ ان کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور ان کی مثال دی ہے جو گنے اور زٹل کی ہے۔ آں سگاں۔ یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں۔ یعنی منکرین۔ شیر۔ یعنی جناب باری تعالیٰ۔

3. گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اس سے بدرجہا افضل ہے اس سے نہیں ڈرتا۔ خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتوں سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ربی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ مہاں۔ بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے چنانچہ اس کو ہی پوجتے ہیں۔ رب ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ موش۔ شیروں سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔

Marfat.com

رو بہ پیشِ کاسہ لیس اے دیگ لیس[1] … تش خداوند و ولی نعمت تو لیس

اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا … تو اس کو آقا، اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجو … تش خداوند و ولی نعمت بگو

تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر … تو اس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کن ار شرحے بگویم دور دست … خشم گیرد میرو ہم داند کہ ہست

ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا … حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ (کچھ) ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کن اے کریم … با لیماں تا نہد گردن لیم

خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! بُرائی کر … کینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

بالیمِ نفس[2] چوں احساں کند … چوں لیماں نفس بد کفراں کند

جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کرے گا … تو وہ بد نفس کینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند … اہلِ نعمت طاغی اند و ماکرند

یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں … مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلرِ زریں قبا … ہست شاکر خستہ و صاحب عبا

سردار زریں قبا والا سرکش ہے … خستہ (حال) اور گودڑی والا شکر گذار ہے

شکر کے رُوید ز املاک و نعم … شکر می روید ز بلوا و سقم

نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے … شکر ابتلا اور بیماری سے اُگتا ہے

قصہ[3] عشق صوفی بر سفرۂ تہی از خورش

کھانے سے خالی دستر خوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفی بر میخ روزے سفرہ دید … چرخ می زد جامہا را می درید

ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دستر خوان دیکھا … رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

بانگ می زد نک نوائے بے نوا … قحطہا و دردہا را نک دوا

چیختا تھا، یہ بے سامان کا سامان ہے … یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوزِ او بسیار شد … ہر کہ صوفی بود با او یار شد

جب اس کا درد اور سوزش بڑھی … جو بھی صوفی تھا اس کا ساتھی ہو گیا

کخ کخے و ہائے ہوئے می زدند … تا کہ چندیں مست و بیخود می شدند

قہقہے اور نعرے مارتے تھے … یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

---

[1] دیگ لیسی۔ جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔ بس کن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہوں گے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جا رہا ہے۔

[2] لیمِ نفس۔ نفس لیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر، سردار۔ شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گذاری کا سبب ہے۔

[3] قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سفرہ۔ دستر خوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔ نک۔ یعنی یہ دستر خوان۔ چونکہ۔ اس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آ گئے۔ کخ کخ۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔

Marfat.com

بو الفضو لے[1] گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟

گفت رو رَو نقش بے معنیستی
اس (صوفی) نے کہا جا، جا تو بے روح تصویر ہے

عشق ناں بے ناں غذائے عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہے جو عاشق کی غذا ہے

عاشقاں[2] را کار نبود با وجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے

بال نے و گردِ عالم می پرند
پر نہیں ہیں، اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں

آں فقیرے کو زِ معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی

عاشقاں[3] اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے

شیر خوارہ کے شناسد ذوقِ لوت
دودھ پیتا بچہ، کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے

آدمی کے بود برد از بوئے او
آدمی اس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے

یابد از بوئے آں پری بوئے کہ اش
پری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اس کو

پیش قبطی خوں بود آں آبِ نیل
قبطی کے لیے نیل کا پانی خون ہے

سفرۂ آویختہ از ناں تہیست
لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر، کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

دست نے و گوئے ز میداں می برند
ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لے جاتے ہیں

دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بنتا تھا

چوں عدم یکرنگ و نفس واحدند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

مر پَری را بوئے باشد لوت پوت
پری کے لیے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے او
کیونکہ اس کی عادت اس کی عادت کے خلاف ہے

تو نیابی آں ز صد من لوت خوش
تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل
اچھے سبطی کے لیے پانی ہے

---

[1] بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اس کے لیے روٹی کا کام دیتا ہے۔

[2] عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اس کو نفع پہنچتا ہے۔ بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں۔ آں فقیرے۔ منتے شیخ کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بنتے تھے۔

[3] عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے، امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔ شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لیے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا۔ شیر خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اس کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔ پیش قبطی۔ اشیا کے احوال، ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی۔

Marfat.com

جادہ[1] باشد بحر ز اسرائیلیاں
دریا اسرائیلیوں کے لیے راستہ ہوتا ہے

غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں
ظالم فرعون کے لیے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

باد بُد بَر عادیاں گرز و تبر
ہوا، قومِ عاد پر گرج اور کلہاڑا تھی

لیک بُد بر ہودؑ و بر قومش ظفر
لیکن حضرت ہود علیہ السلام، اور ان کی قوم کے لیے فتح تھی

گلستاں باشد بر ابراہیمؑ نار
آگ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام پر چمن ہوتی ہے

لیک بر نمرود باشد زہر مار
لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے

لیک باشد بر دگر مرغاں زیاں
لیکن دوسرے پرندوں کے لیے تباہی ہوتی ہے

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود
عاشق کے لیے درد اور غم، حلوا ہوتا ہے

لیک حلوا بر خساں بلوا بود
لیکن کمینوں کے لیے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[2] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق تعالیٰ از روئے یوسفؑ و کشیدنِ بوئے حق تعالیٰ از بوئے یوسفؑ و حرمانِ برادراں و غیرہم ازیں ہر دو صفت

حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

انچہ[3] یعقوبؑ از رُخِ یوسفؑ چشید
(حضرت) یعقوب نے جو کچھ (حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ سے چکھا

و انچہ او از بوئے او اندر کشید
اور جو کچھ انہوں نے ان کی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

و انچہ در وے بود اندرِ وے بدید
اور جو کچھ ان (یوسف علیہ السلام) کے اندر تھا انہوں نے دیکھا

خاصِ اُو بُد اُو باخواں کے رسید
وہ ان کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپ کو کنویں میں گرا رہے ہیں

واں بکیں از بہرِ او چہ می کند
وہ کینہ وری سے ان کے لیے کنواں کھود رہے ہیں

سفرۂ او پیشِ ایں از ناں تہی ست
ان (یوسفؑ) کا دستر خوان انکے لیے روٹی سے خالی ہے

پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مشتہیست
(حضرت) یعقوب علیہ السلام کے لیے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

---

[1] جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے فتح کا سبب بنی۔ گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلزار بنی، نمرود کے لیے باعث ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھاتے ہیں جس سے ان کو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

[2] مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لیے اس کی تاثیر دوسری تھی۔

[3] انچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسف علیہ السلام میں تھیں وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو نظر آئیں، بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کیے دے رہے تھے، ان کے بھائی ان کو کنویں میں ڈال کر مارنے کی فکر کر رہے تھے۔ سفرۂ او۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کا دستر خوان حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لیے خالی تھا۔

Marfat.com

رُوئے ناشستہ[1] نہ بیند روئے حور
بن دھلا منہ، حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے

لَا صَلوٰةَ گفت اِلَّا بِالْحُضُوْر
(آنحضورﷺ نے فرمایا کہ) نماز بغیر حضور (قلب) کے نہیں ہے

عشق باشد لوت پوت جانہا
عشق، جانوں کے لیے قسم قسم کا کھانا ہے

جوع ازیں رویست قوتِ جانہا
اسی لیے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جوعِ یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را
(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسف علیہ السلام کی بھوک تھی

بوئے نانش می رسید از دور جا
ان کو ان کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا، وہ دوڑ رہا تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت
(حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او
وہ جو اس جانب سے سیکڑوں فرسخ تھا

چونکہ بد یعقوبؑ می بوئید بو
چونکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا[2] عالم زدانش بے نصیب
بہت سے عالم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں

حافظِ علم ست آں کس نے حبیب
وہ عالم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مستمع از وے ہمی یابد مشام
سننے والا، اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے

گرچہ باشد مستمع از جنسِ عام
خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است
کیونکہ اس کے پاس لباس عارضی ہے

چوں بدستِ آں نخاسی جاریہ است
جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخاسیِ[3] سَرسَریست
غلام فروش کے لیے وہ لونڈی تھوڑی دیر کے لیے ہے

در کفِ او از برائے مشتری ست
اس کے قبضہ میں خریدار کے لیے ہے

قسمتِ حق ست روزی خواہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی

ہر کیے را سوئے دیگر راہ نے
کسی کے لیے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغ آں شدہ
ایک اچھا خیال اس کے لیے گلزار بن گیا

یک خیالے زشت راہِ ایں زدہ
ایک بُرا خیال، اس کے لیے راہزن بن گیا

---

[1] روئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں ان کو انوار نظر نہیں آتے ہیں، اسی لیے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مصفا کر کے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کے لیے عشق غذا ہے۔ جوع۔ مشہور مقولہ ہے اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّیْقِیْن بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔ جوع۔ حضرت یعقوب علیہ السلام میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طلب صادق تھی، اسی لیے انہیں دور سے ان کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے کر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اس کو اس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ وانکہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام قمیص سے سیکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے ان کو اس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔

[2] اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں ان کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لانے والے کی ہے۔ مستمع۔ عالم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ جاہل جن میں طلب صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس علم ایک عارضی چیز ہے اس کی مثال اس غلام فروش کی سی ہے جس کے پاس فروخت کرنے کے لیے کوئی لونڈی ہو وہ اس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

[3] نخاسی۔ بردہ فروش۔ قسمت حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کی جانب سے ہے۔ جس کا جو حصہ ہے وہ اس کو ملتا ہے طالب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں وہ خیالات ہوتے ہیں جو اس کے لیے موجب راحت ہوتے ہیں، دوسرے کے وہ خیالات جو اس کو تباہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

آں خیالے[1] از اثر باغے شدہ　ویں خیالے عالمے برہم زدہ

وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا　اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت　وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنا دیا　اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ (بنا دی)

پس کہ داند راہِ گلشنہائے او　پس کہ داند جائے گلخنہائے او

اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟　اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال　کز کدامیں رکنِ جاں آید خیال

دل کا محافظ تنگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے　کہ جان کے کون سے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق　کون او را نیست کردہ کونِ حق

سوائے اس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو　اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اس کے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش را ز احتیال　بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال

اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا　تو ہر برے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم　کہ بود مرصاد و دربندِ عدم

جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے　جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کن کور وار　قبضِ اعمیٰ ایں بود اے شہریار

اندھوں کی طرح اس کی رحمت کے دامن کو پکڑ لے　اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ او امر و فرمانِ ویست　نیکبختے کہ تقی جانِ ویست

حکم اور فرمان اس کا دامن ہے　وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں یکے[3] در مرغزار و جوئے آب　واں یکے پہلوئے او اندر عذاب

ایک چمنستان، اور پانی کی نہر میں ہے　اور ایک اس کے پہلو میں عذاب میں ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق او ز چیست　واں عجب ماندہ کہ ایں در حبس کیست

وہ تعجب میں ہے، کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے　اور وہ تعجب میں ہے، کہ یہ کس پھندے میں ہے

---

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے۔ بدخیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کون سے خیالات آرام دہ ہیں اور کون سے خیالات تباہ کن ہیں۔ دیدہ باں۔ انسان کو یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے لیے اچھے برے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ مرصاد۔ گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان کی خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں، ان سے وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے۔ نیک بخت اور بدبخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اس کے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے۔ او عجب۔ تکلیف اٹھانے والا، راحت اٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اٹھانے والا تکلیف اٹھانے والے پر۔

Marfat.com

ہیں[1] چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست ‖ ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست

خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں ‖ خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سیکڑوں دوائیں ہیں

ہمنشینا ہیں بیا اندر چمن ‖ گوید اے جاں من نیارم آمدن

اے ساتھی! خبردار چمن میں آ جا ‖ وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آ سکتا

ہیں بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست ‖ گویدش نے نے تنانم تو بایست

خبردار اے دوست! آ جا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں ‖ وہ اس سے کہتا ہے، نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنی بگفت ‖ بو کہ یابی زیں بیاں سِرِّ نہفت

اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے ‖ شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کر لے

اندر ایں معنی بگویم قصہ[2] ‖ گوش بکشا تا بری زاں حصہ

اس سلسلہ میں ایک قصہ سناتا ہوں ‖ کان کھول لے تا کہ تو اس میں سے حصہ پا لے

حکایتِ غلامِ امیر کہ اُنسِ عظیم داشت در مناجات و نماز با حق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام ‖ بود سُنقر نامِ او را یک غلام

ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا ‖ اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاج گرمابہ سحر ‖ بانگ زد سُنقر ہلا بردار سر

صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی ‖ اس نے پکارا، اے سنقر! خبردار اٹھ جا

طاس[3] و ایزار و گِل از اَلتوں بگیر ‖ تا بگرمابہ رَویم از ناگزیر

طشلا اور تہ بند اور (ملتانی) مٹی اِلتون سے لیلے ‖ تا کہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو ‖ بر گرفت و رفت با او دو بدو

سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند ‖ لے لیا، اور اس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بدو بانگِ صلا ‖ آمد اندر گوشِ سُنقر برملا

راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز ‖ صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سنقر سخت مولع در نماز ‖ گفت اے میرِ من اے بندہ نواز

سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا ‖ بولا، اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دُکاں زمانے صبر کن ‖ تا گزارم فرض و خوانم لَمْ یَکُنْ

آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں ‖ تا کہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

---

1. ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر آ جا کیوں تکلیف اٹھاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ادھر نہیں آ سکتا ہوں۔ یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔ ہیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اس سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر نہ جا ٹھہر جا۔ غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اس کا۔ ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔
2. قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔ سنقر۔ اس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اس کو نہانے کی حاجت ہو گئی۔ بردار سر۔ یعنی بستر سے اٹھ جا۔
3. طاس۔ طشلا۔ ایزار۔ ازار، تہ بند۔ گِل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو گل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زر سرخ، اس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔ دو بدو۔ دو اس دو اس۔ بانگ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مولع۔ فریفتہ۔ لَم یکن۔ یعنی سورہ البینہ۔

Marfat.com

رفت سنقر میر در دکاں نشست
سنقر چلا گیا، آقا دکان پر بیٹھ گیا
منتظر از بادۂ پندار[1] مست
منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

میر از بہرِ دلِ آں زندہ جاں
آقا نے اس زندہ روح کی خاطر سے
کرد یک ساعت توقف بر دکاں
تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند
جب امام، اور لوگ باہر آئے
از نماز و وِردہا فارغ شدند
نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سنقر آں جا ماند تا نزدیک چاشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا
میر سنقر را زمانے چشم داشت
آقا، ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟
گفت می نگزاردم اے ذو فنوں
اس نے کہا اے ہنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کن، نک آمدم اے روشنی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا
نیستم غافل کہ در گوشِ منی[2]
میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
اس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی
تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
حتیٰ کہ آقا اس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

پاسخش ایں بود می نگزاردم
بالآخر اس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا
تا بروں آیم ہنوز اے محترم
کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں
اس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے
بستہ است اوہم مرا از اندروں
اسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے
می نہ نگذارد مرا کایم بروں
وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سو پانہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم دھرے
او بدیں سو بست پائے ایں رہی[3]
اسی نے اس جانب اس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں را بحر نگذارد بروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا
خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر آنے نہیں دیتا ہے

اصلِ ماہی ز آب و حیواں از گل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے
حیلۂ و تدبیر اینجا باطل ست
اس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

---

[1] بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔ زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ وردہا۔ یعنی وہ اوراد و وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت۔ منتظر رہا۔

[2] در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سن رہا ہوں۔ تیبا۔ ٹال مٹول، انتظار۔ پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔

[3] رہی۔ غلام۔ ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفل[1] زفت ست و کشاینده خدا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے
دست در تسلیم زن و اندر رضا
تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

ذرّہ ذرّہ گر شود مفتاحہا
ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں
ایں کشایش نیست از جز کبریا
یہ کشادگی بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش
جب کہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے
بخت یابی اے جواں از پیرِ خویش
اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کرلے گا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کردے گا وہ تجھے یاد کریں گے
بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند
تو غلام بن جائے گا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی[2] حُرّیِ و دل زندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے
بندگی کن بندگی کن بندگی
غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از خودی بگذر کہ تایابی خدا
خودی سے گذر جاؤ تا کہ تو خدا کو پالے
فانیِ حق شو کہ تایابی بقا
حق میں فنا ہو جا، تا کہ تو بقا حاصل کرلے

گر ترا باید وصالِ راستیں
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے
محو شو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں
(تو) ہٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ انبیاء علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے "یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے"

انبیاء[3] گفتند در خاطر کہ چند
انبیا نے دل میں کہا کہ کتنا
میدہیم ایں را و آنرا وعظ و پند
ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند کوبیم آہن سردے زنغے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟
در دمیدن در قفس ہیں تا بکے
ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِ خر پیمودن آخر تا بچند
گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک
چوں نیفزاید جوے جز ریشخند
جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جو کا فائدہ نہیں ہے

---

1. قفل۔ جنسی مغائرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضاءِ خداوندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اس کو یاد کرتا ہے جب مرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اس کو علائقِ دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے۔

2. گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔ از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاءِ دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ صدیقین سے وصال اس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن۔ اب مولانا نے انبیا اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے۔

3. انبیاء۔ منکرین کے انکار سے انبیا ان کی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔ چند۔ انبیا نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دم۔ ان لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑوانے کا سبب ہے۔

Marfat.com

جنبشِ[1] خلق از قضا و وعدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدہ (الٰہی) سے ہے
تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

نفسِ اوّل راند بر نفسِ دوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا
ماہی از سر گندہ باشد نے زدُم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کیجانب سے

لیک ہم میدان و خر میراں چو تیر
لیکن سمجھ بھی لے، اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ
چونکہ بَلِّغْ گفت حق شد ناگزیر
چونکہ اللہ (تعالٰی) نے (تبلیغ کر) فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟
جہد کن چندانکہ بینی چیستی
کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چون نہی بر پشت کشتی بارِ را
جب تو کشتی پر مال لادتا ہے
بر توکل می کنی آں کار را
اس کام کو تو توکل (کی بنا) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے
غرقۂ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم
اگر تو کہے کہ جب تک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں
در نخواہم تاخت بر کشتی ویم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اس رستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا
کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کردے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ با گماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا
بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی امید پر

ہیچ[3] بازرگانیے ناید ز تو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی
زانکہ در غیب ست سِرِّ ایں دو رو
کیونکہ ان دونوں رخوں کا راز غیب میں ہے

تاجر ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر
در طلب نے سود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے
نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

---

1. جنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالٰی کی قضاء وقدر سے ہے جب تک ادھر سے کشش نہ ہو ان کی ہدایت ناممکن ہے بھوک لگتی ہے تو دانت چلتے ہیں۔ نفس اول۔ ان میں اللہ کی ذات حکمران ہے جو کچھ ہے عالم بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضاء وقدر کے پیش نظر عمل دستی ترک نہیں کی جا سکتی ہے ہمیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بینی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ انسان جہنمی ہے یا جنتی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور امید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی امید پر کرتا ہے۔
2. تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبے گا یا پار ہو جائے گا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لیے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امید خشک۔ یعنی موہوم امید۔
3. ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دو رو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجر ترسندہ۔ اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔

چونکہ[1] بر بوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہو کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جز امید اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

بیان آنکہ ایمانِ مقلد خوف ست و رجا

اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیِ ہر پیشہ امیدست و بوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے

گرچہ گردن شاں ز کوشش شد چو دوک
اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہو

با مداداں چوں سوئے دکاں رود
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے

بر امید و بوک روزی میرود
کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

بوکِ روزی نبودت چوں میروی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟

خوف حرماں ہست تو چونی قوی
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ[2] ازل در کسبِ لوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے

چوں نکردت ست اندر جستجوت
تجھے تیری جستجو میں ست کیوں نہ کیا؟

گوئی آرے خوفِ حرماں ہست پیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش (نظر) ہے

ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
(لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست[3] در کوشش امیدم پیشتر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے

دارم اندر کاہلی افزوں خطر
سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا درکارِ دیں اے بدگماں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں

دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہل ایں بازارہا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ان بازار والے

در چہ سودند انبیاء و اولیا
انبیا اور اولیا کس قدر نفع میں ہیں

---

[1] چونکہ۔ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین کا کاروبار اس کا زیادہ مستحق ہے کہ موہوم نفع کی بنیاد پر کیا جائے۔ نیست۔ عبادات رحمت اور قبولیت کی امید پر کرنا ضروری ہیں۔ داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض امید پر کرتا ہے اور اس میں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی امید پر دکان کھولتا ہے۔ بوک۔ اگر نفع کی امید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔

[2] خوف حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سستی کیوں برتی جائے۔ لوت۔ کھانا، روزی۔ گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہو سستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔

[3] ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال امید ہے اور سستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کی جاتی۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کر کے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

Marfat.com

زیں دکاں[1] رفتن چہ کاں شاں رو نمود　　اندریں بازار چوں بستند سود

اس دکان سے جانے نے ان کو کیسی کان دکھائی　　اس بازار میں انہوں نے کیسا نفع کمایا؟

آتش آنرا رام چوں خلخال شد　　بحر ایں را رام چوں حمّال شد

ان کے لیے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی　　سمندر، بوجھ اٹھانے والے کی طرح اس کا فرمانبردار ہوا

از دم آں مردۂ زندہ شدہ　　ابر آنرا سائبانے آمدہ

ان کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوا　　ابر، ان کے لیے سائبان بنا

آہن آنرا رام ہمچوں موم شد　　باد[2] آنرا بندہ و محکوم شد

لوہا ان کے لیے موم کی طرح فرمانبردار تھا　　ہوا ان کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفعِ دشمن چوب مار　　عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار

دشمن کو دفع کرنے کے لیے لکڑی ان کے لیے سانپ بنی　　مکڑی ان کے لیے پردہ کرنے والی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَوْلِیَآءَ اَخْفِیَآءِ

اس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند　　شہرۂ خلقانِ ظاہر کے شوند

کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں　　(وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

ایں ہمہ دارند[3] و چشمِ ہیچ کس　　بر میفتد بر کیا شاں یک نفس

یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ　　ان کی بزرگی پر ایک دم کے لیے نہیں پڑتی

ہم کرامت شاں ہم ایشاں در حرم　　نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم

ان کی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حریم میں ہیں　　ابدال بھی ان کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا　　کو ترا میخواند ایں سو کہ بیا

کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں　　جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آ جا

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست　　ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست

عالم کی شش جہت میں اس کے اکرام ہیں　　تو جس طرف دیکھے اس کی نشانیاں ہیں

---

[1] زیں دکاں۔ دنیا کی دکان سے انبیا اور اولیا نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اس دکان سے لوٹے ہیں تو ان کو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں ملی ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی کان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔ آہن۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا موم بنا۔

[2] باد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا کاندھوں پر لیے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غار ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیا نے جو نفعے کمائے ان کو ذکر کرنے کے بعد اولیا کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیا کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام ان کو کیا سمجھتے۔

[3] ایں ہمہ دارند۔ جو انبیا کے نفعے ہیں وہ ان کو حاصل ہیں۔ در حرم۔ یعنی وہ اولیا اور ان کی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لیے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔

Marfat.com

چوں کریمے[1] گویدش آتش در آ — اندر آ زود و مگو سوزد مرا

جب کریم تجھے کہے، کہ آگ میں آ جا — جلد اندر آ جا، اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دے گی

کو ز آتش نرگس و نسریں کند — وز میانش غنچہا سر برزند

کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے — اس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست — گاذرِ دستار خوانِ انبیاست

درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے — وہ انبیاؑ کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایتِ مندیل در تنور انداختن انس بن مالک رضی اللہ عنہ و ناسوختن او

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اس کے نہ جلنے کا قصہ

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است — کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است

انس رضی اللہ عنہ مالک کے بیٹے کی (بات) منقول ہے — کہ ایک شخص ان کا مہمان بنا

او حکایت کرد کز بعدِ طعام — دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فام

اس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد — (حضرت) انس رضی اللہ عنہ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ، گفت اے خادمہ — اندر افگن در تنورش یک دمہ

میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی! — ایک دم اس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند — آں زماں دستار خواں را ہوشمند

آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا — فوراً دستر خوان کو (اس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند — انتظارِ دودِ کندوری[2] بدند

سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہو گئے — دستر خوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور — پاک و اسپید و ازاں اوساخ دور

تھوڑی دیر کے بعد اس نے تنور سے نکالا — پاک اور سفید، اور اس میل کچیل سے دور

قوم گفتند اے صحابیؓ عزیز — چوں نسوزید و منقّی[3] گشت نیز

لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی! — وہ کیوں نہ جلا، اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفیٰؐ دست و دہاں — بس بمالید اندریں دستار خواں

انہوں نے کہا اس لیے کہ مصطفیٰ ﷺ نے ہاتھ اور منہ — اس دستر خوان سے پونچھا ہے

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب — باچناں دست و لبے کن اقتراب

اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل! — ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

---

1. چوں کریمے۔ شعر، عاشقاں را گر در آتش می پسند و لطف دوست۔ تنگ چشم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم۔ تو۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دے گا اور اس میں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گاذر۔ دھوبی۔ حکایت۔ اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیا و اولیا کے حکم سے آگ پانی کا کام کر دیتی ہے۔ زرد فام۔ یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دمہ۔ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔
2. کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دستر خوان۔ اوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔
3. منقّی۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ اس سے بہت سی مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ منہ پونچھا ہے، اس لیے اس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔ اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اولیا اور علما کی دست بوسی کرے تاکہ آگ اس کو نہ ستائے۔

Marfat.com

چوں جمادے[1] را چنیں تشریف داد
جب بے جان کو اس نے اتنی شرافت دے دی
جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد
عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دے گا؟

مر کلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اس نے قبلہ بنا دیا
خاکِ مرداں باش اے جاں در نبرد
اے جان! معرکہ میں مردانِ (حق) کی خاک بن جا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ
اس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا
تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں فگندی زود آں از گفت وے
ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کیوں ڈال دیا؟
گیرم او بر دست در اسرار پے
میں نے مانا کہ ان کو رازوں کا پتا لگ گیا تھا

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی
ایسا قیمتی دستر خوان
چوں فگندی اندر آتش اے ستی
اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے
از عباد اللہ دارم بس امید
میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں

میزرے[2] چہ بود اگر او گویدم
نہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں
در رو اندر عین آتش بے ندم
بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر افتم از کمالِ اعتقید
پکے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں
نیستم ز اکرامِ ایشاں ناامید
میں ان کے کرم سے ناامید نہیں ہوں

سر در اندازم نہ ایں دستار خواں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان
ز اعتمادِ بر کریم رازداں
رازداں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر[3] خود بریں اکسیر زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے
کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن
مرد (کے) اعتقاد کی سچائی عورت کی سچائی سے کم نہ ہونی چاہیے

آں دلِ مردے کہ از زن کم بود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو
آن دلے باشد کہ کم از اِشکم بود
وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصہ فریاد رسیدن رسول علیہ السلام کاروانِ عرب را کہ از
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ

[1] چوں جمادے۔ جب بے جان دستر خوان اس قدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مر کلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونے کے اس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ چوں۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ تو اس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے ان کے کہنے پر بلا تامل دستر خوان کیوں آگ میں ڈال دیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

[2] میزرے۔ تہ بند، ازار۔ اندر۔ چونکہ مجھے پکا اعتقاد ہے میں آگ میں کود پڑوں گی۔ سر۔ یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سر گھسا دوں گی۔

[3] اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اکسیر۔ یعنی انبیا اور اولیا۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصہ ہے۔ قصہ۔ چونکہ انبیا اور اولیا کی محبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے اس کا اکسیر ہونا ثابت کریں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے حبشی کا رنگ و روپ بدل گیا۔ کارواں۔ قافلہ۔

Marfat.com

تشنگی و بے آبی در ماندہ بودند و دل برگ نہادہ و شتران

اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ

و خلقِ زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب
اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی

خشک شد از قحطِ باراں شاں قرب[1]
مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں ماندہٗ
اس جنگل میں رہ گیا تھا

کاروانے مرگ بر خود خواندہٗ
وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس

مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہرِ عون
مصطفیٰ ﷺ مدد کے لیے راستہ سے نمودار ہو گئے

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انہوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا

بر تفِ ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی تھیں

خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زو تر روید
ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ

چند یارے سوئے آں کثباں دوید
چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے

سوئے میرِ خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے

سوئے من آرید با فرمانِ مُر
تختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثباں آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے

بعد یک ساعت بدیدند آنچناں[2]
تھوڑی دیر بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا

بندۂ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا

راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند میخواند ترا
انہوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں

ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین ﷺ، اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست اُو
اسنے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟

گفت او آں ماہ روئے قند خو
انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

---

1. قرب۔ قربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی انہوں نے اپنی موت کو دعوت دے دی تھی۔ مغیث۔ فریاد رس۔ عون۔ مدد۔
2. تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثباں۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔ فرمانِ مر۔ تلخ حکم۔
3. آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

Marfat.com

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں
سید اور سردار محمد ﷺ جو جان کا نور ہیں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ گناہوں کے شفیع

نوعہا[1] تعریف کردندش کہ ہست
انہوں نے انکی اس طرح کی تعریف کی جو تھی
گفت مانا او مگر آں ساحر است
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا
من نیایم جانبِ او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آ
...اں برداشت در تشنیع و تف
...نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

چوں کشیدندش بہ پیشِ آں ...
جب وہ اس کو ان معزز کے سامنے کھینچ لا...
گفت نوشید آب و بردارید[2] نیز
...وں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشک او سیراب کرد
انہوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا
اشتر ... و ... زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشک او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی
ابرِ گردوں خیرہ شد از رشکِ او
آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران رہ گیا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے
سرد گردد سوز چندیں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کز یک مشک آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے
گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

مشک خود[3] روپوش بود و موجِ فضل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج
می رسید از امرِ او از بحرِ اصل
اس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

آب از جوشش ہمیگردد ہوا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے
واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ
آب رویانید تکوین از عدم
(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

[1] نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامری تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے۔ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔ گفت نوشید۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاسوں سے کہا۔

[2] برارید۔ برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ ایں کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[3] مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا، مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی، اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔

Marfat.com

تو ز طفلی[1] چوں سببہا دیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے
در سبب از جہل بر چفسیدۂ
تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با سببہا از مسبب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے
سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر میزنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے
ربنا و ربناہا می کنی
اے ہمارے رب، اے ہمارے رب، بہت کرتا ہے

رب میگوید برو سوئے سبب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا
چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب
تعجب ہے تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
(بندہ) کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا
ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
سبب اور اس فریبؒ کی جانب نظر نہ کروں گا

گویدش[2] رُدُّوا لَعَادُوا کارِ تست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے
اے تو اندر توبہ و میثاق سست
(اے وہ) کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کنم
لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں
رحمتم پُرست بر رحمت تنم
میری رحمت، وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہد بدت بدہم عطا
میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا بخشش کرتا ہوں
از کرم ایں دم چومیخوانی مرا
کرم کی وجہ سے، جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من[3] آید جملہ احسان و وفا
میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے
وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا
تیری جانب سے بدعہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں الجھا ہے
لیک معذوری ہمیں را دیدۂ
لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شدند از کارِ او
ان کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا
یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو
اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

---

[1] تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیا کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اس لیے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔ با سببہا۔ چونکہ ہم مسبب الاسباب یعنی ذات خداوندی سے غافل ہیں اس لیے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے۔ رب می گوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب کیوں میری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے میری توبہ ہے میں اب اسباب پر سہارا نہ کروں گا۔

[2] گویدش۔ اس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان اپنے عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کر کے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لعادوا۔ قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوٹا دیے جائیں پھر پلٹ جائیں گے۔

[3] از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بدعہدی اور گناہ کرے۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصل ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اس کی اسباب سے وابستگی قابل معافی ہے۔ قافلہ۔ مشکیزے کے پانی کی کثرت دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔

کردۂ روپوشِ مشک خُرد را — غرقہ کردیؔ[1] ہم عرب ہم کرد را
آپؐ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا — آپ نے عربوں کو بھی اور کردوں کو بھی اس میں ڈبو دیا

مشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا
و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذنِ اللہ تعالیٰ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس غلام کی مشک کا بھر جانا
اور خدا کے حکم سے اس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود — تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے — تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از بُرہانِ او — می دمید از لا مکاں ایمانِ او
وہ حبشی ان کے معجزے سے حیران ہو گیا — غیب سے اس کا ایمان اگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شدہ — مشکِ او روپوشِ فیضِ آں شدہ
اس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا — اس کی مشک اس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظرؔ[2] رو پوشہا ہم بر دریدہ — تا معینِ چشمۂ غیبی بدید
اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا — یہاں تک کہ اُس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

چشم ہا پُر آب کرد آں دم غلام — شد فراموشش ز خواجہ و ز مقام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا — اس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہو گیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہو گئے — خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کر دی

باز بہرِ مصلحت بازش کشیدؔ[3] — کہ بخویش آ، باز رَو اے مستفید
(آنحضور ﷺ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا — کہ اے طالب فیض! ہوش میں آ جا (اور) واپس ہو جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تست — ایں زماں در رہ در آ چالاک و چست
(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے، حیرت پیش آنے والی ہے — اب ہوشیاری اور چستی سے راہِ (ہدایت) پر آ جا

دستہائے مصطفیٰ بر رُو نہاد — بوسہائے عاشقانہ بس بداد
اس نے مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے — بہت سے عاشقانہ بوسے دیے

مصطفیٰ دستِ مبارک بر رُخش — آں زماں مالید و کرد او فرخش
مصطفیٰ ﷺ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر — اس وقت ملے، اور اس کو بابرکت بنایا

---

[1] غرقہ کردی۔ آپ نے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کردی سب کو سیراب کر دیا۔ اے غلام۔ سب کو سیراب کرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ برہان۔ معجزہ۔ می دمید۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اس کی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔

[2] زاں نظر۔ اس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ معین۔ جاری۔ چشم ہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہو گیا۔ ماند۔ چونکہ مقامِ تحیر میں پہنچ گیا تھا۔

[3] بازش کشید۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مقامِ حیرت سے مقامِ صحو میں لائے۔ پیش تست۔ جبکہ اور مقامات طے ہوں گے۔ دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔

Marfat.com

شد سپید آں زنگی و پورِ[1] جبش — ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

وہ زنگی جبش کی اولاد سفید ہو گیا — چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شد در جمال و در دلال — گفتش اکنوں رُو بدہ واگوئے حال

حسن اور ناز و انداز میں یوسف بن گیا — انہوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا، حال بیان کردے

او ہمی شد بے سر و بے پائے و مست — پائے می نشناخت در رفتن ز دست

وہ اندھا دُھند اور مست روانہ ہو گیا — چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سوئے خواجہ از نواحیِ کارواں

وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا — قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود — کاں غلامش دیر می آمد[2] نہ زود

آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا — کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا، نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سفید رو و نشناختن کہ اوست و با غلام گفتن کہ تو غلامِ مرا کشتۂ و خونِ او ترا گرفتہ و خدا ترا بدستِ من انداخت

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کیا ہے، اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھ میں ڈال دیا ہے

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند — از تحیر اہلِ آں دِہ را بخواند

آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا — حیرانی سے اس گاؤں والوں کو بلایا

راویۂ[3] ما اشترِ ما ہست ایں — پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں

یہ ہماری پکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے — تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بدریست می آید ز دور — میزند بر نورِ روز از رُوش نور

وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آ رہا ہے — اس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شد — یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد

ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے — یا اس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر او را بکشت ایں بد گہر — اشترش آورد اینجا از قدر

یا شاید اس بد ذات نے اس کو قتل کیا — اور تقدیر سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی — از یمن زادی و یا تُرکیستی

جب وہ سامنے آیا اس سے کہا تو کون ہے؟ — تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

---

[1] پور۔ بوزن نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منور ہو گیا۔ او ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح روانہ ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے، طرف، کنارہ۔

[2] دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اس لیے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔ خیرہ۔ حیران۔

[3] راویہ۔ مشکیزہ، پکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آرہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔ یا مگر۔ شاید اس نے اس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیر خداوندی سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تو غلامم را چہ کردی راست گو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا
گر بکشتی وانما حیلت مجو
اگر تو نے قتل کیا ہے، صاف کہہ دے، حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کشتم بتو چوں آمدم
اُس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟
چوں بپائے خود دریں خوں[1] آمدم
اپنے پاؤں سے خود اس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں؟

گفت نے نے در نگیرد بامنت
اُس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی
راست باید گفت سرست و ایں فنت
سچ کہنا چاہیے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے، اس نے کہا یہ میں ہوں
کرد دست فضل یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے[2] و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں
صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ، اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟
ہیں نخواہی رَست از من جز بَراست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا

گفت اسرارِ ترا با آں غلام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز
جملہ واگویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے
تا باکنوں باز گویم ماجرا
اب تک کا قصہ دہرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں
گرچہ از شبدیز من صبحے کشود
اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ[3] دیگر شد و لیکن جانِ پاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان
فارغ از رنگ ست واز ارکانِ خاک
عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود مارا گم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں
آب نوشاں ترک مشک و خم کنند
پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں شناساں از عددہا فارغند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں
غرقۂ دریائے بیچونند و چند
وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

---

[1] دریں خوں۔ قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سرست۔ یعنی چالاکی نہ چلے گی۔

[2] صدر۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنادوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آ جائے گا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔ شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح۔ یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔

[3] رنگ۔ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، روح رنگ وغیرہ سے مبرا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرما دیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لیے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیا کو نہیں پہچانتے، جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔ جاں شناساں۔ جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

جان شو[1] از راہِ جاں جانرا شناس
روح بن جا اور روح کی راہ سے، روح کو پہچان

یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
شاہ کا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں

بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہرند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں

در پے ہم ہمچو دنبال و سرند
دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لیے

ویں خرد بگذاشت پرّ و فر گرفت
اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لا جرم ہر دو مناصر آمدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے

ہر دو خوش رُو پشتِ ہمدیگر شدند
دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رُو پشت بن گئے

ہم ملک[2] ہم عقل حق را واجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں

ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
لہٰذا دونوں آدم علیہ السلام کے مددگار اور سجدہ کرنیوالے ہیں

نفس و شیطاں بود ز اوّل واحدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے

بود آدمؑ را عدوٌ و حاسدے
آدم علیہ السلام کے دشمن اور حاسد تھے

آنکہ آدم را بدن دید او رمید
جس نے آدم علیہ السلام کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا

وانکہ نورِ مؤتمن دید او خمید
جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا، وہ جھک گیا

آں دو دیدہ[3] روشناں بودہ ازیں
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں

ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں
ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا

چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

---

[1] جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی ہے لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیا کو شناخت کرو ان کو اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ ہو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں۔ اپنی روح کو اولیا کی روح کا غیر نہ سمجھو، دونوں روحوں میں وحدت ہے محض ان کے قرارگاہ کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقت ملکیہ اور حقیقت عقل ایک ہے، دونوں کو جداگانہ صورتیں عطا کر دینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقت ملکیہ نے بال و پر اختیار کر لیے لہٰذا اس میں پرواز کی قوت آ گئی عقل نے ادراک حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔ لا جرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور ان دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔

[2] ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں متحد ہیں اور دونوں آدم علیہ السلام کے لیے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔ نفس و شیطاں۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لیے دونوں آدم علیہ السلام کے دشمن اور حاسد بنے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا۔ عقل اور فرشتے نے ان کے نور باطنی کو دیکھا تو ان کے سامنے جھک گئے۔

[3] آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں ان کے نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیاں۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو۔ چوں نشاید۔ تمہارے سامنے اس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

Marfat.com

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ
شیعہ سے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟
کے تواں بربط زدن در پیش کر
بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیکؔ[1] گر در دِہ بگوشہ یک کس ست
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے
ہائے و ہوئے کہ بر آوردم بس ست
جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحقِ شرح را سنگ و کلوخ
شرح کے لائق کے لیے، پتھر اور ڈھیلا
ناطقے گردد مشرّح با رُسوخ
اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

در بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سموات و ارض و اعیان و اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاجِ چیزے دیگر باید کردن تا بدہد کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ و اضطرار گواہِ استحقاق ست

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کیے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا چاہیے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ (اس نے فرمایا ہے) "کون ہے جو مجبور کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اس کو پکارے" اور مجبوری کو اس نے مستحق ہونے کا گواہ بنایا ہے

آں نیازِ مریمیؑ بودست و درد
وہ (حضرت) مریم علیہا السلام کی نیازمندی اور درد تھا
کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزوِ اوؔ[2] بے او برائے او بگفت
ان کے جزو نے بغیر ان کے (کہے) ان کے لیے گفتگو کی
جزوِ جزوت گفت دارد در نہفت
تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

دست و پا شاہد شوندت اے رہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے
منکری را چند دست و پا نہی
تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ور نباشی مستحقِ شرح و گفت
اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے
ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
بولنے والے کی (قوتِ) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سوئی

ہر چہؔ[3] رُوئید از پئے محتاج رُست
جو کچھ اگا ہے محتاج کے لیے اگا ہے
تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
تاکہ طلبگار، ہر وہ چیز پا لے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا
از برائے دفعِ حاجات آفرید
حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا کیا

---

[1] لیکؔ۔ کسی میں اہلیت ہے تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائے گا جو مجمل باتیں میں نے کہہ دی ہیں وہ اس کے لیے کافی ہیں۔ مستحق۔ جو تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہوتا ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر ان سے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے۔ اصل چیز استحقاق اور طلب و حاجت ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے۔ آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے۔ آں نیاز۔ حضرت مریم علیہا السلام کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرا دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں ان کی پاک دامنی کے شاہد بن گئے۔

[2] جزوِ او۔ جس طرح عیسیٰؑ مریم کے جزو بدن تھے اور گواہ بنے اسی طرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضا تمہارے افعال کی گواہی دیں گے۔ ور نباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا معتبر بھی سست پڑ جائے گا اور تشریح نہ کرے گا۔

[3] ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانوں کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] جویا شد بیابد عاقبت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے

مایہ اش دردست و اصل مرحمت
اس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے، دوا وہاں آ پہنچتی ہے

ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں فقر ہوتا ہے، سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں اشکال ہوتا ہے، جواب وہاں جاتا ہے

ہر کجا کشتے ست آب آنجا رود
جہاں کھیتی ہے، پانی وہاں پہنچتا ہے

آب کم جو[2] تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر

تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا

کے رواں گردد زپستاں شیر او
اس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رو بدیں بالا و پستیہا بدو
جا، اس نشیب و فراز میں دوڑ

تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
تاکہ تو پیاسا بنے، اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبورِ ہوا
اس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے

بانگ آبِ جو بنوشی اے کیا
اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

حاجتِ تو[3] کم نباشد از حشیش
تیری ضرورت، گھاس سے کم نہ ہونی چاہیے

آب را گیری سوئے اوی می کشیش
تو پانی لیتا ہے اور اس کو اس کی جانب لے جاتا ہے

گوش گیری آب را تو می کشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اس کو تو کھینچتا ہے

سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی
خشک کھیتی کی جانب، تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ جاں را کش جواہر مضمرست
جان کی کھیتی کے لیے جس میں جواہر چھپے ہوتے ہیں

ابر رحمت پُر ز آبِ کوثرست
رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ آید خطاب
"تاکہ، اُن کو ان کے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے

تشنہ باش. اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

1. ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کرے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہو جاتی ہے، فقر ہو تو سامان مل جاتا ہے، جواب اشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔
2. آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائے گا۔ تانہ زاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیتی ہے۔ رو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی غرضیکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اس کی حاجت پیدا کر د مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔
3. حاجت تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اس تک پہنچاتا ہے اسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت، مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔ زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لیے ابر رحمت کوثر کا پانی لیے ہوئے موجود ہے۔ تم ضرورت پیدا کرو تو سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاھم۔ قرآن پاک میں ہے "سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا" اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب۔"

Marfat.com

آمدن زنے کافرہ با طفلِ شیر خوارہ نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و ناطق شدنِ عیسیٰؑ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور اس کا (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم ازاں[1] دہ یک زنے از کافراں — سوئے پیغمبرؐ دواں شد ز امتحاں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے — امتحان کے لیے پیغمبر ﷺ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبرؐ در آمد با خمار — کودکے دو ماہہ زن را در کنار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبر ﷺ کے سامنے آئی — دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیکَ — یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَد جِئنَا اِلَیکَ
بچے نے کہا آپؐ پر اللہ کا سلام ہو — اے اللہ کے رسول ہم آپؐ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش — کیت افگند ایں شہادت[2] را بگوش
اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ — یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر — کہ زبانت گشت در طفلی جریر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ — کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل — در بیاں با جبرئیلم من رسیل
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے — میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت — می نہ بینی کن ببالا منظرت
اس نے کہا وہ کہاں ہے، کہا کہ تیرے سر پر — تو نہیں دیکھ رہی ہے، اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل — مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل[3]
تیرے سر پر جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں — وہ میرے لیے سیکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے — بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
اس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں — تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیا موزد مرا وصف رسول (ﷺ) — زاں علوم می رہاند زیں سفول
وہ مجھے رسول ﷺ کی صفات بتا رہے ہیں — اس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش (ﷺ) گفت اے طفلِ رضیع — چیست نامت باز گو و شو مطیع
پھر رسول ﷺ نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے! — صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن؟

---

[1] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور معجزے کا اس سے ذکر کیا تو ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اب اس کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[2] شہادت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان، فصیح عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہم زبان۔

[3] دلیل۔ راہنما۔ علو۔ بلندی۔ سفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔

گفت نامم پیشِ حق عبدالعزیز
اس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے
عبدِ عزیٰ پیشِ ایں یک مشت حیز[1]
ان چند نالائقوں کے نزدیک عبدالعزیٰ ہے

من زعزیٰ پاک بیزار و بری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں
حق آنکہ دادت ایں پیغمبری
اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے
درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط آں دم ز جنت در رسید
پھر اسی وقت جنت سے حنوط آئی
تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے
جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
اس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے
جامد[2] و نامیش صد مروق زند
بے جان و جاندار اس پر سیکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں کسے راکش معرف حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو
جامد و نامیش صد صدق زند
بے جان اور جاندار اس کی سیکڑوں تصدیق کرتے ہیں

آں کسے راکش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو
مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرند اور مچھلی اس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بُردن بہوا و نگوں کردن و از موزہ مارے سیاہ افتادن

باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اڑنا اور اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

اندریں بودند کآوازِ صلا[3]
لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز
مصطفیٰ بشنید از راہِ علا
اونچائی سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا
دست و رو را شست اوزاں آبِ سرد
اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا
موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
ایک موزہ لے اڑنے والا، موزہ لے اڑا

---

1. حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحابِ صدر۔ یعنی صدر نشین علما۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی ان کو خوشبو اس قدر پسند آئی کہ اس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مروق۔ خوشی کا آلہ۔ آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز ان کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔
2. جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔
3. آوازِ صلا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نماز کے لیے الہام ہوا یا موذن کی اذان سنی۔ رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ ربا۔ یعنی عقاب۔

Marfat.com

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا
موزہ را بَر بود از دستش عقاب
باز، ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
وہ موزے کو ہوا کی طرح، فضا میں لے اڑا
پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد
پھر اس کو اس نے اوندھا کیا، اس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا
زاں عنایت[1] شد عقابش نیک خواہ
اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا
گفت ہیں بستان و رو سوئے نماز
بولا ہاں لے لیجئے اور نماز کو جایئے

از ضرورت کردم ایں گستاخیئے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی
از ادب دارم شکستہ شاخیئے
میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے[2] کو گستاخ پائے می نہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے
بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
بغیر ضرورت کے جبکہ اس کو خواہش نفسانی فتویٰ دے دے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما
پھر رسول ﷺ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم
ایں جفا دیدیم و بود آں خود وفا
یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بَر بودی و من درہم شدم
تو موزہ اُچک لے گیا، اور میں بگڑا
تو غم بُردی و من در غم شدم
تو نے غم ہٹایا اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے
دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
(لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست
اس نے کہا یہ بات آپؐ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں
دیدنم[3] آں غیب را ہم عکسِ تست
میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپؐ کا پرتو ہے

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں
نیست از من عکسِ تست اے مصطفےٰؐ
یہ میرا کام نہیں ہے، اے مصطفیٰ ﷺ یہ آپ کا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بود
نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے
عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بود
ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے
عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بود
بیگانے کا پرتو، بالکل اندھا پن ہوتا ہے

---

[1] عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی اس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر مرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مرجھا جاتی ہے۔

[2] وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابل گرفت نہیں ہے۔ نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔ ایں۔ یعنی موزہ لے اڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزل اختیار کی وجہ سے تھی۔

[3] دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپؐ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔ عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشف باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

Marfat.com

عکسِ ہر کس رابداں اے جاں ببیں　　پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں

ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے　　تو کس جنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[1] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر تُرا　　تا شوی راضی تو در حکمِ خدا

اے جان! تیرے لیے یہ قصہ باعث عبرت ہے　　تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تاکہ زیرک باشی و نیکو گماں　　چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں

تاکہ تو ہوشیار، اور نیک گمان بن جائے　　جب تو اچانک کوئی بُرا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد ازبیمِ آں　　تو چو گُل خنداں گرِ سود و زیاں

دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں　　تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو برکش می کنی　　خندہ نگذارد نگردد منثنی

کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں الگ کر دے　　وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے، اور نہ مرجھائے گا

گوید از خارے[2] چرا افتم بغم　　خندہ را من خود زخار آوردہ ام

وہ کہتا ہے، میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟　　میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا　　تو یقیں داں کہ خریدت از بلا

قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے　　تو یقین کرلے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَحِ　　فِی الْفُؤَادِ عِنْدَ اِتْیَانَ التَّرَحِ

تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا　　دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں کہ او　　در ربود آں موزہ رازاں نیک خو

اس سزا کو وہ باز سمجھ لے، جو　　ان نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

تا رہاند پاش را از زخمِ مار　　اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار

تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے　　قابل مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ　　اِنْ اَتٰی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَکُمْ

فرمایا جو تم سے جاتا رہے، اس پر غم نہ کرو　　اگر بھیڑیا آ جائے اور تمہاری بکری ہلاک کر دے

---

1. وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے۔ تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لیے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اس کو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کردی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔ گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جز کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔
2. خار۔ یعنی مصیبت، عدم۔ یاوہ۔ گم۔ یعنی کسی چیز کے فوت ہوجانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔ ما التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہوجائے "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔" فرح۔ خوشی۔
3. ترح۔ رنج۔ اے خنک۔ یعنی وہ عقل قابل مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہو۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے، "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو۔" اِنْ اَتٰی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

Marfat.com

گفت ہر چہ آں فوت شد غمگیں مشو — زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے (اس پر) غمگین نہ بن — کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے، نئی پھر آ جائے گی
گر بلا آید ترا اندُہ مبر — ور زیاں بینی غم آں ہم مخور
اگر تجھ پر مصیبت آئے غم نہ کر — اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا
کاں بلا[1] دفعِ بلا ہائے بزرگ — واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ
کیونکہ وہ مصیبت، بڑی مصیبتوں کے لیے دافع ہے — اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے
راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال — مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! مال کا فوت ہو جانا جان کی حفاظت ہے — اے عزیز! جب مال جمع ہو جاتا ہے وبالِ جان ہو جاتا ہے

استدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام بہائم و

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور و قبول کردنِ موسیٰ علیہ السلام با امرِ حق

اور ان کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کو قبول کر لینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں — کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا — کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجیے
تا بود[2] کز بانگِ حیوانات و دد — عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
ہو سکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے — اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کروں
چوں زبانہائے بنی آدمؑ ہمہ — در پئے آبست و نان و دمدمہ
چونکہ تمام اولادِ آدم علیہ السلام کی زبانیں — روٹی، اور پانی، اور مکر کے لیے ہیں
بو کہ حیوانات را وردِ[3] دگر — باشد از تدبیر ہنگامِ گذر
ہو سکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول — ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا
گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس — کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا اس ہوس سے در گزر کر — کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے
عبرت و بیداری از یزداں طلب — نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ — نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے
گرم تر شد او زِ آں منعش کہ کرد — گرم تر گردد ہمی از منعِ مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا — روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

---

[1] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحت جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے۔ استدعا۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[2] تابود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیاداری کی ہیں شاید جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں ان سے عبرت حاصل کروں گا۔

[3] ورد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگام گذر۔ موت کا وقت۔ عبرت۔ کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار سے اس کا اصرار اور بڑھ گیا اس لیے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔

Marfat.com

گفت[1] اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت
اسنے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے

ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
جو کچھ بھی تھا، اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد
اس مقصد سے مجھے محروم کرنا

لائقِ لطفت نباشد اے جواد
اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قایم مقامِ حق توئی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں

یاس باشد کہ مرا مانع شوی
اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہو گی

گفت موسیٰؑ یا رب ایں مردِ سلیم
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو

سُخرہ کردستش مگر دیو رجیم
شاید، ملعون شیطان نے بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بود
اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لیے نقصان دہ ہو گا

ور نیاموزم دلش بد می شود
اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہو گا

گفت اے موسیٰ بیاموزش کہ ما
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اس کو سکھا دے کیونکہ ہم نے

رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا
کرم سے، ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یا ربّ او پشیمانی خورد
(موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا

دست خاید جامہا را بر دَرد
ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[2] قدرت ہر کسے را ساز وار
قدرت ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہے

عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
عاجزی، پرہیزگار کے لیے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں
اسی لیے فقر ہمیشہ فخر ہے

کہ بتقویٰ ماند دستِ نارساں
نارسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد
اسی لیے مالداری، اور مالدار مردود ہوا ہے

کہ ز قدرت صبرہا پدرود شد
کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں
آدمی کے لیے عجز اور فقر (باعث) امن ہے

از بلائے نفس پُر حرص و غماں
حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت ہے

آں غم آید ز آرزوہائے فضول
بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے

کہ بداں خو کردہاست آں صیدِ غول
جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال دی ہے

[1] گفت۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔ گفت۔ اس کے اصرار سے عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سکھا دو۔ گفت یا رب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر اس کو سکھا دوں گا تو وہ اس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

[2] نیست۔ با اختیار اور با قدرت ہونا ہر شخص کے لیے بہتر نہیں ہوتا ہے، قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لیے وہ باعثِ فخر ہے۔ مالداری مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، اس لیے مردود ہو جاتا ہے۔ آں غم۔ مالدار میں طرح طرح کی تمنائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ کوئی چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔

Marfat.com

آرزوئے گِل بود گِل خوارہ را | گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے | اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیاموزش

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اس کو کچھ

چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ[1] او | بر کشا در اختیاز آں دستِ او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اس کی مراد پوری کر دے | اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک | ورنہ می گردد بنا خواہ ایں فلک
اختیار، عبادت کا نمک ہے | ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ او را نہ اجر و نے عتاب | کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے | کیونکہ حساب کے وقت، اختیار معیار ہے

جملہ عالم خود مُسبّح آمدند | نیست آں تسبیحِ جبری مزدمند[2]
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں | (لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکَن | تا کہ غازی گردد او یا راہزن
اس کے ہاتھ میں تلوار دے دے، اس کا عجز ختم کر دے | تا کہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ کرّمنا شد آدمؑ ز اختیار | نیم زنبورِ عسل نیمیش مار
اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کو تمنا (کا مصداق) بنا | اس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل زنبور وار | کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں | کافر، زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ[3] مومن خورد بگزیدہ نبات | تا چو نحلے گشت ریقِ او حیات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں | یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اسکا لعاب (آب) حیات بنا ہے

باز کافر خورد شربت از صدید | ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا | اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

---

[1] بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اس کو قدرت اور اختیار عطا کر دے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اس کو سزا اور جزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، عبادت میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے، اس لیے اس میں خوبی ہے، آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اس پر ثواب کا ترتب ہے نہ عتاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کرے گا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔ جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ ان کی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر ان کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

[2] مزدمند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو، وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو، مل جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

[3] زانکہ۔ انسان کو کرّمنا کی فضیلت اسی لیے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ مومناں۔ نیک عمل کرنے والے دوسروں کے لیے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لیے بھی مصیبت ہیں۔

Marfat.com

اہلِ الہامِ خدا عین الحیات
خدا کے الہام والے (آبِ) حیات کا چشمہ ہیں

اہلِ تسویلِ ہوا سمُّ الممات
خواہش نفسانی کے طمع والے موت کا زہر ہیں

در جہاں[1] ایں مدح و شاباش وزہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش، اور واہ واہ

زِ اختیارست و حفاظ و آگہے
اختیار، اور مروت، اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رِنداں چونکہ در زنداں روند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے

متقی و زاہد و حق خواں شوند
متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا

ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایۂ سودست ہیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے

وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگِ کرّمنا سوار
انسان، کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے

در کفِ درکش عنانِ اختیار
اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسیٰؑ داد پند اورا بمہر
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی

کہ مرادت[2] زرد خواہد کرد چہر
کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سودا بگو و ز حق بترس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر

دیو دادستت برائے مکر درس
شیطان نے مکر کے لیے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے

کایں مرادت افگند در صد تعب[3]
کیونکہ یہ تیری مراد سیکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

قانع شدنِ آں مردِ طالب بتعلیم زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردنِ موسیٰ علیہ السلام او را

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر درست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے

نطقِ مرغِ خانگی کاہلِ پرست
گھریلو مرغ کی بولی جو پَر دار ہے

گفت موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لےگا اس (اللہ) سے (اجازت) آگئی

نطقِ ایں ہر دو شود بر تو پدید
ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

---

[1] در جہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جا کر دوزخی عبادت کریں گے لیکن وہ ان کی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی اس کے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہے گی اس وقت کی نیکی بیکار ہے۔ خنگ۔ سفید گھوڑا، سفید۔ درک۔ ادراک، عقل۔ عناں۔ باگ۔

[2] کہ مرادت۔ یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لیے دردِ سر بنے گا۔

[3] تعب۔ مشقت۔ قانع۔ پہلے وہ مصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی جان جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اس کے سکھانے کی اجازت آگئی ہے تو اب جان جائے گا۔

Marfat.com

بامداداں از برائے امتحان[1] ایستاد او منتظر بر آستاں
صبح کو آزمائش کے لیے وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد پارۂ نانِ بیات آثارِ زاد
خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

در ربود آنرا خروسے چوں گروَ گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رَو
مرغ اس کو گروی (چیز) کی طرح اچک لے گیا کتے نے کہا جا، تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم توانی خورد و من عاجزم از دانہ خوردن در وطن
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حبوب[2] می توانی خورد و من نے اے طروب
گیہوں اور جو اور باقی دانے اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

ایں لب نانے کہ قسمِ ماست آں می ربائی ایں قدر را از سگاں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اچک لیتا ہے

جواب خروس سگ را
مرغ کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا، غم نہ کر کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دے گا

اسپ ایں خواجہ سقط خواہد شدن روزِ فردا سیر خورکم کن حزن
اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا کل کو پیٹ بھر کر کھانا غم نہ کر

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسپ روزیِ وافر[3] بود بے جہد و کسب
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد پیشِ سگ شد آں خروسک رُوئے زرد
مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کر دیا وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را رَبود آں خروس و سگ برو لب بر کشود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا وہ مرغ، اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

کاے خروسِ عشوہ دِہ چندیں دروغ ظالمی و کاذبی و بے فروغ
کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے، اور بے اعتبار ہے

---

[1] امتحان۔ اس آزمائش کے لیے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔ دانۂ گندم۔ کتے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

[2] حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لبِ نان۔ روٹی کا کنارا۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ روئے زرد۔ چونکہ مرغ کی پیش گوئی کے مطابق کتے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔ عشوہ۔ مکر و فریب۔

Marfat.com

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟

کور اختر گوئی[1] محرومی زراست
تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اورا آں خروسِ با خبر
اس با خبر مرغ نے اس سے کہا

کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جست اُو از زیاں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا

آں زیاں انداخت او بر دیگراں
اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا اَسترش گردد سقط
لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا

مرسگاں را باشد آں نعمت فقط
وہ صرف کتوں کے لیے نعمت ہو گا

زود استر را فروشید آں حریص
اس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا

یافت از غم وز زیاں آں دم محیص[2]
اس وقت بھی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس
تیسرے دن کتے نے اس مرغ سے کہا

اے امیرِ کاذباں با طبل و کوس
اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟

دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ
اے نا اہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے، چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت استر را شتاب
کہا، اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا

لیک فردایش غلام آید مصاب
لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلامِ او بمیرد نانہا
جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں

بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
کتوں اور مانگنے والوں پر (اس کے) رشتہ دار بہادیں گے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت
یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا

رَست از خسران و رُخ را بر فروخت
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں

رَستم از سہ واقعہ[3] اندر زمن
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے

دیدۂ سوء القضا را دوختم
بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

خجل شدنِ خروس پیشِ سگ بسببِ دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے سے مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگ محروم گفت
دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا

کاے خروسِ ژاژخا کو طاق و جفت
اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دہرا کہاں ہے؟

---

[1] اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لیے اس کی پیش گوئیاں غلط ہوں گی۔ استر۔ خچر۔ فقط۔ چونکہ مرغ اس کو نہ کھا سکے گا۔

[2] محیص۔ چھٹکارا، نجات۔ با طبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ مصاب۔ بیمار۔ رخ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا تھا۔

[3] سہ واقعہ۔ گھوڑے خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدہ۔ یعنی اب بری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیش گوئیاں جو تو نے کی تھیں۔

Marfat.com

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو
تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر!

خود نہ پَرّد جز دروغ از وَکرِ[1] تو
تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من
اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے

کہ بگردیم از دروغے ممتحن
کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں موذّن راست گو
ہم مرغ موذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں

ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو
ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں
ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں

گر کنی بالائے ما طشتے نگوں
اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا
اولیا سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں

در بشر واقف ز اسرارِ خدا
انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگ و نماز
ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کے لیے

داد ہدیہ آدمی را در جہاز
سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام[2] سہوِ ماں بردو
اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے

در اذاں آں مقتلِ ما می شود
اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفت نا ہنگام حَیَّ عَلَی الْفَلَاح
بے وقت حی علی الفلاح کہنا

خونِ ما را می کند خوار و مباح
ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط
وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے

آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط
وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش[3] مُرد پیشِ مشتری
اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا

شد زیانِ مشتری آں یکسری
وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

او گریزانید مالش را ولیک
اس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن

خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک
اس نے اپنا خون بہایا، اس کو خوب سمجھ لے

یک زیاں دفعِ زیانہا می شدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا

جسم و مالِ ماست جانہا را فدے
ہمارا جسم، اور مال جانوں کا فدیہ ہے

---

[1] وَکر۔ پرند کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ما خروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبح صادق کا احساس ہو جاتا ہے۔ اولیاء۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیا حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرارِ خداوندی ہیں ان کو پہچان لیتے ہیں۔ در جہاز۔ سامان یا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

[2] گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیا ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

[3] آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیش گوئی سن کر اس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ او۔ اس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اس کی جان ہلاک ہوئی۔ یک زیاں۔ ایک نقصان قضاء و قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

پیشِ شاہاں[1] در سیاست گستری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں
میدہی تو مال و سَر رَا می خری
تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

اجمی چوں گشتۂ اندر قضا
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے
می گریزانی زِداور مال را
اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود
کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہو جائے
آں زیانے نیست سودِ تو بود
وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خروس از مرگِ آں خواجہ
مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مُردن یقین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا
گاوَ خواہد کشت وارث در حنین
اس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحبِ خانہ بخواہد مُرد و رفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا
روز فردا نک رسیدت لوت زفت[2]
کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لالنگ و طعام
روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا
درمیانِ کوئے یابد خاص و عام
ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تنک
قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی
بر سگان و سائلاں ریزد سبک
کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و اُستر و مرگِ غلام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا
بد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
اس متکبر، نا تجربہ کار کی قضا کو لوٹانے والا تھا

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا
مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت
اس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے[3] درویشاں چراست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟
کاں بلا برتن بقائے جانہاست
اس لیے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے
چوں کند تن را سقیم و ہالکے
تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

دست کے جنبد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ملے
تا نہ بیند دادہ راجانش بدل
جب تک کہ دیے ہوئے کا بدلہ جان کے لیے نہ سمجھ لے

آنکہ بدہد بے امید و سودہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے
آں خدایست، آں خدایست، آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

---

[1] پیشِ شاہاں۔ دنیاوی عدالتوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچاتا ہے۔ اجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔
[2] لوت زفت۔ قیمتی غذا۔ الالنگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔ ریخت۔ اگر مال ضائع ہوجاتا تو جان بچ جاتی۔
[3] ریاضت ہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوکِ معرفت طے کرنے والا چونکہ فناءِ جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لیے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔ دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

Marfat.com

یا وَلِیٌّ[1] حق کہ خوئے حق گرفت　　نور گشت و تابشِ مطلق گرفت

یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لیے ہیں　　جو نور بن گیا ہے، اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

کو غنی است و جز او جملہ فقیر　　کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

کیونکہ وہ بے نیاز ہے، اور اس کے علاوہ سب محتاج ہیں　　محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست　　او پیازِ گندہ را ندہد ز دست

جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے　　وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

ایں ہمہ[2] بازار بہرِ ایں غرض　　بر دکانہا شستہ بر بوئے عوض

یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے　　بدلے کی امید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِ خوب عرضہ می کنند　　و اندرونِ دل عوضہا می تنند

سیکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں　　اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں　　کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا　　جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام　　من سلامے اے برادر والسلام

جس نے (کسی) خاص وعام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے　　ایک سلام (بھی) اے بھائی! والسلام

جز سلامِ حق تو ہیں آں را بجو　　خانہ خانہ جا بجا و کو بکو

سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو ضرور اس کی جستجو کر　　گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِ[3] آدمیِ خوش مشام　　ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام

صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے　　میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بوئے آں　　من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جاں

بقیہ لوگوں کا سلام (بھی) اسی کی خوشبو کی وجہ سے　　میں دل سے سنتا ہوں، جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ او سلامِ حق شدست　　کآتش اندر دودمانِ خود زدست

اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے　　کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

مردہ است از خود شدہ زندہ برَبّ　　زاں بود اسرارِ حقش در دو لب

وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے　　اسی لیے اس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

---

[1] یا ولی۔ چونکہ اولیاء اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا ان کے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اس لیے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اس لیے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔

[2] ایں ہمہ۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ متاع۔ سامان، تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کے لیے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کی جانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[3] از دہاں۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سنا ہے میں اسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی اس طرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اس وجہ سے ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہیں اس لیے ان کی زبانوں پر اسرارِ خداوندی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مُردنِ تن[1] در ریاضت زندگی ست — رنجِ ایں تن روح را پایندگی ست

ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے — اس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مَردِ خبیث — می شنید او از خروسش ایں حدیث

وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا — یہ بات وہ اپنے مُرغ سے سن رہا تھا

دویدنِ آں شخص بسوئے موسیٰ علیہ السلام بزینہار چوں خبر مرگِ خود بشنید

اس شخص کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پناہ کے لیے دوڑنا جبکہ اس نے اپنی موت کی خبر سنی

چوں شنید اینہا رواں شد و تیز تفت — بر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رفت

جب اس نے یہ سنا تیزی اور تندی سے دوڑا — (حضرت) موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دروازے پر گیا

رو ہمی مالید بر خاک او زبیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم

وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا — کہ اے کلیم! اس (معاملے) میں میری مدد کیجیے

گفت رَو بفروش خود را و برہ — چونکہ اُستا گشتہ بر جہ زچہ

فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پالے — چونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنویں سے کود کر نکل

بر مسلماناں[2] زیاں انداز تو — کیسہ و ہمیانہا را کن دو تو

تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے — ہمیانوں اور تھیلی کو دوگنا کر لے

من درونِ خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شد مر تُرا

میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے — جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مُقِل

عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے — عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[3] — مر مرا بر سر مزن بر رو ممال

وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت! — میرے سر پر نہ ماریئے، منہ پر نہ ملیے

از من آں آمد کہ بودم نا سزا — نا سزایم را تو دِہ حسن الجزا

مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا — مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجیے

گفت تیرے جست از شست اے پسر — نیست سنت کاید آں واپس بسر

فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا — سنت الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

---

[1] مردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے۔ اہل اللہ کو یہ درجہ اسی لیے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مرغ سے جب اپنی موت کی خبر سنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر ان کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کر کے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کر دے۔

[2] بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے تو نے ان کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من درون۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ اخفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے برے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مقل۔ نادار، مفلس۔

[3] خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مر مرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجیے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کر دیں۔ نیست سنت۔ یعنی عام طور پر سنت الٰہی یہی ہے کہ قضاء وقدر نہیں ٹلتی ہے۔

Marfat.com

لیک در خواہم ز نیکو داوری[1]
ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا
تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
تا کہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایمان بُردہ باشی زندۂ
جب تو ایمان کو (ساتھ) لے جائے گا، تو زندہ ہے
چونکہ با ایماں روی پائندۂ
جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم در اندم حالِ بر خواجہ بگشت
اسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہو گیا
تا دلش شورید آوردند طشت
یہاں تک کہ اس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضہ طعام
موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بدہضمی
قے چہ سودت دارد اے بد بخت خام
اے بدبخت ناقص! قے تیرے لیے کیا مفید ہے

چار کس بُردند تا سوئے وُثاق
(اس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے
ساق میمالید او بر پشتِ ساق
وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰ[2] نشنوی شوخی کنی
تو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت نہیں سنتا ہے، گستاخی کرتا ہے
خویشتن بر تیغ پولادی زنی
اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو
تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے
آنِ تست ایں اے برادر آنِ تو
اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آں سحر
اس صبح کو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں عرض کیا
کاے خدا ایماں ازو مستاں مبر
کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

پادشاہی کن بروبخشا کہ او
شاہی برت، اس کو بخش دے کیونکہ اس نے
سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
غلطی، اور شوخی اور زیادتی کی ہے

گفتمش[3] ایں علم نے در خوردِ تست
میں نے اس سے کہا تھا، کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے
دفع پنداریدۂ گفتم را و سست
میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند
اژدہے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے
کہ عصا را دستش اژدرہا کند
جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

---

[1] داوری۔ انصاف۔ تا کہ۔ یعنی تو مومن مرے، تیرا مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دراں دم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہ باتیں کررہے تھے کہ اس کو متلی شروع ہوگئی۔ طشت۔ تا کہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی متلی سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔ چار کس۔ یعنی چارپائی پر ڈال کر چار آدمی اٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا، نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

[2] پند موسیٰ۔ مولانا کا مقولہ ہے کہ قضاء و قدر سے ٹکرانا اپنی موت مول لینا ہے۔ آنِ تست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ پادشاہی۔ یعنی اس گنہگار کی خطا پر اس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اس کو معاف کردے۔

[3] گفتمش۔ مناجات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ سانپ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

سِرِّ غیب آں را سزد آموختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لیے مناسب ہے
کہ تواند لب ز گفتن دوختن
جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

درخورِ[1] دریا نشد جز مُرغِ آب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے
فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

او بدریا رفت و مرغابی نبود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا
گشت غرقہ دست گیرش اے وَدُوْد
ڈوب گیا، اے خدا اس کی دستگیری فرما

اجابت کردنِ حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو، اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم
فرمایا ہاں میں نے اس کو ایمان بخشا
ور تو خواہی ایں زماں زندش کنم
اگر تو چاہے تو میں اس کو ابھی زندہ کر دوں

بلکہ جملہ مُردگانِ خاک را
بلکہ زمین کے تمام مردوں کو
ایں زماں زندہ کنم بہرِ تو ما
ہم تیرے لیے ابھی زندہ کر دیں

گفت موسیٰؑ[2] ایں جہانِ مُردن ست
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یہ فنا کا جہاں ہے
آں جہاں انگیز کانجا روشن ست
اس جہان میں اٹھا لے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ (ہمیشہ) رہنے کا جہان نہیں ہے
باز گشت عاریت پس سود نیست
عارضی واپسی ہے، تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں
ان پر اب رحمت نازل فرما
در نہانخانہ لَدَیْنَا[3] مُحْضَرُوْن
لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن کے مخفی مقام میں

تابدانی کہ زیانِ جسم و مال
خبردار سمجھ جا کہ جسم، اور مال کا نقصان
سودِ جاں باشد رہاند از وبال
جان کا نفع ہے (اس کو) وبال سے رہائی دیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر
چوں سپردی تن بخدمت. جانبری
جب تو جسم کو خدمت میں لگا دے گا نجات پا جائے گا

ور ریاضت آیدت بے اختیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے
سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اے کامیاب! اطاعت کر، شکر ادا کر

---

[1] درخورِ۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ او بدریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کر کے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا، خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

[2] گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے، عالم آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اس کو بخش دیجئے اور دوسروں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں ان پر رحم فرما دیجئے۔

[3] لدینا۔ قرآن پاک میں مردوں کے بارے میں فرمایا ہے وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ "یقیناً تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔" تابدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کر کے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کا بڑھاؤ حاصل ہو۔ در ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کر کے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں، وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں، ان پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن　　تو نکردی او کشیدت ز امرِ کن[1]

جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکریہ ادا کر　　تو نے خود نہیں کی اس نے تجھے کن کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

حکایتِ آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید و جواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدۂ تست

اس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا جواب آیا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر　　تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سن، اور نصیحت حاصل کر　　تاکہ تو نقصان، اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر　　بیش از شش مہ نبودے عمر ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی　　(لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ　　نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے اللہ

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا　　وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نُہ مہم[2] بارست و سہ ماہم فرح　　نعمتم زو تر رو از قوسِ قزح

میرے لیے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے　　میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانے والی ہے

پیشِ مردانِ خدا کر دے نفیر　　زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر

خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی　　وہ عورت، اس تکلیف کے ہولناک درد سے

بیست[3] فرزند ایں چنیں در گور رفت　　آتشے در جانِ او افتاد و تفت

اس طرح بیس بچے قبر میں گئے　　شورش اور آگ اس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود او را جنتے　　باغکِ سبزے خوشے بے ضنتے

یہاں تک کہ اس کو ایک رات جنت نظر آئی　　جو ایک سر سبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را　　سبز گفتم خلد دارُالضّیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا　　میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لا عَینٌ رَاَتْ چہ جائے باغ　　گفت نورِ غیب را یزداں چراغ

ورنہ باغ (کے ذکر) کا یہ کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا　　اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

---

[1] امر کن۔ جو جسمانی مصائب بحکم خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اس عورت کے قدرتی مصائب اس کے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اس قصہ سے نصیحت حاصل کرے۔ بیش۔ یعنی اس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مر جاتا۔

[2] نہ مہم۔ اس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچہ سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوسِ قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانے والا درد۔

[3] بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے تو ان مصائب نے اس کے لیے مجاہدوں کا کام کیا اور اس پر اسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرارِ غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اس نے خواب میں جنت دیکھی۔ لا عین۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض انسانوں کی فہم کے لیے فرما دیا ہے اسی طرح جنت کا ذکر ہے ورنہ جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے۔

Marfat.com

مثل[1] نبود ایں مثالِ آں بود
مثل نہیں ہے یہ اس کی مثال ہے

تا بَرد بو آنکہ او حیراں بود
تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پا لے

حاصل آں را دید آں زن مست شد
خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اس کو دیکھا وہ عورت مست ہو گئی

زاں تجلی آں ضعیف از دست شد
اس تجلی سے وہ کمزور عورت، مدہوش ہو گئی

دید در قصرے بنشستہ نام خویش
اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا

آنِ خود دانستش آں محبوب کیش
اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت وراست
اس کے بعد انہوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت اس کی ہے

کو بجاں بازی بجز صادق نخواست
جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے

مر ترا تا بر خوری زیں چاشت خورد
تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں[2] تو کاہل بودی اندر التجا
چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی

آں مصیبتہا، عوض دادت خدا
خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دے دی ہیں

گفت یا رب تا بصد سال و فزوں
اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک

ایں چنینم دِہ بریز از من تو خوں
مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہا دے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش
اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی

دید در وَے جملہ فرزندانِ خویش
اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد
اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے وہ گم نہ ہوئے

بے دو چشم غیب کس مردم نشد
غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردی[3] فصد و از بینی دَوید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا

خون افزوں تا زتپ جانت رہید
بڑھا ہوا خون، حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغز ہر میوہ بہ است از پوستش
ہر پھل کا مغز، اس کے چھلکے سے بہتر ہے

پوست داں تن را و مغز آں دوستش
جسم کو چھلکا سمجھ، اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

---

[1] مثل۔ میم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کی مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اس کے برابر ہو، مثال کے لیے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جا سکتا ہے۔ قصر۔ محل۔ صادق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی ہاتف غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔

[2] چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لیے مصیبتیں مقرر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرار غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آ جائیں انسان، انسان نہیں بنتا ہے۔

[3] تو نکردی۔ جس قدر مصائب ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لیے نازل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اس کا نکسیر جاری کر دیا جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔ مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے، اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اس کو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیے۔

Marfat.com

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گر زاں دمی
آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کے لیے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

در آمدن[1] حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِ مصطفیٰ — با زِرہ میشد مدام اندر وغا
مصطفیٰ ﷺ کے چچا (حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے — بے زرہ خود را بصفہا بر زدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے — بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے — بے زرہ سر مست در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ صف میں آتے — جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ بازو تن برہنہ پیش پیش — در فگندے در صفِ شمشیر خویش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ آگے آگے — اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عمِ رسولؐ — اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسول کے چچا! — اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے (بادشاہ)!

نے تو لَا تُلْقُوْا[2] بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی — تَہْلُکَہ خواندی ز پیغامِ خدا
کیا آپ نے، "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو — ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ — می در اندازی چنیں در معرکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں — ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی و زفت و سخت زہ — تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے — تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی — پردہائے لا ابالی می زنی
جب آپ بوڑھے اور کمزور کبڑے ہو گئے — (تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لا ابالی[3] وار با تیغ و سناں — می نمائی دار و گیر و امتحاں
بے پروائی کے ساتھ، تلوار اور نیزہ لے کر — جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را — کے بود تمیز تیغ و تیر را
تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے — تلوار، اور تیر کو تمیز کہاں ہے

---

[1] در آمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عَم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ۔ بصفہا۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ فحل کی جمع ہے نر۔

[2] لَا تُلْقُوْا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترکِ جہاد کے لیے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔ منحنی۔ کوزہ پشت۔

[3] لا ابالی۔ بے پروا۔ سناں۔ بھالا۔ تیغ۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

Marfat.com

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو ۔ کشتہ گردد زار بر دستِ عدو

کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر ۔ دشمن کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر ۔ پند میدادند او را از عبر[1]

بے خبر، ہمدردو! اس طرح کی ۔ عبرتوں سے ان کو نصیحت کرتے تھے

جوابِ حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

ان لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں ۔ مرگ می دیدم وداعِ ایں جہاں

(حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا ۔ اس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سوئے مُردن کس برغبت کے رود ۔ پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟ ۔ اژدہوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں ۔ نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں

لیکن اب محمد ﷺ کے نور سے ۔ میں اس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از برونِ[2] حس ز لشکر گاہِ شاہ ۔ پُر ہمی بینم ز نورِ حق سپاہ

حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو ۔ اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب ۔ شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب

خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں ۔ اس کا شکریہ جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ مردن[3] پیشِ چشمش تہلکہ است ۔ امر "لاتلقوا" بگیرد او بدست

جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے ۔ وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ او شد فتحِ باب ۔ سَارِعُوْا آید مر اُو را در خطاب

جس کے لیے مرنا بابِ (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے ۔ اس کے لیے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلْحَذَر اے مرگ بیناں بَارِعُوْا ۔ اَلْعَجَل اے حشر بیناں سَارِعُوْا

ڈرو، اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ ۔ جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھرتی کرو

اَلصَّلا اے لطف بیناں اَفْرِحُوْا ۔ اَلْبَلا اے قہر بیناں اِتْرَحُوْا

دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ ۔ مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

---

[1] از عبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔ مرگ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے قبل میں اس موت کو موت سمجھتا تھا اب اس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہر فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔

[2] از برون حس۔ اب عالم غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا شکرگزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالم غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔ آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اس کے لیے لَاتُلْقُوْا کا حکم ہے۔

[3] آنکہ مردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرار غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اس کے لیے سَارِعُوْا کا حکم ہے۔ سَارِعُوْا۔ قرآن پاک میں ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ "اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی جانب۔" الصلا۔ یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ البلا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں ان کے لیے یہ بلا ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] یوسفؑ دید جاں کردش فدا
جس نے یوسف علیہ السلام سمجھا اس نے جان قربان کی
ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا
جس نے اس کو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہمرنگِ اوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اس کے ہمرنگ ہے
پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست
دشمن کے سامنے دشمن، دوست کے لیے دوست

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگی است
ترک کے سامنے تو آئینہ خوش رنگ ہے
پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است
حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

آنکہ[2] می ترسی ز مرگ اندر فرار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے
ترسِت از خویش ست اے جاں ہوشدار
اے جان! سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے، نہ کہ موت کا رخسار
جان تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے، اور موت پتہ ہے

از تو رستست ار نکویست ار بدست
وہ تجھ سے آئی ہے، خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے
ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست
تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے، تو نے خود بویا ہے
ور حریر و قزدری خود رشتۂ
اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک[3] نبود فعل ہمرنگِ جزا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے
ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا
کوئی خدمت گزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزدِ مزدوراں نمی ماند بکار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے
کاں عرض ویں جوہرست و پائدار
کیونکہ وہ عرض ہے، اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق
وہ سب سختی، اور طاقت اور پسینہ ہے
ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے، اور سونا ہے اور طباق ہے

گر ترا آید ز جائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے
کرد مظلومت دعا در محنتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لیے بد دعا کی ہے

---

1. ہر کہ۔ جو موت کو یوسف علیہ السلام کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اس کو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے اس کے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اس کو دشمن سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیش ترک۔ موت کی مثال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اس کے لیے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اس کے لیے حسین ہے اگر حبشی اور کالا ہے تو آئینہ اس کے لیے کالا اور بھدا ہے۔
2. آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اس کو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہوں گے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کاشتہ اور پرداختہ ہوتی ہے۔
3. لیک۔ انسان کے فعل کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے افعال سے مشابہ نہیں ہوتی۔ مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔ اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جو ہر ہوتی ہے عمل، محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بد دعا کا نتیجہ ہوتا ہے، جس پر اس نے ظلم کیا ہو۔

Marfat.com

تو ہمی گوئی[1] کہ من آزادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں
بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردۂ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے
دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زِنا کرد و جزا صد چوب بود
اس نے زنا کیا، اور سزا سو درے ہوئے
گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے دُرّے کب مارے ہیں

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟
چوب کے ماند زنا را در جزا
درے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

مار[2] کے ماند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟
درد کے ماند دوا را اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی
تو نے اس عصا کے بجائے منی کا نطفہ
چوں بیفگندی شد آں شخصے سنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آبِ تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا، یا سانپ بنا
زاں عصا چونست ایں اعجابِ تو
(پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ ماند آب آں فرزند را
نطفہ، اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟
ہیچ ماند نیشکر مرقند را
گنا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے[3] یا رکوعے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بویا
شد وراں عالم سجودِ او بہشت
اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرید از دہانش حمدِ حق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی
مرغِ جنت ساختش ربِّ الفلق
رب الفلق نے اس کو جنت کا پرند بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرند کے مشابہ نہیں ہے
گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا
اگرچہ پرند کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

---

1. تو ہمی گوئی۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے، تو دانہ بوتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اُو زنا کرد۔ زنا کی سزا سو درے ہیں تو زنا اور سو دروں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔
2. مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے ان میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔ ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں۔
3. چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اس کے لیے ہوں گی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرند بنیں اگرچہ ان میں اس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرند کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔

Marfat.com

چوں ز دستت[1] رست ایثار و زکات
گشت ایں دست آں طرف نخل و نبات

جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی
اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آبِ صبرت آبِ جوئے خلد شد
جوئے شیرِ خلد مہرِ تست و وُدّ

تیرے صبر کا پانی جنت کی نہر کا پانی ہے
جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں
مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں

عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سبب‌ہا آں اثرہا را نماند
کس نداند چونش جائے آں نشاند

یہ اسباب ان نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں
کوئی نہیں جانتا کہ ان کو ان کی جگہ کیوں بٹھایا ہے

ایں سبب‌ہا[2] چوں بفرمانِ تو بود
چار جو ہم مر ترا فرماں نمود

یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

ہر طرف خواہی روانش میکنی
آں صفت چوں بُد چنانش میکنی

جس طرف تو چاہے ان کو جاری کرتا ہے
وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو انسے کرتا ہے

چوں منیِ تو کہ در فرمانِ تست
نسلِ آں در امرِ تو آیند چست

جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے
اس کی نسل تیرے حکم میں چست ہے

می دود[3] بر امرِ تو فرزندِ تو
کہ منم جزوت کہ کردیش گرو

تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے
کہ میں تیرا جزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آں صفت در امرِ تو بود ایں جہاں
ہم در امرِ تست آں جوہا رواں

اس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا
وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر ترا فرماں برند
کاں درختاں از صفاتت با برند

وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے
کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھل دار ہیں

چوں بامرِ تست اینجا ایں صفات
پس در امرِ تست آنجا آں جزات

چونکہ اس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں
تو تیرے وہ بدلے اس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست
آں درختے گشت زاں زقوم رست

جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا
وہ درخت بنا اس سے تھور اگا

[1] چوں ز دست۔ انسان جو کارِ خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔ آب۔ انسان کے صبر کا پانی۔ پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبہ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کرے گا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔

[2] ایں سبب ہا۔ ان چاروں نہروں کے اسباب بندوں کے اختیار میں تھے جس طرح یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہوں گی جس طرف چاہے گا وہ رواں ہو جائیں گی۔ چوں منی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔

[3] می دود۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اس نے رحم مادر میں رکھ دیا تھا۔ آں صفت۔ جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں ز دست۔ جس طرح جنت کی اشیا انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم۔ تھور کا پھل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔

Marfat.com

چوں ز خشم[1] آتش تو در دلہا زدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی

مایۂ نارِ جہنم آمدی
تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت اینجا چو آدم سوز بود
اس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی

آنچہ از وے زار مرد افروز بود
جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

آتشِ تو قصدِ مردم میکند
تیری آگ، انسانوں کا قصد کرتی ہے

نار کزوے زاد بر مردم زند
جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سخنہائے چو مارو کژ دُمت
وہ تیری باتیں سانپ اور بچھو جیسی

مار و کژدُم گشت و میگیرد دُمت
سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا

انتظارِ رُستخیزت گشت بار
قیامت کا انتظار تیرے لیے بار ہے

وعدۂ[2] فردا و پس فردائے تو
تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ

انتظارِ حشرت آمد وائے تو
تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز
اس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا

در حساب و آفتاب جاں گداز
حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کآسماں را منتظر می داشتی
اس لیے تو نے آسمان کو منتظر رکھا

تخت "فردا رہ رُوم" می کاشتی
تو نے "کل کو راہ روی اختیار کروں گا" کا بیج بویا

خشم تو تخم سعیر و دوزخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے

ہیں بکش ایں دوزخت را کایں فخست
آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

کشتنِ ایں نار نبود جز بنور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا

نُورُکَ[3] اَطفَا نَارَنَا نَحنُ الشُّکُور
تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا

آتشت زندہ ست و در خاکسترست
تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

---

[1] زخشم۔ غصہ جہنم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔ آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ تخن ہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لیے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا تھا تو اس انتظار سے اس کے لیے حشر میں وہ انتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے ان کے لیے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

[2] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کر کے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا۔ کآسماں۔ عبادت کے جھوٹے وعدے کر کے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ رُوم۔ یعنی راہ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لیے ہلاکت کا جال ہے۔ فخ۔ جال۔ کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔

[3] نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پل صراط پر سے گزرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مرشد تیرے نور دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی۔

آں تکلف باشدو رُو پوش ہیں
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہو گا
نار را نکشد بغیرِ نورِ دیں
آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو
کآتشِ پنہاں شودیک روز فاش[1]
کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائے گی

نور آبے دان و ہم بر آب چفس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا
چونکہ داری آب از آتش مترس
جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب آتش را کشد کآتش بخو
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ عادتاً
می بسوزد نسل و فرزندانِ اُو
اس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مُرغابیاں رَو روزِ چند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا
تا ترا در آبِ حیوانی کشند
تا کہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مُرغِ خاکی[2] مرغِ آبی ہم تن اند
خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں
لیک ضدانند و آب و روغن اند
لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

ہریکے بر اصلِ خود رانندہ اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے
احتیاطے کن بہم مانندہ اند
احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ اَلست
جیسا کہ وسوسہ، اور الست کا الہام
ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر
دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں
رختہا را می ستایند اے امیر
اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

گر تو صرّافِ دِلی فکرت شناس
اگر تو دل کا صراف ہے، اپنے فکر کو پہچان
فرق کن بیزّ دو فکرت چوں نخاس
بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں
اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے
لا خلابہ گوئی و مشتاب و مراں
”دھوکا نہ ہو“ کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکّر جانِ تو
تا کہ تیری جان فکر میں نہ پڑے
غبن ناید بر تو و بر خانِ تو
تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

روز فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نور۔ دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھو اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔ آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لیے آگ اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزنداں۔ یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔

مرغِ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں۔ ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزور شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہم چناں۔ دونوں کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی۔ یعنی الہام۔ الست۔ یعنی عہد الست کی قسم کا الہام۔

بیزّ دو۔ وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آ کر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تا کہ انسان ان کی طرف راغب ہو جائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لا خلابہ۔ ”دھوکا نہ ہو“ یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی برائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لیے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

حیلۂ دفعِ مغبون[1] شدن در بیع و شریٰ

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبرؐ را بگفت — کہ منم در بیعہا باغبن جفت

ایک صحابی نے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا — کہ میں معاملات میں ٹوٹنے سے دوچار ہوں

فکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد — ہمچو سحرست و ز راہم می برد

جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری — جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار — شرط کن سہ روز خود را اختیار

فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے — تین دن کے لیے اپنے لیے خیار کی شرط کر لے

کہ تانّیِ ہست از رحمٰن یقیں — ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں

کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے — تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ[2] چوں لقمۂ ناں افگنی — بو کند آنگہ خورد اے معتنی

تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے — اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

او بہ بینی بو کند ما با خرد — رو ببوئیش خوش بعقلِ منتقد

وہ ناک سے سونگھتا ہے، ہم عقل سے — جا اس کو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

با تانّی گشت موجود از خدا — تا بشش روز ایں زمین و چرخہا

خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے — چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکوں — صد زمین و چرخ آوردے بروں

ورنہ وہ قادر تھا کہ کن فیکون کے ذریعہ — سیکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی[3] را اندک اندک آں ہمام — تا چہل سالش کند مردِ تمام

وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ — اس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس — از عدم پراں کند پنجاہ کس

اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں — عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بود عیسیٰؑ را دمے کز یک دعا — بے توقف زندہ کردے مردہ را

(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے — مُردے کو بلا توقف زندہ کر دیتے

---

1. مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ خیار۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَاخِلَابَةَ وَلِیَ الْخِیَارُ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ "دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک اختیار ہے۔" غرار۔ دھوکا۔ تانّی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَلتَّانِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی "توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔"
2. پیش سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اس کو سونگھتا ہے۔ اُو۔ جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیے۔ منتقد۔ پرکھی ہوئی۔ با تانّی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن۔ امر خداوندی جس سے چیز فوراً وجود میں آ جاتی ہے۔
3. آدمی۔ انسان کے قویٰ چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لحمہ میں سیکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔

Marfat.com

خالقِ عیسیٰؑ نہ بتواند کہ او — بے توقف مَردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا کرنے والا نہیں کرسکتا کہ وہ — بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

ایں تانّی از پئے تعلیمِ تست — کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لیے ہے — اس لیے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیے

جوئکے کوچک کہ دائم می رود — نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے — (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تانّی زاید اقبال و سُرور — ایں تانّی بیضہ دولت چوں طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے — یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

مرغ کے ماند بہ بیضہ اے عنید — گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟ — اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا — مرغہا زایند اندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزا انڈوں کی طرح — آخر میں پرند بنیں

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ — بیضۂ کنجشک را، دور ست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے — چڑیا کے انڈے سے (لیکن) دونوں میں بہت فرق ہے

دانی اے عاقل کہ ماند سین بہ شین — در نوشتن لیک در نقطہ ببین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین، شین کے مشابہ ہے — لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز — گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے — اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہمرنگ باشد در نظر — میوہا ہریک بود نوعِ دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں — ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند — لیک ہر جانے بریعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں — لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند — آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں — (لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

ایں تانّی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لیے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جوئیک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ مرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرندہ پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔

بیضۂ مار۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مطابقت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔ سین اور شین۔ بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔

برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن ان پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ہمچناں[1] در مرگ یکساں میرویم — نیم در خسران و نیمے خسرویم

اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں — ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو — از بلالؓ و از ہلال و کارِ او

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ — (حضرت) بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

وفات یافتنِ بلال رضی اللہ عنہ با شادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پا جانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال — رنگِ مرگ اُفتاد بر رُوئے بلالؓ

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے — (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

جفتِ او دیدش بگفتا واحرب — پس بلالش گفت نے نے واطرب

ان کی بیوی نے ان کو دیکھا! کہا ہائے لٹ گئے — تو (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست — تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست

اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا — تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رُخش در عینِ گفت — نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت

وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ — نرگس اور گلاب کی پتیوں، اور لالہ (کی طرح) کھل رہا تھا

تاب رُود چشم پُر انوارِ اُو — می گواہی داد بر گفتارِ اُو

چہرے کی رونق اور ان کی پُرنور آنکھیں — ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

ہر سیہ[3] دل خود سیہ دیدے وُرا — مَردُم دیدہ سیہ آمد چرا

ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا — آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَردُمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ — مَردُمِ دیدہ بود مرآتِ ماہ

نابینا، انسان روسیاہ ہوئے — آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مَردُمِ دیدہ ترا — در جہاں جز مردمِ دیدہ فزا

آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے — دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیرِ مَردُمِ دیدہ اش ندید — پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید

جبکہ ان (بلالؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا — تو اس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون ان (بلالؓ) کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

---

1. ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگ مرگ۔ موت کے آثار۔ جفت۔ بیوی۔

2. وا حرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ واطرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی، موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات ان کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار ان پر مرتب ہو رہے تھے۔

3. سیہ۔ جن کا دل سیاہ ہے وہ بلالؓ کو سیاہ رو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اس کی فضیلت ظاہر ہے، اندھا روسیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔ چوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حقیقی اوصاف کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سمجھ سکے۔

پس[1] جز او جملہ مقلد آمدند ۔۔۔ در صفاتِ مَردُمِ دیدہ بلند
ان (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں ۔۔۔ بلکہ آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال ۔۔۔ گفت نے نے الوصال ست ایں فصال
اُن کی بیوی نے کہا، اے خوش خصلت! جدائی ہے ۔۔۔ اُنہوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے میروی ۔۔۔ از تبار و خویش غائب میشوی
بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بن کر جا رہے ہو ۔۔۔ خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من ۔۔۔ میرسد خود از غریبی در وطن
انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ آج کی رات میری جان ۔۔۔ خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم واحسرتا ۔۔۔ گفت نے نے جانِ من یا دولتاہ
انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے ۔۔۔ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کجا بینیم ما ۔۔۔ گفت اندر حلقہ خاصِ خدا
انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے ۔۔۔ فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقہ[2] خاصش بتو پیوستہ است ۔۔۔ گر نظر بالا کنی نے سوئے پست
اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے ۔۔۔ اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز رَبُّ الْعَالَمِیْن ۔۔۔ نور میتابد چو در حلقہ نگیں
اس حلقہ میں رب العالمین کا ۔۔۔ نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

گفت ویران گشت ایں خانہ دریغ ۔۔۔ گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ
انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا ۔۔۔ فرمایا چاند کو دیکھ، ابر کو نہ دیکھ

حکمتِ ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویراں[3] تا کند معمور تر ۔۔۔ قوم انبہ بود و خانہ مختصر
ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے ۔۔۔ لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)

من چو آدمؑ بودم اول حبسِ کرب ۔۔۔ پُر شد اکنوں نسلِ جانم شرق و غرب
میں شروع میں (حضرت) آدم علیہ السلام کی طرح بے چینی میں تھا ۔۔۔ اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ ۔۔۔ شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا ۔۔۔ میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لیے قلعہ چاہیے

---

[1] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے صحیح مرتبہ کو تحقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر ان کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔ غریبے۔ یعنی آپ تمہار رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی "وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ ہوں گے۔"

[2] حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی۔ ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح۔ میغ۔ ابر یعنی جسم۔

[3] ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام تنہائی سے گھبرائے تب حضرت حوا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسلِ جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنویں کی طرح ہے۔

قصرہا[1] خود مرشہاں را مانس ست
مردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست

قلعے، شاہوں کے لیے مانوس ہیں
مُردے کے لیے ایک قبر، گھر اور مکان کافی ہے

انبیاء را تنگ آمد ایں جہاں
چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

انبیا کے لیے یہ جہان تنگ ہو گیا
(تو) شاہوں کی طرح لا مکان میں چلے گئے

مُردگاں را ایں جہاں بنمود فر
ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی
جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے تنگ ایں افغاں ز چیست
چوں دو تا شد ہر کہ دروے بیش زیست

اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟
جو اس میں زیادہ جیتا ہے، دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمانِ خواب چوں آزاد شد
زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے
اس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

ظالم از ظلم طبیعت باز رست
مَردِ زندانی ز فکرِ حبس جست

ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا
قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں[2] زمین و آسمانِ بس فراخ
سخت تنگ آمد بہنگامِ مناخ

یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں
ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ
خندۂ او گریہ فخرش جملہ ننگ

(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے
اس کی ہنسی رونا ہے، اس کا فخر ذلت ہے

تشبیہِ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ و تشبیہِ خواب کہ خلاصی ست از تنگی

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو[3] گرمابہ کہ تفسیدہ بود
تو اندر آئی جانت بخسیدہ بود

حمام کی طرح، جو گرم ہو
تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل
زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل

اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے
اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آ جاتی ہے

---

1. قصرہا۔ میں جب تنگ گھراتا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیا بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مردگاں۔ جو مردہ دل ہیں ان کے لیے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہل دنیا کے لیے وسیع اور اہل باطن کے لیے بہت تنگ ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔
2. ایں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اس کی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے، محض نظر بندی کی وجہ سے وسیع معلوم ہوتی ہے، اس کی مسرتیں اور فخر سب بالعکس ہیں۔
3. ہمچو گرمابہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وہاں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفسیدہ۔ تفسیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔

Marfat.com

تا بروں نائی نہ بکشاید دلت ۔۔۔ پس چہ سود آمد فراخی منزلت
جب تک تو باہر نہیں آ جاتا ہے، تیرا دل نہیں کھلتا ۔۔۔ تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفشِ تنگ پوشی اے غوی ۔۔۔ در بیابانِ فراخے می روی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے ۔۔۔ (اور) وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخیِ بیاباں تنگ گشت ۔۔۔ بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی ۔۔۔ وہ جنگل، اور میدان تیرے لیے قید خانہ ہو گا

ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت ۔۔۔ کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا ۔۔۔ وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں ۔۔۔ از بروں در گلشنی، جاں در فغاں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح ۔۔۔ باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو آں کفش بیروں کردنست ۔۔۔ کہ زمانے جانت آزاد از تن ست
تیری نیند، اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے ۔۔۔ کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیاء را خواب ملک ست اے فلاں ۔۔۔ ہمچو آں اصحابِ کہف اندر جہاں
اے فلاں! اولیا کے لیے نیند سلطنت ہے ۔۔۔ جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

خواب می بینند و آنجا خواب نے ۔۔۔ در عدم در می روند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے ۔۔۔ وہ عدم میں چلے جاتے ہیں، اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک ۔۔۔ کرد ویراں تا کند قصرِ ملوک
گھر تنگ ہے، اور اندر جان اٹیرن ہے ۔۔۔ اس کو ویران کیا، تاکہ شاہوں کا محل بنائے

چنگلوکم چوں جنیں اندر رحم ۔۔۔ نہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم
میں اٹیرن ہوں، جیسا کہ رحم میں بچہ ۔۔۔ مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں، یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زہ بر مادرم ۔۔۔ من دریں زنداں میانِ آذرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا ۔۔۔ میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتا پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اس کے لیے تنگ بھی ہے یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔ ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ بہت آرام میں ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر ان کی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتا اتر جاتا ہے۔ اولیاء۔ اولیا کی روح حالت بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، ان کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

خواب۔ اولیا حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور ملک عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانۂ تنگ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا زندگی کی حالت میں روح اس جسم میں ٹیڑھی میڑھی رہتی ہے۔ چنگلوک۔ وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے میڑھے ہوں، دھاگا لپیٹنے کا اٹیرن۔ جنیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا میڑھا رہتا ہے۔ نہ مہ۔ یہ مدت حمل ہے۔ گر نباشد۔ بدن پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔

Marfat.com

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش — می کند زہ تا رہد برّہ[1] ز میش

میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے — زِہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز — ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز

تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چگے — ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہ گر رنج آبستاں بود — بر جنین اشکستنِ زنداں بود

دردِ زہ، اگرچہ حاملہ کے لیے موجب تکلیف ہوتا ہے — بچے کے لیے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں ز زہ کاین المناص — واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص

حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے — اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند اُمہات[2] — از جماد و از بہیمہ و ز نبات

جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں — جمادات، اور حیوانات اور نباتات سے

ہر یکے از دردِ غیرے غافل اند — جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند

ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے — سوائے ان کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں — بلمہ از خانہ خودش کے داند آں

جو چگی ڈاڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے — اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ صاحب دل بداند حالِ تو — تو ز حالِ خود ندانی اے عمو

صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے — اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ[3] بیند در جبینت اہلِ دل — کے بہ بینی در خود اے از خود خجل

صاحب دل، جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے — اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست

اس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

غفلت از تن بود چوں تن روح شد — بیند او اسرار را بے پیچ بُد

غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا — وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جوِّ فلک — نے شب و نے سایہ باشد نے دلک

جب زمین، آسمان کی فضا سے نکل جائے — نہ رات ہو گی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

---

1. برہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آں برہ۔ موت کے بعد روح ملاءِ اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔ دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔

2. امہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر ڈاڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی ڈاڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔

3. انچہ۔ اولیا ماں کے پیٹ کے بچہ کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چوں۔ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے، ورنہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہو جائے تو پھر اس کی یہ صفت بدل جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کر دیا جائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اس پر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔

Marfat.com

هر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ — از زمین باشد نہ از افلاک و مہ

جہاں کہیں سایہ، اور رات یا سائے کی جگہ ہے — وہ زمین کی وجہ سے ہے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دُودِ[1] پیوستہ ہم از ہیزم بود — نے ز آتشہائے مستنجم بود

دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے — نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم، افتد در خطا و در غلط — عقل باشد در اصابتہا فقط

وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے — درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست — جاں ز خفت جملہ در پریدن ست

ہر گرانی، اور سستی جسم کی وجہ سے ہے — جان ہلکے پن سے، پوری اڑان میں ہے

رُوئے سرخ از کثرتِ خونہا بود — رُوئے زرد از جنبشِ صفرا بود

سرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے — زرد چہرہ صفرا کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رُو سفید از قوتِ بلغم بود — باشد از سودا کہ رو ادہم بود

سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے — سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت[2] خالقِ آثار اوست — لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست

در حقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے — لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست — از طبیب و علت او را چارہ نیست

مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے — طبیب، اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

چوں دوم بار آدمی زادہ بزاد — پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد

جب انسان، دو بار پیدا ہوا — اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے

علتِ اولیٰ[3] نباشد دینِ او — علتِ اُخریٰ ندارد کینِ او

پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی — آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

می پرد چوں آفتاب اندر اُفق — با عروسِ صدق و صفوت در تتق

وہ افق میں سورج کی طرف اڑتا ہے — خلوص، اور سچائی کی، دلہن کے ساتھ در پردہ

---

[1] دود۔ دھواں، کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح ان کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔ وہم۔ وہم دھویں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نورِ محض ہے۔ زرد۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا، زردی کا سبب، بلغم سفیدی کا سبب، سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ منور چیز ہے۔

[2] در حقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر میں فلسفی اس کو علت اور موثر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اس میں غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مبرا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونے کے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ اصل حیات حاصل کر لیتا ہے تو اسباب پر لات مار دیتا ہے اور مسبب الاسباب کو ہی موثر حقیقی سمجھتا ہے۔

[3] علت اولیٰ۔ فلاسفہ خدا کو علت اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہل مذہب خدا کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ علت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا ہے۔ علت اخریٰ۔ ظاہری سبب کو دیکھ کر اس کو مسبب حقیقی سے غفلت نہیں ہوتی ہے۔ می پرد۔ وہ ملاء اعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ پردہ۔

بلکہ بیروں از افق و ز چرخہا ۔۔۔ بے مکاں باشد چوں ارواح[1] و نہیٰ

بلکہ وہ افق اور آسمانوں سے باہر ۔۔۔ بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقولِ ماست سایہ اے عمو ۔۔۔ می فتد چوں سایہ در پاہائے او

اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں ۔۔۔ سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہِ نص با قیاس

نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس ۔۔۔ اندراں صورت نیندیشد قیاس

مجتہد، جب کہ نص سے واقف ہوتا ہے ۔۔۔ وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے ۔۔۔ از قیاس آنجا نماید، عبرتے

اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے ۔۔۔ قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قدسی داں یقیں ۔۔۔ واں قیاسِ عقلِ جزوی تحت ایں

قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ ۔۔۔ اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

عقل[2] از جاں گشت با اِدراک و فر ۔۔۔ روح او را کے شود زیرِ نظر

عقل، روح سے با علم و شوکت بنی ۔۔۔ روح اس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟

لیک جاں در عقل تاثیرے کند ۔۔۔ زاں اثر آں عقل تدبیرے کند

لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے ۔۔۔ اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوحؒ وار ار صدمتے زد در تو روح ۔۔۔ کو یَم و کو کشتی و طوفانِ نوح

اگر روح نے نوح علیہ السلام کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے ۔۔۔ سمندر کہاں ہے؟ کشتی اور نوح علیہ السلام کا طوفان کہاں ہے؟

عقل[3] اثر را روح پندارد و لیک ۔۔۔ نورِ خور از قرصِ خور دورست نیک

عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن ۔۔۔ سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد ۔۔۔ تاز نورش سوئے قرص افگند شد

سالک اس نور، کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا ۔۔۔ یہاں تک کہ اس کے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

---

1. چوں ارواح۔ جس طرح روحیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرتا ہے کہ روحِ کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔ مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن و حدیث میں مذکورہ احکام سے ان چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اس کے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روحِ قدسی۔ روحِ قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقلی ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے۔
2. عقل۔ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اس سے کمتر کیسے ہو سکتی ہے۔ جاں در عقل۔ روح عقل میں موثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔ نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اس میں وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔
3. عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح سمجھ بیٹھتی ہے یہ اس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اس کے نور میں ہے۔ زاں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل[1] ست
اس لیے کہ یہ نور جو عالم سفلی میں ہے

نیست دائم روز و شب او آفل ست
مستقل نہیں ہے، روز و شب میں وہ غروب کر جانے والا ہے

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا
وہ جو ٹکیہ میں قیام، اور جگہ رکھتا ہے

غرقہ، آں نور باشد دائما
وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب
نہ ابر اس کے لیے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا

وارہید او از فراقِ سینہ کوب
وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

آنچنیں کس اصلش از افلاک بود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے

یا مبدل گشت گر از خاک بود
اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہو گیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے

کہ زند بر وے شعاعش جاوداں
کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خور
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے

آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر
ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[2] اندر آب کارِ ماہی ست
ہمیشہ پانی میں رہنا، مچھلی کا کام ہے

مار را با او کجا ہمراہی ست
سانپ کی، اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہو سکتی ہے؟

لیک در کُہ مارہائے پُر فن اند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں

اندریں یم ماہیاں را می کشند
جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

فکرِ شاں گر خلق را شیدا کند
ان کی مکاری، اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے

ہم ز دریا تاسہ شاں رسوا کند
(لیکن) دریا سے ان کی گھبراہٹ، ان کو رسوا کرتی ہے

و اندریں یم[3] ماہیانِ توسن اند
اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں

مار را از سحر ماہی میکنند
جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں
اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا

تا شوی چون ماہیاں دریم رواں
تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں

بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال
(کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

---

[1] اندر سافل۔ دنیا میں جو آثارِ قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ۔ جس کا وصول ذات تک ہو جائے گا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ نے سحابش۔ اب نہ اس کی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہوں گی نہ مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لیے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ ایں چنیں۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کر دیا ہے۔ زانکہ۔ خاکی اور ناسوتی، ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کرے گی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

[2] دائم۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ فکر شاں۔ کبھی ناسوتی لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحرِ وحدت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

[3] واندریں یم۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیا جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

Marfat.com

بس محال[1] از تابِ ایشاں حال شد
بہت سے محال ان کی طاقت سے واقعہ بن گئے ہیں

نحس آنجا رفت و نیکو فال شد
منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکّر شد یقین
وہاں زہر گیا ہے، اور یقیناً شکر بن گیا ہے

سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین
وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زرشد سنگ گوہر پائے سر
خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے

می نہ بیند جز بشر چشمِ بشر
انسان کی آنکھ ان کو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[2] گر بگویم زیں کلام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں

صد قیامت بگذرد ویں نا تمام
سو قیامتیں گزر جائیں گی، اور یہ نا تمام رہے گی

آدَابُ الْمُسْتَمِعِیْنَ وَالْمُرِیْدِیْنَ عِنْدَ فَیْضِ الْحِکْمَةِ مِنْ لِسَانِ الشَّیْخِ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرّر کردنست
تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے

نزدِ من عمرے مکرّر بردن ست
میرے نزدیک، دوبارہ زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرر بر شود
شمع، مکرر نور سے، اونچی ہوتی ہے

خاک از تابِ مکرر زر شود
مٹی، مکرر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں[3] طالب اند و یک ملول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ

از رسالت باز می ماند رسول
پیغام پہنچانے سے رسول رک جاتا ہے

ایں رسولانِ ضمیر و راز گو
یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنے والے

مستمع خواہند اسرافیل خو
(حضرت) اسرافیل علیہ السلام کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں

چاکری خواہند از اہلِ جہاں
دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادبہا شاں بجا گہ ناوری
جب تک تو ان کے آداب بجا نہ لائے

از رسالت شاں چگونہ بر خوری
ان کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اٹھائے گا؟

---

1. بس محال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ زہر۔ ان کی صحبت میں برے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین ان کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔
2. تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔
3. گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل، ایک مکدر سے، مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔ ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہر وقت صور پھونکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیا کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کے لیے ان سے خدمت گزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مرید کے لیے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بھی بجا لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

کے[1] رسانند آں امانت را بتو　　تانیاشی پیش شاں راکع دو تو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟　　جب تک کہ ان کے سامنے رکوع میں دُہرا نہ ہو جائے

ہر ادب شاں کے ہمی آید پسند　　کامدند ایشاں ز ایوانِ بلند

ان کو ہر ادب کب پسند آئے گا　　کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے　　از تو دارند اے مزوّر منتے

وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے　　اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک بابے رغبتہائے ضمیر　　صدقۂ سلطاں بیفشاں وامگیر

لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود　　شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں[2]　　در ملولاں منگر و اندر جہاں

اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے　　بے رغبت لوگوں، اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد　　اسپش اندر خندقِ آتش جہد

مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق) رکھ دے　　اس کا گھوڑا، آگ کی خندق میں کود جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں　　کہ کند آہنگ اوجِ آسماں

وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے　　کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را[3] از غیر و غیرت دوختہ　　ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

بیگانے اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو　　خشک اور تر کو، آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی برو عیبے کند　　آتش اول در پشیمانی زند

اگر پشیمانی میں اس کی عیب گیری کرے　　پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود پشیمانی نروید از عدم　　چوں بہ بیند گرمیِ صاحب قدم

خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے　　جو کہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختن ہر حیوان بوئے عدوئے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

[1] کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مرید کے سپرد کرتا ہے۔ ہر ادب۔ معمولی ادب سے کام نہ چلے گا شیخ کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ منت۔ غیر مناسب ادب سے اس میں شکر گذاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گذشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اسرار کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود ان پر اسرار کی بارش کی جائے۔

[2] رسولِ آسماں۔ یعنی اسرارِ الٰہی بیان کرنے والا، اس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔ فرخ۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپ بیان کو دوڑا دے وہ قابل مبارکباد ہے۔

[3] چشم را۔ اغیار کے سامنے اسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضا ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اسرار نہ بیان کیے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابل مبارکباد ہے جو ان موانع سے قطع نظر کر لے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اس کو پھونک ڈالے۔ خود پشیمانی۔ یعنی کامل مرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم۔ مرشد کامل۔ شناختن۔ جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے پشیمانی مرشد کامل کی خوشبو پا کر بھاگ جاتی ہے۔

Marfat.com

و بطالت[1] و خسارتِ آں کسے کہ عدوے کسے بود کہ

اور نقصان اس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

ازو حذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے

بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را — گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا

گھوڑا شیر کی آواز، اور بو کو جانتا ہے — اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بل عدوِ خویش را ہر جانور — خود بداند از نشان و از اثر

بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو — علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز، خفاشک نیارد بر پرید — شب بروں آید چو دزدانِ جرید[2]

چمگادڑ دن میں نہیں اڑ سکتی ہے — رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوِ آفتابِ فاش بود

سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے — کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفریں تاندش مقہور کرد

نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے — نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ[3] آں خورشید از احسان و جود — بر نہ درّاند ز قہرش تار و پود

پھر بھی وہ سورج، احسان اور سخاوت کی وجہ سے — غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش

سورج اپنا رخ کب موڑتا ہے؟ — چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لطف و کمالِ او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود

وہ، اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے — ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ارگیری بحدِ خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر

اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا — تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

قطرہ با قلزم چو استیزہ کند — ابلہ است او ریشِ خود بری کَنَد

قطرہ، جب سمندر سے دشمنی کرے — وہ بیوقوف ہے، اپنی ڈاڑھی نوچتا ہے

---

1. بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بد بخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ الّا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بو کو نہ پہچانے۔ بل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔

2. جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بد بخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی مفر نہیں ہے اسی طرح سب سے زیادہ بد بخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدان جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

3. آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیا کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا۔ یعنی رخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیا کے ساتھ دشمنی بری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔ قطرہ۔ اولیا کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ سمندر سے دشمنی کرے جو محض اس کی حماقت ہے۔

Marfat.com

حیلت[1] او از سبالش نگذرد — خنجر و حلقِ قمر چوں بر درد

اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے — چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

باعَدُوِّ آفتاب ایں بد خطاب — اے عَدُوِّ آفتابِ آفتاب

یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی — اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عدوِّ آفتابے کز فرش — می بلرزد آفتاب و اخترش

اے اس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے — سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

تو عَدُوِّ او نہ خصمِ خودی — چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

تو اس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے — آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود — یا ز دردِ و غصہات پُر غم شود

تعجب ہے، اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے — یا تیرے درد، اور غصہ سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمتِ آدم بود — کہ مزاج[2] رحم آدم غم بود

اس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے — انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک — رحمت حق از غم و غصہ است پاک

مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے — اللہ کی رحمت، غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں[3] چنیں داں اے پسر — ناید اندر وہم از وے جز اثر

اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ — کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق میانِ دانستن چیزے بمثال وتقلید و میانِ دانستن ماہیت آں چیز

کسی چیز کو مثال اور علم تقلیدی سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہرست آثارِ میوہ رحمتش — لیک کہ داند جز او ما ہیتش

اس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں — لیکن اس کی حقیقت سوائے اس کے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال — کس نداند جز بآثار و مثال

کمالی اوصاف کی ماہیتیں — کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

---

[1] حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیا کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ باعدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اس کی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتاب آفتاب۔ ولی، آفتابِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔ تو عدو۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتی۔ رحمتش۔ جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔

[2] کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھ کر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اس کی رحمت ابھرتی ہے۔ رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت وشفقت غصہ سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

[3] رحمت بے چوں۔ جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف ان صفتوں کو ان کے اثرات سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرق۔ کسی چیز کو مثال اور آثار سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصاف کمال۔ حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔

طفل[1] ماہیت نداند طمث را
بچہ جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے

طفل را نبود زوطیِ زن خبر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے

کے بود ماہیتِ ذوقِ جماع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟

لیک نسبت کرد از روئے خوشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دے دی

تا بداند کودک آں را از مثال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے

پس[2] اگر گوئی بدانم دور نیست
پس اگر تو کہے، کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے

گر کسے گوید کہ دانی نوحؑ را
اگر کوئی کہے، کہ تو نوح علیہ السلام کو جانتا ہے

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر
اگر تو کہے، کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں

کودکانِ خُرد در کُتّابہا[3]
چھوٹے بچے مکتبوں میں

نامِ او خوانند در قرآں صریح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں

راست کو دانش تو از روئے وصف
سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوح علیہ السلام کو کیا جانوں؟

جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
سوائے اس کے کہ تو کہہ دے کہ وہ تیرے لیے حلوا جیسا ہے

جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

مثل ماہیاتِ حلوا اے مطاع
اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

باتو آں عاقل کہ تو کودک وشی
اس عقلمند نے تیرے لیے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

گر نداند ماہیّت با عینِ حال
اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست
اور اگر تو کہے، کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

واں رسولِ حق و نورِ روح را
اس اللہ کے رسول، اور روح کے نور کو

ہست از خورشید و مہ مشہور تر
جو سورج، اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

واں اماماں جملہ در محرابہا
اور تمام امام محرابوں میں

قصہ اش گویند از ماضی فصیح
ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

گرچہ ماہیت نشد از نوحؑ کشف
اگرچہ (حضرت) نوح علیہ السلام کی حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے

آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

---

[1] طفل۔ ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی جا سکتی ہے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا۔ کے بود۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔ تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے تو اس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔

[2] پس۔ یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اس کو اس چیز کا علم بھی کہا جا سکتا ہے چونکہ مثال سے بہر حال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اس چیز کا جہل بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔ گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوح علیہ السلام کا علم ان کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہٗ ان کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ قمر۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام۔

[3] کتاب۔ مکتب، مدرسہ۔ کشف۔ مکشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

Marfat.com

من کجا[1] دانستن اُو از کجا ہمچو اوئے داند او را اے فتی
میں کہاں، اور ان کا جاننا کہاں اے نوجوان! ان کو ان جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را پشۂ کے داند اسرافیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟ مچھر (حضرت) اسرافیل علیہ السلام کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست ست از روئے آں کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
یہ بات بھی صحیح ہے اس لیے کہ اے فلاں! ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو ان کو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو حالتِ عامہ بود دریاب تو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کر لے

زانکہ ماہیات[2] و سِرِّ سِرِّ آں پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں
کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

در وجود از سِرِّ حق و ذاتِ او دور تر از فہم و استبصار کو
اللہ اور اس کی ذات کے راز سے، وجود میں فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ بحثی[3] گوید ایں دُورست و کو بے ز تاویلے محالے کم شنو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے، کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟ کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

قطب گوید مر ترا اے ست حال آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال
قطب تجھے کہتا ہے، کہ اے ست حال! جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے خالی (نظر) آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت برکشود نے کہ اول ہم محالت می نمود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

چوں رہانیدت ز دہ زنداں کرم تیہ را بر خود مکن حبسِ ستم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے ظلم کر کے قہر کو، اپنے لیے قید خانہ نہ بنا

---

[1] من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ آپ کی حقیقت سے واقف ہو سکوں۔ عجز۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کر سکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور ان کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

[2] ماہیات۔ سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سِرّ ماہیات سے مراد اسماءِ الٰہی ہیں اور سِرّ ماہیات کے سِرّ سے مراد حقیقت الٰہیہ ہے۔ درو جود۔ اللہ کی ذات اور اس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیا اس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیا ذات و صفات احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات ان پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[3] عقل بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا ان میں تاویل کی جائے گی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقف حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اس کو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اس کو محال قرار دیتا ہے جب اس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔ چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے۔

Marfat.com

چوں خلاصی[1] یافتی از صد بلا
جب تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے
فقر را بر خود مکن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تانگردد مشکلت
اس کو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لیے مشکل نہ بنے
ورنہ شد شکر چو زہر قاتلت
ورنہ شکر تیرے لیے قاتل زہر بنے گی

سوئے بحثِ خویش تاز اے بوالحسن
اے ابو الحسن! اپنی بحث کی جانب آ
کایں سخن پایاں ندارد جانِ من
اے جانِ من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخست
اثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع سے
گر بیانش می کنی بر گو درست
اگر تو بیان کرتا ہے، تو ٹھیک بیان کر

جمع وتفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از رُوئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی، اور اثبات درست ہے
چوں جہت شد مختلف نسبت دو تاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دور ہو گئیں

مَا رَمَیْتَ[2] اِذْ رَمَیْتَ از نسبت است
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے
نفی و اثبات ست ہر دو مثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بُر دستِ تو بود
"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا
تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
"تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدمؑ زادہ را حدے بُوَد
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے
مشتِ خاک اشکستِ لشکر کے شود
ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا سبب) کب ہو سکتی ہے؟

مشت مشتِ تست و افگندن ز ماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے
زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ اَضْدَادُھُمْ
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں
مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہ اَوْلَادُھُمْ
اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

---

[1] چوں خلاصی۔ جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹال دے گا، جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آ جائے گا۔ بحث خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن۔ یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع وتفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہے، حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

[2] مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لیے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔ یعرفون۔ انبیا کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیا پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیا میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

Marfat.com

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں — منکراں با صد دلیل و صد نشاں
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں — منکر لوگ، دلیلوں اور سیکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند — خویشتن را بر ندانم می زنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں — اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یَعْرِفُ گفت چوں جائے دگر — گفت لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں — "ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا پس رہنے دے" فرمایا

اِنَّهُمْ تَحْتَ قَبَائِیْ کَامِنُوْن — جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں — ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم بہ نسبت[1] گیر ایں مفتوح را — کہ بدانی و ندانی نوحؑ را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے — کہ تو نوح علیہ السلام کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر — کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے — اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے بہتر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا اور بقا کا معاملہ

گفت قائل در جہاں درویش نیست — ور بود[2] درویش آں درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا، دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے — اور اگر درویش ہو گا، تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او — نیست گشتہ وصفِ اُو در وصفِ ہو
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے — اس کا وصف اللہ کے وصف میں "نیست" ہو گیا ہے

چوں زبانہ[3] شمع پیشِ آفتاب — نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسا کہ شمع کا شعلہ، سورج کے بالمقابل — "نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے" ہوتا ہے

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر — بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر تو — روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا — کردہ باشد آفتاب او را فنا
معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے — سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

---

[1] ہم بہ نسبت۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

[2] ور بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔

[3] چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

Marfat.com

در دو صد[1] من شہد یک ڈقیہ خل
دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ
نیست باشد طعم خل چوں می چشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا
پیشِ شیرے آہوئے بیہوش شد
ایک ہرن، شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا
ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس
نبضِ عاشق[2] بے ادب بر می جہد
عاشق کی نبض بلا (لحاظِ) ادب تڑپتی ہے
بے ادب تر نیست زو کس در جہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے
ہم بہ نسبت[3] داں وفاق اے منتخب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ
بے ادب باشد چو ظاہر بنگری
جب تو دیکھے گا، وہ بظاہر بے ادب ہو گا
چوں بباطن بنگری دعوی کجاست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟
مات زیدٌ زید اگر فاعل بود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے

چوں در افگندی و دروے گشت حل
جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا
ہست یک ڈقیہ فزوں چوں میکشی
جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے
ہستیش در ہستِ او رُوپوش شد
اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی
جوششِ عشق ست نز ترکِ ادب
ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے
خویش را در کفۂ شہ می نہد
اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے
با ادب تر نیست زو کس در نہاں
درپردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے
ایں دو ضد با ادب یا بے ادب
باادب، اور بے ادب ان دو ضدوں کا
کہ بود دعویِ عشقش ہمسری
کیونکہ اس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے
او و دعویٔ پیشِ آں سلطاں فناست
وہ اور اس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں
لیک فاعل نیست کو عاطل بود
لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

---

[1] در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لیے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہو گا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایں قیاس۔ فنا و بقا میں یہ مثالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کے شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے۔

[2] نبضِ عاشق۔ عشق الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لیے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

[3] ہم بہ نسبت۔ اس کا باادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے، اگر وہ باتیں اس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے، اگر ذات باری کی طرف ہوں تو یہ باادب ہے۔ چوں بباطن۔ چونکہ اس کو فنائی الذات کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔ مات زید۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل اور زید اس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں فاعلیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے، وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اس کی قاتل ہے۔

Marfat.com

او ز روئے لفظ نحوی فاعل ست ‏ ورنہ او مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے ‏ ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اس کی قاتل ہے

فاعلے[1] چہ کو چناں مقہور شد ‏ فاعلیہا جملہ از وے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے ‏ تمام فاعلی اس سے دور ہو گئی ہے

قصۂ وکیل صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از بیم جاں باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہرِ جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہو گیا تھا، اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا، پھر عشق نے اس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لیئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لیے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں ‏ متہم شد، گشت از صدرش[2] نہاں
بخارا، میں صدرِ جہاں کا ایک غلام ‏ متہم ہو گیا، اس کے دربار سے غائب ہو گیا

مدتِ دہ سال سرگرداں بگشت ‏ گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا ‏ کبھی خراسان میں، کبھی کہستان میں، کبھی جنگل میں

از پس دہ سال او از اشتیاق ‏ گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے ‏ جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تاب فرقتم زیں پس نماند ‏ صبر کے داند خلاعت را نشاند
اس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے ‏ صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

از فراق[3] ایں خاکہا شورہ شود ‏ آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں ‏ پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وخم گردد وبا ‏ آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے ‏ آگ، راکھ فضا کے ذرے بن جاتی ہے

باغ چوں جنت شود دارالمرض ‏ زرد و ریزاں برگِ او اندر حرض
جنت جیسا باغ، بیماری کا گھر بن جاتا ہے ‏ خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنے والے بن جاتے ہیں

عقلِ دراک از فراقِ دوستاں ‏ ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل ‏ ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

---

[1] فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے۔ لہٰذا فعل کی اس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا، اسی طرح عاشق اپنی ذات وصفات سے قطع نظر کر لیتا ہے۔

[2] صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کہستان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ مرض یا فراق سے ڈرنا۔

[3] از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بن جاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اس کے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

Marfat.com

دوزخ[1] از فرقت چناں سوزاں شدہ است　　بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
دوزخ، فراق سے اس قدر جلانے والی بن گئی ہے　　بید، فراق سے اس قدر لرزنے والی بن گئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار　　تا قیامت یک بود از صد ہزار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں　　قیامت تک، لاکھ میں سے ایک ہو گا

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس　　رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ گوئی و بس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر　　بس، خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں　　از فراقِ او بیندیش آں زماں
تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو　　اسی وقت، اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد　　آخر از وے جست و ہمچوں باد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے، بہت سے خوش ہو چکے ہیں　　بالآخر اس سے وہ چیز چلی گئی اور ہوا جیسی ہو گئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ　　پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی، اس سے دل نہ لگا　　اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہمچو مریم[2] گوئی پیش از فوتِ ملک　　نفس را کاعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کی طرح کہہ دے　　نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدنِ روح القدس بصورتِ آدمی بر مریم علیہا السلام بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحق تعالیٰ

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے رونما ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

دید مریم صورتے بس جانفزا　　جانفزائے دلربائے در خلا[3]
حضرت مریم علیہا السلام نے ایک روح پرور صورت دیکھی　　خلوت میں، جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او بر رُست از رُوئے زمیں　　چوں مہ و خورشید آں روح الامیں
ان کے سامنے زمین سے نکل آئے　　جبرئیل علیہ السلام چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب　　آنچناں کز شرق رُوید آفتاب
ایک حسین، بے نقاب زمین سے نمودار ہوا　　جس طرح شرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

---

1. دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پُرسوز بنی ہوئی ہے، بید کا درخت طاقت کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس۔ فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کے بجائے الامان الامان کہنا چاہیے۔ ہر چہ۔ دنیا کی خوش کن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹا لے گا تو فراق کی تکلیف نہ ہو گی۔
2. ہمچو مریم۔ جس طرح مریم نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوش کن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کر لے اور ان کے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کی طرف رجوع کر لے۔
3. در خلا۔ حضرت مریم نے لوگوں سے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین سے نمودار ہوئے تھے۔ بے نقاب۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

Marfat.com

لرزہ[1] بر اعضائے مریمؑ اوفتاد — کو برہنہ بود و ترسید از فساد
(حضرت) مریم علیہا السلام کے اعضا پر کپکپی طاری ہو گئی — کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسفؑ ار دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر (حضرت) یوسف علیہ السلام اس کو دیکھ لیتے — عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ دیتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ بر آرد سَر ز دِل
وہ زمین سے پھول کی طرح ان کے سامنے اگ آئے — جس طرح خیال دل سے سر ابھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی — گفت بجہم در پناہِ ایزدی
(حضرت) مریم علیہا السلام بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں — فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[2] عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت رَخت بُردن سوئے غیب
کیونکہ ان پاک دامن نے عادت ڈال رکھی تھی — عاجزی میں، غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید مُلکے بیقرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار
چونکہ انہوں نے دنیا کو بے شکار، ملک سمجھ لیا تھا — پختہ کاری سے، اس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حِصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ ان کا قلعہ بنے — تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آں دژ برگزید
انہوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا — اس قلعہ کے نزدیک انہوں نے قیام گاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمز ہائے[3] عقل سوز — کہ ازو می شد جگرہا تیر دوز
جب انہوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں — جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ — خسروانِ ہوش بیہوشش شدہ
شاہ، اور لشکر اس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے — عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اس کے مملوک ہو گئے تھے — لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اس نے گھٹاؤ میں مبتلا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقلِ کلش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مارے — جب اس کو عقل کل دیکھ لے، کاروبار چھوڑ دے

---

1. لرزہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نمودار ہونے سے حضرت مریم علیہا السلام گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آ جائے۔ صورت۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام ان کو دیکھتے تو ان کے حسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح ان کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریم علیہا السلام نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ "میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔"
2. زانکہ۔ حضرت مریم علیہا السلام کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حازمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔
3. غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعریف میں ہیں۔ رق۔ غلامی۔ دق۔ گھٹاؤ، کمزوری۔ زہرہ۔ زاء کے زبر سے پتہ، زاء کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقل کل۔ عقل اول۔

من چه گویم[1] چوں مرا بر دوخت ست
میں کیا بتاؤں جب کہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے
دمگهم را دمگه او سوخت است
اس کے مظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

دودِ آں نارم دلیلم من برو
میں اس لیے آگ کا دھواں ہوں، میں اس کی نشانی ہوں
دور ازاں شہ بَاطِلٌ مَا عَبَّرُوْا
اس شاہ سے دور ہے، لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

خود نباشد آفتابے را دلیل
سورج کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی
جز کہ نورِ آفتابِ مستطیل
سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیل او بود
سایہ کیا ہوتا ہے جو اس کی دلیل بنے
ایں بسستش کہ ذلیل او بود
اس کے لیے یہی کافی ہے، کہ وہ اس کا تابع ہے

ایں جلالت در دلالت صادق ست
یہ بڑائی (اپنی) وکالت میں سچی ہے
جملہ ادراکات پس، او سابق ست
تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

جملہ ادراکات[2] بر خرہائے لنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں
او سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ
وہ تیر کی طرح اڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اس کی گرد نہیں پا سکتا
ور گریزند او بگیرد پیش رہ
اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک دے

جملہ اِدراکات را آرام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے
وقتِ میدانست وقتِ جام نے
میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے میپرد
ایک خیال باز کی طرح اڑتا ہے
واں یکے چوں تیر مغفر می ورد
اور ایک، تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتی با بادباں
اور دوسرا بادبانی کشتی کی طرح ہے
واں دگر اندر تراجع ہر زماں
اور دوسرا ہر وقت تردُّد میں ہے

چوں شکارے می نماید شاں ز دور
جب ان کو کوئی شکار، دور سے نظر آتا ہے
جملہ جملہ میفزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

---

1. مَن چه گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا، صنعت۔ دود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اس کے آثار ہیں اور اثر مؤثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اس کے وجود کی دلیل ہوں اس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔ خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے "آفتاب آمد دلیل آفتاب"۔ سایہ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے۔ جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔
2. جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجودِ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اس کے ادراک سے امید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اس کی حقیقت تک پہنچ کر مطمئن نہیں ہے پھر جستجو جاری رکھنی ضروری ہے۔
3. آں یکے۔ انسانوں کے بعد ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک موانع اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم و خیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردُّد۔ شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور۔ یعنی حواس۔

Marfat.com

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند ۔۔۔ ہمچو چغداں[1] سوئے ہر ویراں شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے، سب حیران ہوتے ہیں ۔۔۔ الوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز ۔۔۔ تا کہ پیدا گردد آں صید نیاز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند ۔۔۔ تاکہ وہ نیاز (مندی) کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال ۔۔۔ صید بود آں خود عجب یا خود خیال
جب وہ دیر تک (تجلی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں ۔۔۔ تعجب ہے، وہ شکار تھا، یا خود خیال (تھا)

مصلحت آنست تا یک ساعتے ۔۔۔ قوتے گیرند و زور از راحتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر ۔۔۔ آرام کے ذریعہ قوت، اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے[2] شب ہمہ خلقاں ز آز ۔۔۔ خویشتن را سوختندے زاہتزاز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے ۔۔۔ بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حرص سود اندوختن ۔۔۔ ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے ۔۔۔ ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنج رحمتے ۔۔۔ تا رہند از حرص خود یک ساعتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے ۔۔۔ تاکہ تھوڑی دیر کے لیے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو ۔۔۔ آں صلاحِ تست آئس دل مشو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو ۔۔۔ وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و کشاد ۔۔۔ خرج را دخلے[3] بباید ز اعتداد
کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے ۔۔۔ خرچ کے لیے ذخیرے میں سے آمد چاہیے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بدے ۔۔۔ سوزشِ خورشید در بستاں زدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا ۔۔۔ سورج کی گرمی، باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بن ۔۔۔ کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی ۔۔۔ کہ وہ پرانا کبھی (تر) تازہ نہ بنتا

گر ترشرویست آں دے مشفق ست ۔۔۔ صیف خندانست و اما محترق ست
اگر وہ خزاں ترشرو ہے، تو مہربان (بھی) ہے ۔۔۔ گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

[1] چغداں۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ صید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔ مصلحت۔ ان حالات میں سالک اور مجاہد کے لیے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اس میں طاقت پیدا ہو جائے۔

[2] گر نبودے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروف کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔ چونکہ۔ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آئس۔ مایوس۔

[3] دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

Marfat.com

چونکہ قبض[1] آمد تو در وَے بسط بیں
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر

تازہ باش و چیں مَیفگن بر جبیں
تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں

غم جگر را باشد و شادی زشُش
غم جگر کے لیے ہے اور خوشی پھیپھڑے سے ہے

چشمِ کودک ہمچو خر در آخُرست
بچے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے

چشم عاقل در حسابِ آخرست
عقلمند کی نظر، آخرت کے حساب پر ہے

او در آخُر چرب می بیند علف
وہ آخور میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے

ویں ز قصاب آخرش بیند تلف
اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

آں علف[2] تلخ ست کیں قصاب داد
جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے

بہرِ لحمِ ما ترازوے نہاد
اس نے ہمارے گوشت کے لیے ترازو تیار کر لی ہے

رو زِ حکمت خور علف کاں را خدا
جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے

بے عوض دادست و از محضِ عطا
مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت

چونکہ حق گفت کُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ
جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا، "اس کا رزق کھاؤ"

رزقِ حکمت[3] بہ بود در مَرتبت
رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے

کاں گلوگیرت نباشد عاقبت
اس لیے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا ہو گا

ایں دہاں بستی دہانے بازشد
تو نے منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا

کو خورندۂ لقمہائے راز شد
جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر زِشیر ایں دیوتن را وَابری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹا لے گا

در فطامِ اُو بسے نعمت خوری
اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

ترکِ جوشے کردہ ام من نیم خام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے

از حکیمِ غزنوی بشنو تمام
حکیم غزنوی سے، مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرحِ ایں
اس کی طرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے

آں حکیمِ غیب و فخر العارفین
اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

---

[1] چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیے، اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ بنو۔ چشم کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشم عاقل۔ عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب دکتاب سے مغموم رہتا ہے۔

[2] آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھو۔ اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ۔ "تم اس کا رزق کھاؤ" اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔

[3] رزقِ حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔ ایں دہان۔ حضرت سعدی نے فرمایا ہے۔ شعر، اندروں از طعام خالی دار۔ تا درو نورِ معرفت بینی۔ گر۔ دنیاوی لذتیں ترک کرنے سے اسرارِ خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو "الٰہی نامہ" پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

غم خور[1] و نانِ غم افزایاں مخور
غم کھا لے، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا
زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

قندِ شادی میوهٔ باغِ غم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے
ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے
از سرِ ربوه نظر کن در دمشق
دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے
عاشق از معدوم شیٔ بیند ہمی
عاشق، معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمالاں پریر
پرسوں، بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے
تو مکش تامن کشم حملش چو شیر
تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھا لوں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا
حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
(اس لیے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مُزدِ حق کو مزدِ آں بے مایہ کو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی مزدوری
ایں دہد گنجیت مزدو آں تسوے[2]
یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرّے کہ چو خسپی زیرِ ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئے گا
با تو باشد آں نباشد مُردہ ریگ
وہ تیرے پاس ہو گا، وہ موروثی مال نہ ہو گا

پیش پیشِ آں جنازت میرود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا
مونسِ گور و غریبی می شود
مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہو گا

بہرِ روزِ مرگ[3] ایں دم مُردہ باش
موت کے دن کے لیے اس وقت مُردہ بن جا
تاشوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد
صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے
رُوئے چوں گلنار و زلفینِ مراد
مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

---

1. غم خورد۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہے۔ قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کرے گا دنیا کی خوشی تو زخم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلہ ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھ کر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حسن کا قائل ہو جائے گا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غمِ امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھ لو۔ حمالاں۔ مزدور بوجھ کی مصیبت، انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔ مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لیے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملے گی اس کے لیے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔
2. تسو۔ چار جو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہو گا جو قبر میں کام آئے گا۔ مردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مردے سے پہلے ہی راحت رسانی کے لیے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔
3. بہرِ روزِ مرگ۔ حکم ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی "موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیرباد کہہ دو"۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔ انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لد جاتا ہے۔

Marfat.com

غم[1] چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید رُوئے ضد

مجاہدہ کرنے والے کے لیے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اس ضد میں (اس کی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِّ رنج آں ضدِّ دگر — رُو دہد یعنی کشاد و کروفر

مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

ایں دو وصف از پنجہ و دستت بہ بیں — بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں

ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ، اور پنجے سے سمجھ لے — مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را گر قبض باشد دائما — یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے — یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہے گا

زیں[2] دو وصفش کار و مکسب منتظم — چوں پرِ مرغ ایں دو حال او را مہم

اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے — جس طرح پرند کے بازوؤں کے لیے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روح القدس مریم را علیہا السلام کہ من رسولِ حق ام آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیل کا حضرت مریم سے کہنا ان دونوں پر سلام ہو، کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھپ

چونکہ[3] مریم مضطرب شد یک زماں — ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں

جب تھوڑی دیر کے لیے حضرت مریم علیہا السلام تڑپیں — جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بَر وے زد نمودارِ کرم — کہ امینِ حضرتم از من مرم

کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا — کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگیے

از سرِ افرازانِ عزت سر مکش — از چنیں خوش محرماں دم در مکش

(بارگاہِ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریئے — اتنے بہترین راز داروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک — از لبش می شد پیا پے بر سماک

وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع — ان کے ہونٹوں سے پے در پے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم — در عدم من شاہم و صاحب علم

آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟ — میں آخرت کا شاہ، اور علمبردار ہوں

---

[1] غم۔ مجاہدہ کرنے والا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضدِ رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا "بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔" ایں دو وصف۔ یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مٹھی بند رکھو گے تو فارغ البالی اور کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔

[2] زیں دو وصف۔ مٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا۔ جس طرح کہ پرند کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور ہر وقت بند ہوں۔

[3] چونکہ۔ حضرت مریم علیہا السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اچانک رونما ہو جانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین۔ حضرت جبرئیل کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربار خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذُبالہ۔ چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ در عدم۔ عالم آخرت۔

خود بُنہ و بنگاہِ[1] من در نیستی ست — یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست

میرا، سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے — تھوڑی دیر کے لیے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم — ہم ہلالم ہم خیال اندر دِلم

اے مریم! دیکھ میں ایک مشکل نقش ہوں — میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دِلت آمد نشست — ہم کجا کہ میگریزی با تو ہست

خیال، جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا — جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

جز خیالے عارضیِ باطلے — کو بود چوں صبحِ کاذب آفلے

سوائے عارضی، باطل خیال کے — جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب — کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب

میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں — کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن[2] لا حول عمراں زادہ ام — کہ ز لا حول ایں طرف افتادہ ام

اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھ — میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لا حول بود — نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود

میری اصل اور غذا لاحول ہے — اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق — من نگاریدہ پناہم در سبق

آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں — میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم[3] من کہ مخلصہات بود — تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے — آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے نبود بتر از ناشناخت — تو برِ یاری ندانی عشق باخت

نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے — تو معشوق کے پاس ہے، اور عشق بازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی — شادیِ را نام بنہادی غمی

تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے — تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

---

[1] بنہ و بنگاہ۔ بنہ، سامان۔ بنگاہ، سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجود مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔ جز خیالے۔ عارضی باطل خیال سے جدائی ممکن ہے۔ صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہیں۔

[2] مکن۔ لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔ لاحول۔ یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

[3] آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بود۔ دال معجمہ ہے سہ ماہی میں جائز ہے۔ آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اے مخاطب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔

Marfat.com

ایں چنیں[1] لطفے کہ دارد یارِ ما — تو گریزانی ازو اے بیوفا

اس مہربانی کے ہوتے ہوئے جو ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست — چونکہ ما دُزدیم نخلش دارِ ماست

کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چور ہیں، اس کا کھجور کا درخت ہمارے لیے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میر ماست — چونہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست

ایسی خوشبو دار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود — چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود

ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہو جاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از تو ام اے پُر ستیز

خون کہتا ہے، کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

تو نمی بینی[2] کہ یارِ بردبار — چونکہ با او ضد شدی گردد چو مار

تو نہیں دیکھتا ہے، کہ بردبار دوست — جب تو اس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

لحمِ اُو و شحمِ او دیگر نشد — بر قرارِ اوّلست آنساں کہ بد

اس کا گوشت، اور چربی نہیں بدلی — پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رجوع کند بہ بخارا لا ابالی وار

محبت کی وجہ سے اس وکیل کا ارادہ کر لینا، کہ لاپروا ہو کر بخارا میں واپس آ جائے گا

شمعِ مریمؑ را بہل افروختہ — کہ بخارا میرود آں سوختہ[3]

(حضرت) مریم علیہا السلام کی شمع جلتی چھوڑ — کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جا رہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز — رُو سوئے صدرِ جہاں کن می گریز

سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں — (کہتا تھا) صدرِ جہاں کا رخ کر، بھاگ

ایں بخارا منبعِ دانش بود — پس بخارائیست ہر کانش بود

یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے — جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

پیشِ شیخے در بخارا اندری — تا بخواری در بخارا ننگری

شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے — بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

---

1. ایں چنیں۔ خدا کی اس قدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اس سے گریز بڑی بے وفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بن گئے ہیں۔ مشکیں۔ خوشبودار چیز۔ میر۔ آقا۔ زنجیر۔ زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بن جاتی ہیں۔ خون۔ جو پانی خون بن گیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کر اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اٹھا لے۔

2. تو نمی بینی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ رہے تو وہ دشمنی پر اتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری ناز یبا حرکات کی وجہ سے اس کے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لاابالی۔ لاپروا۔

3. آں سوختہ۔ یعنی وکیل۔ بخارا۔ یہ بخار سے بنا ہے جو مجمع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم وعقل۔ بخارائی۔ لہٰذا بخارائی اور بخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔ پیش شیخے۔ شیخ کا دل بھی معنی کے اعتبار سے بخارا ہے لہٰذا اس کی عزت کرو۔

Marfat.com

جز بخواری[1] در بخارائے دلش — راہ ندہد جزر و مدِّ مشکلش

اس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا — اس کی مشکلات کا مدوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خنک آں را کہ ذِلّتْ نَفْسُهٗ — وائے آں کس را کہ یُرْدِیْ رَفْسُهٗ

خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے — اس شخص پر حسرت ہے جس کی دولتیاں اس کو ہلاک کرتی ہیں

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ او — پارہ پارہ کردہ بود ارکانِ او

صدر جہاں کی جدائی جو اس کی جان میں تھی — اس نے اس کے اعضا کو پارہ پارہ کر دیا تھا

گفت بر خیزم ہمانجا واروم — کافر ار گشتم دگر رہ بگروم

اس نے کہا، میں اٹھتا ہوں اسی جگہ واپس ہوتا ہوں — اگر میں کافر ہو گیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

واروم آنجا بیفتم پیشِ او — پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ او

اسی جگہ واپس جاتا ہوں، اس کے سامنے گرتا ہوں — اس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش — زندہ کُن یا سر ببر ما را چو میش

میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے — زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

کشتہ[2] و مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دگر

اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش

میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِیْ یَا مُنْیَتِیْ لَحْنَ النُّشُوْر[2] — اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ تَمَّ السُّرُوْر

اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سرور مکمل ہو گیا

اِبْلَعِیْ یَا اَرْضُ دَمْعِیْ قَدْ کَفٰی — اِشْرَبِیْ یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا

اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدْتَّ یَا عِیْدِیْ اِلَیْنَا مَرْحَبًا — نِعْمَ مَا رَوَّحْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا

اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے، مرحبا — اے باد صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے، جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع — سوئے آں صدریکہ میرست و مطاع

اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع — اس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوز بریاں می شوم — ہرچہ بادا باد آنجا می روم

میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

---

[1] جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اس وقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلت اختیار کرو گے۔ رفسہ۔ یعنی اس کی گستاخی، رفث۔ یعنی شہوت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضا۔ گفت۔ یعنی وکیل نے کہا۔ ہمانجا۔ یعنی بخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلائی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

[2] کشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مرجانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غنّ۔ تو گا۔ منیتی۔ میری تمنا۔ النشور۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تم السرور۔ سرور مکمل ہو گیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہو گیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔ ابلعی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو ان کو نگل لے۔ ودّ۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وداع۔ رخصت۔ مطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[1] جانِ من عزمِ بخارا میکند
اگر وہ (اپنا) دل سنگ خارا کی طرح بنا رہا ہے میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے
مسکنِ یارست و شہرِ شاہِ من پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن
وہ میرے یار کا وطن، اور میرے شاہ کا شہر ہے عاشق کے لیے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہترست و انبوہ تر و پر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق او را

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کونسا شہر بہتر ہے
اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں
پس کدامیں شہر زانہا خوشترست گفت آں شہرے کہ در وے دلبرست
ان میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟ اس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے
ہر کجا باشد شہِ ما را بساط[2] ہست صحرا گر بود سم الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو وہ جنگل ہے، خواہ سوئی کا ناکہ ہو
ہر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ جنت ست آں ارچہ باشد قعرِ چاہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو وہ جنت ہے، خواہ کنویں کی گہرائی ہو
با تو دوزخ جنت ست اے جاں فزا با تو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے
شد جہنم با تو[3] رضوان و نعیم بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان، اور نعمت بن گئی تیرے بغیر ریحان، اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا
ہر کجا تو بامنی من خوشدلم ور بود در قعرِ گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے، میں خوش دل ہوں خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو
خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود کہ ترا با من سر و سودا بود
دونوں جہان سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے جہاں تجھے میرا خیال ہو
بس درازست ایں سخن از انتظار عاشقِ صدرِ جہاں شد بیقرار
یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے صدر جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

---

[1] میکند۔ یعنی صدر جہاں نے اگر چہ اپنا دل سنگ خارا کی طرح بنالیا ہے۔ حب الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اس کا محبوب ہو اس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ مسافرت۔

[2] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لیے وسیع صحرا ہے۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنویں میں بھی ہو تو عاشق کے لیے وہی جنت ہے۔

[3] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف وہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ ترا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔

Marfat.com

منع کردنِ دوستاں اُو را از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لا اُبالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت او را[1] ناصحے کاے بیخبر — عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر! — اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پس را بعقل و پیش را — ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے — اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں بخارا می روی دیوانۂ — لائقِ زنجیر و زنداں خانۂ
بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے — قید خانہ، اور بیڑی کے لائق ہے

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم — او ہمی جوید ترا با بیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے — وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

میکند او تیز از بہر تو کارد[2] — او سگِ قحط ست و تو انبانِ آرد
وہ تیرے لیے چھری تیز کر رہا ہے — وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رہیدی و خدایت راہ داد — سوئے زنداں میروی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا — تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں موکل آمدے — عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
اگر تیرے پاس اس قسم کے سپاہی پہنچے — عقل کا تقاضا ہے، کہ تو ان سے نہ ملتا

چوں موکل نیست بر تو ہیچ کس — از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے — تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

عشق پنہاں کردہ بود او را اسیر — آں موکل را نمی دید آں نذیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا — وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر موکل[3] را موکل مختفی ست — ورنہ او در بندِ سگ طبعی ز چیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے — ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ عشق بر جانش نشست — بر عوانی و سیہ روئیش بست
شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر نازل ہوا ہے — اس کو سپاہ گری اور روسیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

---

[1] اورا۔ یعنی وکیل۔ ہنر۔ لیاقت۔ درنگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔ چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اگر اس کو شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے۔ بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔

[2] کارد۔ چھری۔ انباں۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ موکل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضا تھا کہ تو ان سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں موکل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔

[3] ہر موکل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اس وکیل پر ایک غیبی موکل مسلط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مسلط ہوتا ہے جو اس کو کتے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔ شاہ عشق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔

Marfat.com

می زند او را کہ ہیں او را بزن
وہ اس کو مارتا ہے، کہ ہاں اس کو مار
زاں[1] عوانانِ نہاں افغانِ من
ان مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے
گرچہ تنہا باعوانے میرود
اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کے ساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بدے افغاں زدے
اگر وہ اس سے واقف ہوتا فریاد کرتا
پیشِ آں سلطانِ سلطاناں شدے
شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا
تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر دیدی خویش را اے کم ز مور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے
زاں ندیدی آں موکل را تو کور
اسی لیے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرہ[2] گشتی زیں دروغیں پرّ و بال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے
پرّ و بالے کو کشد سوئے وبال
وہ پر و بال جو (تجھے) مصیبت کی طرف کھینچ رہے ہیں

پرّ سبک دارد رہِ بالا کند
ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے
چوں گِل آلودش گرانیہا کند
جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کن پرّ را گِل آلودہ مکن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان
لیک گوشت کر شد و پندم کہن
لیکن تیرے کان بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

پند داد القصہ عاشق را بسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی
عاذلِ بیدرد ہمچوں ققنسے[3]
ققنس جیسے، بیدرد ملامت گر نے

لا ابالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سَرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لا پرواہی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند و چند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر
پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند
نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہے
عشق را نشناخت دانشمند تو
اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

[1] زاں۔ مولانا ان غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا ہے۔ میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لیے اس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔

[2] غرہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رتبہ اس کو تباہ کرتا ہے۔ پر سبک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پا جائے تو وہ عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت۔ گوشِ تو۔ عاذل۔ ملامت گر۔

[3] ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے ایک پرند کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سرود پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرندے سے لیا ہے اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اس میں نر مادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرند اپنی عمر طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جمالیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور پرند جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اس میں سے پھر یہ پرند پیدا ہو جاتا ہے۔

آں طرف کہ عشق می افزود درد — بو حنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد
جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے — ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکن تہدید از کشتن کہ من — تشنہ زارم بخونِ خویشتن
تو قتل سے نہ ڈر، کیونکہ میں — اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست — مُردنِ عشاق خودیک نوع نیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے، — عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او[2] دو صد جاں دارد از جانِ ہدیٰ — واں دو صد را می کند ہر دم فدا
وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے — اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا — از نبے بر خواں تو عشر امثالہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے — "اس کے دس گنا" قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو — پائے کوباں جاں برافشانم برو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے — میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں

آزمودم[3] مرگ من در زندگی ست — چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
میں نے آزما لیا، میری موت زندگی میں ہے — جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤنگا تو ہمیشگی ہے

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِ — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتًا فِیْ حَیَاتِ
اے معتمد! مجھے قتل کر دو، مجھے قتل کر دو — بے شک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَآءِ — اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَآءِ
اے روشن رو! اے بقا کی جان! — میری روح کو جذب کر لے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّہٗ یَشْوِی الْحَشَا — لَوْ یَشَآءُ یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے — اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے — خود عشق کی دوسری سیکڑوں زبانیں ہیں

---

[1] بوحنیفہ۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کامل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن درد عشق کا انہوں نے بھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ اس موت کی بہت سی قسمیں ہیں سرخ موت ہے جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہے سبز موت ہے جو پیوند لگی گدڑی سے حاصل ہوتی ہے ایک سیاہ موت ہے جو خلوق کی ذلت سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی "مرنے سے پہلے مر جاؤ۔"

[2] او۔ عاشق سیکڑوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اس کو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں۔ عشر۔ قرآن میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا یعنی "جس نے ایک نیکی کی اس کو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔" گر بریزد۔ اگر محبوب عاشق کو قتل کر دے تو یہ اس کے لیے انتہائی خوشی کا موقع ہے۔

[3] آزمودم۔ عاشق کی یہ زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہل وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہار خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لیے سیکڑوں زبانیں ہیں لیکن ان کو سمجھنے والے کم ہیں۔

Marfat.com

بوے[1] آں دلبر چو پرّاں می شود
جب اس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کنم دلبر در آمد در خطاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کر دی

گوش شو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کر لی

کو چو عیاراں کند بر دار درس
وہ مکاروں کی طرح سولی پر (عشق کا) سبق پڑھائے گا

گرچہ ایں عاشق بخارا میرود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے

نے بدرس و نے باستا میرود
(لیکن) سبق اور استاد کے لیے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مدرّس حسنِ دوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے

دفتر و درس و سبق شاں رُوے اوست
ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے

خامش اند و نعرهٔ تکرار[2] شاں
وہ چپ ہیں، اور ان کی تکرار کی آواز

میرود تا عرش و تختِ یارِشاں
عرش اور ان کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ
ان کا سبق شور، اور رقص اور جوش ہے

نے زیادات ست و باب و سلسلہ
نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

سلسلہ ایں قوم جعدِ مشکبار
اس قوم کا سلسلہ خشک برساتوالے گھنگریالے بال ہیں

مسئلہ دورست لیکن دورِ یار
دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلہ کیس ار پرسد کس ترا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے

گو[3] نگنجد گنجِ حق در کیسہا
کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا ہے

گر دمِ خلع و مبارا میرود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے

بد مبیں ذکر بخارا می رود
برا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

---

1. بوے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ بس کنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کر لے تو اس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کر لیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہے۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔ گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس۔ سبق اور استاد کے لیے نہیں یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا استاد تو حسن دوست ہے اور اس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔

2. تکرار۔ سبق کا دہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام محمد کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے، لا انتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا، سلسلہ حدیث۔ جعد۔ گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہو گا یا نہیں؟

3. گو۔ یعنی مسائل فقہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دے دے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے اور اس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مبارا۔ مبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کی وجہ سے جدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اس کو روحانی احوال پر محمول کرے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنا لے۔

Marfat.com

ذکرِ ہر چیزے دہد خاصیتے | زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے

ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے | کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بخارا در ہنر ہا بالغی | چوں بخواری رُو نہی زو فارغی

تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے | جب خواری کے ساتھ رخ کرے گا تو ان کا فارغ التحصیل بنے گا

آں بخاری غصۂ دانش نداشت | چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت

اس بخارا کو جاننے والے کو علم کا اچھوتہ لگا تھا | اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جما لی تھی

ہر کہ در خلوت[2] بہ بینش یافت راہ | او ز دانشہا نجوید دستگاہ

جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پا لیا | وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ جاں چو شد ہم کاسۂ | باشدش ز اخبار و دانش تاسۂ

جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا | اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بود غالب فزا | زاں ہمی دنیا بچربد عامہ را

آنکھوں سے دیکھ لینا، عقل پر غالب ہوتا ہے | اسی لیے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دُنیا را ہمی بینند عین | واں جہانے را ہمی دانند دَین

کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں | اور اس عالم کو ادھار سمجھتے ہیں

باز رَو سوئے حدیث آں جواں | کز غمِ صدرِ جہاں شد ناتواں

اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ | کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسوئے بخارا

اس عاشق کا بخارا کی جانب رخ کرنا

رُونہاد آں عاشقِ خونابہ ریز | دل طپاں سوئے بخارا گرم و تیز

اس خون بہانے والے عاشق نے رخ کیا | جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہاموں پیشِ او ہمچوں حریر | آبِ جیحوں پیشِ او چوں آبگیر

جنگل کا ریت، اس کے لیے ریشمی کپڑے کی طرح تھا | جیحوں کا پانی اس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

ذکرِ ہر چیزے۔ یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اس سے عاشق بہت سے معنی اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیا کے قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور "باواز دولاب مستی کنند" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ در بخارا۔ بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب ہو گے کہ خواری جو لوازم عشق میں سے ہے اختیار کر لو۔ غصہ۔ گلے کا اچھو، غم، یعنی اس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ہر کہ در خلوت۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے وہ محض ذکر اسماء و صفات کا متمنی نہیں رہتا ہے۔ با جمال۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اس کے لیے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہو جاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ ان کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

واں جہانے یعنی عالم آخرت۔ دَین۔ ادھار۔ ہاموں۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمیں کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔

Marfat.com

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں[1] — می فتاد از خندۂ او چوں گل ستاں

وہ جنگل، اس کے سامنے چمن کی طرح تھا — وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمر قندست قند اما لبش — از بخارا یافت واں شد مذہبش

قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اس کے ہونٹوں نے — بخارا سے حاصل کی، وہی اس کا مذہب بن گیا

اے بخارا عقل افزا بودۂ — لیک از من عقل و دیں بربودۂ

اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا — لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جویم ازانم چوں ہلال — صدر می جویم درین صفِّ نعال

میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں، اسی وجہ سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں — ان جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سوادِ[2] آں بخارا را بدید — در سوادِ غم بیاضے شد پدید

جب اس نے اس بخارا کے اطراف کو دیکھا — غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے افتاد بیہوش و دراز — عقلِ او پرّید در بستانِ راز

تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا — اس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رویش گلابے میزدند — از گلابِ عشق او غافل بدند

لوگوں نے اس کے منہ اور سر پر عرق گلاب چھڑکا — وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

او گلستانے نہانی دیدہ بود — غارتِ[3] عشقش ز خود ببریدہ بود

اس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا — عشق کی غارتگری نے اس کو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہ در خورِ ایندم نۂ — با شکر مقروں نۂ گرچہ نئی

تو ٹھٹھرا ہوا اس بات کے لائق نہیں ہے — تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

رختِ عقلت با توہست و عاقلی — کز جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا غافلی

عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے، اور تو صاحب عقل ہے — کیونکہ تو ان لشکروں سے، جن کو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رود سوئے بخارا آں جواں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل — تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدنِ عاشق لاابالی در بخارا و تحذیر کردنِ دوستاں او را از پیدا شدن

اس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

---

[1] گل ستاں۔ پھول چننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں رات کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صف نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدر جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

[2] سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کے لیے عرق گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ عاقل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بے ہوشی ہے، یہ بے ہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرق گلاب سے۔

[3] غارت۔ یعنی اس کو عشق کے حملہ نے بے ہوش بنایا تھا۔ تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بے ہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں انس کا مادہ نہیں ہے۔ رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرار غیبی سے غافل ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اس نے وہ لشکر اتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے۔" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکر عشق مراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔

Marfat.com

اندر آمد در بخارا شادماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آ گیا
شہرِ معشوقِ خود و دارالاماں[1]
اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر
اس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے
مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
چاند اس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز
جس نے بھی اس کو بخارا میں دیکھا کہ اٹھ جا
پیش از پیدا شدن منشیں گریز
ظاہر ہونے سے پہلے، مت بیٹھ، بھاگ جا

کہ ترا می جوید آں شہ خشمگیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے
تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ اللہ در میادر خونِ خویش
خدا کے لیے، اپنے خون کے درپے نہ ہو
تکیہ کم کن بردم و افسونِ خویش
اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا
معتمد بودی مہندس اوستاد
تو معتمد تھا، استاد انجینئر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم
تو اس کا مشیر بھی تھا اور با عزت بھی تھا
گشتی از بہرِ گناہے متّہم
ایک قصور میں تو متّہم ہو گیا

غدر کردی و ز جزا بگریختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا
رستہ بودی باز چوں آویختی
تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا بگریختی باصد حیل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا
ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارِد[3] دق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے
عقل و عاقل را قضا احمق کند
عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

نحس خرگوشی کہ باشد شیر جو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے
زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تیری ذہانت، اور عقل، اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا
قضا کے سیکڑوں حیلے ہیں
گفت اِذَا جَآءَ الْقَضَآءُ ضَاقَ الْفَضَا
فرمایا ہے، جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست
دائیں بائیں، سیکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں
از قضا بستہ شود گر اژدہاست
قضا سے بندھ جاتا ہے، خواہ اژدہا ہو۔

[1] دارالاماں۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آ گیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔ اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لیے۔

[2] تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچا لیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجینئر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔ از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔

[3] عطارد۔ دبیر فلک۔ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ از قضا۔ اژدہے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔

جواب گفتنِ عاشق عاذلاں[1] و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے

گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

گر دو صد بارش کند مات و خراب
اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں

عشقِ آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہو گا

گویم[2] آنگہ کہ پرسند از بطوں
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا

کاشکے بحرم رواں بودے دروں
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیک اشکم گو، بدر از موجِ آب
میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے

گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
اگر میں مر گیا تو میری پاکیزہ موت ہو گی

من بہر جائے کہ بینم آب جو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں

رشکم آید بودے من جائے او
مجھے رشک آتا ہے، کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست[2] چوں دف و شکم ہمچوں دہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے

طبلِ عشقِ آب می کوبم چوگل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں[3]
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے

جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں

تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ
میں رات کی آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں

روز تا شب خوں خورم مانند ریگ
دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم کہ مکر انگیختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا

از مراد و خشمِ او بگریختم
میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

---

[1] عاذلاں۔ عاذل کی جمع ہے۔ ملامت گر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اس کے لیے سخت مضر ہوتا ہے۔ کشد۔ یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

[2] گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بطون۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مستطاب۔ پاکیزہ۔ دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تروتازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔

[3] روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدرِ جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خونِ جگر پیتا ہے۔ من پشیمانم۔ میں اپنے محبوب صدرِ جہاں کے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔

Marfat.com

گو[1] براں بر جانِ مستم خشمِ خویش ۔۔۔ عیدِ قرباں اوست عاشق گاؤمیش

کہہ دے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کر دے ۔۔۔ وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاو اگر خسپد و گر چیزے خورد ۔۔۔ بہرِ عید و ذبح او می پرورد

گائے اگر سوتی ہے، اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے ۔۔۔ عید اور ذبح کے لیے وہ پرورش پاتی ہے

گاوِ موسیٰ دان مرا جاں دادہ ۔۔۔ جزوِ جزوم حشر ہر آزادہ

مجھے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی ۔۔۔ میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاوِ موسیٰ بود قرباں گشتہ ۔۔۔ کمتریں جزوش حیاتِ کشتہ

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی گائے قربان شدہ تھی ۔۔۔ اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ ز آسیبش ز جا ۔۔۔ در خطاب اِضْرِبُوْهُ بَعْضَهَا

اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا ۔۔۔ "اس کو اس کے بعض سے مارو" کے حکم کے مطابق

یَا کِرَامِیْ اِذْبَحُوْا هٰذَا الْبَقَرْ ۔۔۔ اِنْ اَرَدْتُمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ

اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو ۔۔۔ اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی[2] مُردم و نامی شدم ۔۔۔ وز نما مُردم بحیواں سرزدم

میں جمادیت سے مرا، اور نباتی بن گیا ۔۔۔ اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شدم ۔۔۔ پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم

میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا ۔۔۔ تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ دیگر بمیرم از بشر ۔۔۔ تا بر آرم از ملائک بال و پر

دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا ۔۔۔ تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز ملک[3] ہم بایدم جستن ز جو ۔۔۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیے ۔۔۔ (کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم ۔۔۔ آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا ۔۔۔ وہ جو عقل میں نہیں آ سکتا وہ ہو جاؤں گا

---

[1] گو۔ محبوب سے کہہ دو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اتار لے۔ گاؤمیش۔ بھینس۔ گاو۔ گائے کا خواب و خور سب عید قرباں میں قربان ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ گاوِ موسیٰ۔ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا کچھ حصہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ تو دوسروں کی زندگی ہے۔ جزو۔ اسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْا۔ قرآن میں ہے فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی "ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔" یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدات کے ذریعے فنا کر دو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائیں گی۔

[2] از جمادی۔ عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اس کا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا لغویات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اس کی ساخت اس طرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہیں تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بن جاتے ہیں۔ حملۂ دیگر۔ جب انسان مرتا ہے تو مادی جسم مثالی بن جاتا ہے اور وہ انسان ملائکہ کی صفت میں آ جاتا ہے۔

[3] از ملک۔ پھر مجھے ملکیت کو بھی ختم کرنا ہے کیونکہ وہ بھی فانی ہے اور عدم اضافی اختیار کر کے بحرِ وحدت میں شامل ہو جانا ہے۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1]
پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح

گویدم کہ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
مجھ سے کہتا ہے کہ، ہم سب اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاقِ امت ست
موت کو سمجھ لے، کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے

کآبِ حیوانی نہاں در ظلمت ست
کہ آبِ حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروز یں طرفِ جو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا

ہمچو مستسقی حریص و آب جُو
استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنے والا ہو

مرگِ او آبست و او جویائے آب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے

می خورد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسردہ[2] عاشقِ ننگیں نمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!

کوز بیم جاں ز جاناں می رمد
کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں
اے زمانہ کے لیے باعثِ ذلت! اس کے عشق کی تلوار کی جانب

صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں
لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے[3] دیدی کوزہ اندر جوئے ریز
تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے

آب را از جوئے کے باشد گریز
پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آبِ کوزہ چوں در آبِ جو شود
پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے

محو گردد در وے وچوں او شود
اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

وصف او فانی شود ذاتش بقا
اس کا وصف فانی اور اس کی ذات باقی بن جاتی ہے

زیں سپس نے کم شود نے بد لقا
اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے، نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدنِ آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشست
عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لیے

خویش را بر نخلِ او آویختم
میں نے اپنے آپ کو اس کے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا

عذر آں را کہ ازو بگریختم
اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روے و سر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح

جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر
پرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر (جہاں) کی طرف روانہ ہو گیا

---

[1] ارغنوں۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر۔ گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگِ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اس کی موت کا سبب بنتا ہے۔

[2] اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

[3] جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آ جائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا اپنا تشخص ختم ہو جائے گا اور وہ باقی بقاءِ حق ہو جائے گا کم اس میں نہ کمی آئے گی نہ کوئی تغیر پیدا ہو گا۔ بر نخل۔ چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اس کے قدم پر قربان ہو جاؤں گا۔ ہم چو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدرِ جہاں کی جانب روانہ ہوا۔

بر رُخِ چوں زعفراں[1] اشکِ رواں — رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں

زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا — وہ بیدل، صدر جہاں کی جانب چلا

ہم کفن ہم تیغ اندر دستِ او — چونکہ بود او عاشق و سر مستِ او

کفن بھی، اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں — کیونکہ وہ اس کا عاشق اور متوالا تھا

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا — کش بسوزد یا بر آویزد وُرا

تمام لوگ سروں کو اوپر کیے ہوئے منتظر تھے — کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دے گا

ایں زماں ایں احمق یک لخت را — آں نماید کہ زماں بد بخت را

اب اس پورے احمق کے ساتھ — صدر (جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت سے کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید — احمقانہ در فتاد از جاں برید

اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا — بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیک[2] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست — روشن اندر روشن اندر روشنیست

لیکن عشق کی شمع اس شمع کی طرح نہیں ہے — روشن، در روشن، اور روشن ہے

او بعکسِ شمعہائے آتشی ست — می نماید آتش و جملہ خوشی ست

وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے — وہ آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بود و آں عاشقِ مرگ

جوئے لا ابالی کہ دراں مسجد مہمان شد

اس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اس لا پروا، موت کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کن اے نیک پے — مسجدے بد بر کنارِ شہرِ رَے[3]

اے نیک خصلت! ایک قصہ سن — رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس دروے نخفتے شب زبیم — کہ نہ فرزندش شدے آں شب یتیم

کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے — اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جائے

ہر کہ دروے بیخبر چوں کور رفت — صبحدم چون اختراں درگور رفت

جو بے خبر، اندھے کی طرح اس میں چلا گیا — صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

---

[1] زعفراں۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ سر در ہوا۔ یعنی سر ابھارے ہوئے۔ کش۔ یعنی صدر جہاں اس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اس کو ایسی سزا ملے گی جو زمانہ کسی بد بخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

[2] لیک۔ لیکن ان کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمع عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار ہی نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اس شمع پر قربان ہونا مجسم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

[3] رے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔

Marfat.com

خویشتن[1] را نیک ازیں آگاہ کن　صبح آمد خواب را کوتاہ کن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کر لے　صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پریانند تند　اندر و مہماں کشاں با تیغ کند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں　اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

آں دگر گفتے کہ سحرست و طلسم　کہ رصد باشد عدوِ جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو اور طلسم ہے　جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ بَر نہ نقش فاش　بر درش کاے میہماں اینجا مباش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے　اس کے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت　ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت
اگر تو جان بچانی چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا　ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے[2] گفتے کہ شب قفلے نہید　غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا، رات کو تالا لگا دو　کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد
ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں در آمد وقت شب　کو شنیدہ بود آں صیتِ عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا　جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آزمود　زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لیے وہ آزما رہا تھا　کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

گفت[3] کم گیرم سر و اشکمبہ　رفتہ گیر از گنج جاں یک حبہ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں　فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

صورتِ تن گو بَرو من کیستم　نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہدے چلی جائے، اور میں کون ہوں؟　صورت کی کمی نہ ہو گی جب میں باقی ہوں

چوں نخست بودم از لطف خدا　نفخ حق باشم زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نخست تھا　میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہوں گا بدن کی بانسری سے علیحدہ

---

[1] خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اس کہانی سے عبرت حاصل کر لے، صبح قیامت نزدیک ہے خواب غفلت سے بیدار ہو جا۔ تند۔ یعنی بدمزاج پریاں تکلیف دے کر مار ڈالتی ہیں۔ سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔

[2] واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت۔ شہرت۔

[3] گفت۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہو جائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔ صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہو جائے گا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہے گی۔ نخست۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی "آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی" تو اگر جسم فنا بھی ہو گیا تو اللہ کی پھونک باقی رہے گی۔

Marfat.com

تا نیفتد[1] بانگِ نفخش ایں طرف تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف
جب تک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں تَمَنَّوُا الْمَوْتَ گفت اے صادقیں صادقم جاں را بر افشانم بریں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو! میں سچا ہوں اس فرمان، پر جان نثار کر دوں گا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید[2] کردن

مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ تا نکوبد جانستانت ہمچو کُسب
لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا تا کہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال
اس لیے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے کہ اس جگہ جو سویا ہے (اس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا دیدہ ایم و جملہ اصحابِ نہیٰ
اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش نیم شب مرگِ ہلاہل[3] آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سنا ہے

گفت اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ آں رسول آں نصیحت در لغت ضدِ غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین خیر خواہی ہے فرمایا ہے خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے خود غرضی میں خیانت اور کتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کر رہے ہیں، عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جوابِ گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامت گروں کو جواب دینا

---

[1] تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک اس کے صور کا نعرہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہوگا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہو جائے گا۔ تا رہد۔ میں نفخ حق کو تن سے اس لیے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخ حق کے لیے صدف جسم تنگ ہے۔ چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا گیا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ "تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو" یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے اس لیے انہوں نے تمنا نہ کی، میں اللہ کی محبت اور ولایت میں سچا ہوں لہٰذا موت کا متمنی ہوں۔

[2] تہدید۔ دھمکی دینا۔ کسب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی۔ نہیٰ۔ نہیہ کی جمع ہے، عقل۔

[3] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النصیحہ۔ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف۔

Marfat.com

گفت او اے ناصحاں من بے ندم[1] — از جہانِ زندگی سیر آمدم

اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے — زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جو و زخم خواہ — عافیت کم جوئے از منبل براہ

میں بے حس زخم کو تلاش کرنے والا اور زخم کا خواہش مند ہوں — بے حس آدمی سے راہ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

منبلے نے کو بود خود برگ جو — منبلے ام لا ابالی مرگ جو

(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے — میں وہ بے حس ہوں جو لاپروا موت کا تلاش کرنے والا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر میتنم

میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے — میں عاشق ہوں زخموں کے۔ چکر کاٹتا ہوں

منبلے نے کو بکف پول آورد — منبلے چستے کزیں پل بگذرد

میں وہ بے حس نہیں ہوں جو مٹھی میں روپیہ جمع کرے — وہ بے حس چالاک (ہوں) جو اس پل سے گذر جائے

آں نہ کو بر ہر دکانے بر زند — بل جہد از کون و کانے بر زند

نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے — بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفس[2] ہشتن پریدن مرغ را

اس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لیے شیریں ہو گئی ہے — جیسا کہ پرند کے لیے پنجرا چھوڑنا (اور) اڑ جانا

آں قفس کو ہست عین باغ در — مرغ می بیند گلستان و شجر

وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے — پرندہ باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

جوقِ مرغاں از بروں گردِ قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص

پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف — آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مرغ را اندر قفس زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست و نے صبر و قرار

پنجرے کے اندر پرندہ کے لیے سبزہ زار کی وجہ سے — نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند — تا بود کایں بند از پا برکند

وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے — کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں[3] دل و جانش چنیں بیروں بود — آں قفس را در کشائی چوں بود

جب اس کا دل اور جان اسطرح باہر (کی مشتاق) ہو — اس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہو گا؟

نے چناں مرغِ قفس در اندہاں — گرد بر گردش بحلقہ گربگاں

وہ پنجرے کے اس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو — (اور) اس کے اردگرد بلیاں حلقہ کیے ہوں

---

[1] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ سست، بے حس۔ برگ۔ ساز و سامان۔ پول۔ نقدی۔ ازیں پل۔ یعنی دنیا طلبی۔ کانے۔ یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقلم۔ یعنی اس دنیا سے منتقل ہونا۔

[2] چوں قفس۔ یعنی جس طرح سے پرندہ کو پنجرہ چھوڑ کے اڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در۔ یعنی در باغ۔ قصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرندہ کو پنجرے میں نہ دانہ اچھا لگتا ہے اور نہ اس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔

[3] چوں۔ جب پرندہ کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اس کو کس قدر خوشی ہوگی۔ نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ بے شک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔

Marfat.com

کے بود او را دریں خوف و حزن
اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہو گی؟
آرزوئے از قفس بیروں شدن
پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

او ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص[1]
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کے بجائے
صد قفص باشد بگردِ ایں قفص
اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

بیان آنکہ عشق جالینوس بریں حیاتِ دنیا بود کہ فنِ او
اس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اس دنیاوی زندگی پر اس وجہ سے
ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نور زیدہ است کہ در آں بازار
تھا کہ اس کا فن اس جگہ کام آتا تھا اور اُس نے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا
بکار آید آنجا خود را بعوام یکساں می بیند وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ
جو اس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اس دن خدا کے لیے ہے

آنچناں کہ گفت جالینوس راد[2]
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا
از ہوائے ایں جہاں و از مراد
اس دنیا کی محبت اور مراد میں

راضیم کزمن بماند نیم جاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے
کہ زکونِ استرے بینم جہاں
تاکہ خچر کی دُبر سے دنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے
مُرغش آئس گشتہ بودست از مطار
اس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں
یا اس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے
در عدم نادیدہ او حشرِ نہاں
اس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنیں کِش میکشد بیروں کرم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے
می گریزد او سپس سوئے شکم
وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لطف رُویش سوئے مصدر میکند
مہربانی اس کا رخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے
او مقرّ[3] در پشتِ مادر می کند
وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام
کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا
اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
ہائے عجبا! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بودے دریں شہرِ وخم
یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی
کہ نظارہ کردمے اندر رحم
کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بدے
یا سوئی کے نکوے کی برابر میرے لیے راستہ ہوتا
کہ ز بیرونِ رحم دیدہ شدے
کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

---

[1] حفص۔ فاء سکون کے ساتھ زنبیل، مجبوراً ضرورتِ شعری کی وجہ سے فاء پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

[2] راد۔ عقلمند۔ ہوا۔ خواہش، محبت۔ کونِ استرے۔ یعنی ذلیل مقام۔ آئس۔ مایوس۔ مطار۔ اڑنے کی جگہ، اڑان۔ جنیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ سپس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔

[3] مقرّ۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئی کا نکوا۔

Marfat.com

این چنیں ہم غافل ست از عالمے ہمچو جالینوس او نا محرمے[1]

وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

او نداند کو رطوباتے کہ ہست آں مدد از عالمِ بیرونی است

وہ نہیں سمجھتا، کہ وہ رطوبتیں جو ہیں وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں صد مدد وارد ز شہرِ لامکاں

جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر لامکان کے شہر سے سیکڑوں مددیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است آں ز باغ و عرصۂ در تافتہ است

اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے وہ باغ اور میدان سے رونما ہوا ہے

جانہائے[2] انبیاء بینند باغ زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ

انبیا کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

اس لیے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست پس جوابم بہرِ جالینوس نیست

اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے تو میرا جواب جالینوس کے لیے نہیں ہے

ایں جوابِ آنکس آمد کایں بگفت کہ نبودستش دلے با نور جفت

(پھر) یہ اس کے لیے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مُرغِ جانش[3] موش شد سوراخ جو چوں شنید از گربگاں او عَرِّ جُوا

اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈھنے والا چوہا بن گیا جب اس نے بلیوں سے "گھیر لو" سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار اندریں سوراخ دنیا موش وار

اسی لیے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سوراخ بنّائی گرفت در خورِ سوراخ دانائی گرفت

اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مر اُو را در مزید اندریں سوراخ کارآید گزید

وہ پیشے جو اس کے لیے اضافے میں اس سوراخ میں کام آئیں، اس نے اختیار کئے

---

[1] نامحرم۔ ناواقف راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی ان غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم اسماء، عالم ملکوت۔

[2] جانہائے۔ انبیا اور اولیا دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش از زعالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ افترے۔ یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے لیے جو اس عقیدے کا ہے اور اس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

[3] مرغِ جانش۔ جس کے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اسی لیے وہ اس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اس کی دنیا بنائیں۔

Marfat.com

زانکہ[1] دل بر کند از بیروں شدن
کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا

بستہ شد راہِ رہیدن از بدن
(اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا

عنکبوت ار طبعِ عنقا داشتے
مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی

از لعابے خیمہ کے افراشتے
لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص
بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا

نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص
اس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبۃ و قولنج و مالیخولیا
چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا

سکتہ[2] و سدہ و جذام و ماشرا
سکتہ، اور سدہ، اور کوڑھ، اور منہ کا ورم ہے

گربہ مرگ ست و مرض چنگالِ او
موت بلی ہے، اور مرض اس کا پنجہ ہے

میزند بر مرغ و پرّ و بالِ او
جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دَوَد سوئے دوا
وہ دوا کی جانب ادھر ادھر دوڑتا ہے

مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
موت قاضی کی طرح ہے، اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گواہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے

کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ[3]
کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

مہلتے خواہی تو از وَے در گریز
تو بچاؤ کے لیے اس سے مہلت مانگتا ہے

گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
اگر اس نے مان لیا تو وہ مہلت ملی، ورنہ وہ کہے گا اٹھ جا

جستنِ مہلت دوا و چارہا
مہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں

کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
تا کہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت آید صباحے خشم وار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے

چند باشد مہلت آخر شرم دار
آخر مہلت کتنی ہو گی، شرم کر

عذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد
اے حاسد! بادشاہ سے عذر خواہی کر لے

پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد
اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

---

[1] زانکہ۔ چونکہ اس کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔ عنکبوت۔ اس کی مثال لکڑی کی سی ہے جو اپنے لیے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورت امراض اس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آ جاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ خسرہ۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سدہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔

[2] سکتہ۔ دماغی مرض ہے، جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سدہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اس کے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بلاتی ہے۔

[3] حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مہلتے۔ تو دوا کرنے کے لیے مہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مہلت دے دی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اس نے مہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کر دیتا ہے۔ خیز۔ یعنی اٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اس کو درست کرنا چاہتا ہے۔ عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئے گا اور پھر وہ مہلت نہ دے گا۔ عذر۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لیے قبل از وقت تیاری کر لی جائے۔

Marfat.com

وانکہ در ظلمت[1] براند بارگی — بر کند زاں نورِ دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے — اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش — کاں گواہ سوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے — کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

ناگہاں گیرند او را خوار و زار — کش کشاں تا پیشِ قاضی شرمسار
اس کو ذلیل اور عاجز بنا کر، اچانک پکڑیں گے — شرمندگی کی حالت میں اس کو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

زیں گذر کن جانبِ آں شخص راں — کو بمسجد آمد آں شب میہماں
اس کو چھوڑ اس شخص کی جانب چل — جو اس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو — تانگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا — تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

آں ز دُور آساں نماید بہ نگر — کہ بآخر سخت باشد رہگذر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے — کہ انجامِ کار، راستہ دشوار ہو گا

بس کساں کاویخت خود را از نخست — وقتِ پیچا پیچ دستاویز جست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو لٹکا دیا — پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا!

پیشتر از واقعہ آساں بود — در دلِ مردم خیالِ نیک و بد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے — انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

چوں در آید اندرونِ کارزار — آں زماں گردد برآں کس کارزار
جب میدانِ جنگ میں آ جاتا ہے — اس وقت اس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

چوں نہ شیری[3] ہیں منہ تو پائے پیش — کاں اجل گرگست و جانِ تست میش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھ — کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

ور ز ابدالی و میشت شیر شد — ایمن آ کہ مرگِ تو سَر زیر شد
اگر تو ابدال میں سے ہے، اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے — مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست ابدال آنکہ او مُبدل شود — خمرش از تبدیل یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے — اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

---

[1] ظلمت۔ یعنی خواہشات کا انہماک نورِ خداوندی سے جدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔ ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی۔ یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

[2] جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔ آں۔ یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے۔ پیشتر۔ مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا برا سوچا جا سکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔

[3] چوں نہ شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائے گا۔ ور ز ابدال۔ اولیاء اللہ موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ ابدال۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر۔ یعنی بری صفات۔ خل۔ سرکہ یعنی اچھی صفات۔

Marfat.com

لیک مستِ شیر گیری[1] و ز گماں — شیر پنداری تو خود را ہیں مراں
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے — اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے، خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق زاہلِ نفاقِ نا سدید — بَاْسُهُمْ مَا بَيْنَهُمْ بَاْسٌ شَدِيْدٌ
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے — ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

درمیانِ ہمدگر مردانہ اند — در غزا چوں عورتانِ خانہ اند
ایک دوسرے کے لیے بہادر ہیں — جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت پیغمبرؐ سپہدارِ غیوب — لَا شُجَاعَةَ يَا فَتٰى قَبْلَ الْحُرُوْبِ
غیب کے سپہ سالار پیغمبر ﷺ نے فرمایا — اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقتِ لافِ غز و مستاں کف زنند — وقتِ جوش و جنگ چوں کف می فتند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھونکتے ہیں — جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غز و شمشیرش دراز — وقتِ کر و فر تیغش چوں پیاز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار، دراز ہے — کروفر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

وقتِ اندیشہ دلِ او غزو جو — پس[2] بیک سوزن تہی شد خیکِ او
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے — پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہو گئی

من عجب دارم ز جویائے صفا — کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے — جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ — چوں گواہت نیست شد دعویٰ تباہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے — جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے، تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج — بوسہ[3] دہ بر مار تایابی تو گنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو — سانپ کو چوم لے، تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر — بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے — بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد چوبے کہ آں را مرد زد — بر نمد آں را نزد بر گرد زد
اس شخص نے نمدے "بچھونے" پر جو لکڑی ماری — وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

---

[1] مست شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بَاْسُهُمْ۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى "آپس میں ان کی بڑی دھاک ہے تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل متفرق ہیں۔" غزا۔ جنگ، جہاد۔ گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لاشجاعۃ۔ شجاعت کا پتا میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ کف زنند۔ یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے مصرع میں۔ کر۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فر۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم۔

[2] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئی چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفاءِ قلب چاہتا ہے اس کے لیے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے

[3] بوسہ۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کر کے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا اصل اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لیے مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ بر نمد۔ محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لیے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔

Marfat.com

گر بزد[1] مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا

آں نزد بر اسپ زد بر سُکسُکش
اُس نے گھوڑے کو نہیں مارا اس کی ست رفتاری کو مارا

تاز سُکسُک وارہد خوش پے شود
تا کہ وہ ست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے

شیرہ را زنداں کُنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تا کہ شراب بن جائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا

قند بود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مَردے آنچنانش زار زار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا

آمد و بگرفت زودش درکنار
کہ وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[2] چنداں آں یتیمک رازدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا

چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت او را کے زدم اے جانِ دوست
اُس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا ہے؟

من براں دیوے زدم کو اندر وست
میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اسکے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے

مرگِ آں خُو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

آں گروہے کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے

آبِ مَردی و آبِ مَرداں ریختند
انہوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبروریزی کی

عاذِلاں[3] شاں از وغا واراندند
ملامت کرنے والوں نے انہیں جنگ سے باز رکھا

تا چنیں حیز و مخنث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرہ ژاژخا راکم شنو
بکواس کرنے والے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن

با چلیپا در صفِ ہیجا مَرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

زانکہ زَادُوْکُمْ خَبَالًا گفت حق
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں" فرمایا ہے

کز رِفاقِ ست بر گرداں ورق
تا کہ تو ست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے

غازیاں بیمغز ہچوں کہ شوند
غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

---

1. گر بزد۔ ست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سُکسُک۔ ست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لیے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اس کی اصلاح اور خوبی ہے۔

2. گفت۔ اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے یہی کہا کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچہ کو کوستی ہے اور مرنے کی بددعا دیتی ہے تو اس کا مقصد اس کی بری عادت کی موت ہوتی ہے۔ آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔

3. عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے، آیندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرہ۔ گھمنڈ۔ زَادُوْکُمْ خَبَالًا۔ قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے۔" رِفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی ان کی بات ہی نہ کر وان سے قطع نظر کرلو۔ غازیاں۔ یعنی ان کی بزدلی مجاہدوں کو بھی ناکارہ بنا دے گی۔

Marfat.com

خویشتن[1] را با شما ہم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے

پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دیں گے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر

بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
بہتر ہیں بہ نسبت اس کے کہ منافقوں کے ساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کم خوش بیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے

بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک شے اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں

نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نے اند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر ترساں دل بود کو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان

می زید در شک ز حالِ آنجہاں
میں جی رہا ہے اس جہان کے حال کے شک میں

میرود[2] در رہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے

گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر راہ نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟

با تردُّدہا و دلِ پُر خوں رود
مشکوک اور پر خون دل کے ساتھ چلتا ہے

ہر کہ گوید ہائے ایں سو راہ نیست
جو کوئی کہدے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے

او کند از بیم آنجا وقف و ایست
وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹکاؤ کر دیتا ہے

ور بداند[3] رہ دلِ با ہوشِ او
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے

کے رود ہر ہائے و ہو در گوشِ او
تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے

پس مشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن

زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جاتے ہیں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دیں گے

گرچہ اندر لافِ سحرِ بابل اند
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو ز رعنایاں مجو ہیں کارزار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ

تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

---

1 خویشتن۔ منافق جب صفوں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر، بزدلوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگر چھپے گئے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن ان کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔ گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اس لیے ان کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔

2 میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

3 ور بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا ان منافقوں کو شریک سفر نہ کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحر بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔

Marfat.com

طبعِ طاؤسیت[1] وسواست کند | دم دہد از تا مقامت بر کند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے | وہ فریب دیتی ہے تا کہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹادے

گفتنِ شیطان قریش را کہ بجنگِ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید کہ من یاریہا کنم و قبیلہ خود را بیاری خوانم و گریختنِ او در ملاقاتِ صفین

شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لیے کہنا کہ آؤ میں مددیں کروں گا اور اپنے کنبہ کو مدد کے لیے بلاؤں گا اور دونوں صفوں کی مڈبھیڑ کے وقت اس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش | دم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ | منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کر لو
تا کہ در احمدؐ ہزیمت افگنیم | بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
تا کہ احمد ﷺ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں | زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں
چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکم | خواند افسوں کَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ[2]
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایک واں بن گیا | اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں
چوں سپہ گرد آمدند از گفتِ او | کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے | تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی
کہ بیارم من قبیلہ خویش را | تا کہ در ہیجا بود پشتِ شما
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا | تا کہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو
من شما را عون[3] و یاریہا کنم | تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا | تا کہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دے دوں
چوں قریش از گفتِ او حاضر شدند | ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے | (اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی
دید شیطاں از ملائک اسپہے | سوئے صفِ مومناں اندر رہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا | مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

---

[1] طبع طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔ گفتن۔ جنگ بدر کے موقع پر شیطان نے سراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا۔ جیش۔ یعنی جنگ بدر کے لیے لشکر جمع کر لو۔ صد یکم۔ یعنی سو پر ایک کا اضافہ۔ افسوں۔ منتر۔

[2] جارٌ لکم۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ "اور جب شیطان نے ان کی حرکتوں کو ان کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آ سکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔" ہیجا۔ جنگ۔

[3] عون۔ مدد۔ چوں قریش۔ جنگ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

آں جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا[1] صف زدہ
اس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچ کے روکتا تھا

کہ اَخَافُ اللّٰہَ مَا لِیْ مِنْهُ عَوْنَ
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا، اے سراقہ کی شکل والے، ہائیں!

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس شیطان نے کہا اب میں تختی دیکھ رہا ہوں

می نہ بینی غیر ایں لیک اے تو شنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اے شوخ!

دی ہمی گفتے کہ پابنداں شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں

دی زعیم الجیش[3] بودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا

تا بخوردیم آں دمِ تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آ گئے

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی

دستِ خود خشمیں زدستِ او کشید
غصہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت
شیطان نے اس کے سینہ پر دوہتڑ مارا اور بھاگ گیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم ایں
جب اس نے اتنی دنیا ویران کر دی

گشت جانِ او زبیم آتشکدہ
اس کی جان، خوف سے بھٹی بن گئی

کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

اِذْهَبُوْا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

دی چرا تو می نگفتی ایں چنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت می بینی جعاشیش عرب
اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

کہ بود تاں فتح و نصرت دمبدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا، اور ہم ایندھن بن گئے

از عتابش خشمگیں شد آں لعیں
وہ ملعون اس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

چوں ز گفتِ اوش دردِ دل رسید
چونکہ اس کی گفتگو سے اس کو دل کا درد ہوا

خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
اس مکاری سے ان بیچاروں کا خون بہا دیا

پس بگفت اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ
تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

---

1. جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔
2. گفت حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آ کر بہکایا تھا۔ حرب۔ زاء کے فتحہ سے، تختی۔ جعاشیش۔ جعشوش کی جمع ہے، گدا، فقیر۔ شنگ۔ شریر، شوخ۔ پابنداں شدم۔ میں ذمہ دار ہوں۔
3. زعیم الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم۔ ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدانِ بدر میں آ گئے۔ توں۔ بھٹی، حمام۔ ہیزم۔ ایندھن۔ لعین۔ یعنی شیطان جو بصورتِ سراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں ان کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔

Marfat.com

کوفت اندر سینہ و انداختش ‌ پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
اس کی چھاتی پیٹی اور اس کو گرا دیا ‌ پھر بھاگ گیا، جبکہ اس پر ہیبت طاری ہوئی

نفس[1] و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند ‌ در دو صورت خویش را بنمودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے ‌ انہوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند ‌ بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے ‌ اس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے ہیں

دشمنے داری چنیں در برِّ خویش ‌ مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے ‌ جو عقل کے لیے مانع، اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار ‌ پس بسوراخے گریزد در فرار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے ‌ پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ او سوراخہا دارد کنوں ‌ سَر ز ہر سوراخ می آرد بروں
وہ اب اس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے ‌ (اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نام پنہاں[2] گشتنِ دیو از نفوس ‌ و اندراں سوراخ رفتن شد خنوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے ‌ اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوسِ قنفذ ست ‌ چوں سرِ قنفذ ورا آمد شد ست
اس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے ‌ سیہی کے سر کی طرح اس کی آمدورفت ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند ‌ کو سرِ آں خارپشتک[3] را بماند
اللہ (تعالیٰ) نے اس شیطان کو خناس کہا ہے ‌ کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

می نہاں گردد سرِ آں خارپشت ‌ دمبدم از بیمِ صیادِ درشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے ‌ فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں ‌ زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
جب اس نے موقع پایا سر باہر نکالا ‌ ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گرنہ نفس از اندروں راہت زدے ‌ رہزناں را بر تو دستے کے بدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا ‌ رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

---

[1] نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔ چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے ان کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ دردل۔ انسان کے دل میں اس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[2] نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اسی لیے قرآن میں اس کو خناس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اس کے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منہ اندر کو گھسا لیتا ہے۔

[3] خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔ صیاد۔ شکاری۔ تاچو۔ سیہی موقع پا کر حملہ کرتا ہے اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اس سے عاجز آ جاتا ہے۔ گرنہ۔ انسانی بری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر برے لوگ غالب آ جاتے ہیں۔

Marfat.com

زاں عوانِ[1] مقتضی کہ شہوت ست
اس تقاضا کرنے والے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے

دل اسیرِ حرص و آز و آفت ست
دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سِرشدی دزد و تباہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا

تا عواناں را بقہر تست راہ
یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

در خبر بشنو تو ایں پندِ نکو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے

بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدَا عَدُو
(کہ) تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز
اس دشمن کی شان و شوکت (کی باتیں) نہ سن، بھاگ جا

کو چو ابلیس ست و لجّ و ستیز
کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر

آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[2] گر مرگ را آساں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے

او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کُہ کند
جادو کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے

باز کوہے را چو کاہے می تند
پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن
فریب سے بُرائیوں کو بھلا کر دیتا ہے

نغزہا را زشت گرداند بظن
بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

آدمی[3] را خر نماید ساعتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے

آدمی سازد خرے را ز آیتے
فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

کارِ سحر اینست کُو دم میزند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے

ہر نفس قلبِ حقائق می کند
ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست سِرّ
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے

اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْرًا مُّسْتَمِرّ
بے شک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

زاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جس کو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو برائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب ہی بیرونی سپاہیوں کو اس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ در خبر۔ حدیث شریف میں ہے تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق۔ نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں ان کی شان و شوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

[2] چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لیے اس کی ابدی موت کو آسان کر دے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سیکڑوں کام کر جاتا ہے۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو برائی اور برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔

[3] آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کر دیتا ہے۔ کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اینچنیں۔ نفسِ امارہ وسوسے ڈال ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔

Marfat.com

اندراں[1] عالم کہ ہست ایں سحر ہا ساحراں ہستند جادوئے کشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں (وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر (بھی) ہیں

اندراں صحرا کہ رست ایں زہرِ تر نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

گویدت تریاق از من جو سپر کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست ویرانیؐ تو گفت من سحرست و دفعِ سحرِ اُو
اس کی گفتگو جادو ہے، اور تیری تباہی ہے میری باتیں جادو ہیں، اور اس کے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ اِنَّ فِی الْبَیَان سِحْرًا حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبر ﷺ نے فرمایا بے شک بیان میں جادو ہے، اس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک[2] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے (اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز نوش کن تریاق مُرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن سوئے گنجِ پیر[3] کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے کامل شیخ کے حوالے کی طرف سوراخ کر لے

بس درازست ایں سوئے آغاز راں جانبِ مہمان و مسجد باز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کی طرف چل مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کن باز تا مسجد بیا قصۂ مہماں بگو و آں ماجرا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

مکرر کردنِ عاذلاں پند را براں مہمانِ مسجد مہماں کش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت گروں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکن جلدی برو اے بو الکرم مسجد و مارا مکن زیں متہم
خبردار! اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

---

[1] اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرلے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرمادیا ہے۔ گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[2] لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کردیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔

[3] گنج پیر۔ یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرلے۔ جلدی۔ بہادری۔

گر بگوید[1] دشمنے از دشمنی
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہہ دے گا

آتشے در ما زند فردا دَنی
تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتاسانید او را ظالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے

بر بہانہ مسجد او بد سالمے
مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے

چونکہ بدنام ست مسجد او جہد
چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں
اے جفا کش! ہم پر تہمت نہ رکھ

کہ نہ ایم ایمن ز مکرِ دشمناں
کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکن سودا مپز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا

کہ نتاں پیمود گردوں را بگز
کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو[2] بسیاراں بلافیدہ ز بخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ وری کی شیخی ماری ہے

ریشِ خود بر کندیک یک لخت لخت
ہر ایک نے اپنی ڈاڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں بہ و کوتاہ کن ایں قیل و قال
خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر

خویش و مارا در میفگن در وبال
اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہمان ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارسِ
کشت بہ بانگ دف از کشت آں اشترے راکہ کوسِ
محمودی بر پشتِ او زدندے

مہمان کا ان کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی
ڈھول کی آواز سے اس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پشت پر
(رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں ازاں دیواں نیم
اُس نے کہا اے دوستو! میں ان بھوتوں میں سے نہیں ہوں

کہ ز لاحولے ضعیف آید پیم[3]
کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

کودکے کو حارسِ کشتے بدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا

طبلکے در دفعِ مُرغاں می زدے
پرندوں کو اڑانے کے لیے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت
حتیٰ کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے

کشت از مرغانِ بد بیخوف گشت
کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

---

[1] بگوید۔ یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دَنی۔ کمینہ۔ بتاسانید۔ تاسانیدن، گلا گھونٹنا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغل خور کا مقولہ ہے۔ کہ نتاں۔ جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔

[2] چوں تو۔ نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔ قیل و قال۔ بحث و مباحثہ۔ حارس۔ نگہبان، رکھوالا۔ کوسِ محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔

[3] پیم۔ پائے ام۔ کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل، ڈفلی۔

Marfat.com

چونکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم — بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم

جب شاہ سلطان محمود کریم — گزرا، وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

باسپاہے ہمچو استارہ اثیر[1] — انبہ و فیروز صفدر ملک گیر

ایسے لشکر کے ساتھ جو آسمان کے ستاروں کی طرح تھا — گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنے والا ملک کو فتح کرنے والا

اشترے بُد کو بُدے حمّال کوس — بختی بد پیشرو و ہمچوں خروس

ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا — آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بَر وَے روز و شب — می زدند اندر رجوع و در طلب

رات دن نقارہ، اور ڈھول اس پر — بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر — کودک آں طبلک بزد در حفظ بُر

وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا — گیہوں کی حفاظت کے لیے بچہ نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او — بختیِ طبل ست و با آنست خو

ایک عقل مند نے اس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ — نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اس کی عادت ہے

پیشِ او چہ بود تبوراکِ تو طفل — کہ کشد او طبلِ سلطاں بیست کفل[2]

اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے؟ — کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اٹھاتا ہے

عاشقم من کشتۂ قربانِ لا — جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا

میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں — میری جان یہ اسپ کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

خود تبوراک ست ایں تہدید ہا — پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا

یہ ڈراوے ڈفلی ہیں — اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم — کز خیالاتے دریں رہ بیستم

اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں — کہ خیالات کی وجہ سے اس راستہ سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر — بل چو اسماعیل آزادم ز سر

میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں — بلکہ (حضرت) اسماعیل علیہ السلام کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

فارغم از طمطراق[3] و از ریا — قُل تعالَوا گفت جانم را بیا

میں شان و شوکت، اور دکھاوے سے خالی ہوں — اس نے "قل تعالوا" میری جان کے لیے کہا ہے کہ آ جا

---

[1] اشیر۔ اجرام فلکیہ، آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بختی۔ اس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمال۔ اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بزد۔ گیہوں۔ عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھگانے کے لیے ڈفلی کا بجانا بیکار ہے، یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اس کی عادت ہے۔ تبوراک۔ کھٹکنا جو باغ میں چڑیوں کو اڑانے کے لیے باندھا جاتا ہے، ڈفلی۔

[2] کفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا۔ یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقارخانہ۔ خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں۔ یعنی وہ عاشقانِ خدا جو راہِ خدا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح جان دے دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔

[3] طمطراق۔ شان و شوکت۔ قل تعالوا۔ آپ کہہ دیجئے آ جاؤ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آ جاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لیے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لیے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لیے ہے کہ تو آ جا۔

Marfat.com

گفت پیغمبرؐ کہ جادؐ فی السّلف — بالعطیۃ من تیقّن بالخلف
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ[2] بیند مر عطا را صد عوض — زود در بازد عطارا زیں غرض
اجر میں سو بدلے دیکھتا ہے — اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ در بازار زاں گشتند بند — تا چو سود افتاد مال خود دہند
تمام لوگ بازار میں اسی لیے پھنسے ہیں — تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دے دیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر — تاکہ سود آید ببذل آید مصر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لیے منتظر بیٹھا ہے — خرچ کر دینے پر مصر ہے، تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالۂ در ربح بیش — سرد گردد عشقش از کالائے خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے — اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید — کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لیے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا — اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہم چنیں[3] علم و ہنر ہائے و حرف — چوں ندید افزوں ازانہا در شرف
یہی حال علم، اور ہنروں اور پیشوں کا ہے — جبکہ اس نے فضیلت میں انسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز — چوں بہ آمد نامِ جاں شد چیز لیز
جب تک جان سے زیادہ پیارے نہ ہوں جان پیاری ہوتی ہے — جب وہ بہتر ہوں، جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبت مردہ بود جاں طفل را — تانگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے — جب تک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بن جائے

ایں تصور ویں تخیل لعبت ست — تا تو طفلی پس بدانت حاجت ست
یہ تصور، اور یہ تخیل گڑیا ہے — جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال — فارغ از حس ست و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی — حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

[1] جاد۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلا آخرت میں عطا فرمائے گا۔ یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَنْ تَيَقَّنَ بِالْخَلَفِ یعنی "قرض دینے میں اس شخص نے جود و کرم کیا جس نے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔"

[2] ہر کہ۔ جس شخص کو اجر اخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔ جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کی خاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنے کا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا۔ گرم۔ اپنا مال جمع کرنے میں اس وقت سرگرم ہے جب تک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے۔

[3] ہم چنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر ان کو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے یعنی ہیچ۔ لعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ تانگشت۔ یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بے خبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جب تک ہے پیاری ہے جب تک وصال حاصل نہیں ہے وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

Marfat.com

نیست[1] محرم تا بگویم بے نفاق
محرم نہیں ہے، تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں

تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزانِ فنا
مال اور جسم برف ہیں، جو فنا سے پگھل رہے ہیں

حق خریدارش کہ اَللّٰہُ اشْتَرٰی
اللہ (تعالیٰ) ان کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت
تیرے لیے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے

کہ توئی در شک یقینے عیستت
کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں عجب ظنے ست در تو اے مہیں
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے

کہ نمی پَرّد بہ بستانِ یقیں
جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر
اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے

می زند اندر تزاید بال و پر
جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد[2] در علم پس برپا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے

مر یقیں را علمِ او پویا شود
اس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں

علم کمتر از یقین و فوقِ ظن
علم، یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں
سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے

واں یقیں جویائے دیدست و عیاں
اور یقین دید، اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر اَلْہٰکُم[3] بجو ایں را کنوں
(سورۃ) اَلْہٰکُمْ میں اس کو تلاش کر لے

از پس کَلَّا پس لَوْ تَعْلَمُوْنَ
کَلَّا کے پیچھے، لَوْ تَعْلَمُوْنَ کے پیچھے

---

[1] نیست۔ یہ حقائق محرم رازی کی سمجھ میں آ سکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن۔ یہ پھر اس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ "اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں۔" برفہا۔ یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اس وقت تک پیارا ہے جب تک اس کو ان کی اس قسمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ ویں عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اجر اخروی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور ان کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

[2] چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداء کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مفتتن۔ آزمودہ۔ ظن۔ کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً کی ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے۔ علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو، یقین اس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ رہے عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔

[3] اندر الہٰکم۔ سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ "تم ضرور جان لو گے اگر تم یقینی طور پر جان لو گے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لو گے پھر تم عین الیقین سے اس کو دیکھ لو گے۔" اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پس کَلَّا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پس لَوْ تَعْلَمُوْنَ۔ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ۔

Marfat.com

می کشد دانش بہ بینش اے علیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے

گر یقیں بودے بدیدندے جحیم
اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے

آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
جس طرح ظن سے، خیال پیدا ہوتا ہے

اندر اَلْھٰکُمْ بیانِ ایں ببیں
(سورۂ) الہاکم میں اس کا بیان دیکھ لے

کہ شود[1] عِلْمُ الْیَقِیْنِ عَیْنُ الْیَقِیْن
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں و از یقیں بالا ترم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں

وز ملامت بر نمیگردد سرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے او
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

چشم روشن گشتم و بینائے او
میں روشن چشم، اور اسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ روم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دھند چلتا ہوں

آنچہ گل را گفت حق خنداں اش کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا

با دلِ من گفت صد چنداں اش کرد
میرے دل سے کہا، اور اس کو سو گنا کر دیا

انچہ زد بر سرو[2] و قدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اُس کا قد سیدھا کر دیا

و انچہ از وے نرگس و نسریں بخورد
اور وہ جو اُس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

اُنچہ نے راکرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل
اور جس سے خاکی نے چگل کا نقش قدم حاصل کر لیا

انچہ ابرو را چناں طرار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا

چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

مرزباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے

وانکہ کاں را داد زرِ جعفری[3]
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّادخانہ باز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

غمزہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

بردلم زد تیر و سودائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اس کو مجنون بنا دیا

عاشقِ شکرو شکر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

---

[1] کہ شود۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ بالاترم۔ یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی شبہ و شک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ چوں دہانم۔ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پا نہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک و شبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیر اندازی مشہور تھی۔ طرار۔ تیز زبان، گرہ کٹ۔

[3] زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرادخانہ۔ اسلحہ خانہ۔ بردلم۔ جبکہ اس قدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اس کا عاشق ہوں۔

Marfat.com

عاشق آنم کہ ہر آن[1] آنِ اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اس کی ملکیت ہے
عقل و جان جاندارِ یک مرجانِ اوست
عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں، اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح
نیست در آتش کشی ام اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

چوں بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے
چوں نباشم سخت رُو پشتِ من اوست
میں تگڑا کیوں نہ بنوں، جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہے

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو
سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم
وہ ہیکڑ ہو گا، اس کو نہ ڈر ہو گا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتابِ بیحذر
نڈر سورج کے چہرے کی طرح
گشت رُویش خصم سوز و پردہ در
اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ داری کرنے والا ہوتا ہے

ہر پیمبر[2] سخت رُو بُد در جہاں
انبیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے
یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں
اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رو نگردانید از ترس و غمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے
یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُوو چشم شوخ
پتھر سخت رو، اور نڈر ہوتا ہے
او نترسد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہان سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے سے مجسم رہتا ہے
سنگ از صنعِ خدائی سخت شد
پتھر، خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں[3] گر بروں اند از حساب
بکریاں، اگرچہ شمار سے باہر ہوں
زانبہے شاں کے بترسد آن قصاب
قصائی، ان کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

کُلُّکُمْ رَاعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب ریوڑ ہو، نبی گلہ بان کی طرح ہے
خلق مانند رمہ او ساعی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ (ان کی بھلائی کے لیے) کوشاں ہے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریا ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے
لیک شاں حافظ بود از گرم و سرد
ہاں وہ اچھے بُرے سے ان کا نگہبان ہوتا ہے

---

[1] کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان و عقل اس کے ہونٹ کا عطیہ ہے۔ مرجان۔ مونگا یہاں لب معشوق مراد ہے۔ ور بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔ چوں بدزدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔

[2] ہر پیمبر۔ انبیا کو چونکہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لیے وہ نڈر ہوتے ہیں شاہوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیا پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

[3] گوسفنداں۔ مخالفین بکریاں ہیں اور انبیا بمنزلہ قصاب کے۔ کُلُّکُمْ۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ یہی حال ہر ذمہ دار کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی ان سے خوف نہیں کھاتا ہے۔

Marfat.com

گر زند[1] بانگے ز قہرِ او بر رمہ / واں ز مہرست آنکہ دارد بر ہمہ

اگر وہ غصہ سے ریوڑ پر چیختا ہے / وہ اس محبت کی وجہ سے ہے، جو اس کی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو / گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو

نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے / اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم / تا کت از چشمِ بداں پنہاں کنم

میں تجھے غمگین اور رونے والا اس لیے بناتی ہوں / تاکہ تجھے بروں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دوں

تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو / تا بگردد چشمِ بد از روئے تو

غموں کی وجہ سے میں تجھے بدمزاج بناتی ہوں / تاکہ نظر بد کو تیرے چہرے سے واپس کر دوں

نے تو صیادی نہ جویائے منی / بندۂ و افگندۂ رائے منی

کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے، / تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی / در فراق و جستنِ من بیکسی

تو تدبیر سوچتا ہے، کہ مجھ تک پہنچے / تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تو / می شنودم دوش آہِ سردِ تو

تیرا درد، میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے / میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

من توانم[2] ہم کہ بے ایں انتظار / رہ دہم بنمایمت راہِ گذار

میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے / راستہ دے دوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں

تا ازیں گرداب دوراں وارہی / بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی

تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے / میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھ دے

لیک شیرینی و لذاتِ مقر / ہست بر اندازۂ رنجِ سفر

لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں / سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہر چہ[3] آساں یافتی آساں دہی / دردِ مشکل یاب را بر جاں نہی

تو جو آسانی سے پاتا ہے، آسانی سے دے دیتا ہے / مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنکہ از شہر و زخویشاں بر خوری / کز غریبی رنج و محنتہا بری

اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائے گا / جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھائے گا

---

1. گر زند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تا کت۔ تا کہ ترا۔ نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے۔ حیلہ۔ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لیے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔
2. من توانم۔ میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کر دوں۔ لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لیے ہیں، سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔
3. ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنکہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔

Marfat.com

وز بلاہا[1] رو مگرداں اے جواں　　بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں

اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ　　یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

تمثیل گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبریِ او در بلا باضطراب
و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن
تا بیروں جہد و منع کردن کد بانو او را

مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے
اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے
کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اس کو روکنے کے ساتھ

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں　　می جہد بالا چو شد ز آتش زبوں

چنے کو دیکھ کہ وہ دیگ میں کیسا　　اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آ جاتا ہے

ہر زمانے می برآید وقتِ جوش　　بر سرِ دیگ و بر آرد صد خروش

جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے　　دیگ پر، اور سیکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در میزنی　　چوں خریدی چوں نگونم میکنی

کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟　　جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے

می زند کفلیز[2] کد بانو کہ نے　　خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے

بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں　　خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی　　بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی

میں تجھے اس لیے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے　　بلکہ (اس لیے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں　　بہرِ خواری نیستت ایں امتحاں

تا کہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے　　یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لیے نہیں ہے

آب[3] می خوردی بہ بستاں سبز و تر　　بہرِ ایں آتش بدست آں آبخور

تو سبز و ترو کر باغ میں پانی پیتا تھا　　وہ پانی پینا اسی آگ کے لیے تھا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں　　تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں

اس کی رحمت، قہر سے اس لیے پہلے ہے　　تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

---

1. وز بلاہا۔ یعنی وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کرے گا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔ تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اور مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالک۔ زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھدبد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبانِ حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔
2. کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لیے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لیے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بن کر انسان کی جان بن جائے۔
3. آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لیے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیث قدسی ہے "رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے" تو رحمت غضب سے اسی لیے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بن جائے۔

Marfat.com

رحمتش بر قہر زاں سابق شدست　　تا کہ[1] سرمایہ وجود آید بدست

اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لیے پہلے ہے　　تا کہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست　　چوں نروید چہ گدازد عشق دوست

کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے　　جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو لائے گا؟

زاں تقاضا گر بیاید قہرہا　　تا کنی ایثار آں سرمایہ را

اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں　　تا کہ تو اس سرمایہ کو قرباں کر دے

باز لطف آید برائے عذرِ اُو　　کہ بکردی غسل و برجستی ز جو

پھر اس کی عذر خواہی کے لیے مہربانی آتی ہے　　کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

با نخود گوید چریدی در بہار　　رنج، مہمانِ تو شد نیکوش دار

وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے　　رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

تا کہ[2] مہماں باز گردد شکر ساز　　پیشِ شہ گوید ز ایثارِ تو باز

تا کہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے　　بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

تا بجائے نعمت منعم رسد　　جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

تا کہ تیرے پاس نعمت کے بجائے نعمت دینے والا آ جائے　　(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک　　سر بنہ اِنّی اَرانی اَذبحک

میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے، چھری کے سامنے　　یہ کہہ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار　　تا ببرم حلقت اسمٰعیل وار

اطمینان قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے　　تا کہ اسماعیل علیہ السلام کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر ببرم[3] لیک ایں سر آں سریست　　کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

میں سر کاٹ رہی ہوں، لیکن یہ سر وہ سر ہے　　جو کٹنے، اور مرنے سے بری ہے

لیک مقصودم ازاں تعلیمِ تست　　اے مسلماں بایدت تسلیم جست

لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے　　اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

---

[1] تا کہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گلائے گا۔ زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذر خواہی کرتی ہے اور اس کو قرب وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے کہتی ہے کہ تو نے رحمت خداوندی سے فیض حاصل کیا ہے تو رنج بھی بخوشی برداشت کر۔

[2] تا کہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کے ساتھ ایثار و قربانی کی جائے گی تو وہ شاہ کے دربار میں جا کر تعریف کرے گا۔ تا بجائے۔ رنج پر شکر گذاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہو گا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا بچہ ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کی تھی۔ انّی۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "اے اسماعیل میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔" اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجیے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

[3] سر ببرم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر فنا ہے اور درحقیقت بقا ہے۔ لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے با ایں ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے تسلیم و رضا کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائے گا پھر بقا باللہ حاصل ہو گا۔

Marfat.com

اے نخود می جوش اندر ابتلا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا
تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندران[1] بستاں اگر خندیدۂ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے
تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ
(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر جدا از باغِ آب و گل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے
لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے، اور زندوں کے اندر آ گیا ہے

شو غذا و قوتِ اندیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا
شیر بودی شیر شو در بیشہا
تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رُستۂ واللہ نخست
خدا کی قسم، تو پہلے اسکی صفات کے ذریعہ سے اُگا ہے
در صفاتش باز رو چالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

ز ابر[2] و خورشید وز گردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے
پس شدی اوصاف و گردوں بر شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان سے بالا ہو گیا

آمدی در صورتِ باراں و تاب
تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا
می روی اندر صفاتِ مستطاب
(اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و ابر و انجم بادی
تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا
نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی
روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شد از مرگِ نبات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے
راست آمد اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کر دو"

چوں چنیں بُردیست[3] مارا بعد مات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے
راست آمد اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَات
سچ ثابت ہوا، "بے شک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ صدق شد قوتِ ملک
سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا
تابدیں معراج شد سوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

---

[1] اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لیے خوش کن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ غذا بن جانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گل ہو جائے گا۔ گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جزو حیوان بن گیا ہے۔ شو۔ اب غذاء انسانی بن کر انسانی افکار کی غذا بن جا۔ شو غذا۔ چنا پک کر انسانی افکار کی غذا بن جاتا ہے انسانی جزو ہو جانے کی وجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ درجہ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش۔ چنا انسان کی صفات کی پیداوار تھا غذا بن جانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔

[2] ز ابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان تینوں چیزوں کے اثرات ہیں۔ صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستی حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کر لیتا ہے لہٰذا نباتات کی موت ان کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقْتُلُوْنِیْ۔ یہ منصور حلاج کا قول ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ اے یارو مجھے قتل کر دو کہ میرے قتل ہونے ہی میں میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا ان کا قول سچ ثابت ہوا۔

[3] بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہِ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زچ ہو جائے۔ یہ پوری ہار ہے۔ راست آمد۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہو گیا کہ قتل میں زندگی مضمر ہے۔ فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بن کر بلندی حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

آنچناں[1] کاں طعمہ شد قوتِ بشر — از جمادی بر شد و شد جانور

اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا — جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہنا ورے — گفتہ آید در مقامِ دیگرے

اس بات کا مفصل بیان — دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم ز گردوں می رسد — تا تجارت میکند، وَا می رود

قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے — تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس بُرو شیریں و خوش با اختیار — نے بتلخی و کراہت دُزدوار

پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا — نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[2] حدیثِ تلخ میگویم تُرا — تا ز تلخیہا فروشویم ترا

میں تجھے کڑوی بات اس لیے کہتی ہوں — تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

ز آبِ سَرد انگورِ افسردہ زہد — سردی و افسردگی بیروں نہد

ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے — (پھر) سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی — پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی

تو چونکہ کڑواہٹ سے پر خون دل والا بنتا ہے — پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائے گا

ہرکہ[3] او اندر بلا صابر نشد — مقبل ایں در کہ فاخر نشد

جو مصیبت میں صابر نہ بنا — اس قابل فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بتو ریزند خل — آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل

اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے — اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہو گا

سگ شکاری نیست او را طوق نیست — خام و نا جوشیدہ جز بے ذوق نیست

جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے، وہ شکاری کتا نہیں ہے — کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مومن چوں او بر سِرِّ بلا واقف شود

مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود گفت از چنیں ست اے ستی — خوش بجوشم یاریم دِہ، راستی

اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے — مجھے خوب جوش دے، میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

---

[1] آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بن کر بلندی حاصل کر لیتی ہیں۔ ایں سخن۔ یعنی یہ کہ روح ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کر لیتی ہے۔
کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالم بالا سے دنیا میں کاروبار کے لیے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالم بالا ہے۔
پس۔ جب دنیا سے جاتا ہی ہے تو خوشی سے سرخرو ہو کر جا۔

[2] زاں۔ بی بی نے چنے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اس لیے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ ز آب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اس کو دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آ جاتا ہے اور اس کی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے لیے تلخ باتیں تیری تلخیاں دور کر دیں گی۔

[3] ہرکہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے۔ انسان مصائب کے ذریعے پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔ آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔

Marfat.com

تو دریں[1] جوشش چو معمارِ منی — کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی

(چونکہ) تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندوستان و باغ

میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ لگا — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

تا کہ خود را در دہم در جوشِ من — تا رہے یابم دریں آغوشِ من

تاکہ میں اپنے جوش کھانے، میں خودی کو دے دوں — تاکہ میں اس آغوش میں راستہ پا لوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود — ہمچو پیلِ خواب بیں باغی شود

کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بن جاتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بن جاتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را — پیلباں را نشنود آرد دغا

جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے — فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغا بازی کرتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جوش داشتنِ کدبانو نخود را

بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی[2] گوید ورا کہ پیش ازیں — من چو تو بودم ز اجزائے زمیں

وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزا میں سے تھی

چوں بپوشیدم جہازِ آذری — پس پذیرا گشتم و اندر خوری

جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن — مدتے دیگر درونِ دیگِ تن

ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے — پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں[3] دو جوشش قوتِ حسہا شدم — روح گشتم پس ترا اُستا شدم

ان دو جوشوں سے میں حسوں کی طاقت بنی ہوں — میں روح بن گئی ہوں، پھر میں تیری استاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می روی — تا شوی علم و صفاتِ معنوی

میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے منتقل ہو رہی ہے — تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر — جوش دیگر کن ز حیوانی گزر

جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ — دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

---

[1] تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے۔ تیری ایذا رسانی اب میرے لیے راحت کا سبب ہے۔ ہم چو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر آنکس اس کو راہ راست پر لاتا ہے۔ تاکہ۔ یعنی ان مصائب اور مجاہدوں کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہ یاب ہو جاؤں۔

[2] آں ستی۔ اس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اجزا سے بنی ہوں۔ چوں۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کیے تب کچھ بنی ہوں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کیے ہیں۔

[3] زیں۔ ان مصائب کے بعد میرے حواسِ باطنی بیدار ہوئے ہیں اور میں صاحب روح بن کر تیری استاد بنی ہوں۔ در جمادی۔ یعنی جب میں جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لیے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی۔ یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح بن گئی ہوں تو روحِ حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

از خدا می خواہ تا زیں نکتہا | در نہ لغزی و رسی در منتہا
خدا سے دعا کر، تا کہ ان نکتوں سے | لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند | زاں رسن قومے دروں چہ شدند
اس لیے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں | اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جرمے اے عنود | چوں ترا سودائے سر بالا نبود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے | جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں | کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں
اس بے خود عاشق کی جانب چل | کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا!

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجدِ مہمان کش و ثبات و صدقِ عزمِ او

اس جان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ، اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ (کا قصہ)

آں غریبے شہرِ سرِ بالا طلب | گفت می خسپم دریں مسجد بشب
اس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے | کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا! گر کربلائے من شوی | کعبۂ حاجت روائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی | تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار | تا رسن بازی منم منصور وار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے | تا کہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل | می نخواہد غوث در آتش خلیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل علیہ السلام ہو | (تو) آگ میں خلیل (اللہ علیہ السلام) مدد نہیں چاہتا ہے

جبرئیلا رو کہ من افروختہ | بہترم چوں عود و عنبر سوختہ
اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا | بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی | چوں برادر پاسداری میکنی
اے جبرئیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے | (اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چابکم | من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں | میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ۔ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رسن۔ اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ ان کی کور باطنی کا قصور ہے۔

آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم آخرت کا طالب تھا۔ کربلا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔ حاجت روا۔ چونکہ اس کا اصل مقصد فنافی الذات تھا۔ منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔

گر شدید۔ ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی ہو۔ چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا۔ جبرئیل سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیل سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنے والے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔

Marfat.com

تو ز قرآں[1] اے پسر ظاہر میں
اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ

دیو آدمؑ را نہ بیند جز کہ طیں
شیطان نے آدم علیہ السلام کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہر قرآں چو شخصِ آدمی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے

کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
کہ اس کے نقش ظاہر ہیں اور اس کی روح پوشیدہ ہے

مرد را صد سال عمّ و خالِ او
سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں

یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او
اس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام بکوہہا و غارہا جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

اس کا بیان کہ انبیا اور اولیا علیہم السلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کے لیے ہے، اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے بقدر امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت، اور راہنمائی، اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہے

آنکہ گویند اولیاء در کہُ بوند
لوگ یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں

تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند
تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فرازِ صد کہ[3] اند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں

گام خود بر چرخِ ہفتم می نہند
اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہُ جو بود
تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو تلاش کرے

کو ز صد دریا و کہُ آں سو بود
وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے ادھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کہُ گریخت
اس کو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت
جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے پھیرے نے سیکڑوں نعل توڑے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں
آسمان گھوما اور اس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا

تعزیت جامہ بپوشید آں زماں
اس وقت اس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

[1] تو ز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن ان تہ بتہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہر قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور ان میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیا اپنے آپ کو چھپانے کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لیے نہیں ہے۔ ان کے اوصاف تو بہر حال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم دینے کے لیے ہے۔ کہ۔ کوہ، پہاڑ۔

[3] فراز صد کہ۔ یعنی اولیا عوام میں رہتے ہوئے بھی ان سے سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں ان کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ ان میں اور عوام میں سیکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دوری ہے تو ان کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پیش۔ ان کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیا کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر بظاہر[1] آں پَری پنہاں بود
اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے

آدمی پنہاں تر از پَریاں بود
آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزد عاقل زاں پَری کہ مضمرست
عقلمند کے نزدیک اس پری سے جو پوشیدہ ہو

آدمی صد بار خود پنہاں ترست
آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے

چوں بود آدمؑ کہ در غیب او صفی ست
تو ان آدم علیہ السلام کا کیا حال ہوگا جو (عالم) غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہ صورتِ اولیاء و صورتِ کلام اولیاء بصورتِ عصائے
اولیا کی صورت اور اولیا کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام و صورتِ فسونِ عیسیٰ علیہ السلام
کے عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰ ست
آدمی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے

آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰ ست
آدمی (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے دم (کرنے) کی طرح ہے

در کفِ حق[2] بہر داد و بہر زین
عطا اور زینت کے لیے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں

قلبِ مومن ہست بَیْنَ الْاَصْبَعِیْن
مومن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ او
اس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اس کے سامنے

کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں ز افسونِ عیسیٰ[3] حرف و صوت
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ

آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت
یہ دیکھ کہ اس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں ز افسونش آں لہجاتِ پست
ان کے دم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ

آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست
یہ دیکھ کہ مردہ کودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مرآں عصا را سہل یافت
تو اس عصا کو آسانی سے حاصل ہونے والا نہ دیکھ

آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت
یہ دیکھ کہ اس نے بحر اخضر کو چیر دیا

---

[1] گر بظاہر۔ پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اس کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جس قدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے اوصاف تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ تشبیہ۔ اولیا اور اولیا کے کلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن ان کے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔

[2] در کف حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَآءُ "یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کی طرح اللہ تعالیٰ کی دونوں انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے" یعنی عصاء موسیٰ اور دم عیسیٰ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں اسی طرح مومن کے دل پر بھی حضرت حق کے خصوصی تصرفات ہیں۔ موت۔

[3] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھونکنے سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ شگافت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

Marfat.com

تو زدُوری[1] دیدۂ چترِ سیاہ	یک قدم باپیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دور سے سیاہ چتر دیکھا ہے	ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ
تو زدوری می نہ بینی جز کہ گرد	اندکے پیش آ ببیں در گرد مَرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے	تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مَرد کو دیکھ
دیدہا را گردِ اُو روشن کند	کوہہا را مردیِ اُو بَر کند
اس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے	اس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے
چوں بر آمد موسیٰؑ از اقصائے دشت	کوہِ طور از مقدمش رقاص گشت
جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے	ان کی تشریف آوری سے کوہِ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہٖ تعالیٰ یَا جِبَالُ[2] اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرُ

اللہ تعالیٰ کے قول، اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داوٗدؑ از فرِّاش تاباں شدہ	کوہہا اندر پئیش نالاں شدہ
(حضرت) داوٗد علیہ السلام کا چہرہ اس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا	پہاڑ ان کے پیچھے روئے
کوہ با داوٗدؑ گشتہ ہمرہے	ہر دو مُطرب مست در عشقِ شہے
پہاڑ (حضرت) داوٗد علیہ السلام کے ساتھی بنے	دونوں گانے والے، شاہ کے عشق میں مست تھے
یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ امر آمدہ	ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا	دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے
گفت داوٗدؑ! تو ہجرت دیدۂ	بہر من از ہمدماں ببریدۂ
(اللہ نے) فرمایا اے داوٗد علیہ السلام! تو نے ہجر دیکھا ہے	میرے لیے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے
اے غریبِ فرد بے مونس شدہ	آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے	تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے
مطرباں خواہی و قوّال و ندیم	کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
تو گویے، اور قوال، اور ہم مجلس چاہتا ہے	وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے
تا کہ قوالی و سرنائی کنند	جملہ پیشت باد پیمائی کنند
تاکہ وہ (تیرے لیے) قوالی اور شہنائی بجائیں	سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

[1] توزدوری۔ تو نے دور سے صرف کالا چتر دیکھا ہے، اندر گھس کر دیکھ کہ کس قدر لشکر موجود ہے۔ گرد۔ تو نے دور سے صرف گرد دیکھی ہے قریب جاؤ تو اس میں مرد کو دیکھے گا یعنی تیری نظر صرف اوصاف ظاہری پر ہے باطنی اوصاف کو دیکھ۔ دیدہا۔ ان کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ ان کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے اور ان کی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم سے کوہ طور رقص کرنے لگا۔

[2] یاجبال۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں پہاڑوں اور سمندروں کو حکم ہوا تھا کہ وہ ان کے ہم نغمہ بنیں۔ ہر دو۔ حضرت داوٗد علیہ السلام اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔

[3] گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جدا ہے۔ مطرباں۔ فراق کا غم فرو کرنے کے لیے محفل اور قوالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کیے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ باد پیمائی۔ چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کے بجانے کو باد پیمائی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

تابدانی[1] نالہ چوں کہ را رواست
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے

بے لب و دنداں ولی را نالہاست
تو ولی کے نالے، بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد
اس صاف جسم کے اجزا کا نغمہ

ہر شبے در گوشِ حِسّش میرسد
ہر رات کو اس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند او بشنود
ہمنشین نہیں سنتے، وہ سنتا ہے

اے خنک جاں کو بغیبش بگرود
وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اس کی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

بنگرد[2] در نفس خود صد گفتگو
وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے

ہمنشین او تیرہ ہیچ بو
(اور) اس کے ہمنشین کو کچھ پتا نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت
تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب

میرسد از لامکاں تا منزلت
لا مکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا
تو سنتا ہے، اور ان کانوں سے نہیں سنتا

گر بنزدیکِ تو آرد گوش را
اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی
اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اس کو نہیں سنتا ہے

چوں مثالش دیدۂ چوں نگروی
جب تو نے اس کی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جوابِ طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو[3] میکنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے

طعنِ قرآں را بروں شو می کنی
قرآن پر طعنہ کے لیے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیرست کز وے جانبری
یہ وہ شیر نہیں ہے، جس سے تو جان بچا سکے

یا ز پنجۂ قہرِ او ایمان بری
یا اس کے غضب کے پنجہ سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا
قیامت تک کے لیے قرآن آواز دے رہا ہے

اے گروہِ جہل را گشتہ فدا
اے نادانی پر فدا، گروہ!

مرمرا افسانہ می پنداشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا

تخم طعن و کافری می کاشتید
طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

---

[1] تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیا کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیا کے دل کے نالوں کو ان کے کان سنتے ہیں تم نہیں سن سکتے لیکن ان کی اس کیفیت پر یقین کرنا تمہاری سعادت ہے۔

[2] بنگرد۔ اولیا کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالم غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسی کانوں سے نہیں سنا جا سکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو ان کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو ان کو ان کا معتقد ہو جانا چاہیے۔

[3] عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعن قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبان پہلوی قرآن ہے اس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اس لیے بچاؤ کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کیے جائیں۔ بروں شو۔ مخلص، گریزگاہ۔ ایں۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریح کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہوں گے اور ان کا وجود خود افسانہ بن کر رہ جائے گا۔

Marfat.com

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید — کہ شما فانی و افسانہ شدید

تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا — کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[1] کلامِ حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات

میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں — روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شما — لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میں سورج کا نور ہوں، جو تم پر پڑ رہا ہے — لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات — تا رہانم عاشقاں را زیں ممات

میں، اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں — تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دے دوں

گر چناں گند، آزتاں ننگیختے — جرعۂ بر گورِتاں حق ریختے

اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی — اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے[2] بگیرم گفت وپندِ آں حکیم — دل نگردانم بہر طعنِ سقیم

نہیں، میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدنِ کرۂ اسپ از خوردنِ آب بسبب شخولیدنِ سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑکنے کی مثال دینا

آنکہ فرمودست او اندر خطاب — کرہ[3] و مادر ہمی خوردند آب

جو گفتگو میں انہوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہرِ اسپاں کہ ہلا زیں آب خور

وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لیے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکرہ می رسید — سر ہمیبرداشت وز خود می رمید

وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — (وہ) سر اٹھا لیتا تھا، اور خودبخود بھاگتا تھا

مادرش پرسید کاے کرہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں استقا

ان کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

---

[1] من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا چشمہ ہے جو اس سے سیراب ہو جائے گا اس کو ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ گر چناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو ان کی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔

[2] نے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دوں گا۔ حق۔ بچھیرے کو اس کی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں۔ یعنی حکیم سنائی غزنوی۔

[3] کرہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن۔ سیٹی بجانا۔ بہرِ اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں۔ یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقا۔ سیرابی حاصل کرنا۔

Marfat.com

گفت کرہ می شخولند ایں گروہ
بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں
ز اتفاقِ بانگ شاں دارم شکوہ
مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود
تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے
ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد
ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں
اس نے کہا جب سے یہ دنیا (بنی) ہے
کار افزایاں[1] بدند اندر زمیں
فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند
اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر
زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند
عنقریب وہ خود اپنی ڈاڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ
وقت تنگ ہے، اور پانی تیزی سے جا رہا ہے
پیش ازاں کز ہجر گروی شاخ شاخ
اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

شہرہ کاریزے ست پُر آبِ حیات
آب حیات سے بھری مشہور نہر ہے
آب کش تا بر دہد از تو نبات
پانی ڈال، تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضر[2] از جوئے نطقِ اولیاء
اولیا کی گفتگو کی نہر سے، خضر علیہ السلام والا پانی
می خورم اے تشنۂ غافل بیا
ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آ جا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا، تدبیر کے ساتھ
سوئے جو آور سبو در جوئے زن
ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست
جب تو نے سن لیا، کہ اس نہر میں پانی ہے
کور را تقلید باید کار بست
اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیے

جو فرو بر مشک آب اندیش را
پانی میں شک کرنے والی مشک کو نہر میں ڈبو دے
تا گراں بینی تو مشکِ خویش را
جب تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مستدل
جب تو بھاری دیکھ لے گا تو صاحب دلیل بن جائے گا
رست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائے گا

گر نہ بیند کور آبِ جو عیاں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے
لیک داند چوں سبو بیند گراں
لیکن سمجھ لیتا ہے جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

---

[1] کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آبِ فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔ کاریز۔ بوزن قالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعہ سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔

[2] آبِ خضر۔ یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کر لے پھر تجھے اس کی بزرگی کا یقین آ جائے گا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اس کو چاہیے کہ اس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آ جائے گا۔

[1] از تقلید۔ پہلے تو اس کا عمل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائے گا۔ گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔

Marfat.com

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت　کایں سبک بود و گراں شد ز آب زفت

کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا　اس لیے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

زانکہ[1] ہر بادے مرا در میربود　باد می نربایدم ثقلم فزود

کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی　(اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا ہے

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا　زانکہ نبودشاں گرانی و قویٰ

بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے　کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیِ بے لنگر آمد مردِ شر　کہ ز بادِ کژنیابد او حذر

شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے　کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں　لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں[2]

عقلمند کے لیے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے　عقل مندوں سے لنگر مانگ لے

او مددہائے خرد چوں در ربود　از خزینہ دُرِّ آں دریائے جود

جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے　اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

زیں چنیں امداد دل پُر فن شود　بجہد از دل چشم ہم روشن شود

اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہو جاتا ہے　دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست　تا چو دل شد دیدۂ تو عاطل ست

کیونکہ نور دل سے ان آنکھوں میں آتا ہے　جب دل ضائع ہو گیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بر انوارِ عقلی برزند　زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد

جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے　وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دے دیتا ہے

پس بداں[3] کابِ مبارک ز آسماں　وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں

پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی　دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کرہ ہم آبِ جو خوریم　سوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم

ہم بھی اس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے　اس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیروِ پیغمبرانی رہ سپر　طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمر

تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر　لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

---

[1] زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اس کو نہیں اڑا سکتی اور وہ بھاری بھر کم بن گیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیض یاب نہیں ہیں ان کی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔ کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کے ساتھ جانے سے روکتا ہے۔

[2] از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل سے وہ لنگر حاصل کر لے۔ از خزینہ۔ یعنی شیخ کا قلب۔ زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسی اور نورِ باطنی کا اصلاً تعلق دل سے ہوتا ہے اس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے۔ اس لیے جب حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

[3] پس بداں۔ تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیے اور معترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیے۔ پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔

Marfat.com

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند — گوش با بانگِ سگاں[1] کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انہوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گو کاں پاکباز و شیر مرد — اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد
پھر بتا اس پاکباز اور شیر مرد کو — اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا، اس نے کیا کیا؟

بقیہ قصۂ مہمان و مسجدِ مہمان کش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنے والی مسجد کے قصے کا بقیہ

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو — مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجو
وہ مسجد میں لیٹ گیا، اس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے؟

خوابِ مرغ و ماہیاں باشد ہے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لیے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آواز با ہولے رسید — کایم آیم برسرت اے مستفید[2]
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر

پنج کرّت ایں چنیں آوازِ سخت — می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
اس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

تفسیر آیہ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا

اس آیت کی تفسیر اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور ان کے ساتھ ساجھا لگا
مالوں میں اور اولاد میں اور ان سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے ان سے شیطان مگر دھوکے کا

تو چو[3] عزمِ دیں کنی با اجتہاد — دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جو تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے — جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی — کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا، سوچ لے — کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائے گا

بینوا گردی زیاراں وابری — خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائے گا — ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا

تو ز بیمِ بانگِ آں دیو لعیں — واگریزی در ضلالت از یقیں
تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے — یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

---

[1] بانگ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔ خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اس کو نیند نہ آئی اس لیے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اڑتے پرندے کی یا تیرتی مچھلی کی۔

[2] مستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔ تفسیر۔ غیبی آواز نے اس مہمان کو صرف ڈرایا اور اس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی۔

[3] تو چو۔ جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائے گا، مفلس کا نہ کوئی دوست رہتا ہے اور نہ کوئی مددگار، پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔ واگریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے۔

Marfat.com

کہ هلا[1] فردا و پس فردا مراست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لیے ہے
راهِ دیں پویم کہ مهلت پیشِ ماست
دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ او از چپ و راست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے
می کشد همسایہ را تا بانگ راست
پڑوس کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزمِ دیں کنی از بیمِ جاں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے
مُردہ سازی خویشتن را یک زماں
تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حِکَم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے
کہ من از خوفے نیارم پائے کم
کہ میں ڈر کی وجہ سے ست رفتار نہ رہوں گا

باز[2] بانگے برزند بر تو زِ مکر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے
کہ بترس و باز گرد از تیغِ فقر
کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آ جا

باز بگریزی ز راهِ روشنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے
آں سلاحِ علم و فن را بفگنی
علم، اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالها او را ببانگے بندۂ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے
در چنیں ظلمت نمد افگندۂ
ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

هیبتِ بانگِ شیاطیں خلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو
بند کردست و گرفتہ حلق را
باندھ دیا ہے اور گلا دبا دیا ہے

تا چناں[3] نومید شد جاں شاں ز نور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے ان کی جان اس طرح ناامید ہو گئی ہے
کہ روانِ کافراں ز اهلِ قبور
جس طرح کہ مردہ کافروں کی جان

ایں شکوهِ بانگ آں ملعوں بود
یہ اس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے
هیبتِ بانگِ خدائی چوں بود
تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

هیبتِ بازست بر کبکِ نجیب
باز کا خوف، شریف چکور کو ہے
مر مگس را نیست زاں هیبت نصیب
اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ نبود باز صیادِ مگس
کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا
عنکبوتاں می مگس گیرند و بس
مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

---

[1] کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کروں گا۔ مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لے کر کہتا ہے کہ اس میں فقر کے خوف سے دین سے منہ نہ موڑوں گا۔

[2] باز۔ شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اس کے دھوکے میں آ کر دین سے منہ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گزار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔ ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاءِ روحانی کھانے دیتی ہے۔

[3] تاچناں۔ ان کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہوگی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اس کے اثرات اس لیے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اس سے مکھی متاثر نہیں ہے۔ زانکہ۔ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

عنکبوتِ[1] دیو بر چوں تو ذباب　کرو فر دارد نہ بر کبک و عقاب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر　دبدبہ رکھتی ہے، نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست　بانگ سلطاں پاسبانِ اولیاست
شیطانوں کی آواز، بدبختوں کی گلہ بان ہے　شاہ کی آواز، اولیا کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور　قطرۂ از بحرِ خوش با بحرِ شور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں　میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدنِ بانگ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات میں جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگ سخت　کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اب اس سخت آواز کا قصہ سن　اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید[2]　تا دُہل ترسد کہ زخم او را رسید
اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے　ڈھول ڈرے، کیونکہ چوٹ اس پر پڑی ہے

اے دُہلہائے تہی بے قلوب　قسمتاں از عید جاں شد زخمِ چوب
اے خالی ڈھولو، بے دلو!　جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

شد قیامت عید و بیدیناں دُہل　ما چو اہل عید خنداں ہمچو گل
قیامت عید ہے، اور بے دین ڈھول ہیں　ہم چونکہ عید والے ہیں، پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنو[3] اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زد　دیگِ دولت با چگونہ می پزد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی　دولت (کے شوربے) کی دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید　گفت چوں ترسد دلم از طبل عید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا　اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے؟

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کزیں　مُرد، جانِ بددلانِ بے یقیں
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے　بے یقین، بد دلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدرؓ وار من　ملک گیرم یا بپرد از بدن
وہ وقت آ گیا ہے کہ میں حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح　ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کر دوں

---

[1] عنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اس لیے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگ سلطاں۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا ان پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے اسی لیے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ" بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے۔" تا نیامیزد۔ یہ امتیاز اسی لیے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہم ممتاز رہیں۔ رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بعد اب اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سنی، اس آواز نے اس کو خوفزدہ نہ کیا۔

[2] طبلِ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کے لیے خوشی کا سبب ہیں۔ دہل۔ ڈھول یعنی اہل دنیا جو نور باطنی سے خالی ہیں۔ عید جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہل دنیا کے لیے تکلیف کا سبب ہے۔ اہل عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔

[3] بشنو۔ اس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اس ولی کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ دیگ دولت با۔ یعنی دیگ دولت شوربا۔ چگونہ۔ یعنی اہل صد کے لیے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ حیدروار یعنی بہادرانہ۔

Marfat.com

بَر جہید و بانگ بر زد کاے کیا[1]
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان!
حاضرم اینک اگر مردی بیا
میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آ جا

در زماں بشکست ز آواز آں طلسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا
زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زَر کہ ترسید آں پسر
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا
تانگرید زر ز پُرّیِ راہِ در
کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کردے

پُر شد آں مسجد ز زر ہر جانگاہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی
مرد حیراں شد ز تقدیرِ اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہو گیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عید[2]
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا
تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید
(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر
دفن کرتا اور سونا نکالتا
با جوال و توبرہ بارِ دگر
تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے
کوریِ و ترسانیِ واپس خزاں
واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لیے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے
در دلِ ہر کورِ دونِ زر پرست
ہر کمینے، زر پرست، اندھے کے دل میں

کودکاں[3] اسفالہا را بشکنند
بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں
نامِ زر بنہند و در دامن کنند
سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نامِ زر
اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا
آں کند در خاطرِ کودک گذر
بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ
کو نگردد کاسد آمد سرمدی
جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زر ازاں زر تاب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے
گوہر و تابندگی و آب یافت
جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

---

[1] کیا۔ پہلوان۔ درزماں۔ ابھی مہمان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زرپاشی شروع ہوگئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اس کو دروازے کا راستہ بند ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا۔

[2] عید۔ اگر تاء سے ہے تو معنی حاضر اور مہیا ہے اور نون سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنی میں ہے۔ جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہر کوری۔ ایں۔ اس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اس سے اہل ظاہر اور دنیادار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا حالانکہ اس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

[3] کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہل دنیا اس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کرو گے تو وہ اس سے ٹھیکرا مراد لیں گے اسی طرح دنیاداروں کے سامنے جب سونے کا ذکر کرو گے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اس سونے سے مراد تجلیاتِ رب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔

Marfat.com

آں زرے کہ دل[1] ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی

وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آ جائے

شمع بود آں مسجد و پروانہ اُو — خویشتن در باخت آں پروانہ خو

وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرّش را و لیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش

اس نے اس کے پر جلائے لیکن اس کو بنا دیا — اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت

وہ نیک بخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا — کہ انہوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں[2] عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود

چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے، (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر

اے بیٹا! جب تو مرد خدا کو دیکھتا ہے — تو اس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی و آں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سوست

تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ، اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰ[3] ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بارے بیا

وہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا درخت ہے، اور پُرنور ہے — نور کہہ اس کو نار نہ کہہ، اب آ جا

نے فظامِ ایں جہاں نارے نمود — سالکاں رفتند آں خود نور بود

کیا اس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا — سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمع دیں بر می شود — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

---

1. دل۔ دل اس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے۔ شمع بود۔ اس مہمان کے لیے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرش۔ ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰ۔ اس مہمان کے لیے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انہیں نظر آئی تھی۔ وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

2. چوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں۔ ان کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا کہ رغبت سے ادھر متوجہ ہوں۔ مرد حق۔ جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے تو اس کو اس میں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو ز خود۔ اس ولی میں اوصاف بشری کا نظر آنا خود اس کی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اس کو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی ان سے پاک و صاف ہوتا ہے۔

3. او درختِ موسیٰ۔ ولی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ دراصل نور تھا۔ بارے بیا۔ اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اس کی حقیقت کھلے گی۔ نے فظام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالک کو ترک دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہِ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ ترک دنیا دراصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمع دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لیے پھول ہے۔

Marfat.com

ایں نماید نور و سوزد یار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے، اور یار کو جلا دیتی ہے
واں بصورت نار و گل زُوار را
وہ بظاہر نار ہے، اور زیارت کرنے والوں کے لیے پھول ہے

ایں چو سازندہ[1] و لے سوزندہٗ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانے والی ہے
واں گہِ وصلت دل افروزندہٗ
اور وہ مل جائے، پر دل کو روشن کرنے والی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ ساز وار
شعلہ کی شکل ہے، ساز کرنے والی پاک نور ہے
حاضراں را نور و دُوراں را چونار
پاس والوں کے لیے نور ہے اور دور والوں کے لیے آگ جیسی ہے

ایں سخن را نیست پایانے پدید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے
گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید
عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

ملاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں

اس عاشق کا صدر جہاں سے ملنا

آں بخاری نیز خود بر شمع زد
اس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا
گشتہ بود از عشق آساں آں کند
وہ مشقت، عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شدہ
اس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی
در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ
صدر جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت[2] با خود در سحرگہ کاے احد
اس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا!
حالِ آں آوارۂ ما چوں بود
اس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہو گا؟

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک
اس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن
رحمتِ مارا نمیدانست نیک
وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم[3] ز ما ترساں شود
خطاوار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے
لیک صد امید در ترسش بود
لیکن اس کے خوف میں سیکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں
آنکہ ترسد من چہ ترسانم وُرا
جو خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں؟

بہرِ دیگِ سرد آذر می رود
ٹھنڈی دیگ کے لیے آگ جلتی ہے
نے بداں کہ جوشش از سر میرود
نہ کہ اس کے لیے جس کا ابال اوپر سے نکلے

---

[1] ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے۔ شکل شعلہ۔ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے جو قریب آتا ہے اس پر حقیقت کھلتی ہے۔ آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپ کو شمع عشق پر قربان کرنے کی ٹھان لی تھی اسی طرح صدر جہاں کے اس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمع عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد۔ محنت مشقت۔ آہ۔ صدر جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدر جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔

[2] گفت۔ صدر جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا۔ او گناہ۔ اس نے اپنی خطا کی طرف دھیان کیا ہماری محبت اور رحمت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔

[3] خاطر مجرم۔ خطاوار اپنے دل کے چور کی وجہ سے ہم سے ڈرتا ہے لیکن اس کے خوف میں بھی سیکڑوں امیدیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ من بترسانم۔ ہم نڈروں کو ڈراتے ہیں اور جو خود ڈر رہا ہے اسے کیا ڈرائیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ یاوہ۔ بیہودہ۔ بہر دیگ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اس کے نیچے سے آگ کھینچ لی جاتی ہے۔

ایمناں را من بترسانم بخلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں

خائفاں را ترس بردارم ز حلم
ڈرنے والوں کا بردباری کے ذریعہ خوف دور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم
پیوند سیتا ہوں پیوند اپنی جگہ پر لگاتا ہوں

ہر کسے را شربت اندر خور دہم
ہر کسی کے لیے مناسب شربت دیتا ہوں

ہست بیخ مرد چوں بیخ درخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے

زاں بروید برگہاش از چوب سخت
اس سے اس کے پتے اگتے ہیں (جس طرح) سخت لکڑی سے

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا
اس جڑ کے مناسب پتے اُگے ہیں

در درخت و در نفوس و در نہا
درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

بر فلک برہاست ز اشجارِ وفا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں

اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرۡعُهَا فِي السَّمَا
ان کی جڑ قائم ہے، اور اس کی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں برُست از عشق بر بر آسماں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اگا ہے

چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں
تو صدر جہاں کے دل میں کیوں نہ اگے گا؟

موج می زد در دلش عفو گنہ
خطا کی معافی، اس کے دل میں موجیں مارتی تھی

زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے

نے جدا و دور چوں دو تن بود
نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متصل نبود سفالِ دو چراغ
دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں

نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
ان کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو
کوئی عاشق خودبخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے

کہ نہ معشوقش بود جویائے او
جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے

عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
معشوقوں کا عشق ان کو موٹا تازہ بناتا ہے

حلم۔ غصہ۔ حلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا عمل کرتا ہوں۔ بیخ مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں۔ درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہوں گی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نہا۔ نہیہ کی جمع ہے۔ عقل۔ بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے ان کے پھل آسمان پر ہیں اس لیے کہ وہ ان درختوں میں سے ہے جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔

چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدر جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں ان میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔

متصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے نور میں باہمی اتصال ہے۔ ہیچ عاشق۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدر جہاں کے دل کی محبت اس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی، غور کیا تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیک۔ بہرحال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ ہر ایک پر جداگانہ اور عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ ہے تو اسے شبہ ہو جائے گا کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

Marfat.com

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جست
اندراں دل دوستی میداں کہ ہست

جب اس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی
سمجھ لے کہ اس دل میں بھی محبت ہے

در دلِ تو[1] مہرِ حق چوں شد دو تو
ہست حق را بے گماں مہرے بتو

جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر
از یکے دستِ تو بے دستِ دگر

ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آبِ گوار
آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار

پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے؟

جذبِ[2] آب ست ایں عطش در جانِ ما
ما از آنِ او و او ہم زانِ ما

ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے
ہم اس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
کردہ ما را عاشقانِ ہمدگر

قضاء و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے
اس میں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
جفت جفت و عاشقانِ جفتِ خویش

اس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزا
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ
راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ

دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[3] گوید زمیں را مرحبا
با تو ام چوں آہن و آہن رُبا

آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید
میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
ہر چہ او انداخت ایں می پرورد

عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد او
چوں نماند تری و نم بدہد او

جب اس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

بُرجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
بُرجِ آبی تریش اندر دہد

خاکی برج، زمین کی خاک کے لیے مدد ہے
آبی برج، اس میں تری پیدا کرتا ہے

---

[1] در دلِ تو۔ تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اس محبت کا اثر ہے جو اس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء۔ دنیا کی اشیا جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

[3] آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔ آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برج خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے آبی برج پانی عطا کرتا ہے ہوائی برج ابر کو بھیجتا ہے ناری برج سورج کے ذریعہ زمین کو گرماتا ہے۔

برجِ بادی ابر سوئے او برد
بادی برج، اس کے جانب ابر لے جاتا ہے
تا بخاراتِ وَخم را بر کشد
یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

برجِ آتش گرمیِ خورشید ازو
آتشی برج کہ سورج کی گرمی اس سے ہے
ہمچو تابہ سرخ زآتش پشت و رو
توے کی طرح آگ سے (اس کی) رو اور پشت سرخ ہے

ہست سرگرداں[1] فلک اندر زمن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے
ہمچوں مرداں گردِ مکسب بہرِ زن
شوہروں کی طرح بیوی کے لیے کمائی کے گرد

ویں زمین کد بانوییہا می کند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے
بر ولادات و رضاعش می تند
جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند
پس زمین، اور آسمان کو ہوش مند سمجھ
چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند
کیونکہ وہ ہوش مندوں سے کام کرتے ہیں

گر نہ از ہم ایں دو دلبر می مزند
اگر یہ (دونوں) دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں اڑا رہے
پس چرا چوں جفت در ہم می خزند
تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں[2] کے گل بروید و ارغواں
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے؟
پس چہ زاید ز آب و تابِ آسماں
آسمان کی آب و تاب سے کیا اگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ زِ نر
اسی لیے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے
تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر
تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میلِ اندر مرد و زن حق زاں نہاد
مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اس لیے میلان رکھا ہے
تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد
تا کہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کر لے

میلِ ہر جزوے بجزوے ہم نہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے
ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد
دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق
گلے لگانے میں رات، دن کے ساتھ اسی طرح ہے
مختلف در صورت اما اتفاق
بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں
لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

---

[1] ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لیے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لیے سرگرداں ہے۔ ویں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لیے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کے لیے کرتی ہے بچہ جنتی ہے اس کو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی حساس سمجھو۔ گر نہ۔ ایک دوسرے سے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔

[2] بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد رہتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہر آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لیے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاءِ عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔ میل ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن ان میں باہمی اتحاد ہے۔

Marfat.com

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش ۔۔۔ از پئے تکمیل فعل و کارِ خویش[1]

ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے ۔۔۔ اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لیے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را ۔۔۔ پس چہ اندر خرج آرد روز ہا

کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے ۔۔۔ تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

جذبِ ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید[2] خاکِ تن را باز گرد ۔۔۔ ترکِ جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد

جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آ جا ۔۔۔ جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آ جا

جنسِ مائی پیشِ ما اولیٰ تری ۔۔۔ بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری

تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے ۔۔۔ بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ

گوید آرے لیک من پا بستہ ام ۔۔۔ گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام

وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں ۔۔۔ اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تریِ تن را بجویند آبہا ۔۔۔ کاے تری باز آز غربت سوئے ما

پانی جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں ۔۔۔ کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر[3] ۔۔۔ کہ زناری راہِ اصلِ خویش گیر

کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے ۔۔۔ کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتاد و دو علت در بدن ۔۔۔ از کششہائے عناصر بے رسن

بدن میں بہتر (۷۲) وہ بیماریاں ہیں ۔۔۔ عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بکسلد ۔۔۔ تا عناصر ہمدگر را واہلد

بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے ۔۔۔ تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار مرغ اند ایں عناصر بستہ پا ۔۔۔ مرگ و رنجوری و علت پا کشا

یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں ۔۔۔ موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

---

[1] کارِ خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ۔ انسان رات کو سوتا ہے تو اس کے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی آمدنی نہ ہو تو ان کا خرچ کیسے چلے۔ جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو ان کا مخزن اور معدن ہے۔ انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب۔ موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا۔ (چکبست)۔

[2] خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی جزو کو اپنی طرف آ جانے کی دعوت دیتا ہے۔ گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں۔

[3] اثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ از کششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری ان کے پاؤں کھول دیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔

Marfat.com

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد　مُرغِ ہر عنصر یقیں پرواز کرد

جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھول دیا　ہر عنصر کا پرند یقیناً اڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا[1] و فرعہا　ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما

ان اصلوں اور فرعوں کی کشش　ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر دَرد　مُرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد

تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے　ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل　جمع شاں دارد بصحت تا اجل

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے　موت تک ان کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

گوید[2] اے اجزا اجل مشہود نیست　پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا موت معلوم نہیں ہے　موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق　چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے　تو مسافر جان کا فراق کیا حال ہو گا؟

مُنجذب شدنِ جاں نیز بعالمِ ارواح

جان کا بھی عالم ارواح کی جانب کھنچنا

گوید اے اجزائے پستِ فرشیم　غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزا　میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن[3] در سبزہ و آبِ رواں　زاں بود کہ اصلِ او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب　اسی لیے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ جاں اندر حیات و در حی ست　زانکہ جانِ لا مکاں اصلِ وے ست

جان کا میلان زندگی، اور حی (القیوم) کی جانب ہے　کیونکہ اس کی اصل لا مکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و در علوم　میلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے　جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف　میلِ تن در کسبِ اسبابِ علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے　جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

---

[1] اصلہا۔ یعنی چاروں کرّے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کے لیے حکمت خداوندی موت کے وقت تک مانع ہی رہتی ہے۔

[2] گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لیے مخصوص فرما دیا ہے۔ ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود۔ جبکہ عناصر اپنی اصل کے لیے بے چین ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گوید۔ روح جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو۔ مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے۔

[3] میلِ تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزا سے بنا ہوا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ میلِ جاں۔ روح انسان کی اصل روح اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان مادی ابدی زندگی اور حی وقیوم کی طرف ہے۔ روح کا میلان ترقی اور شرف کی طرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔

Marfat.com

میل[1] و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے

زیں یُحِبُّ را و یُحِبُّوْن را بداں
اس کو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ لے

گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود
اگر میں اس کی شرح کر دوں لامحدود ہو جائے گی

مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
مثنوی اسی (۸۰) سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہو گا

جانِ مطلوبش برو راغب بود
مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہو گی

آدمی حیواں نباتی و جماد
آدمی، حیوان، نباتات اور جماد

ہر مُرادے عاشق ہر بے مراد
ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

بے مُراداں بر مُرادے می تنند
نامراد (عاشق) محبوب کا چکر کاٹتے ہیں

واں مراداں جذبِ ایشاں میکنند
وہ محبوب ان کو کھینچتے ہیں

لیک[2] میلِ عاشقاں لاغر کند
لیکن عاشقوں کا عشق (ان کو) لاغر کرتا ہے

میلِ معشوقاں خوش و بافر کند
معشوقوں کا عشق ان کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رُخ افروختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیے ہیں

عشقِ عاشق جانِ او را سوختہ
عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز
کہربا، لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے

کاہ می کوشد دراں راہِ دراز
تنکا اس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں[3] رہا کن عشقِ آں تشنہ دہاں
اس کو چھوڑ، اس پیاسے کا عشق

تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں
صدر جہاں کے سینے میں چمک اٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ
اس عشق کا دھواں، اور بھٹی کا غم

رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بوش و آبرو
لیکن عزت، اور فخر، اور آبرو کی وجہ سے

شرم می آید کہ واجوید ازو
اس کو شرم آتی تھی کہ وہ اس کی جستجو کرے

---

[1] میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یُحِبُّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ یعنی "خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں"۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح، روحِ اعظم کی طرف مائل ہے اسی طرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔ گر بگویم۔ یعنی اگر اس روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کروں گا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔ من۔ سیر۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر معشوق اپنے عاشق کا عاشق ہوتا ہے۔ مراد۔ معشوق۔ بے مراد۔ عاشق۔ بے مراداں۔ جبکہ عشق طرفین میں ہوتا ہے تو عاشق کا عشق معشوق کے چکر کٹواتا ہے معشوق کا عشق عاشق کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

[2] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جداگانہ ہے عاشق کا عشق اس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اس کے رخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[3] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کر و اس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لیے اس کی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔

Marfat.com

رحمتش[1] مشتاقِ آں مسکیں شدہ — سلطنت زیں لطف مانع آمدہ

اس کی رحمت اس مسکین کی مشتاق ہو گئی — سلطنت اس مہربانی سے مانع بنی

عقل حیراں کایں عجب او را کشید — یا کشش زاں سو بدیں جانب رسید

عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے — یا کشش اُس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

تَرک جلدی کن کزیں نا واقفی — لب بہ بند وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْخَفِیْ

بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے — ہونٹ بند کر لے، اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن — توبہ آرم ہر زماں صد بار من

میں اس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں — ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم — واں کشندہ میکشد من چوں کنم

کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کردوں گا — وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست[2] آں کت میکشد اے معتنی — آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟ — وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

صد عزیمت میکنی بہرِ سفر — میکشاند مر ترا جائے دگر

تو سفر کے لیے سو پختہ ارادے کرتا ہے — وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں[3] بگرداند بہر سو آں لگام — تا خبر یابد ز فارس اسپِ خام

وہ لگام کو ہر جانب اس لیے موڑ دیتا ہے — تاکہ تجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اسپِ زیرک سارزاں نیکو پے ست — کو ہمی داند کہ فارس بروے ست

سمجھ دار گھوڑا اس لیے عمدہ رفتار پر ہے — کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

او دِلت را بر دو صد سودا بہ بست — بے مرادت کرد و پس دل را شکست

اس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا — تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں شکست او بالِ آں رائے نخست — چوں نشد ہستی بالِ اشکن درست

جب اس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا — تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

---

[1] رحمتش۔ صدر جہاں کی رحمت تو اس کی مشتاق تھی لیکن اس کی سلطنت عشق کے لیے مانع بن رہی تھی۔ عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش، دوسرے کی کشش کا اثر تھی اس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لیے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشیدہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس امر کی وضاحت کی جائے۔

[2] کیست۔ مجھے اس ارادہ سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے پختہ عزم کو روک دیتی ہے۔ صد عزیمت۔ انسان سیکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔

[3] زاں۔ اللہ تعالیٰ ان عزائم کو اس لیے فسخ کراتا ہے کہ لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ مشہور مقولہ ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ میں نے اپنے خدا کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ او۔ اللہ تعالیٰ دل میں سو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر انہیں ناکام بھی بنا دیتا ہے۔ چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔

Marfat.com

چوں قضایش[1] حبلِ تدبیرت شکست　　چوں نشد بر تو قضائے او درست

جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی　　تو اس کا فیصلہ تیرے لیے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخِ عزائم و نقضہا جہتِ با خبر کردنِ آدمی را ازانکہ مالک و قاہر اوست و گاہ گاہ عزمِ او را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا طمعِ او را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود

ارادوں کا فسخ کرنا اور ان کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کے لیے ہے کہ مالک اور قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اس لیے ہے کہ اس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اس کے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا[2] و قصد ہا در ماجرا　　گاہ گاہے راست می آید ترا

معاملے میں ارادے، اور قصد　　کبھی کبھی تیرے لیے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دلت نیت کند　　بارِ دیگر نیتت را بشکند

تاکہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے　　دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکلی بے مرادت داشتے　　دل شدے نومید اَمل کے کاشتے

اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا　　دل نا امید ہو جاتا، امید (کا بیج) کب بوتا؟

ور نکاریدے اَمل از عوریش　　کے شدے پیدا برو مقہوریش

اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید (کا بیج) نہ بوتا　　تو اس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

عاقلاں از بے مرادیہائے[3] خویش　　با خبر گشتند از مولائے خویش

سمجھ دار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے　　اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

بے مرادی شد قلاوزِ بہشت　　حُفَّتِ الْجَنَّۃُ شنو اے خوش سرشت

نامرادی، بہشت کا پیش رو بنی ہے　　اے خوش مزاج! "جنت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

چوں مرادات ہمہ اِشکستہ پاست　　پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست

جبکہ سب انسانوں کے مقاصد شکستہ پا ہیں　　تو کوئی تو ہو گا جس کا مقصود پورا ہوتا ہو گا

پس شدند اِشکستہ پاش ایں صادقاں　　لیک کو خود آں شکستِ عاشقاں

پس یہ سچے انسان اس کی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں　　لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے!

---

[1] چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے، پختہ ارادہ۔

[2] عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دے گا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہو گی۔ عاقلاں۔ اہل عقل باوجود ارادے کی پختگی کے پھر محرومی سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

[3] بے مرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لیے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے۔" یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گزرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہل عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسر نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

Marfat.com

عاقلاں اِشکستہ اش از اضطرار عاشقاں اشکستہ با صد اختیار
اہلِ عقل، مجبوری سے اس کے شکست (پا) ہیں عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش[1] بندگانِ بندی اند عاشقانش شکّرّی و قندی اند
عقلمند اس کے قیدی غلام ہیں اس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِئْتِیَا کَرْھًا مہارِ عاقلاں اِئْتِیَا طَوْعًا مہارِ بیدلاں
"تم دونوں جبراً آؤ" اہلِ عقل کی مہار ہے عاشقوں کی مہار "تم دونوں کو خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردن پیغمبر علیہ السلام با سیراں و تبسم کردن و گفتن کہ

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اس قوم پر تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر کہ ہمی بُردند و ایشاں در نفیر
پیغمبر ﷺ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ ان کو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دید شان در بند آں آگاہ شیر می نظر کردند در وے زیر زیر[2]
اس بیدار شیر نے ان کو قید میں دیکھا وہ (قیدی) نیچی نظروں سے ان (آنحضور ﷺ) کو دیکھ رہے تھے

تا ہمی خائید ہریک از غضب بر رسولِ صدق دندانہا و لب
حتیٰ کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا دانت اور ہونٹ سچے رسول ﷺ پر

زہرہ نے با آں غضب کہ دم زنند زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند
باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشاند شاں موکل[3] سوئے شہر می برد از کافرستاں شاں بقہر
سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا ان کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے میستاند نے زرے نے شفاعت میرسد از سرورے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالم ہمی گویند و او عالمے را می بُرد حلق و گلو
اس کو رحمت عالم کہتے ہیں، اور وہ ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

---

[1] عاقلانش۔ اہل عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس بحردی میں وصل حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا یعنی "پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرو خوشی سے یا جبراً۔ یعنی اہل عقل کی اطاعت کَرْهًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طَوْعًا کی مصداق ہے۔ نظر کردن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعت خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] زیر زیر۔ یعنی وہ قیدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تا ہمی۔ وہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غضب ناک تھے۔

[3] موکل۔ سپاہی۔ کافرستان۔ یعنی ان کا وطن۔ نے فدائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں کا فدیہ قبول نہ کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سفارش پہنچ سکی تھی۔ رحمت عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمت عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔

Marfat.com

با ہزار انکار[1] می رفتند راہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے
زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے
خود دلِ ایں مردُم از خارہ نیست
خود اس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مردِ کارِ الپ ارسلاں
ہم ہزاروں بہادر شیر
با دو سہ عریاں و ست و نیم جاں
دو تین ننگوں، ست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درر ماندہ ایم از کجرویست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے
یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست
یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری سے

بختِ مارا بر درید آں بختِ او
ہمارے نصیبے کو اس کے نصیبے نے چاک کر دیا
تختِ ما شد سرنگوں از تختِ او
ہمارا تخت اس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ او از جادوئی گر گشت زفت
مگر اس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے
جادوئی کردیم ماہم چوں نرفت
ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا[2] فَقَدْ جَآءَ کُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند کہ از ما و محمد ﷺ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ گماں داشتند خود بر حق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمد ﷺ منصور شد

اس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بے شک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے کہ ہم میں اور محمد ﷺ میں جو حق پر ہے اس کی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اس لیے کہتے تھے کہ ان کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلب گار محمد ﷺ فاتح بن گیا

از بتاں[3] و از خدا درخواستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی
کہ بکن ما را اگر ناراستیم
کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و اُو
ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے
نصرتش دہ نصرتِ او را بجو
اس کی مدد کر، اس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلات
ہم نے یہ دعا، درود بہت کیے
پیشِ لات و پیشِ عزیٰ و منات
لات کے آگے، عزیٰ اور منات کے آگے

---

[1] باہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ چارہا۔ ہم نے اپنی کامیابی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مردکار۔ بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر، ارسلان درندہ شیر۔ بادوسہ۔ یعنی چند بے سروسامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں۔ اس کی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔ کارِ او۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر ان کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔

[2] اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ "یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے کہتے تھے کہ جو حق پر ہو اس کو فتح ہو تو فتح آ گئی اب اگر تم باز رہو گے تو تمہارے لیے بہتر ہے اور تم چلے تو ہم بھی پلٹیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

[3] از بتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزیٰ بتوں کے نام ہیں۔

Marfat.com

کہ اگر حق ست او پیداش کن — گر نباشد حق زبونِ ماش کن

کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کر دے — (اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

چونکہ[1] وادیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا — (اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں جوابِ ماست کآنچہ خواستید — گشت پیدا کہ شما ناراستید

یہ ہمارے لیے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا — واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش — کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش

وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے — بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے منع کرتے تھے

کایں تفکرِ ماہم از ادبار رُست — کہ صوابِ او شود در دل دُرست

کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے — تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟ — زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

ماہم از ایامِ بخت آور شدیم — بارہا بر وے مظفر آمدیم

ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں — کئی بار اس پر فتح مند ہوئے ہیں

باز می گفتند[2] اگرچہ او شکست — چوں شکستِ ما نبود او زشت و پست

وہ پھر کہتے کہ اگر اس نے شکست (کھائی ہے) — وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست — داد صد شادیِ پنہاں زیر دست

کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں — سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دے دیں

کو[3] باشکستہ نمیماند ہیچ — کہ نہ غم بودش دراں نے پیچ پیچ

وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا — کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

چوں نشانِ مومناں مغلوبی ست — لیک در اِشکست مومن خوبی ست

چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از فیح ریحاں پُر کنی

اگر تو مشک اور عنبر توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دے گا

---

[1] چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔ ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آ چکے ہیں۔

[2] باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ زانکہ۔ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔

[3] کو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔ چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سروسامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اس کے اعمال واخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک وعنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔

Marfat.com

در شکستی ناگہاں سرگین خر[1] خانہا پُر گند گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کہ کند خود مشک باسرگیں قیاس آب را بابول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کرے گا؟

سر آنکہ بے مراد باز گشتنِ رسول علیہ السلام از حدیبیہ حق تعالیٰ لقب آں فتح کردکہ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا بصورتِ غلق بود و بمعنی فتح چنانچہ شکستنِ مشک بظاہر شکستن ست و بمعنی درست کردن ست مشکی او را و تکمیلِ فوائد اوست

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کئے ہوئے آنحضورﷺ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ نے فتح کا لقب دیا کہ "ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی حقیقتاً فتح جیسے کہ مشک کی شکستگی بظاہر شکستگی اور حقیقتاً اس کے مشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حدیبیہ رسولؐ در تفکر بود و غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی پر رسول ﷺ فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاں[2] اندر حقِ شمعِ رُسل دولت اِنَّا فَتَحنَا زد دُہل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک دولت نے انا فتحنا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رَو تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے انکو پیغام آیا کہ چلے جایئے آپ اس فتح کے رکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدست فتحہاست تک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپؐ کا ہے

بنگر[3] آخر چونکہ وا گردید تفت بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رَفت
دیکھ، جب وہ جلدی سے واپس آ گئے ان کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

---

[1] سرگین خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کہ کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔ انا فتحنا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اسی لیے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئی مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا گیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح کر کے بغیر عمرہ کئے واپس آ گئے تھے یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا۔

[2] ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

[3] بنگر۔ بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے ان کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ صلی وسلم ان کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے۔ بنی النضیر ۴ ہجری میں اور بنی قریظہ ۵ ہجری میں غزوہ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ ہجری کا ہے البتہ ان میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ ہجری میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ورنہ مخالف ہے۔

Marfat.com

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا ۔۔۔ شد مسلم و ز غنائم نفعہا
ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی ۔۔۔ فتح ہو گئے، اور غنیمتوں کے سبب نفع (ہوئے)

ور نباشد[1] آں تو بنگر کایں فریق ۔۔۔ بر غم و رنج اند مفتون و عشیق
اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ ۔۔۔ رنج و غم کے شیدا، اور فریفتہ ہیں

زہر خواری را چو شکر می خورند ۔۔۔ خارِ غمہا را چو اشتر میچرند
وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں ۔۔۔ غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج ۔۔۔ ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج
صرف غم کے لیے، نہ کہ خوشی کے لیے ۔۔۔ یہ تنزل ان کے لیے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاداند اندر قعرِ چاہ ۔۔۔ کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ
وہ کنویں کی گہرائی میں، ایسے خوش ہیں ۔۔۔ کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری[2] ہر یکے صد شہر یار ۔۔۔ در خزانِ فاقہ صد ہچوں بہار
ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے ۔۔۔ فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں ۔۔۔ فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں
جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو ۔۔۔ وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیرِ حدیثِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبرؐ کہ معراجِ مرا ۔۔۔ نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ میری معراج ۔۔۔ یونس علیہ السلام کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب ۔۔۔ زانکہ قربِ حق بروںست از حسیب
(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور ان کا مقام پستی میں ہے ۔۔۔ کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب اس حساب سے بالاتر ہے

قرب، نے بالا نہ پستی رفتن ست ۔۔۔ قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست
قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے ۔۔۔ اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] ور نباشد۔ اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تو تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اس کے لیے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم۔ یعنی غم ان کو اس لیے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ۔ ذلت ان کو اس قدر پیاری ہوتی ہے کہ اس کے زوال اور تخت شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔

[2] در فقیری۔ یہ لوگ فقر میں شہنشاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اٹھاتے ہیں۔ ہر کجا۔ جبکہ کنویں کی گہرائی میں ان کو معیت حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے۔ تفسیر۔ اس حدیث کی تفسیر سے مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیت حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔

[3] معراجِ یونس۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنِ من۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق۔ قربِ حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں۔ قرب۔ اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

نیست[1] را چہ جائے بالاپست و زیر
فنائیت کے لیے کیا اونچائی کیا نیچائی
نیست را نے زود و نے دور ست و دیر
فنائیت کے لیے نہ جلدی ہے، نہ دور اور دیر ہے

کارگاہِ گنج حق در نیستی ست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ فنائیت میں ہے
غرۂ ہستی چہ دانی نیست چیست
تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں اشکست ایشاں اے کیا
خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! ان کی شکست
می نماند ہیچ با اشکستِ ما
ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذل و تلف
وہ ذلت، اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں
ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف
جس طرح ہم اقبال مندی، اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اوست
پوری بے سرو سامانی کا سامان اس کی جاگیر ہے
فقر و خواری افتخارست و علوست
فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

آں یکے[2] گفت از چناں ست آں فرید
ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے
چوں بخندید او چو مارا بستہ دید
تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ اُو مُبدّل شدست و شادیش
جبکہ اس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اس کی خوشی
نیست زیں زندان و زیں آزادیش
اس قید اور اس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے
چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد
اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد شد[3] جانش کہ بر شیرانِ نر
اسکی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر
یافت آساں نصرت و دست و ظفر
آسانی سے فتح، اور قابو، اور ظفر پالی

پس بدانستیم کو آزاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے
جز بدنیا دل خوش و دل شاد نیست
دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل، اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہل آں جہاں
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اس جہان والے
بر بد و نیک اند مشفق مہرباں
اچھے اور بُرے پر مشفق اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیر زباں
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے
آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں
وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

---

[1] نیست۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ۔ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر ان قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے انہوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ۔ بے سروسامانی ان کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

[2] آں یکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فنائیت پر اس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری جاتی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ان میں بالکل تبدیلی آ گئی ہے اور ان کی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

[3] شاد شد۔ یقیناً ان کی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر انہوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیادار ہیں۔ اہل آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا برے ہوں۔

تا موکل نشنود در ما جهد　ایں سخن[1] در گوشِ آں سلطان نهد
تاکہ سپاہی نہ سن لے، اور ہم پر کود پڑے　یہ بات اس بادشاہ کے کان میں رکھ دے۔

آگاہ شدنِ پیغمبر علیہ السلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ او

خوشی پر ان کی طعنہ زنی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں موکل ایں سخن　رفت در گوشے کہ بد آں من لدن
اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی　اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کیجانب سے تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید　آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید
(حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی　اس نے جو محافظ تھا، اس کو یعقوب علیہ السلام نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں　نشنوند آں سِرِّ لوحِ غیب داں
وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر　غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ　آمدہ سِرّ گردِ او گرداں شدہ
محمد ﷺ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں　راز آیا (اور) اس نے ان کے گرد چکر لگائے

آں خورد[2] حلوا کہ روزیش ست باز　آں نہ کانگشتانِ او باشد دراز
حلوا وہ کھاتا ہے، جس کی روزی کشادہ ہو　نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارس دیوراں　کہ بہل دزدی ز احمدؐ سِرّ ستاں
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا بنگیا　کہ چوری چھوڑ، احمد ﷺ سے راز حاصل کر

اے دویدہ[3] سوئے دکّاں از پگاہ　ہیں بمسجد رو بجو رزق از اللہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے　خبردار! مسجد میں جا اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السلام ضمیر آں اسیراں را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتِ شاں را فہم کرد　گفت آں خندہ نبودم از نبرد
پس رسول ﷺ ان کی وہ گفتگو سمجھ گئے　فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

---

[1] ایں۔ یہ باتیں وہ قیدی آہستہ آہستہ آپس میں کر رہے تھے تاکہ سپاہی نہ سن پائے۔ آگاہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خفیہ باتیں سن لیں۔ اس لیے کہ آپ کے کان اس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لیے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہو جاتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو اس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لیے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچ کر بھی نہیں سن پاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ رہتے ہوئے سن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلوا دست درازی سے نہیں ملتا ہے، مقدر سے ملتا ہے۔ یہی حال اسرار خداوندی کا ہے۔ نجم ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کے لیے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے ان پر ٹوٹتے ہیں اور وہ ان کو بھگا دیتے ہیں۔ ز احمد۔ اسرار خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرو۔

[3] اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اس سے روزی مانگو۔ فہم کرد۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور وحی۔ ان کی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد۔ یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔

مُردہ[1] اند ایشاں و پوسیدہ فنا
وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں
مُردہ کُشتن نیست مَردی پیشِ ما
مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہاری نہیں ہے

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف
وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے
چونکہ من پا بفشُرم اندر مصاف
جب میں میدانِ جنگ میں قدم جما لوں

آنگہے کازاد بودید و مکیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے
من شمارا بستہ می دیدم چنیں
میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

اے بنازیدہ بہ ملک و خانداں
اے وہ جو سلطنت، اور خاندان پر نازاں ہیں
نزدِ عاقل اشترے بَر نردباں
(یہ) عقل مند کے نزدیک، سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد ازبامِ طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے
پیشِ چشمم کل آتِ آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ مینِم عیاں
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں، تو شراب دیکھ لیتا ہوں
بنگرم در نیست شے بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں، تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم[2] برّ عالمے بینم نہاں
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں
آدم و حوا نرستہ از جہاں
جبکہ آدم اور حوا علیہما السلام دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شمارا وقتِ ذراتِ الست
میں نے تمہیں، الست کی چیونٹیوں کے وقت
دیدہ ام پا بستہ و منکوس و پست
پا بزنجیر، اور اوندھا، اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ[3] آسمانِ بے عمد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں
آنچہ دانستہ بدم افزوں نشد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شما را سرنگوں می دیدہ ام
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے
پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ ام
اس سے پہلے کہ میں نے آب وگل سے پرورش پائی ہے

نو ندیدم تا کنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں
ایں ہمی دیدم دراں اقبال تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

---

[1] مُردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کون سی بہادری ہے کہ اس پر خوشی کی جائے۔ کازاد۔ جبکہ وہ جنگی قیدی نہ تھے اور اپنے وطنوں میں مقیم تھے۔ اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر ٹکاؤ۔ نقش تن۔ جب سے کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنے والے واقعہ کو اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اس کے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

[2] بنگرم۔ پہلے اشعار میں آنے والی باتوں میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گذشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر ان سے عہد الست لیا گیا تھا میں نے اسی وقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔

[3] از حدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل سے حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شما۔ میں نے اپنے عالم ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے جس پر میں ہنسوں۔

Marfat.com

بستہ[1] قہر خفی وانگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے، پھر قہر بھی کیسا!

قند میخوردید و در وے درج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پُر از زہر ار عدو
اگر دشمن، زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر

خوش بنوشد چیت حسد آید برو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

با نشاطِ آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے

مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیے تھے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لیے جہاد نہیں کرتا ہوں

تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتح مند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مُردارِ رخیص
یہ دنیا مردار ہے، اور سستا مردار

بر چنیں مُردار چوں باشم حریص
ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

سگ نیم[2] تا پُرچم مُردہ کنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں

عیسیٰم آیم کہ تا زندش کنم
عیسیٰ علیہ السلام ہوں (اس لیے) آیا ہوں تاکہ اس کو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لیے چاک کیا ہے

تا رہانم مر شمارا از ہلاک
تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بشر
میں انسانوں کے گلے، اس لیے نہیں کاٹتا ہوں

تا مرا باشد کرّ و فرّ و حشر
کہ میرے لیے شان و شوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا
میں چند انسانوں کا گلا اس لیے کاٹتا ہوں تاکہ

زاں گلوہا عالمے یابد رہا
ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[3] پروانہ وار از جہل خویش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح

پیشِ آتش می کنید ایں حملہ کیش
آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں

از در افتادن در آتش با دو دست
دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

---

[1] بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں جکڑا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جس کو تم مہر سمجھتے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جس میں زہر ہو تو اس پر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کے لیے نہیں ہے۔ کایں جہاں۔ اس دنیا کی مثال سڑے ہوئے مردار کی سی ہے۔

[2] سگ نیم۔ کتا مردار کھاتا ہے۔ پرچم۔ دم کے بال۔ عیسیٰ۔ میرا کام لوگوں کو حیاتِ ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں۔ میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کے لیے ہے۔ تا مرا۔ میں اپنی شان و شوکت کے لیے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند۔ مفسدین کو ختم کر کے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

[3] گر شما۔ حدیث شریف میں ہے مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَقْتَحِمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخُذُکُمْ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْتَحِمُوْنَ فِیْهَا۔ یعنی "میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنے والے نے ان کو روکنا شروع کر دیا اور وہ اس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اس میں گھسے پڑتے ہو۔"

Marfat.com

آنکہ[1] خود را فتحہا پنداشتید — تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا — تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر راجدِّ جد می خواندید — سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے — اژدہوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر می کردید و اندر عینِ قہر — خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں — تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

بیانِ آنکہ طاغی در عین قاہری مقہورست و در عین منصوری ماسور

اس کا بیان کہ سرکش عین قہر میں مغلوب ہے، اور عین فتح مندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زَر کشید — او دراں مشغول، خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا، اور سونا اکٹھا کیا — وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آ گیا

گرز خواجہ آں زماں بگریختے — کے برو والی حشر انگیختے
اگر وہ اس وقت خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا — تو حاکم، اس پر کب قیامت برپا کرتا ہے؟

قاہریِ[2] دُزد مقہوریش بود — ازانکہ قہرِ او سَرِ او را ربود
چور کا غلبہ اس کی مغلوبیت تھی — اس لیے کہ اُس کے غلبہ نے اس کا سر اڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ اُو شود — تا رسد والی و بستاند قَوَد
خواجہ پر غلبہ، اس کا جال بن جاتا ہے — حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ — در نبرد و غالبی آغشتۂ
اے وہ کہ تو مخلوق میں غالب آ گیا ہے! — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد[3] منہزم کردست شاں — تا تُرا در حلقہ می آرد کشاں
اس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں عناں در کش پے ایں منہزم — در مراں تا تو نگردی منحرم
اس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکما نہ بن جائے

چون کشانندت بدیں شیوہ بدام — حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام
جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھے گا

---

[1] آنکہ۔ جس کو تم فتح سمجھتے ہو یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدہے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔ قہر می کردید۔ یعنی تمہارا ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اس مثال سے یہ سمجھایا کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اس سے ملنے آ گیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

[2] قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سَرِ او۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں حاکم نے اس کو قتل کرا دیا۔ قَوَد۔ قصاص، جان کے بدلے میں جان لینا۔ اے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر جال میں آ پھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔

[3] قاصد۔ یعنی قصداً۔ منہزم۔ پسپا۔ ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیے۔ منحرم۔ سرنگوں، نکما۔ چوں۔ جب غلبہ کا دھوکا دے کر تجھے میدان میں لے آئیں گے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔

Marfat.com

عقل[1] ازیں غالب شدن کے گشت شاد — چوں دریں غالب شدن دید او فساد

اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟ — جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھ لی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش — کہ خدایش سرمہ کرد از کحل خویش

پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے — کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اس کے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ ہستند از فنون — اہلِ جنت در خصومتہا زبون

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں — جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمالِ حزم و سوءَ الظنِ خویش — نے ز نقص و بد دلی و ضعف کیش

پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے ہے — نہ (عقلی) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ[2] دادن شنیدہ در کمون — حکمتِ لَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُوْن

غلبہ دینے (کے بارے) میں در پردہ سنے ہوئے تھے — لَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُوْن کی حکمت

دست کوتاہی ز کفارِ لعین — فرض شد بہرِ خلاصِ مومنین

ملعون کفار سے ہاتھ روکنا — مومنوں کی خلاصی کے لیے فرض ہوا

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں — کَفَّ[3] اَيْدِيَكُمْ تمامت زاں بداں

حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو — "اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا" پورا اس سے سمجھ لے

نیز اندر غالبی ہم خویش را — دید او مغلوب دامِ کبریا

غلبے میں بھی اپنے آپ کو — اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ آمد خطاب — گم شد او وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا — تو وہ فنا ہو گیا، اور اللہ ٹھیکی کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سرمہ۔ فنون۔ ہنرمندیاں۔ زبون۔ حدیث شریف میں ہے اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ کُلِّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی "کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کرے گا۔" از کمال۔ اہل جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے افعال سے بدظنی کی بنا پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کی وجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونے سے اہل جنت کی کمزوری ان وجوہ سے نہیں ہے۔

[2] در فرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفار مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا "اور اگر (شہر مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں تو ان کے حال سے واقف نہ تھے اور تم ان کو پامال کر ڈالتے نادانستہ تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی معاملہ یکسو کرادیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اس حکمت سے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس حرم میں جس کو چاہے اپنی رحمت (اسلام) میں داخل کرے۔ اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کو ٹل گئے ہوتے تو اہل مکہ کو جس جس نے کفر کیا سب کو ہی دردناک عذاب کی سزا دیتے۔" کمون۔ پردہ، چھپنے کی جگہ۔ خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لیے جو مکہ میں مقیم تھے۔

[3] کف۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا یعنی "وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پیچھے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور اس وقت تک تم جو کچھ کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔" نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَيْتَ۔ جنگ بدر میں جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی پھینکی تھی اور اس سے کفار مغلوب ہوئے تو اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی "جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔"

Marfat.com

زاں[1] نمی خندم من از زنجیرِ تاں — کہ بگردم ناگہاں شبگیر تاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لیے نہیں ہنستا ہوں — کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر و غُل — می کشم تاں سوئے سروستان و گل
میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کیساتھ — میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتش بے زینہارِ — بستہ می آریم تاں تا سبزہ زار
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ، آگ سے — تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں — می کشم تاں تا بہشتِ جاوداں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے — ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر مقلد را دریں رہ نیک و بد — ہمچناں بستہ بحضرت می کشد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے — اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ[2] در زنجیر بیم و ابتلا — می روند ایں رہ بغیرِ اولیاء
سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں — اولیا کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشند ایں راہ را پیکار وار — جز کسانے واقف از اسرارِ کار
اس راستہ پر جنگی طریقہ پر کھینچتے ہیں — سوائے ان کے جو کام کے بھیدوں سے واقف ہیں

جہد کن تا نورِ تو رخشاں شود — تا سلوک و خدمت آساں شود
مجاہدہ کر تا کہ تیری روشنی چمک اٹھے — تاکہ تیرے لیے چلنا اور حضور رسی آسان ہو جائے

کودکاں[3] را می بری مکتب بزور — زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے — اس لیے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شود واقف بمکتب میدود — جانش از رفتن شگفتہ می شود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے — اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رود کودک بمکتب پیچ پیچ — چوں ندید از مزدکارِ خویش ہیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے — کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد — انگہے بیخواب گردد شب چو دزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے — تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

---

[1] زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ خندم۔ میں تو اس لیے ہنستا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔ ہر مقلد۔ جب توفیق شامل حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو بخوشی یا جبراً راہ راست پر لے آتی ہے۔

[2] جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہ راست پر چلتے ہیں۔ پیکار وار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرت قلبی اور نور باطن حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اس کو نور باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہ ہدایت اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔

[3] کودکاں۔ مقلد بچوں کی طرح ہیں، جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شود۔ بچہ کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب جانے کی خوشی میں اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔

Marfat.com

جہد کن تا مزدِ[1] طاعت در رسد — بر مطیعاں انگہت آید حسد
کوشش کر تا کہ بندگی کی مزدوری مل جائے — تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

ائتیا کرہا مقلد گشتہ را — ائتیا طوعاً صفا بسرشتہ را
مقلدوں کے لیے "تم دونوں جبراً آؤ" ہے — خلوص کی سرشت والوں کے لیے "تم دونوں رضامندی سے آؤ" ہے

ایں محبِ حق ز بہرِ علتے — واں دگر را بے غرض خود خلتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے — اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں محبِ دایہ لیک از بہرِ شیر — واں دگر دل دادہ بہرِ ایں ستیر
یہ انا کا عاشق ہے، لیکن دودھ کی خاطر — وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طفل را از حسن او آگاہ نے — غیرِ شیر او را ازو دلخواہ نے
بچے کو اسکے حسن سے واقفیت نہیں ہے — اس کے دودھ کے علاوہ اس کو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں[2] دگر خود عاشقِ دایہ بود — بے غرض در عشق یک رایہ بود
دوسرا خود انا کا عاشق ہوتا ہے — بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پس محبِ حق بامید و بترس — دفترِ تقلید می خواند بدرس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست — تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں محبِ حق ز بہرِ حق کجاست — کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
وہ اللہ کے لیے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟ — جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چنیں و گر چناں چوں طالب ست — جذبِ حق او را سوئے حق جاذب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلب گار ہے — اللہ (تعالیٰ) کی کشش اسکو اللہ کیجانب کھینچنے والی ہے

گر محبِ[3] حق بود لِغَیْرِہٖ — کَیْ یَنَالُ دَائِمًا مِنْ خَیْرِہٖ
خواہ ماسوا (اللہ) کے لیے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اس کی خیر حاصل کرے

یا محبِ حق بود لِعَیْنِہٖ — لَا سِوَاہُ خَائِفًا مِنْ بَیْنِہٖ
یا اس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اس کے سوی سے نہیں اس کے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سرست — ایں گرفتاریِ دل زاں دلبر ست
دونوں کی جستجوئیں اسی کی جانب سے ہیں — یہ دل کی مجبوری اسی دلبر کی جانب سے ہے

---

[1] تا مزد۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادت گذاروں کو دیکھ کر رشک آنے لگتا ہے۔ ائتیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہل صفا کی اطاعت دل و جان سے ہے۔ ز بہر علتے۔ مقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محب۔ عام انسان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو انا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد، عورت کے عشق کی بنیاد پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔ پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔

[2] واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور ان کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا منور دل والا، اللہ ہی کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

[3] گر۔ خواہ وہ عشق میں مقلد ہے اور اس کی جنت کا امیدوار بن کر اس کا عاشق بنا ہے خواہ اس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

Marfat.com

جذبِ معشوق[1] عاشق رامِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُہُ الْعَاشِقُ وَلَا یَرْجُوْہُ وَلَا یَخْطُرُ بِبَالِہٖ وَلَا یَظْھَرُ مِنْ ذٰلِکَ الْجَذْبِ اَثَرٌ فِی الْعَاشِقِ اِلَّا الْخَوْفُ الْمَمْزُوْجِ بِالْیَاْسِ مَعَ دَوَامِ الطَّلَبِ

معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اس طریقہ پر کہ عاشق نہ اس کو جانتا ہے، اور نہ اس کی امید رکھتا ہے اور نہ اس کے دل میں آتا ہے، اور اس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں
ہم یہاں آ گئے کہ صدرِ جہاں میں

گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں
اگر اس عاشق کی پوشیدہ کشش نہ ہوتی

ناشکیبا کے بدے او از فراق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟

کے دواں باز آمدے سوئے وِثاق
وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ، اور چھپا ہوا ہے

میلِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

یک حکایت[2] ہست اینجا ز اعتبار
عبرت کے لیے یہاں ایک قصہ ہے

لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
لیکن بخاری انتظار میں عاجز آ گیا ہے

ترکِ آں کردیم کو در جستجوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے

تا کہ پیش از مرگ بیند رُوئے دوست
تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رہد از مرگ و یابد او نجات
تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پائے اور نجات حاصل کر لے

زانکہ دیدِ دوست ست آبِ حیات
کیونکہ دوست کا دیدار آبِ حیات ہے

ہر کہ[3] دید او نباشد دفعِ مرگ
جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو

دوست نبود کہ نہ میوہستش نہ برگ
وہ دوست نہ ہو گا کیونکہ نہ اس پر پھل ہیں نہ پتے

کار آں کارست اے مشتاقِ مست
اے مست مشتاق! کام تو در اصل وہ ہے

کاندراں کار ار رسد مرگت خوش ست
کہ اس کام میں اگر تجھے موت آ جائے تو بہتر ہو

شد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے

آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں
کہ تجھے اس میں مر جانا اچھا لگے

---

[1] جذبِ معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم۔ چونکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنو اس بخاری کے لیے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچا۔ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔

[2] یک حکایت۔ اس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رہد۔ معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آ سکتی۔

[3] ہر کہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ در اصل معشوق ہی نہیں ہے۔ کار۔ عشق کا صحیح کارنامہ تو یہی ہے کہ اس میں موت آ جائے۔ شد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔

Marfat.com

گر نشد[1] ایمانِ تو اے جاں چنیں ۔۔۔ نیست کامل رَو بجو اِکمالِ دیں

اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے ۔۔۔ تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل چاہ

ہر کہ اندر کارِ تو شد مرگِ دوست ۔۔۔ بر دلِ تو بے کراہت دوست اوست

جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو ۔۔۔ کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست ۔۔۔ صورتِ مرگ ست و نقلاں کرد نیست

جب ناگواری ختم ہو گئی تو وہ موت ہی نہیں ہے ۔۔۔ بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) نقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شد ۔۔۔ پس درست آمد کہ مُردن دفع شد

جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی ۔۔۔ تو ثابت ہو گیا، کہ موت دفع ہو گئی

دوست حق ست و کسے کش گفت او ۔۔۔ کہ توئی آنِ من و من آنِ تو

دوست اللہ ہے اور وہ جس کو اس (اللہ) نے کہہ دیا ہے ۔۔۔ کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوش دار اکنوں کہ عاشق میرسد ۔۔۔ بستہ عشق او را بحبلِ مِنْ مَسَد[2]

(اب سن) کہ عاشق پہنچتا ہے ۔۔۔ عشق نے اس کو مونج کی رسی سے باندھا ہے

رسیدنِ بخاری عاشق در بندگیِ صدرِ جہاں

عاشق بخاری کا صدر جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں بدید او چہرۂ صدرِ جہاں ۔۔۔ گوئیا پَرّیدش از تن مُرغِ جاں

جب اس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا ۔۔۔ گویا اس کے جسم سے مرغ جاں پرواز کر گیا

ہمچو چوبِ خشک افتاد آں تنش ۔۔۔ سرد شد از فرق سر تا ناخنش

اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا ۔۔۔ سر کی مانگ سے اس کے ناخن تک ٹھنڈے پڑ گئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب ۔۔۔ نے بجنبید و نے آمد در خطاب

انہوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا ۔۔۔ وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کارنایدؔ[3] در بخارا ہر بخور ۔۔۔ جز کہ بوئے آں شہِ بافرّ و نور

بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہو گی ۔۔۔ اس پر شوکت اور منور شاہ کی خوشبو کے علاوہ

شاہ چوں دید آں مزعفر رُوئے او ۔۔۔ پس فرود آمد ز مرکب سوئے او

بادشاہ نے جب اس کا زعفرانی چہرا دیکھا ۔۔۔ تو اس کی جانب سواری سے اتر آیا

---

[1] گر نشد۔ مگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اس کی تکمیل کرنی چاہیے۔ ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اسی کو سمجھو گے جو تمہارے لیے جان دے دے۔ چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہو جائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے بلکہ ایک نقل مکانی ہے۔ مُردن دفع شد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے جب ناگواری ختم ہو گئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔

[2] حَبْلٍ مِّنْ مَّسَدٍ۔ مونج کی رسی۔ چوں بدید۔ جب اس بخاری عاشق نے صدر جہاں کو دیکھا تو بے حس و حرکت ہو گیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہو گئیں۔

[3] کارنایدؔ۔ عاشق تو بوئے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔ شاہ۔ صدر جہاں نے جب اس کی یہ حالت اور اس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کر اس کے پاس آ گیا۔

Marfat.com

گفت[1] عاشق دوست جوید تیز و تفت
بولا، عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے تلاش کرتا ہے

چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت
جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی و حق آنست کو
تو اللہ کا عاشق ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ

چوں بیاید از تو نبود تارِ مو
جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیشِ آں نظر
اس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سیکڑوں فانی ہیں

عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر
اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایۂ و عاشقی بر آفتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے

شمس آید سایہ لا گردد شتاب
سورج نکلتا ہے، تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا

نز ستارہ ماند و نز شب اثر
نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل[2] چونکہ عشق آید دروں
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آ جاتا ہے

عقل رختِ خویش اندازد بروں
عقل، اپنا بوریا بستر باہر لا ڈالتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دو چار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا

گشت آہو بیخبر افتاد زار
تو ہرن بیہوش ہو کر بحالت زار ہو گیا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ تند باد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل

فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالسَّدَاد
سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

داد خواستنِ پشہ از دست باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام
مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ[3] وز گیاہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا

وز سلیمانؑ گشت پشہ داد خواہ
اور مچھر نے (حضرت) سلیمان علیہ السلام سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری
کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں

بر شیاطین و آدمی زاد و پری
شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مُرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں

کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
وہ کونسا گمراہ ہے، جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

---

[1] گفت۔ صدر جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈتا ہے اور اس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ حقی۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اس فنا کو کچھ بھی نہ سمجھ وہاں ہزاروں فانی ہیں۔ سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے۔ سایہ ہو اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائے گا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے، سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔

[2] از درِ دل۔ عشق کا تقاضا ہے جنون، جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔ داد۔ اس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرتا ہے۔

[3] حدیقہ۔ باغ۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جن و انس پر حکومت تھی اور ہوا بھی ان کے حکم کی تابع تھی۔ کیست۔ تفصیل مشکل ہے مختصر یہ ہے کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

Marfat.com

داد[1] دِہ مارا کہ بس زاریم ما
ہمارا انصاف کیجئے، کیونکہ ہم عاجز ہیں

بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہم باغ، اور چمن سے بے نصیب ہیں

مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں

پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شہرۂ ما در ضعف و اشکستہ پری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے

شہرۂ تو در لطف و مسکیں پروری
آپ کی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباقِ قدرت منتہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں

منتہی ما در کمی و گمرہی
ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دِہ مارا ازیں غم کن جدا
ہمارا انصاف کیجئے اس غم سے جدا کر دیجئے

دستگیر اے دست تو[2] دستِ خدا
اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دست گیری کیجئے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے انصاف کے طالب!

داد و انصاف از کہ میخواہی بگو
بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے

ظلم کردست و خراشیدہ است رُوت
ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے

کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست
جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مُرد
جب ہم پیدا ہوئے، اسی دن ظلم مر گیا

پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش بُرد
تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں[3] بر آمد نورِ ظلمت نیست شد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی

ظلم را ظلمت بود اصل و عضُد
ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند
یہ شیاطین کام اور خدمت کر رہے ہیں

دیگراں بستہ باصفادند و بند
دوسرے بیڑیوں، اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بود
ظالموں کے ظلم کی جڑ، شیطان سے تھی

دیو در بندست اِستم چوں نمود
شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

ملک زاں داد ست مارا کُن فکاں
(خدا کی قدرت) کن فکان نے ہمیں ملک اسی لیے دیا ہے

تا ننالد خلق سوئے آسمان
تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

---

1. داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ و گلزار میں نہیں ٹھیرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہے مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔
2. اے دست تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ بادِ بروت۔ غرور، تکبر۔ کو نہ۔ حضرت سلیمان نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔
3. چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہیں، قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے، بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کن فکاں۔ یعنی امر خداوندی۔

Marfat.com

تا ببالا بر نیاید دُودہا[1]　　تا نگردد مضطرب چرخ و سہا

تاکہ دھوئیں اوپر نہ جائیں　　تاکہ آسمان اور سہا پریشان نہ ہوں

تانہ لرزد عرش از نالہ یتیم　　تانگردد از ستم جانے سقیم

تاکہ یتیم کی فریاد سے، عرش نہ لرزے　　تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے　　تا نیاید بر فلکہا یا ربے

اسی لیئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے　　تاکہ "یا رب" کی آواز آسمان پر نہ جائے

منگر اے مظلوم سوئے آسماں　　آسمانی شاہ داری در زماں

اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ　　کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

گفت[2] پشہ دادِ من از دست باد　　کو دو دستِ ظلم بر ما بر کشاد

مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے　　جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیے ہیں

ماز ظلمِ او بہ تنگی اندریم　　با لب بستہ ازو خوں می خوریم

ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں　　خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

ظلمِ او بر ما صریح ست و عیاں　　نیست مارا چارہ کردن جز بیاں

اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے　　سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

دادِ ما و انصافِ ما بستاں ازو　　اے کریمِ عادلِ اکرام خو

اس سے ہمارا عدل اور انصاف کیجئے　　اے شریف مزاج، کریم، منصف

امر کردنِ سلیمان علیہ السلام پشہ مظلم[3] را باحضارِ خصم بدیوانِ حکم

مظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو کچہری میں حاضر کرے

پس سلیماںؑ گفت اے زیبا دَوی　　امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے　　تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے

حق بمن گفت ست ہاں اے داد ور　　مشنو از خصمے تو بے خصمے دگر

اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار! اے منصف　　کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور　　حق نیاید پیشِ حاکم در ظہور

جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آ جائیں　　حاکم کے لیے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

---

[1] دود ہا۔ یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تا نگردد۔ مظلوم کی آہ سے ملاءِ اعلیٰ مضطرب ہوجاتا ہے۔ عرش۔ مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب۔ یعنی قانونِ انصاف۔ یا رب۔ یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہ ور حق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خون۔ یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔ صریح۔ اس ظلم کے ثبوت کے لیے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] مظلم۔ ظلم سہنے والا فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ دوی۔ بھنبھناہٹ۔ مشنو۔ یعنی مدعی کا بیان مدعا علیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیے۔ تا نیاید۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

Marfat.com

خصم[1] تنہا گر بر آرد صد نفیر
ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے

ہاں و ہاں بے خصم قولِ او مگیر
خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اس کی بات نہ مان

من نیارم زد ز فرماں تافتن
میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا

خصم خود را رو بیاور سوئے من
جا، اپنے مدعی علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست بُرہانِ درست
اس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے

خصمِ من بادست و او در حکمِ تست
میرا مدعی علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا
ان شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا!

پشہ افغاں کرد از ظلمت بیا
مچھر نے تیرے ظلم کی شکایت کی ہے، آ جا

ہیں مقابل شو بخصمت رُوبرو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا

پاسخش گو و بکن دفعِ عدو
اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی

پشہ بگرفت آں زماں راہِ گریز
اس وقت مچھر نے راہِ فرار اختیار کی

پس سلیماں[2] گفت اے پشہ کجا
(حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟

باش تا بر ہر دو رانم من قضا
ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست
اس نے کہا اے شاہ! اس کے وجود سے میری موت ہے

خود سیاہ ایں روزِ من از دُودِ اوست
میرا یہ دن اس کے دھوئیں سے کالا ہے

او چو آمد من کجا یابم قرار
جب وہ آ گئی، میں کہاں ٹھہروں؟

کو برآرد از نہادِ من دمار
کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا

چوں خدا آید شود جوینده لا
جب خدا آ جاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہ[3] آں وصلت بقا اندر بقاست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقا، در بقا ہے

لیک ز اوّل آں بقا اندر فناست
لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بود جویائے نور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں

نیست گردد چوں کند نورش ظہور
فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

---

[1] خصم۔ مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیرِ فرمان ہے اس کو حاضری کا حکم دے دیجئے۔ بانگ زد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو طلب کر لیا۔ راہِ گریز۔ جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیماں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکے۔ بودِ او۔ اس کا وجود۔ دودِ او۔ یعنی اس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے اسی طرح وصل حق، واصل کی فنا ہے۔

[3] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے مقام فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔

عقل بے ماند چو باشد سردہ[1] او
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اس کو وجود میں لانے والا موجود ہو

کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست
اس کی ذات کے سامنے فانی، فانی اور باقی ہے

ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خردہا شد زدست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی ہیں

چوں قلم اینجا رسیدہ شد شکست
جب قلم اس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیہوشِ خود را تا بہوش باز آید
معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آ جائے

باز گردم جانب صدرِ جہاں
میں پھر صدر جہاں کی طرف پلٹتا ہوں

در نوازش عاشقِ خود را نہاں
جو درپردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سرنہاد اندر کنار
اس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا

بَر رُخش می کرد اشکِ تر نثار
اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید[2] از بے ہشی اش در بیاں
اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا

اندک اندک از کرم صدرِ جہاں
صدر جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ زد در گوشِ او شہ کاے گدا
شاہ نے اس کے کان میں کہا، اے فقیر!

زر نثار آوردمت دامن کشا
میں تیرے اوپر نچھار کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جانِ تو[3] کاندر فراقم می طپید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی

چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید
جب میں اس کی پناہ کے لیے آیا ہوں کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے

با خود آ از بیخودی و باز گرد
بے ہوشی سے ہوش میں آ جا، اور لوٹ آ

مُرغِ خانہ اشترے را بے خرد
گھریلو مرغا، بے عقلی سے ایک اونٹ

رَسمِ مہمانش بخانہ می برد
مہمان بنانے کے لیے اپنے گھر لے جاتا ہے

---

[1] سردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ ذات باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔ ہالک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اس کو بقا باللہ حاصل ہے اس لیے موجود ہے اس ہالک میں ہستی اور نیستی کا امتزاج حیران کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمت باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدر جہاں درپردہ اس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اس بے ہوش کے رخساروں پر صدر جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔

[2] می کشید۔ اس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔ بانگ زد۔ صدر جہاں نے اس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔

[3] جانِ تو۔ فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔ مرغ۔ مولانا اب اس قصہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشق خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اس اونٹ نے اس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشق الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو خانہ مرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

چوں بخانہ مرغ اشتر پا نہاد
جب مرغ کے ڈربے پر اونٹ نے پاؤں رکھا
خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد
ڈربہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مُرغ ست عقل و ہوشِ ما
ہماری عقل اور جوش، مرغ کا ڈربہ ہے
ہوش، صالحؑ طالبِ ناقہ خدا
ہوش (حضرت) صالح علیہ السلام ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

ناقہ چوں سر کرد در آب و گِلش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا
نے گِل آنجا ماند و نے جان و دلش
نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اس کی جان اور دل

کرد فضلِ عشق انساں را فضول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا
زیں فزوں جوئی ظلوم ست و جہول
اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہلؑ ست او اندریں مشکل شکار
وہ اس مشکل شکار (کے معاملے) میں جاہل ہے
می کشد خرگوش شیرے در کنار
خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟
گر بدانستے و دیدے شیر را
اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود
وہ اپنے اوپر، اور اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے
ظلم بیں کز عدلہا گو می بُرد
ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

جہلِ او مر علمہا را اوستاد
اس کی نادانی، علموں کی استاد ہے
ظلمِ او مر عدلہا را شد رشاد
اس کا ظلم، انصافوں کے لیے ہدایت ہے

دستِ اوؑ بگرفت کایں رفتہ دمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا گیا ہوا سانس
آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس وقت آئے گا جب میں اسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مُردہ تن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا
جانِ من باشد کہ رو آرد بمن
وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من کنم او را ازیں جاں محتشم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا
جاں کہ من بخشم بہ بیند بخششم
جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

۱۔ ہوش، صالح۔ ہوش کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کی سی ہے جس نے اللہ سے ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔ کرد۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ مولانا نے اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشق الٰہی مراد لیا ہے۔

۲۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشق الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشق الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

۳۔ دست او۔ صدر جہاں نے اس بے ہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا اس کا سانس تب لوٹے گا جب میں اس کو سانس عطا کروں گا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہو گا تو پھر اس کی روح میری طرف متوجہ ہو گی۔ بخششم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہو گی۔

Marfat.com

جانِ نا محرم[1] نہ بیند رُوئے دوست
نا محرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی

در دمم قصاب وار ایں دوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھرتا ہوں

گفت اے جانِ رَمیدہ از بلا
اس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان

اے خودِ ما بیخودیؔ و مستیت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو
میں اس وقت، تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ

زاں کہ[2] آں لبہا ازیں دم می رَمد
کیونکہ وہ ہونٹ، اس بات سے گریز کرتے ہیں

گوشِ بے گوشی دریں دم بر کشا
بے گوشی کے کان، اس بات میں کھول

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سنی شروع کی

نے کم از خاک ست کز عشوہ صبا
وہ مٹی سے گیا گذرا نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے

کم ز آبِ نطفہ[3] نبود کز خطاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے

کم زبادے نے کہ شد از امرِ کن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کن کے حکم سے بن گئی

کم زنارے نیست کز اَمرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے

جز ہماں جاں کاصل او از کوئے اوست
سوائے اس جان کے جس کی اصل اس کے کوچے کی ہے

تا ہلد آں مغز نغزش پوست را
تاکہ اس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

وصل را ما در کشادیم اَلصَّلا
ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے دعوت ہے

اے ز ہستِ ما ہمارہ ہستیت
اے! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

رازہائے کہنہ میگویم شنو
پرانے راز کہتا ہوں، سن

بر لبِ جوئے نہاں بر می دَمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اگتی ہے

بہرِ رازِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
اس راز کیلئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

اندک اندک مُردہ جنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے، عدم سے سر ابھارتی ہے

یوسفاں زایند رُخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے پر یوسفوں کو جنتا ہے

در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

گلستاں شد بر خلیلِ خوش کلامؑ
خوش کلام خلیل (اللہ علیہ السلام) پر گلستان بن گئی

---

[1] جانِ نا محرم۔ اس کی پہلی جان نامحرم تھی۔ وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ در دمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جدا ہو جائے صدرِ جہاں نے کہا میں بھی اس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائشِ بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔ اے خودِ ما۔ تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے۔ با تو۔ اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں۔

[2] زانکہ۔ لیکن یہ اسرار، آدمی کے ہونٹوں سے نہیں سنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں۔ گوش۔ اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں۔ یفعل۔ یعنی مشیت خداوندی کے اسرار۔ جنبیدن۔ یعنی یہ خوشخبری سن کر مردے میں جان پڑنے لگتی ہے۔ نے کم۔ بہرحال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اس میں جان پڑ جاتی ہے تو اس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی۔

[3] کم از آبِ نطفہ۔ نطفہ منی حکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے۔ کم زبادے۔ مشہور ہے کہ پرندوں میں مذکر کی ہوا مونث کے رحم میں پہنچتی ہے جس طرح سے انڈا بنتا ہے۔ کم زنارے۔ آگ بھی آواز سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گلزار بنی۔

کم ز چوبے[1] نیست در دفعِ عدو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کے لیے

گشت اژدرہائے منکر ز امرِ ہو
اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز ولاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جس نے ولادت کے طریقہ پر

ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
اس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم
اس سب کو چھوڑ، کیا عدم کی مادہ نے

عالمے زاد و بزاید دمبدم
عالم کو نہیں جنا، اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد
وہ کودا اور اچھل پڑا اور خوشی خوشی

یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
اس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

بشکفید از روئے او و شاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا

در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

با خویش آمدنِ عاشقِ بیہوش و روئے باز آوردن بہ ثنا و شکرِ معشوق

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف اور شکر کی جانب متوجہ ہونا

گفت[2] اے عنقائے حق جاں را مطاف
بولا اے خدائی عنقا، جو جان کی طواف گاہ ہے

شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
شکر ہے کہ تو کوہِ قاف سے واپس آ گیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل!

اے تو عشقِ عشق واے دلخواہِ عشق
اے وہ کہ تو عشق کا عشق، اور عشق کا محبوب ہے

اولیں خلعت[3] کہ خواہی دادنم
سب سے پہلی خلعت، جو آپ مجھے دیں

گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

گرچہ میدانی بصفوت حالِ من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا حال جانتے ہیں

بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
بندہ پرورا میری باتیں (بھی) سن لیجیے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید
اے یکتا صدرا! لاکھوں بار

ز آرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
(آپ کے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

---

[1] کم ز چوبے۔ ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بنا۔ کم ز سنگ۔ کرشمہ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہو گئی۔ زیں ہمہ۔ ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آ گیا۔ بر جہید۔ غرضیکہ صدر جہاں کے کرشمہ سے وہ مدہوش ہوش میں آ گیا مدرقص کرنے لگا اور سجدہ میں گر گیا۔

[2] گفت۔ اس مدہوش نے ہوش میں آ کر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لیے عنقا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آ گئی۔ مطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔

[3] خلعت۔ شاہی عطیہ کا لباس، انعام۔ روزن۔ یعنی منہ کا سوراخ۔ صفوت۔ یعنی قلب کی صفائی۔ ز آرزوے۔ یعنی اس آرزو میں بے ہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد و غم سنا سکوں۔

Marfat.com

آں سمیعی[1] تو و آں اِصغائے تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا
واں تبسمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مَرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا
عشوۂ جانِ بداندیش مَرا
میری بد اندیش جان کے مکر کو (سننا)

قُلبہائے من کہ آں معلومِ تست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے
پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کیے ہیں

بہرِ گستاخے و شوخِ غرّۂ
ایک گستاخ، اور شوخ بہکے ہوئے کے لیے
حلمہا در پیشِ حلمت ذرّۂ
بہت سی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

اولاً[2] بشنو کہ چوں ماندم ز شست
اولاً سنیئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا
اول و آخر بہ پیشِ من بجست
تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ وَدُوْد
دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر!
کہ بسے جستم ترا ثانی نبود
کہ میں نے بہت ڈھونڈا (آپ کا) کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام
تیسرے، جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکلا ہوں
گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام
گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ
چوتھے، جب میرا کھیت جل گیا
می ندانم خامسہ از رابعہ
میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں
پانچویں، اے صدر جہاں! تیرے فراق میں
از حواسِ خمسہ بودم در زیاں
میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے رُوئے تو
چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے
گوئیا بارید برمن غم دو تو
گویا مجھ پر دہرا غم برسا

سابعاً از ثامن ندانم ضالہ[3] ام
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی، میں گمشدہ ہوں
خوں ہمی گرید فلک از نالہ ام
میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے
پے بری باشد یقیں از چشمِ ما
کھوج لگا لیجئے اور وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہو گا

گفتِ من رعدست وایں بانگ وحنیں
میری گفتگو، اور یہ آواز اور رونا، کڑک ہے
ز ابر خواہد تا ببارد بر زمیں
وہ ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

---

[1] آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اس لیے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں۔ اصغا۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔ قُلبہائے۔ معنوی احوال آپ کو سناتا تھا آپ ان کو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سیکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔

[2] اولاً۔ بخاری صدرِ جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اول۔ یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بے خبر ہو گیا۔ ودود۔ دوست۔ ثالث۔ ثلاثہ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامساً۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[3] ضالہ۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بمنزلہ کڑک کے ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔

Marfat.com

من میانِ[1] گفت و گریہ می تنم — یا بگریم یا بگویم چوں کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں — روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟

گر بگویم فوت می گردد بکا — ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا
اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے — اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟

می فتد از دیدہ خونِ دل شہا — بیں چہ افتادست از دیدہ مرا
اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے — دیکھ، آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف — کہ بُرو بگریست ہم دوں ہم شریف
یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا — کہ اس پر رذیل بھی، اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں بر آمد ہوئے و ہو — حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ او
اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی — کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ[2] خند — مرد و زن خرد و کلاں حیراں شدند
بہت بولتے ہوئے، بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے — مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

شہر ہم ہمرنگِ او شد اشک ریز — مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے، اس جیسا ہو گیا — قیامت کی طرح مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے

آسماں میگفت آں دم با زمیں — گر قیامت را ندیدستی بہ بیں
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا — اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے، دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشقست و چہ حال — کہ فراق[3] او عجب تر یا وصال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے، اور عجب حال ہے — کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے، یا وصل

چرخ برخواندہ قیامت نامہ را — تا مجرّہ بر دریدہ جامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے — کہکشاں نے، کپڑے پھاڑ لیے ہیں

با دو عالم عشق را بیگانگی — اندرو ہفتاد و دو دیوانگی
اس کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے — اس میں بہتر (۷۲) دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا حیرتش — جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اس کی حیرانی نمایاں ہوئی ہے — جان کے شہنشاہوں کی جان، اس کی حسرت میں ہے

من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکوے سے محروم ہو جاتا ہوں، شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔ می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ۔

خیرہ۔ اب اس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا۔ ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اس کی یہ حالت زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مخلوط ہو جائیں گے۔ آسماں۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو اس کا نمونہ یہ دیکھ لے۔

کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔ چرخ۔ آسمان، قیامت کا بیان پڑھ کر اس حادثے پر اس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کیے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہے عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیا باوجود اپنی بلندیوں کے اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔

Marfat.com

غیر ہفتاد[1] و دو ملت کیشِ او — تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ او

بہتر (۷۲) ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے — اس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطربِ عشق ایں زند وقتِ سماع — بندگی بند و خداوندی صداع

عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے — غلامی، قید اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم — در شکستہ عقل را آنجا قدم

تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے — وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شد — زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد

غلامی اور حکومت (اگر) محسوس ہوئی — ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

کاشکے[2] مستی زبانے داشتے — تا زِ مستاں پردہا برداشتے

کاش عشق زبان رکھتا — تا کہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی ایدمِ ہستی ازاں — پردۂ دیگر برو بستی بداں

اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے — سمجھ لے، اس پر ایک دہرا پردہ تو نے ڈال دیا

آفتِ[3] ادراک آں قال ست و حال — خوں بخوں شستن محالست و مُحال

اس عشق، کے غم کے لیے قول اور حال جاہی ہے — خون کو خون سے دھونا محال اور محال ہے

من چوبا سودائیانش محرم — روز و شب اندر قفص در می دم

میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم (راز) ہوں — دن، رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت و مست و بیخود و آشفتۂ — دوش ایجاں بر چہ پہلو خفتۂ

تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے — اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں و ہاں ہشدار بر ناری دمے — اولاً بَرجہ طلب کن محرمے

خبردار، خبردار! سانس نہ لے — پہلے اٹھ، کسی محرم (راز) کو تلاش کر

---

[1] غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے۔ تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسا دیا جاتا تھا۔ مطربِ عشق۔ یعنی عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اس کے لیے قید ہے اور آقائی اس کے لیے دردِ سر ہے۔ پس ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں۔ اب اگر عشق خداوندی ہو تو اس کی صفات کو اس پر قیاس کر لو لیکن اس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس بھی نہ کر سکو گے۔ بزرگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تخت سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لیے پردہ اور حجاب ہیں، عشق ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

[2] کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کر سکتا۔ اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کر سکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گناتا ہے اس سے اس کی معرفت کے بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔

[3] آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔ من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرمِ راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسا رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال ہیں جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری، بعض نسخوں میں نا ردوے ہے۔

Marfat.com

عاشقی[1] و مستی و بگشادہ زباں
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے

الله الله اشترے بر نردباں
اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں ز راز و ناز او گوید زباں
جب زبان، اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے

یا جمیل الستر خواند آسماں
آسمان پکارتا ہے، اے عمدہ پردہ پوش کرنے والے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست
پردہ پوشی کیسی، اون اور روئی میں آگ ہے

تا ہمی پوشیش او پیدا ترست
کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے رازوں کو چھپاؤں

سر برآرد چوں علم کاینک منم
وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

رغم انفم[2] گیردم تا کہ دو گوش
وہ (عشق) میری رسوائی کے لیے میرے دونوں کان پکڑتا ہے

کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش
اے بد دماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے، چھپا

گویمش رو گرچہ برجوشیدۂ
میں اس سے کہتا ہوں جا، تو اگرچہ جوش میں ہے

ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوس خنب ست ایں تنم
وہ کہتا ہے، کہ میرا جسم قبر میں مقید ہے

چوں مے، اندر بزم خنبک میزنم
شراب کی طرح مجلس میں تھیلیاں بجاتا ہوں

گویمش[3] زاں پیش کہ گردی گرو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (چھپ جا)

تا نیاید آفتِ مستی برو
تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آ جائے

گوید از جام لطیف آشام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ

یارِ روزم تا نمازِ شام من
دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں بیاید شام و دزدد جامِ من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائے گی

گویمش دادہ کہ ناَمد شامِ من
میں اس سے کہوں گا واپس دے دے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

---

۱ عاشقی۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے۔ چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر ابھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کے لیے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھ تو کیسے چھپا سکتا ہے۔

۲ رغم انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا، ذلیل ہونا۔ گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آ گیا ہے آپ اس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجیے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مقید ہے اور اس کے آثار سر محفل ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنب۔ خم۔

۳ گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائے گی اور مجھ پر مصیبت آ جائے گی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہو گی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام۔ یعنی موت کا وقت۔ چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جدا ہو جائے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جدا کرنے لگے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھ سے جام نہ چرا۔

Marfat.com

زاں عرب[1] بنہاد نامِ مے مدام — زانکہ سیری نیست مے خور را مدام

اسی لیے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھا ہے — کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را — او بود ساقی نہاں صدیق را

عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے — وہ دوست کے لیے، مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیقِ حسن — بادہ آبِ جان بود ابریق تن

جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کر لے گا — تو شراب روح کے لیے آب (حیات) اور جسم جام بنجائیگا

چوں بیفزاید مے توفیق را — قوتِ مے بشکند ابریق را

جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے — شراب کی تیزی، جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد[2] ساقی و ہم مست آب — خود بگو اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

پانی ساقی بن جاتا ہے اور پانی ہی مست بن جاتا ہے — خود کہہ دے، اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

پَرتو ساقی ست کاندر شیرہ رفت — شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت

ساقی کا عکس ہے، جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنی بپرس آں خیرہ را — کہ چنیں کے دیدہ بودی شیرہ را

اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر — تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا؟

بے تفکر[3] پیشِ ہر دانندہ ہست — آنکہ با گردندہ گردانندہ ہست

بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیش نظر ہے — کہ گھومنے والے کے لیے (کوئی) گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشق درازِ ہجر بسیار امتحاں

لمبے ہجر والے، بہت، امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنوں بدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز، بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست — می نداوش روزگارِ وصل دست

بے دل، اور پریشان تیز دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ، اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

---

[1] زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مدام کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شرابی اس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی ہمیشگی کا خواہش مند رہتا ہے تو جب شراب ظاہری کی یہ صورت ہے تو شراب عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لیے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری روح کے لیے آب حیات کا کام کرے گا اور تیرا بدن اس کے لیے جام بن جائے گا۔ چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دے دیتا ہے تو پھر ابریقِ بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

[2] آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔ پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں۔

[3] بے تفکر۔ ہر انسان کھلے طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ حکایت۔ اس قصہ سے بھی یہ پتا ہے کہ اسباب میں سببیت اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔

Marfat.com

بس شکنجہ[1] کرد عشقش بر زمیں — خود چرا دارد ز اول عشق کیں

اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — (نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اول چرا خونی بود — تا گریزد آنکہ بیرونی بود

عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیشِ زن — آں رسول از رشک گشتے راہزن

جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد، رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا — اس عورت کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

ور صبا[2] را پیک کردے در وفا — از غبارے تیرہ گشتے آں صبا

اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ سب، غبار سے کالی پڑ جاتی

رقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے — پرِ مرغ از تفِ رقعہ سوختے

اگر وہ خط پرند کے پروں پر سیتا — خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

راہہائے چارہ را غیرت بہ بست — لشکرِ اندیشہ را رایت شکست

تدبیر کے راستے، غیرت نے بند کر دیے — سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بود اوّل مونسِ غم، انتظار — آخرش بشکست کہ ہم انتظار

پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا — آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے[3] کایں بلائے بے دواست — گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست

کبھی وہ کہتا، کہ یہ لا علاج مرض ہے — کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی زد بر آوردے سرے — گاہ او از نیستی خوردے برے

کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی — کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں برشدے — گہ خیالِ دلبرش ہمدم بدے

کبھی اس کی فریاد آسمان پر پہنچتی — کبھی معشوق کا خیال، اس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بروے سرد گشتے ایں نہاد — جوش کردے گرم چشمہ اتحاد

جب یہ مزاج، اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا — اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

---

[1] بس شکنجہ۔ عشق نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔ خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لیے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنا لے اور نا اہل اس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ اگر وہ پیام محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اس معشوقہ کا منشی اس کو غلط پڑھ کر سناتا۔

[2] ور صبا۔ اگر وہ صبا کے ذریعے پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط کر بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پر جل جاتے۔ راہہائے۔ غرضیکہ سبب اور تدبیر کا متندی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔ بود۔ پہلے اس کے لیے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔

[3] گاہ گفتے۔ کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا۔ کبھی کہتا کہ یہی تو مدار زندگی ہے۔ گاہ ہستی۔ کبھی اس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ۔ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔

Marfat.com

چونکہ[1] با بے برگی غربت بساخت — برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت

جبکہ مسافرت کی بے سروسامانی سے، اُس نے ساز کیا — بے سروسامانی کا سامان، اس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیگاہ شد — شبرواں را رہنما چوں ماہ شد

اس کی فکر کے خوشے بغیر تنکے کے ہو گئے — وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے بسا طوطی گویائے خمش — اے بسا شیریں روانِ رُو تُرش

بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں — بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رَو[2] بگورستاں دمے خامش نشیں — آں خموشانِ سخن گو را ببیں

تھوڑی دیر کے لیے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ — ان بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں — نیست یکساں حالتِ چالاک شاں

لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے — ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحم زندگاں یکساں بود — آں یکے غمگیں دگر شاداں بود

زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے — لیکن، ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

تو چہ دانی تا ننوشی قالِ شاں — زانکہ پنہاں ست بر تو حالِ شاں

تو کیا سمجھے جب تک ان کی بات نہ سن لے — کیونکہ تجھ پر ان کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے و ہوئے را — کے بہ بینی حالت صد توے را

کچھ زبان سے ہائے و ہو کو سن لیتا ہے — تو سیکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے؟

نقشِ ما یکساں بضدہا متصف — خاک ہم یکساں، رواں شاں مختلف

ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں — مٹی بھی یکساں ہے، ان کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا — آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا

اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں — ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

بانگِ اسپاں بشنوی اندر مصاف — بانگِ مُرغاں بشنوی اندر مطاف

میدانِ جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے — چکر کاٹنے میں، تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

---

[1] چونکہ۔ اب بے سروسامانی اس کے لیے موجب راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے۔ جبکہ اس کا عشق خواہشات کے خس وخاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔ اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیانِ ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے لوگ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش اور تروتازہ ہے، بظاہر ترش رو ہیں۔

[2] رو۔ حقیقی ولی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً ان میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے۔ ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم۔ مردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔ تو چہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔

[3] بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے اصل حالت کا پتا لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہم چنیں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہوں گی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد اور ناز کی وجہ سے فرق ہے۔ بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن ان آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔

Marfat.com

آں یکے از حقد و دیگر زِ ارتباط — آں یکے از رنج و دیگر از نشاط

ایک دشمنی سے ہے، اور دوسری تعلق کی وجہ سے — ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہرکہ[1] دُور از حالتِ ایشاں بود — پیشش آں آوازہا یکساں بود

جو ان کے احوال سے دور ہو — اس کے لیے وہ آواز میں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جنبد از زخمِ تبر — واں درختِ دیگر از بادِ سحر

ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے — دوسرا درخت، صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم زدیگِ مُردہ ریگ — زانکہ سَر پوشیدہ میجوشید دیگ

میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا — کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوش[2] و نوشِ ہر کست گوید بیا — جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا

تجھ سے ہر شخص کا جوش، اور ذائقہ کہتا ہے آ جا — سچائی کا جوش اور ملمع سازی، اور ریا کا جوش

گرنداری دیدہائے روشناس — رَو دماغے دست آور بوشناس

اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے — جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بداں گلشن تند — چشمِ یعقوباں ہمو روشن کند

وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے — یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

خبردار! اس خستہ جگر کے احوال بتا — کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ[3] عاشق معشوق را و بیانِ آنکہ جویندہ یابندہ بود کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَہٗ، صَدَقَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

عاشق کا معشوق کو پا لینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا پانے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اس نے اس کو پا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن کی نیکی کرتا ہے، وہ اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کرے گا وہ اس کو دیکھے گا

---

[1] ہرکہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھے گا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے۔ بس غلط۔ سرپوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

[2] جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گرنداری۔ اگر انسان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحبِ بصیرت سے مشورہ کر لے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لیے اس آدمی کا سہارا لے لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نورِ دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔ اس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دور جا پڑے اب اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

[3] یافتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرتِ حق تعالیٰ اسبابِ ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالمِ اسباب میں سببیت پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

Marfat.com

کاں جواں در جستجو بد ہفت سال
وہ جوان سات سال تلاش میں رہا

از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال[1]
وصل کے خیال سے خیال کی طرح ہو گیا

سایۂ حق برسرِ بندہ بود
بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے

عاقبت جویندہ یابندہ بود
انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا

عاقبت زاں در بروں آید سرے
انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں نشینی بر سرِ کوے کسے
اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا

عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک
جب تو کنوئیں سے روز مٹی نکالے گا

عاقبت اندر رسی در آبِ پاک
انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جملہ[2] دانند ایں اگر تو نگروی
سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے

ہر چہ می کاریش روزے بد روی
جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگ بر آہن زدی آتش بجست
تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی

ایں بباشد ور نہ باشد نادرست
یہ ہو گا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات
جس کا مقدر نصیب اور نجات نہیں ہے

ننگرد عقلش مگر در نادرات
اس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

کاں[3] فلاں کس کشت کرد و بر نداشت
کہ اس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا

واں صدف برد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعم باعور و ابلیسِ لعین
بلعم باعور، اور ملعون شیطان

سود نامد شاں عبادتہا و دیں
ان کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں انبیاء و رہرواں
لاکھوں نبی، اور راہبر

نآید اندر خاطرِ آں بدگماں
اس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
ان دو کو اس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں

در دلش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اس کے علاوہ کیا رکھے؟

---

[1] چوں خیال۔ یعنی اس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اس کے کوچے پر دھرنا دے دو گے تو ضرور اس کا دیدار کرو گے۔ چاہے۔ مٹی کھودتے رہو گے تو کنوئیں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔

[2] جملہ۔ تمام دنیا کا عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔ سنگ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جائے گی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو بد بخت ہوتے ہیں وہ سنت الٰہی کو پیش نظر نہیں رکھتے نادر الوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

[3] کاں۔ نادر باتوں کی یہ مثالیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اس کو کچھ نہ ملا اس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اس میں موتی نہ نکلا۔ بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ صد ہزاراں۔ وہ بد بخت لاکھوں انبیا اور اولیا کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے ان کو کتنے بڑے رتبے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اس کی بدبختی کی علامت ہے۔

Marfat.com

بس کسا[1] کہ ناں خورد دل شاد او — مرگِ او گردد بگیرد در گلو
بہت سے وہ ہیں جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں — وہ ان کی موت بنتی ہے اور ان کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے اِدبار رُو ہم ناں مخور — تا نیفتی ہمچو او در شور و شر
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا — تاکہ اس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق ناںہا می خورند — زور می یابند و جاں می پرورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں — طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں نادر کجا افتادۂ — گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ
تو اس نادر میں کیوں گھس گیا؟ — اگر تو محروم، اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں[2] پُر آفتاب و نورِ ماہ — تو بہشتہ سرفرو بُردہ بچاہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہوئی ہے — تو سر کو لٹکائے ہوئے کنویں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی — سر زچہ بردار و بنگر اے دنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟ — اے کمینے! کنویں سے سر اٹھا، اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نوریافت — تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا — جب تک تو کنویں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چَہ رہا کن رَو بایوان و کروم — کم ستیز اینجا بداں کاللّج شُوم
کنویں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا — یہاں کج بحثی نہ کر سمجھ لے جھگڑالو پن بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد — در فلاں سال و ملخ کِشتش بخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی — فلاں سال میں اور ٹڈی اس کی کھیتی کھا گئی

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست — پس چرا افشانم ایں گندم ز دست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے — میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

ہیں[3] مکن استیزہ رَو رَو کارکن — با توکل کشت کن بشنو سخن
خبردار! جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر — توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد — آنچناں کو برنخیزد تا ابد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے — اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را — پُر کند کوریِ تو انبار را
اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا — وہ تیرے اندھے پنا پر انبار بھر لے گا

---

[1] بس کسا۔ نادر اور اتفاقات کی مثالیں لا کر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔ تو بداں۔ نادر الوقوع حادثوں کو پیش نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنویں میں منہ جھکائے ان کا انکار کرتا رہے۔ جملہ عالم۔ اس کے لیے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اس سے محروم ہے۔ اللج شوم۔ کج بحثی اور جھگڑالو پن بدبختی کی دلیل ہے۔

[3] ہیں۔ انسان کو کج بحثی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیے یقیناً وہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اس طرح سے اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔

Marfat.com

زیں بیاں[1] بگذر زمانے باز راں
تھوڑی دیر کے لیے اس بیان سے گذر جا، پھر چل

چوں درے میکوفت او از سلوتے
جب وہ لاپروائی سے، دروازہ کھٹکھٹاتا رہا

جست از بیم عسس او شب بباغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا

گفت سازندہ سبب را آں نفس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا

ناشناسا تو سببہا کردۂ
نا معلوم کو تو نے سبب بنا دیا

بہر آں کردی سبب ایں کار را
تو نے اس لیے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا

در شکست پائے بخشد حق پرے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پَر عنایت کردیتا ہے

ہرچہ آں بر تو کراہیت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے

تو مبیں کہ بر درختی یا بچاہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے

گر تو خواہی باقی ایں گفتگو
اگر اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے

جانب احوالِ آں عاشق جوان
اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

عاقبت دریافت روزے خلوتے
انجام کار اس نے ایک روز محبوب کی خلوت حاصل کر لی

یارِ خود را یافت با شمع و چراغ
اس نے اپنے یار کو شمع، اور چراغ کے ساتھ پا لیا

اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

از درِ دوزخ بہشتم بردۂ
تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

تا ندارم خوار من یک خار را
تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

ہم ز قعرِ چاہ بگشاید درے
کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

چوں حقیقت بنگری رحمت بود
جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ
تو مجھے دیکھ، میں راستے کی کنجی ہوں

اے اخی در دفتر چارم بجو
اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر لے

---

1. زیں بیاں۔ یعنی انسان کو اس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بےجی، بےفکری۔ خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی۔ عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لیے گھس گیا وہاں اس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔ گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لیے اس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ ناشناسا۔ غیر معروف، نامعلوم۔ دوزخ۔ یعنی فراق۔ بہشت۔ یعنی وصال۔ بہرآں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہو سکتی ہے۔

2. درشکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا، پر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے کنویں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہرچہ۔ قرآن پاک میں ہے عسیٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنی "بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہوتی ہے۔" تو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ منم۔ تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ گر تو خواہی۔ اب اس عاشق کا بقیہ قصہ دفتر چہارم میں مذکور ہوگا۔

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمینار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومت ہند نے آمدو رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آ گیا۔

میں ۱۰ کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لیے روانہ ہوا اور ۱۰ کا پورا دن بمبئی میں گزار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لیے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اترا۔ ۱۱ کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹر کونٹی نینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لیے روانہ ہو گیا۔ ۱۲ کو استنبول کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمینار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرا دیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا۔ اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور ان کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس تھا اور مزار اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمینار ۱۵ کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ کو آرام کیا اور ۱۵ سے سیمینار میں شرکت شروع کر دی۔ یہ سیمینار تین روز مسلسل چلا۔ اس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی، مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۴ کو اپنا مقالہ پڑھا۔ یہ فارسی میں تھا اور اس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کیے تھے جن میں علامہ نے مولانا رومؒ اور ان کے بعض خیالات کا

Marfat.com

ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمینار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کر لیا۔ حضرت مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے ان تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت میکند

اس نسخہ میں یہ شعر اس طرح ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت می کند از جدائیہا حکایت میکند

اس طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے ان کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ ''جامعہ'' میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لیے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع ''الازہر'' دیکھی اور اس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ ''حسین'' دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؓ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے روانہ ہو کر جدہ جا اترا۔ جناب محمد انعام الرحمٰن صاحب قدوائی فرسٹ سیکرٹری انڈین ایمبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں ان کے یہاں قیام کر کے ۳۱ دسمبر روزِ جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجد حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمٰن مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب

Marfat.com

میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم فروری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کے لیے روانگی شروع کر دی۔ ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشا کی نماز کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجد عریش میں عشا کی نماز باجماعت ادا کی اور شہداءِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبد خضراء جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبت مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیام گاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آ گیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذارتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہو جاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہنچوں گا۔

۱۰ جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ کی شام کو جدہ واپس آ گیا۔ ۱۲ کی شام کو جدہ سے عراق کے لیے روانہ ہو گیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سیکرٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کے بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کر لیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہو گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخی، شیخ سہروردیؒ، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیلؓ ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہو کر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

Marfat.com

مدائن کسریٰ سے میں نجف اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گزار کر کربلاءِ معلّٰی پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباسؓ علمدار، حضرت علی اصغر، حضرت علی اکبر اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ کی شام کو بغداد سے روانہ ہو کر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس گزار کر دہلی واپس آ گیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفرنامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفتر سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفتر سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آ چکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اس کا دسمبر ہی میں اجرا کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یومِ رومی کے موقع پر اس کا اجرا کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اس کو مکمل شکست ہو گئی اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جا سکے اور دفتر سوم کا اجرا عمل میں آ سکے۔ مجبوراً اس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفتر چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفتر چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجرا عمل میں آ جائے گا۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ دفتر پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفتر چہارم سے متعلق

طیّ الارض: زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لیے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں، ان کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے۔ جس طرح دل ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے، ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیا کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا آپ کے لیے زمین لپٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے۔

دل بکعبہ می رود در ہر زماں   جسم طبعِ دل بگیرد ز امتناں

دل ہر لحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے   اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ

دس لطیفے، صوفیا کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائف عشرہ کہتے ہیں۔ ان دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفی۔ اور پانچ کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس، آگ، پانی، مٹی، ہوا۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزا ذکر الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجدّدِ امثال

ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذاتِ واحد سے کسب فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز، ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اس طور سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور ان میں ہر آن پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں لذ غیب جانے دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا۔

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلہ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیر بحث رہا ہے۔ مولانا

Marfat.com

بحرالعلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نغمات کا سماع دل میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اس جذبہ کو ابھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اس کے دل میں عشق خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اس کا یہ جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتش عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لیے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لیے سماع کو جائز اور نااہل کے لیے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لیے حرام ہے اور منتہی کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لیے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحب دل کے لیے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے نزدیک اس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہرحال موجودہ زمانے میں عرسوں کے مواقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سننا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے۔

مسجد اقصیٰ

یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اس اعتبار سے اس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجد حرام

مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجد حرام کہلاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دوروں میں اس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی ماں ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر ان کے لیے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں ان کا اصل نام طیفور تھا۔ اسی لیے ان کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور دیگر سلسلے بھی ان تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ ہجری کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی اگرچہ بایزید بسطامیؒ سے ملاقات نہیں ہوئی ان کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت ان کو فیض انہیں سے حاصل ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ ان کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ ہجری کو خرقان میں ہوئی۔

شق صدر

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے ہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا، قلب کو نکالا اور اس کو چیر کر اس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اس کو سینہ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سنایا۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھالیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔ اس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی۔ چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا۔ تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی جائے لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں پاک کمائی صرف کی جائے گی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بناءِ ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو ازسرنو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا لیکن جب وہ عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے ان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا دیا اور پھر بیت اللہ کو اسی حالت میں کر دیا جس حالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل

یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام

Marfat.com

اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام لبودا تھا۔ اس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیے تھی جو انتقا قا بدصورت تھی اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیے تھی جو حسین تھی۔ اس رشک وجلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تا کہ اس کی منسوبہ سے اس کی شادی ہو جائے۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اٹھاؤں گا چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اس دنیا میں سب سے پہلے اس نے جاری کی ہے۔

سجاد حسین

۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ۔م۔ ۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

☆☆☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے ضیاء الحق[1] حسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے، مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مرتجیٰ
اے امیدگاہ! تیری بلند ہمت

میکشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستہٴ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کشی آں سو کہ تو دانستہٴ
(اس کو) اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ، اس ناواقف کے لیے ہے جس کی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا[2] بودہٴ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تو اش افزودہٴ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے متقیں
اللہ (تعالیٰ) پرہیز گاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کَانَ لِلّٰہِ بودہٴ در ما مضیٰ
تو پہلے "کَانَ لِلّٰہِ" بنا

تا کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" بدلہ آیا

مثنوی[3] از تو ہزاراں شکر داشت
مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی

در دعا و شکر کفہا بر فراشت
دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید
خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا

فضل کرد و لطف فرمود و مزید
اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیارت وعدہاست
کیونکہ شکر کرنے والے کے لیے زیادتی کے وعدے ہیں

آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہات
جیسا کہ سجدوں کی اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

---

[1] اے ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے وہ خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گذشت۔ چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے۔ مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ ہمت۔ مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مرتجیٰ۔ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن۔ مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے ادھر کو موڑ دیتا ہے۔ مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن یقیناً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ۔ یعنی حضرتِ حق۔ ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں۔

[2] مبدا۔ ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائے گی۔ چوں چنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کَانَ اللّٰہُ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

[3] مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اس کے اوراق اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "اور اگر تم شکر کرو گے تو ہم زیادہ دیں گے۔"

Marfat.com

گفت واسجد[1] واقترب یزدانِ ما
ہمارے خدا نے فرمایا ہے، "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا"
قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما
ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر زیادت می شود زیں مو بود
مگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے
نز برائے بوش و ہای و ہو بود
نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ماچوں رز بتابستاں خوشیم
ہم تجھ سے اس طرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں
حکم دادی ہیں بکش ما میکشیم
تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا حج
اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا
اے امیر صبر و مفتاح الفرج
اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بود
حج خانہ (کعبہ) کی زیارت ہوتی ہے
حجِ ربُّ البیت مردانہ بود
بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں ضیاء[2] گفتم حسام الدیں ترا
اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اس لیے کہا ہے
کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا
کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اس کی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک ست ہیں
کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے
تیغ خورشید از ضیاء باشد یقیں
سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا
نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا
آنِ خورشید ایں فروخواں از نبا
سورج کی ملکیت ہے اس کو قرآن میں پڑھ لے

شمس[3] را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے
واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اس چاند کو نور فرمایا ہے، اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود زماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے
پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نور مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے ہیں
چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آ جاتا ہے

---

1. "واسجد واقترب۔" "اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر" یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان و شوکت۔ با تو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشوونما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش۔ جس طرح کارواں حج کے لیے جاتا ہے اور اس کے لیے ایک امیر الحج ہوتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح ان معارف کا کارواں ربِ کعبہ کی زیارت کے لیے رواں ہے اور مولانا حسام الدین اس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اس قافلہ کا مقصد ربِ کعبہ کی زیارت ہے۔
2. زاں ضیاء۔ ضیاء روشنی کو کہتے ہیں اور حسام قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیاء ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا" اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ "نبا۔ نبأ، قرآن پاک۔
3. شمس۔ جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آ جاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لیے بازاروں میں لگتے ہیں۔

Marfat.com

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لا جرم بازارہا در روز بود
لا محالہ، بازار، دن میں لگتے ہیں

تا کہ[1] قلب و نقد نیک آید پدید
تا کہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تا کہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃ للعالمیں
تاجروں کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک بر قُلّاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا بنا ہے

پس عدوِ جانِ صراف ست قلب
تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ[2] درویش کہ بود غیرِ کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک رَبِّ سَلِّمْ می زنند
تو فرشتے، خدا سلامت رکھے کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے

از پف و دمہائے دُزداں دور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دُزد و قلاب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے! ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

ہیں ز چارم[3] نوردہ خورشید وار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما

تا بتابد بر بلاد و بر دیار
تا کہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کِش افسانہ بخواند افسانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے

وانکہ دیدش نقدِ خود مردانہ است
اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آبِ نیل ست و بقبطی خوں نمود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا

قومِ موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے پانی تھا نہ کہ خون

---

[1] تا کہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آ جاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لیے سورج کی روشنی رحمت کامل ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیاء ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لیے رحمت ہیں۔ لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔ پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔

[2] دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیاء۔ انبیا کا مقابلہ دنیاداروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ فرشتے ان انبیا کی سلامتی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت انبیا لے کر آئے ہیں اس کو دشمن نہ بجھا سکیں۔ روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ چوتھی بیان کا آفتاب چرخ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوار معرفت کی روشنی ڈال دے۔

[3] ز چارم۔ یعنی دفتر چہارم، سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پانی تھا اور قبطیوں کے لیے خون تھا اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لیے گنجینہ معرفت ہے۔

دشمنِ ایں حرف[1] ایں دم در نظر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں

شد ممثّل سرنگوں اندر سقر
دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او
اے ضیاء الحق! تم نے اس کی حالت دیکھی ہے

حق نمودت پاسخِ افعالِ او
اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کارناموں کا جواب دکھلایا ہے

دیدهٔ غیب چو غیب ست اوستاد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے

کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت را کہ نقدِ وقتِ ماست
یہ حکایت جو ہمارا حصّہ ہے

گر تمامش می کنی اینجا رواست
اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہرِ کساں
نالائقوں سے، لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو

قصہ را پایاں بَر و مخلص رساں
قصہ کو پورا کر دو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام
یہ قصہ، اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے

چارمیں جلدست آرش در نظام
(یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[2] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد و می گفت کہ عَسَیٰ[3] اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور اس نے معشوق کو اس باغ میں پالیا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کے لیے دعائے خیر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ "بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے

رابر اندر باغ از خوف و فرس
ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

بود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسینہ باغ میں تھی

کز غمش ایں در عنابدُ ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ او را نبود امکانِ دید
اس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا

ہمچو عنقا وصفِ او را می شنید
عنقا کی طرح اس کی خوبیاں سنتا تھا

---

[1] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر۔ جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ۔ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[2] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوقہ کے فراق میں گھوم رہا تھا، راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔

[3] عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔ عنقاء۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سنی ہیں کسی نے اس کو دیکھا نہیں ہے۔

Marfat.com

جز یکے لُقیہ[1] کہ اول از قضا — بروے افتاد و شد او را دلربا

سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے — اس سے ہو گئی تھی اور وہ اس کی دلربا ہو گئی تھی

بعد ازاں چندانکہ می کوشید او — خود مجالش می نداد آں تند خو

اس کے بعد اس نے جتنی بھی کوشش کی — اس کو اس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بودش نے بمال — سیر چشم و بے طمع بود آں نہال

نہ خوشامد سے اس کی کوئی تدبیر تھی، نہ مال سے — وہ بوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشق ہر پیشۂ و ہر مطلبے — حق بیالود اوّل کارش لبے

ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے — ابتداءِ کار میں اللہ (تعالیٰ) اس کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند — پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند

جب اس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں — ان کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جستجو — بعد ازاں در بست و کابیں[2] جست او

وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں — اس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجستِ جوئے کار — بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار

جب اس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا — اس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم براں بو می تنند و می روند — ہر دمے راجی و آئس می شوند

وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں — ہر سانس میں امیدوار اور نا امید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست اُمیدے برے — کہ کشادندش دراں روزے درے

ہر شخص کے لیے امید کا پھل ہوتا ہے — حتیٰ کہ اس معاملہ میں ایک روز اس کے لیے دروازے کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست — بر ہماں امید آتش پا شدست

پھر اس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری — اسی امید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں — خود فرو شد پا بگنجش ناگہاں

جب وہ نوجوان خوشی سے اس باغ میں آیا — اچانک اس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

مر عسس را ساختہ یزداں سبب — تا زبیم او دود در باغ شب

اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا — تاکہ اس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند آں معشوقہ را او با چراغ — طالبِ انگشتری در جوئے باغ

وہ اس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لیے — باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

---

1. لقیہ۔ ملاقات۔ بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تند خو۔ یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔
2. کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔ ہم براں۔ ابتداء ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔
3. چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔ بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لیے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔

Marfat.com

پس قرین[1] میکرد از ذوق آں نفس — با ثنائے حق دعائے آں عسس
اس وقت وہ ذوق (و شوق) سے جاتا تھا — اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کے لیے دعا گو

گر زیاں کردم عسس را از گریز — بیست چنداں سیم و زر بروے بریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے — بیس گنا سونا اور چاندی اس پر بہا دے

از عوانی مر ورا آزاد کن — آنچناں کہ شادم او را شاد کن
اس کو سپاہی پنا سے آزاد کر دے — جیسا میں خوش ہوں اس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں — از عوانی و سگی اش وارھاں
اس جہان اور اس جہان میں اس کو نیک بخت بنا دے — سپاہی پنا اور کتے پن سے اس کو نجات دے دے

گرچہ خوی آں عواں ہست اے خدا — کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
اے خدا! اگرچہ اس کوتوال کی عادت ہے — کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید[2] کہ شہ جرمے نہاد — بر مسلماناں شود او زفت و شاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا — مسلمانوں پر، وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمود — از مسلمانان فگند او را بجود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا — مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش عطا کی

ماتمی در جانِ او افتد ازاں — گیردش قولنج زیں غم در زماں
اس سے اس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے — فوراً اس غم سے اس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبارہا[3] دارد عواں — زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
سپاہی اس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے — اے مددگار! اس مصیبت سے فریاد رسی کر

او عواں را در دعا در می کشید — کز عواں او را چناں راحت رسید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا — کیونکہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر او تریاق بود — آں عواں پیوندِ آں مشتاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اس کے لیے تریاق تھا — وہ کوتوال اس عاشق کا دوست تھا

پس بد مطلق نباشد در جہاں — بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی برا نہیں ہے — برا، نسبت سے ہوتا ہے اس کو بھی سمجھ لے

---

1. قریں۔ ساتھی۔ با ثنا۔ یعنی اللہ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کو وہ دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ۔ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کر سکے۔

2. گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کرنے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

3. ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ او عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اس لیے اس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لیے باعث مصیبت تھا لیکن اس کے لیے باعث راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بری چیز بہمہ وجوہ بری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اس میں برائی ہوتی ہے۔

Marfat.com

در زمانہ ہیچ زہر و قند[1] نیست — کہ یکے را پا دگر را بند نیست

زمانے میں کوئی۔ زہر اور شکر نہیں ہے — کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لیے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند — مر یکے را زہر و دیگر را چو قند

ایک کے لیے پاؤں ہے دوسرے کے لیے پاؤں کی بیڑی — ایک کے لیے زہر ہے اور دوسرے کے لیے شکر ہے

زہر مار آں مار را باشد حیات — نسبتش با آدمی باشد ممات

سانپ کا زہر، سانپ کی زندگی ہے — اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خلق آبی را بود دریا چو باغ — خلق خاکی را بود آں مرگ و داغ

دریائی مخلوق کے لیے، دریا باغ جیسا ہے — خشکی کی مخلوق کے لیے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار — نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار

اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کر لے — اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حق آں[2] شیطاں بود — در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود

زید اس کے حق میں شیطان ہے — دوسرے کے حق میں شاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست — ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست

وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے — اور یہ کہتا ہے، کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذاتست بر آں یک جناں — او بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں

زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے — (اور) دوسرے کے لیے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر — پس ورا از چشمِ عشاقش نگر

اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لیے شکر ہو — تو اس کو اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر[3] از چشمِ خودت آں خوب را — بیں بچشمِ طالباں مطلوب را

اس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ — معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو — عاریت کن چشم از عشاقِ او

اس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کر لے — اس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر — پس ز چشمِ او بروئے او نگر

بلکہ آنکھ اور نگاہ اس سے مانگ لے — پھر اس کی آنکھ سے اس کے چہرے کو دیکھ

---

[1] زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔ زہر مار۔ سانپ کا زہر، سانپ کے لیے باعث زندگی ہے، انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے، خاکی کے لیے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔

[2] آں۔ جس کے لیے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کرے گا جس کے لیے وہ شیطان ہے وہ اس کو کافر اور گردن زدنی کہے گا۔ گر۔ اگر تو زید کو اپنے لیے شکر بنانا چاہتا ہے تو اس کے عاشقوں کی نظر سے اس کو دیکھ پھر تجھے اس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔

[3] منگر۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ چشم خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ۔ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

Marfat.com

تا شوی[1] ایمن ز سیری و ملال
تا کہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے

چشمِ او من باشم و دست و دلش
میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اسکا دل ہو جاتا ہوں

ہرچہ[2] مکروہ است چوں اوشد دلیل
یہ ناپسندیدہ ہے، جب وہ راہنما ہوتا ہے

گفت کَانَ اللّٰهُ لَهٗ زیں ذُوالجَلال
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اس کا ہو گیا"

تا رہد از مدبریہا مقبلش
تا کہ اس کی خوش نصیبی، بدنصیبوں سے نجات پا جائے

سوئے محبوبت حبیب ست و خلیل
تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ کہ در آغاز ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اس واعظ کی شکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بد اعتقادوں کے لیے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا

قاطعانِ راہ را داعی شدے
ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دَست بر می داشت یا رب رحم راں
ہاتھ اٹھاتا تھا، اے خدا! رحم فرما

بر بدان و مفسدان و طاغیاں
بروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ[3] تسخر کنان و اہلِ ضیر
سب مذاق اڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر

بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر
سب کافر دل اور بت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اَصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لیے دعا نہ کرتا

می نکردے جز خبیثاں را دعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لیے دعا نہ کرتا

مر وُرا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے

دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست
گمراہوں کو دعا دینا، سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازیں ہا دیدہ ام
اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے

من دعا شاں زیں سبب بگزیدہ ام
اس لیے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

[1] تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کَانَ اللّٰهُ لَهٗ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ "جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔"

[2] ہرچہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوقہ کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا۔ واعظ۔ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ وزاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا۔ مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعانِ راہ۔ ڈاکو۔ دست۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ اس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ ان کا دعا گو ہو گیا تھا۔

[3] بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے برے انسانوں کے لیے دعاءِ خیر کرتا تھا اور نیکوں کے لیے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ برے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لیے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں ان کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور ان کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

Marfat.com

خبث و ظلم و جور چنداں ساختند — کہ مرا از شر بخیر انداختند
انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی — کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر گہے[1] کہ رُو بدنیا کردمے — من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے
جب کبھی میں دنیا کا رخ کرتا — میں ان سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ — باز آوردندمے گرگاں براہ
تکلیف سے میں اس جانب پناہ پکڑتا — بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ من شدند — پس دعا شاں بر من ست اے ہوشمند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے — تو اے ہوشمند! ان کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد[2] بحق از درد و نیش — صد شکایت میکند از دردِ خویش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے — اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد — مر ترا لابہ کناں و راست کرد
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے — تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند — از درِ ما دور و مطرودت کند
یہ شکوہ اس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے بھٹکائے — تجھے ہمارے دروازے سے دور، اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروی تست — کیمیائے نافع و دلجوئی تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے — تیرے لیے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہیں

کہ ازو اندر گریزی در خلا — استعانت جوئی از لطفِ خدا
کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے وہ چاہتا ہے

در حقیقت[3] دوستانت دشمنند — کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
حقیقتاً، تیرے دوست، دشمن ہیں — کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُشغرست — کو بزخم چوب زفت و لمترست
ایک جانور ہے جس کا نام اُشغر ہے — جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود — او ز زخم چوب فربہ می شود
تو اس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہو گا — وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہو گا

نفسِ مومن اُشغرے آمد یقیں — کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں
مومن کا نفس یقیناً اُشغر ہے — جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اس کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ تو ان کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔

[2] بندہ می نالد۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ بے جا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔ ایں۔ شکوہ تو میری اس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔

[3] در حقیقت۔ چونکہ دشمن، اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لیے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔ اُشغر۔ باضم و غین معجمہ مضموم بخار پشت۔ اسی کو اردو میں سیہی کہا جاتا ہے اس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ لمتر۔ قوی۔ نفسِ مومن۔ مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمیں۔ موٹا۔

زیں سبب[1] بر انبیا رنج و شکست　از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست

اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف　دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا زِ جانہا جانِ شاں شد زفت تر　کہ ندیدند آں بلا قومے دگر

حتیٰ کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئیں۔　کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلاکش می شود　چوں ادیمِ طائفی خوش می شود

چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے　طائف کی نرمی کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی درو　گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو

اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا　گندہ اور برا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی[2] را پوستِ نامدبوغ داں　از رطوبتہا شدہ زشت و گراں

آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ　جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ و تیز و مالشِ بسیار دہ　تا شود پاک و لطیف و بامزہ

اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل　تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمیتانی رضا دہ اے عیار　کہ خدا رنجت دہد بے اختیار

اے کھرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا　کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے[3] دوست تطہیرِ شماست　علمِ او بالائے تدبیرِ شماست

کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے　اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود　خوش شود دارو چو صحت بیں شود

جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے　جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات　پس بگوید اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات

وہ عینِ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے　تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں عواں در حقِ غیرے سود شد　لیک اندر حقِ خود مردود شد

یہ سپاہی دوسرے کے لیے مفید بنا　لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

---

[1] زیں سبب۔ چونکہ انبیا کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا ان کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست۔ کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرم بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیم طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ ورنہ۔ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔

[2] آدمی۔ انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔ تلخ و تیز۔ انسانی بدن کی اصلاح کے لیے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادت کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیے وہ مصائب اس کے لیے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔

[3] کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کی طرف سے اس کا ابتلا اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا۔ جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو وہ مصیبت اس کے لیے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ برد بیند۔ پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ایں عوان۔ یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں مستحق عذاب بنا دیتی ہے اور ان کے مظالم کو نیک بندوں کے لیے درجات کی ترقی کا سبب بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

رحم[1] ایمانی ازو ببریدہ شد — کینِ شیطانی برو پیچیدہ شد

ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا — شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری — کینہ داں اصل ضلال و کافری

وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا — کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰ علیہ السلام کہ یا رُوح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا صعب تر چیست و جواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کرنا اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما

انہوں نے اس سے فرمایا، اے جان! خدا کا غصہ سب سے سخت ہے — کہ اس سے دوزخ بھی ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ[2] غیظ ست اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آور و درکش عناں

اے بیٹا! غصہ کا پی جانا اس کا فرمان ہے — اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کر لے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سبع ہم درگذشت

تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے — اس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ[3] اُمیدستش برحمت جز مگر — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر

اس کو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اس کے — کہ وہ بے ہنر، اس عادت سے باز آ جائے

گرچہ عالم را ازیشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرتا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں — لیک نبود آں چمیں ماءِ مَعیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

---

[1] رحم۔ایمان کا تقاضا خلق خدا پر رحم ہے جو سپاہی میں نہیں رہتا ہے اور اس میں خلق اللہ سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو کفر اور گمراہی کی جڑ ہے۔ہشیار سر۔عقلمند۔ہستی۔وجود۔صعب تر۔زیادہ سخت۔کہ ازاں۔غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔

[2] گفت۔خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔کظم غیظ۔غصہ کو پی جانا۔خطِ اماں۔امن کا حکمنامہ۔درکش۔قرآن پاک میں مومنوں کی صفت کے بیان میں فرمایا گیا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ "اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔" سبع۔درندہ۔

[3] چہ امید۔حدیث شریف میں ہے مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" گرچہ۔انتظام قائم کرنے کے لیے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات ان کے لیے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم کی جرأت کرتے ہیں لیکن امن کی یہ ضرورت ان کے لیے تعریف کا سبب نہیں بن سکتی ہے۔بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے ان کو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔چمیں۔پیشاب۔ماء معین۔جاری پانی۔

باز گو احوالِ آں خستہ جگر — درمیانِ باغ با رشکِ قمر
اس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشک قمر (محبوب) کے ساتھ

قصدِ خیانت[1] کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد — زود اُو قصدِ کنار و بوسہ کرد
چونکہ اس سادہ لوح انسان نے اس کو اکیلا دیکھا — جلد اس سے بغلگیر ہونے اور اس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

بانگ بَروے زَد بہیبت آں نگار — کہ مَرو گستاخ اَدب را ہوش دار
وہ معشوقہ کڑک کر اس پر چیخی — گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست و خلق نے — آب حاضر تشنۂ ہمچوں منے
اس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے — پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد درینجا جز کہ باد — کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد[2]
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے — کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ اَبلہ بودۂ — ابلہی وز عاقلاں نشنودۂ
اس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے — تو احمق ہے اور تو نے عقل مندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جنبد بداں — باد جنبانیست اینجا بادراں
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے — یہاں کوئی ہوا کو چلانے والا، ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مروحہ[3] تصریفِ صُنعِ ایزدش — زد بریں باد و ہمی جنباندش
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا — اس ہوا پر لگتا ہے اور اس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ مادرست — باد بیزن تا نجبانی نجست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے — جب تک تو پنکھا نہ ہلائے، وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد — بے تو و بے باد بیزن سر نکرد
اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت — تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جنبشِ بادِ نفس کاندر لب است — تابعِ تصریفِ جان و قالب است
سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے — (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

---

[1] قصدِ خیانت۔ یعنی اس عاشق کا اس محبوبہ سے بوس و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد۔ یعنی بھولا عاشق۔ بانگ۔ یعنی محبوبہ نے عاشق کو اس بے باکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔

[2] گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانے والا موجود ہے۔
بادراں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ یعنی "وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دے دیں۔"

[3] مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کل ہوا کو مجموعہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

Marfat.com

گاہ[1] دَم را مدح و پیغامے کند
کبھی وہ (روح و جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے

گاہ دَم را ہجو و دُشنامے کند
کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے

کہ زجزوے کل ہمی بیند نُہا
کیونکہ عقلیں جزو سے کل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کند
اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے

در دَےِ ش زیں لطف عاری می کند
ماگھ کے مہینہ میں اس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

بر گروہِ عاد صَرصَر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے

باز بر ہودش معطر می کند
پھر ہودؑ کے لیے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کندیک باد را زہر و سموم[2]
ایک ہوا کو وہ زہر اور لو بنا دیتا ہے

مَر صبا را می کند خرم قدوم
پروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دَم را بر تو بنہاد اُو اساس
سانس کی ہوا کو اُس نے تیری بنیاد بنا دیا

تا کُنی ہر باد را بر وے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کر لے

دَم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کام نہیں بنتا ہے

بر گروہے شہد و بر قومے ست. زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مِروحہ جنباں پئے انعام کس
پنکھا اس کی نعمت رسانی کے لیے ہلتا ہے

وز برائے قہر بر پشۃ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لیے (ہلتا ہے)

مِروحہ تقدیرِ رَبانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں

پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہو گا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مِروحہ[3]
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا

نیست اِلّا مفسدہ یا مُصلحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمالی ہوا اور یہ پروا اور یہ پچھوا

کے بود از لطف و از انعام دُور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہو گی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے

فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِ باد از بُرجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے، کل ہوا

کہ جہد بے مِروحہ آں باد راں
اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

---

[1] گاہ۔ کبھی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور برائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اس کو گالی بنا دیتے ہیں۔ کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اس کو باد بہاری بنا دیتا ہے کبھی باد سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔ عاد۔ قوم عاد کے لیے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کے لیے وہ خوشگوار تھی۔

[2] سموم۔ لو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لیے اس کو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لیے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لیے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لیے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[3] مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہو گی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

Marfat.com

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[1] — نے کہ فلاحاں ز حق جویند باد
کھلیان پر گہانے کے وقت — کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا — تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسہ جدا ہو جائے — تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھیتوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں — جملہ را بینی بحق لابہ کناں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے — تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

ہمچنیں در طلق آں بادِ ولاد — گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا — اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند[2] کش رانندہ اوست — باد را پس کردنِ زاری چہ خوست
اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کا) چلانے والا ہے — تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب!

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد — جملہ خواہانش ازاں ربُّ العباد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں — اس ربُّ العباد سے اس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دنداںہا زباد — دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
اسی طرح دانتوں کی چبھن میں دم کے ذریعہ — سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو مدافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جندیاں — کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں — کہ اے کارساز، کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز — در شکنجہ طلقِ زن از ہر عزیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں — عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں — کہ فرستد باد ربُّ العالمیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں — کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں[3] در عقلِ ہر دانندہ ہست — اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست
پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے — کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو او را می نہ بینی در نظر — فہم کن آں را باظہارِ اثر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے — اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

---

[1] انتقاد۔ یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلہ کی کھیتیاں۔ طلق۔ دردِ زہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحم کو ہوا سے پھلا دیتا ہے تب باسانی ولادت ہوتی ہے۔

[2] گرنمی دانند۔ جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ زاری کرے۔ اہلِ کشتی۔ کشتی والے بھی بادِ موافق کے لیے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[3] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لیے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔

Marfat.com

تن بجاں[1] جُنبد نمی بینی تو جاں — لیک از جُنبیدنِ تن جاں بداں
جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے — لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت اُو گر ابلہم من در ادب — زیرکم اندر وفا و در طلب
اس نے کہا، اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں — تو جستجو اور وفاداری میں عقل مند ہوں

گفت ادب ایں بود کہ خود دیدہ شد — آں دگر را خود ہمیدانی تو لد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا — دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

خود ادب ایں بود و آں دیگر دفیں — زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) — اس سے بدتر ہوں گی کیونکہ ہم نے یقین کے ساتھ ان کو دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ تراود بعد ازیں — یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں
اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد — سب اسی طرح کا ہو گا

قصہ صوفی[2] کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز — خانہ یک در بود و زن با کفش دوز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا — گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کے ساتھ تھی

جفت گشتہ با حریف خویش زن — اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی — اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجد در چاشتگاہ — ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا — دونوں عاجز ہو گئے، نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش[3] نہ بد کو آں زماں — سوئے خانہ باز گردد از دکاں
اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت — دکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصداً آں روز بیوقت آں مروع — از خیالے کرد با خانہ رجوع
اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت — کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار — ایں زماں تا خانہ نامد او ز کار
بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی — اس وقت کام سے (فارغ ہو کر) گھر نہیں آیا ہے

---

[1] تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ گفت او۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجیے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجیے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لد۔ الد کی جمع ہے، جھگڑالو۔

[2] قصہ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ۔ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواسِ تن۔ یعنی جسمانی شہوت۔

[3] معہود۔ یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔ قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ۔ یعنی اس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔

Marfat.com

آں قیاسش راست نامد از قضا ۔۔۔ گرچہ[1] ستارست هم بدهد سزا

تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا ۔۔۔ اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے مگر سزا بھی دے دیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش ۔۔۔ زانکہ تخم ست و برویاند خداش

جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو ۔۔۔ کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اُگا دیتا ہے

چند گاہے او بپوشاند کہ تا ۔۔۔ آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ ۔۔۔ بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیلِ تمثیل

مثالاً ۔۔۔ حکایت

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں ۔۔۔ داد دُزدے را بجلادِ[2] و عواں

جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمر رضی اللہ عنہ نے ۔۔۔ ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار ۔۔۔ اوّلیں بارست جرمم زینہار

وہ چور چیخا، اے ملک کے حاکم! ۔۔۔ میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا ۔۔۔ بارِ اوّل قہر راند در جزا

اس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا ۔۔۔ پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پے اظہارِ فضل ۔۔۔ باز گیرد از پئے اظہارِ عدل

وہ فضل کے اظہار کے لیے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے ۔۔۔ پھر عدل ظاہر کرنے کے لیے گرفت کرتا ہے

تاکہ[3] ایں ہر دو صفت ظاہر شود ۔۔۔ آں مبشر گردد ایں منذر شود

تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں ۔۔۔ وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانے والی بن جائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود ۔۔۔ سہل بگذشت آں و سہلش می نمود

صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی ۔۔۔ جو آسانی سے گذر گئی اور اس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائے سست ۔۔۔ کہ سبو دائم ز جُو ناید درست

وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی ۔۔۔ کہ ٹھلیا، نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش تنگ آورد آں قضا ۔۔۔ کہ منافق را کند مرگِ فجا

اس کو قضاء نے ایسا تنگ کیا ۔۔۔ جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

---

[1] گرچہ۔ حضرت حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔ چند گاہ۔ خدا کی ستاری اس لیے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

[2] جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اولیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجیے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت فضل کے اظہار کے لیے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہار عدل کے لیے گرفت کرتا ہے۔

[3] تاکہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لیے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اس کا عدل مجرم کو خوف دلانے والا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔ آنچنانش۔ اس بیوی کو قضاءِ خداوندی نے اس طرح لاچار کر دیا جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اس کو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔

نے طریق[1] و نے رفیق و نے اماں　　دست کردہ آں فرشتہ سوی جاں

نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان　　فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا　　خشک شد او و حریفش ز ابتلا

جیسا کہ عورت اس خلوت کے حجرے میں　　وہ اور اس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونے سے خشک ہو گئے

گفت صوفی بادلِ خود کاے دو گبر　　از شما کینہ کشم لیکن بصبر

صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!　　میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس　　تانگردد مطلع زیں حال کس

لیکن اس وقت ناواقف بن جاؤں گا　　تاکہ اس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں زحق　　اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق

حق دار تم سے خفیہ بدلہ لے گا　　آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

مردِ دِق باشد چو یخ[2] ہر لحظہ کم　　لیک پندارد بہر دم بہترم

مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے　　لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او　　غرۂ آں گفت کایں کفتار کو

بجو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ　　وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ' کفتار اے عمو　　گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو

اے چچا! بھٹ میں بجو نہیں ہے　　وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند　　او خوش و آسودہ کز من غافل اند

وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں　　وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ[3] پنہاں خانہ آں زن را نبود　　سج و دہلیز و رہِ بالا نبود

اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی　　نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود　　نے جوالے کہ حجابِ آں شود

نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے　　نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہ پہن روزِ رستخیز　　نے گو و نے پشتہ نے جائے گریز

حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ　　نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

---

[1] نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنے کا بیان ہے۔ حجرۂ خفا۔ وہی حجرہ جس میں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ لوں گا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو ان دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اس کا پتا نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

[2] یخ۔ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتار۔ بجو کے شکاری بجو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجو ان کی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔

[3] ہیچ۔ اس گھر میں بیوی کے چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ سج۔ پہاڑ کی کھوہ، تہ خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا۔ گو۔ گڑھا۔ پشتہ۔ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا" اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو میرا پروردگار ان کو اڑا دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

Marfat.com

گفت یزداں وصفِ آں جائے حرج[1] بہر محشر لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَجَ

اس تنگی کی جگہ کے لیے خدا نے فرمایا محشر کے لیے تو اس میں کجی نہ دیکھے گا

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہتِ تلبیس و بہانہ و مکر کہ اِنَّ کَیْدَ کُنَّ عَظِیْمٌ

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لیے معشوق کو چادر کے نیچے چھپانا "کیونکہ تمہارا مکر بڑا ہے"

چادرِ خود را برو افگند زود مرد را زن کرد و در را بر کشود

اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر[2] مرد رُسوا و عیاں سخت پیدا چوں شتر بر نُردباں

چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں ہر گز ایں را من ندیدم کیست ایں

صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

گفت خاتونیست از اَعیانِ شہر مر وُرا از مال و اقبال ست بہر

اس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانہ در نیاید زود نادانہ

میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آ جائے

گفت[3] صوفی چیستش ہیں خدمتے تا بر آرم بے سپاس و منتے

صوفی نے کہا ہاں اس کا کام کیا ہے؟ تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کروں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست

اس نے کہا اس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست

اس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیرِ دست اتفاقاً دختر اندر مکتب ست

اس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

---

[1] حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر۔ یعنی بیوی نے اس موچی کو چادر اڑھادی تاکہ صوفی اس کو مرد کے بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھول کر اس کو نکال دیا۔

[2] زیرِ چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اس طرح اس کا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب۔ چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دے گا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کرنے لگا کہ یہ کون عورت تھی۔ اعیانِ شہر۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مر ورا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ در۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آ جائے اور اس کی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔

[3] گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اس کا کام کر دوں۔ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتے لے کر آئی تھی۔ خواست۔ اس کے آنے کا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔

Marfat.com

باز گفت[1] ار آرد باشد یا سبوس
پھر اس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی

می کنم او را بجان و دل عروس
میں اس کو جان و دل سے دلہن بنالوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زادکم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں، اور مال کم ہے

قوم خاتوں مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور با عزت ہے

کے بود ایں کفو ایشاں در زِواج
لڑکی، نکاح میں ان کا جوڑ کہاں ہے؟

یک در از چوب و درِ دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے

ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہو گی

کے بود ہمرنگ فقر و احتشام
دولت مندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں؟

چوں شود ہمجنس یاقوت و رُخام
یاقوت اور سنگ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ

عیب باشد نزد اصحابِ شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟

کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

گفتنِ زن[2] کہ او در بندِ جہاز نیست مُرادِ اُو سَتر و صلاح ست
بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جواب گفتنِ صوفی آں سِرِّ پوشیدہ را
اور صوفی کا اس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و او
اس (بیوی) نے کہا میں نے اس طرح کا عذر کیا اور اس نے

گفت نے من نیستم اسباب جو
کہا، نہیں، میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماش و زر و سیم
ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اکتا گئے ہیں

فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم
ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم
ہم مال اور سونے سے اکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں

ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم
ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

---

[1] باز گفت۔ چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اس کو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی۔ صو[فی] نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا، یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور [دوسرا] کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

[2] ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا ج[وڑ] یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ۔ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا، عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

[3] گفتنِ زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں اور صوفی نے اس کو طنزاً جواب دیا۔ ما ملولیم۔ [عورت] نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آ گئے ہیں، ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی ہماری پڑ رہی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔

قصدِ ما سترست و پاکی و صلاح
ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے

در دو عالم خود بداں باشد فلاح
دونوں جہان میں اسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت
صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا

و آں مکرر کرد تا نہ بود نہفت
اور اس کو دہرایا، تا کہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرر کردہ ام
بیوی نے کہا میں بھی دہرا چکی ہوں

بے جہازی را مقرر کردہ ام
بے سر و سامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اوست راسخ تر ز کوہ
اس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے

کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ
سو افلاس سے بھی اس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مرادم عفت است
وہ بھی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاک دامنی ہے

از شما مقصود صدق و ہمت است
تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت صوفی خود جہاز و مالِ ما
صوفی نے کہا اس نے ہمارا سامان اور مال

دید و می بیند ہویدا بے خفا
دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے
تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ

کہ دروُ پنہاں نماند سوزنے
کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

باز سترو پاکی و زُہد و صلاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی

او ز ما بہ داند اندر انتصاح
نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ ز ما می داند اُو احوالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

وز پس و پیش و سر و دنبال ستر
اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست
بے سر و سامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے

و ز صلاح و ستر او واقفِ ترست
نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہرا او بے جہاز و خادم ست
ظاہر ہے کہ وہ لڑکی، بغیر جہیز اور خادم کے ہے

وز صلاح و ستر او خود عالم ست
اور اس کی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تا کہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیش نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آیندہ گفتگو میں اس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کیے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خفا۔ یعنی اس نے تو یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔ باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔

می داند۔ اس کو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ بے جہازی۔ ہماری بے سرو سامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے۔ ظاہرا۔ لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادمہ کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

Marfat.com

شرحِ مستوری[1] ز بابا شرط نیست
(اس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کی جانب سے ضروری نہیں ہے

چوں بر او پیدا چو روزِ روشنست
چونکہ اس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا
یہ قصہ میں نے اس لیے کہہ دیا ہے، تاکہ

لاف کم بافی چو رسوا شد خطا
جب غلط کاری رسوا ہو گئی ہو، تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٰ مستزاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی

ایں بُدَست اجتہاد و اعتقاد
یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودہٴ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے

دامِ مکر اندر دغا بکشودہٴ
تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشستہ روئی گپ زنی
کہ ہر برائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے

شرم داری و ز خدایِ خویش نی
تو شرم کرتا ہے، اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیان[2] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتنِ حق را چیست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لیے فرمایا ہے

کہ بود دید ؤیت ہر دم نذیر
تاکہ اس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر رہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع[3]
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سننے والا اس لیے فرمایا ہے

تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
تاکہ تو بری گفتگو سے ہونٹ بند کر لے

از پئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لیے فرمایا ہے

تا نیندیشی فسادے تو ز بیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بری بات نہ سوچے

نیست لہٰذا بر خدا اسمِ علم
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لیے نہیں ہیں

کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

---

[1] شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت۔ باغ والی معشوقہ نے یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اس لیے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اس معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔

[2] بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا قرار دیا اور اس کو یہ محسوس نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اس کے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اس کی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسما کی بحث شروع کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن سے صفات بنے ہیں وہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

[3] سمیع۔ اللہ کا نام سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سنتا ہے۔ اسم علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمی کی شناخت کے لیے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس مسمی میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ سیہ۔ حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔

Marfat.com

اِسم مشتق[1] ست ز اَوصافِ قدیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں
نے مثالِ علت اُولیٰ سقیم
(اللہ تعالیٰ) علت اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ تسخر باشد و طنز و دِہا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا
گر را سامع ضریراں را ضیا
بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو
یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کالے اور بد صورت کا نام حسین (ہو)

طِفلکِ[2] نو زادہ را حاجی لقب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب
یا لقب غازی نہی بہر نسب
یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھ دے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کریں
چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
جبکہ اس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا
پاک حق عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْن
اللہ (تعالیٰ) اس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی
کہ نکو روئی و لیکن بد خصال
کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بد عادت ہے

من ہمی[3] دانستمت پیش از لقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی
کز ستیزہ را سخی اندر شقا
کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشم سرخ باشد در عمش
جب آنکھیں دُکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں
دانمش زاں درد گر کم بینمش
میں اس کو اس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اس کو نہیں دیکھتی ہوں

تو مرا چوں برّہ دیدی بے شباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا
تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں
کہ نظر نا جائگہ مالیدہ اند
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

---

[1] اسم مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں ان صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفت سمع سے بنا ہے اور اس میں قوت سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفت علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اس سے صرف معلولِ اول کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علت اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اس سے صرف معلولِ اول کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیا کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اس کی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیا کہنا مذاق ہے۔ حیی۔ حیادار۔ وقیح۔ بے حیا۔ صبیح۔ حسین۔

[2] طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لیے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہو گا۔

[3] من ہمی۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو پکا شقی ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لیے ضروری نہیں ہے، اس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ آنکھیں دکھنے میں جب سرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں۔ تو مرا۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تو نے مجھے بے رکھوالا بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا ان کے گناہ کی سزا ہے۔

بے شباں دانستہ اند آں ظبی[1] را
انہوں نے اس ہرنی کو بے محافظ سمجھا
رائگاں دانستہ اند آں سبی را
انہوں نے اس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ (غیرتِ خداوندی) سے جگر پر تیر لگا
کہ منم حارس گزافہ کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برّہ کم از بُزغالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں؟
کہ نباشد حارسے از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہو گا

حارسے دارم کہ ملکش می سزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے
داند آں بادے کہ برمن می وزد
وہ اس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بود آں باد یا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی[2] ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے
من بدل کوریت میدیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی تھی

نفسِ شہوانی ز حق کرست و کور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے
من بدل کوریت می دیدم ز دُور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت سالت زاں نپرسیدم بہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا
کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور اینچ پینچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ او باشد بتوں[3]
جو بھٹی میں ہو اس کے بارے میں کیا پوچھوں
کو تو چونی چوں بود او سرنگوں
کہ تو کیسا ہے! جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمام و توانگراں سرگیں کشانند

اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے
کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیک قسمِ متقی زیں تو صفاست
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصہ صفائی ہے
زانکہ در گرمابہ است و در تُقاست
کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

ظبی۔ یعنی معشوق۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بزغالہ۔ پہاڑی بکری۔ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم وخبیر ہے۔ وہ اس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گزرتی ہے۔

نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے۔ جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اس کے احوال معلوم کرنا بیوقوفی ہے۔

تون۔ بھٹی کا دھندکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لیے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے۔ حمام کے خدمتگار اس بھٹی میں گوبر وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن کا میل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیادار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔ لیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک وصاف بن کر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔

اغنیاء مانندۂ سرگیں کشاں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح
اندر ایشاں[1] حرص بنہادہ خدا
اللہ (تعالیٰ) نے ان میں حرص رکھ دی ہے
ترکِ ایں توں گیر و در گرمابہ راں
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا
ہر کہ در توں ست او چوں خادم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے
ہر کہ در حمّام شد سیمائے او
جو شخص حمام میں چلا گیا، اس کی علامت
تونیاں[2] را نیز سیما آشکار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے
ورنہ بینی رُوش بویش را بگیر
اگر تو اس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اس کی بو لے لے
گرنداری بو در آرش در سخن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اس سے بات کر
پس بگوید[3] تونیِ صاحب ذہب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے
حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے
پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے

بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
حمام کو گرمانے کے لیے، سمجھ
تا بود گرمابہ گرم و بانوا
تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو
ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں
بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ
مَر ورا کہ صابرست و حازم ست
اس شخص کے لیے جو صابر اور محتاط ہے
ہست پیدا بر رخِ زیبائے او
اس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے
از لباس و از دُخان و از غبار
کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے
بو عصا آمد برائے ہر ضریر
بو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے
از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
نئی بات سے، پرانا راز سمجھ لے
بست سلّہ چرک بُردم تا بشب
میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے (گھر) لے گیا ہوں
باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
ہر شعلہ نے سو منہ پھیلا رکھے ہیں
گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

---

[1] اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہل تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ ان کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔

[2] تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال ان کی علامتوں سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے ان کے احوال پڑھ لو۔ بویش۔ یعنی ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھ لو۔ بو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ گر نداری بو۔ اگر تم ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو ان کی گفتگو سے ان کے احوال سمجھ لو۔

[3] پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرصِ تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسی طرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا ہے اور اس کا آتشِ حرص کو فروغ دینا دنیا والوں کی کشش کا سبب ہے۔

Marfat.com

آفتاب[1] کہ دم از آتش زند — چرکِ تر را لائق آتش کند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتونِ حرص افتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — چیست یعنی چرک چندیں بُردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ کہ رسوائی فزاست — درمیانِ تونیاں زیں فخرہاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلہ کشیدی تا بشب — من کشیدم بست سلہ بے کرب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کیے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در توں زاد و پاکی را ندید — بوئے مشک آرد بُرو رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کے بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کرے گا

قصہ[3] آں دباغ کہ در بازارِ عطاراں از بوئے عطر بیہوش شد

اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دباغ در بازار شد — تا خرد انچہ وُرا درکار بد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں افتاد بیہوش و خمید — چونکہ در بازارِ عطاراں رسید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بوئے عطرش زد ز عطارانِ راد — تا بگردیدش سر و برجا فتاد
سخی عطاروں کی طرف سے اس کو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ راہگذر
مُردے کی طرح گر گیا اور بے ہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

۱ آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے، سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیادار یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتش حرص کے لیے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے، وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کیے ہیں، یہی دنیاداروں کی حالت ہے۔

۲ آنکہ۔ جس شخص کا نشو ونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کے لیے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی، اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گر بتوں۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیاداروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیاداروں کی ہے۔

۳ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے، جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دباغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقل مند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

Marfat.com

جمع آمد خلق بر وے آں زماں ——— جملگاں لاحول خواں درماں[1] کناں

اس وقت لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ——— سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند ——— وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند

ایک اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا ——— دوسرا اس پر گلاب چھڑکتا تھا

او نمی دانست کاندر مُرتعہ ——— از گلاب آمد وُرا آں واقعہ

وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں ——— یہ حادثہ اس کو گلاب سے پیش آیا تھا

آں یکے دستش ہمی مالید و سر ——— واں دگر کہگل ہمی آورد تر

ایک اس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا ——— دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم ——— واں دگر از پوششش می کرد کم

ایک دھونی اور اگر اور شکر لاتا تھا ——— دوسرا اس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد ——— واں دگر بو از دہانش می شمد

دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے ——— دوسرا اس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں دگر[2] نبضش گرفتہ از خرد ——— منتظر تا نبضِ او چوں می جہد

دوسرا عقل مندی سے اس کی نبض پکڑے ہوئے ——— منتظر تھا کہ اس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش ——— خلق درماندند اندر بیہشیش

تاکہ معلوم کرے، اس نے شراب پی ہے بھنگ یا حشیش ——— لوگ اس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آگئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب ——— کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب

تو انھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی ——— کہ فلانہ اس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع[3] گشت ——— یا چہ شد کورا فتاد از بام طشت

کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے ——— یا کیا ہوا ہے، کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دباغ زفت ——— گُر بزو دانا بیامد زود تفت

اس چڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا ——— چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگین سگ در آستیں ——— خلق را بشگافت و آمد با حنیں

تھوڑا سا کتے کا پاخانہ آستین میں ——— لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست ——— چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست

بولا، میں اس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟ ——— جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

1. درماں۔ علاج۔ مُرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی سونگھانے سے بے ہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی۔ پوشش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بے ہوش ہوش میں آ جاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بے ہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔
2. واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بے ہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔
3. مصروع۔ مرگی کا بے ہوش، بے ہوش۔ سرگین سگ۔ کتے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

Marfat.com

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

دارویِ رنج و دِرد صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہو گیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوئِ آں سرگینِ سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تامیاں اندر حدث او تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرقِ دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لا جرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لا محالہ تباہ کر دے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لیے جالینوس اعظم نے کہا ہے

آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلافِ عادتست آں رنجِ او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے کر

چوں جعل گشت است از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبروڑے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبروڑے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگینِ سگ دارویِ اوست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں او را ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[3] الخبیثین را بخواں
الخبیثات (اور) الخبیثین کو پڑھ

رُو و پشتِ ایں سخن را بازداں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہرِ فتحِ باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لیے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ با حدث۔ جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کر دے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثہ سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دے دینے سے زائل ہو جائے گا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبروڑا، گبروڑے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ دارویِ است۔ گبروڑے کا علاج گوبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ عورتوں کے لیے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لیے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

مر خبیثاں[1] را نسازد طیبات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں

در خور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! (یہ باتیں ان کے) مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطرِ وحی کژ گشتند و گم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہو گئے

بد فغاں شاں کہ تطیرنا بکم
ان کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست مارا ایں مقال
ہمارے لیے یہ گفتگو، مرض اور بیماری ہے

نیست نیکو وعظ تاں مارا بفال
تمہارا وعظ ہمارے لیے اچھی فال نہیں ہے

گر بیا غازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی

ما کنیم آں دم شما را سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم
ہم نکمیل کود سے موٹے ہوئے ہیں

در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ
ہماری غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے

شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج[2] را صد تو و افزوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں

عقل را دارو بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گند کفر و شرک ایشاں بیحدست
ان کے شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے

ہیں کہ دباغ او فتادہ بیخودست
خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردنِ برادرِ دباغ، دباغ را بخفیہ بوئے سرگیں

کتے کے پاخانہ کی بو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را[3] می راند از وے آں جواں
اس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا

تا علاجش را نہ بینند آں کساں
تاکہ وہ لوگ اس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو
اس نے راز کہنے والے کی طرح سر اس کے کان کے قریب کیا

پس نہاد آں چیز بر بینی او
پھر اس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود
اس لیے کہ اس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا

دارُوی مغزِ پلیداں دیدہ بود
ناپاک دماغ کا علاج اس کو سمجھا تھا

1۔ مر خبیثاں۔ عمدہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ وحی کا عطر ان کے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اس سے گھبراتے ہیں اور ان کو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیا غازید۔ انبیا کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ ما۔ کفار نے انبیا سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔

2۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے اور یہ اپنے مرض میں اضافہ کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو، دباغ بے ہوش پڑا ہے اس کے قصہ کی تکمیل کرو۔

3۔ خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اس کے معالجہ سے واقف نہ ہو سکے۔ سر بگوشش۔ اس نے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

Marfat.com

چونکہ بوی آں حدث را وا کشید
اب اس نے اس ناپاکی کی بو سونگھی
مغز زشتش بوی ناخوش را سزید
اس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

ساعتے[1] شد مُردہ جنبیدن گرفت
تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کردی
خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت
لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید
کہ اس نے منتر پڑھا اور اس کے کان میں پھونکا
مُردہ بود افسوں بفریادش رسید
وہ مردہ تھا، منتر اس کی مدد کو آ گیا

جنبشِ اہلِ فساد آں سو بود
مفسدوں کی حرکت اس جانب کو ہوتی ہے
کہ زنا و غمزہ و ابرو بود
جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا[2] مشکِ نصیحت سود نیست
جس کو نصیحت کے مشک سے فائدہ نہیں ہے
لا جرم با بوی بد خو کرد نیست
لا محالہ بدبو کی عادت ہے

مشرکاں را زاں نجس خواندست حق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لیے نجس کہا ہے
کاندرونِ پشک زادند از سبق
کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

کرم کو زادست از سرگیں اَبد
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی
می نگرداند بعنبر خوی خود
اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وَے نثارِ رَشِّ نور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے
او ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور
وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرشِّ نورِ حق قسمیش داد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اس کو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا
ہمچو رسم مصر[3] سرگیں مرغ زاد
تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مرغِ خسیس خانگی
لیکن گھریلو، کمینہ مرغ نہیں
بلکہ مرغِ دانش و فرزانگی
بلکہ عقل اور دانش کا مرغ

تو بداں مانی کزاں نورے تہی
تو بھی اس دباغ) کی طرح ہے کہ اس نور سے خالی ہے
زانکہ بینی بر پلیدی می نہی
کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

ساعتے۔ جب اس دباغ نے بدبو سونگھی تو اس کو ہوش آنا شروع ہو گیا لوگ حیران ہو گئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اس کو ہوش آنے لگا۔
جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو ان کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔
ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اس نے بری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔ مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ "مشرک نجس ہیں" چونکہ ان لوگوں کی نشوونما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لیے قرآن نے ان کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرَ فَقَدِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَا فَقَدْ غَوٰی "بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر ان پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔"
رسم مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اس سے بچہ نکال لیتے تھے یہ ان کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوقہ نے عاشق سے کہا تو بھی اس دباغ کی طرح ہے اسی لیے گندے اخلاق کا عادی ہے۔

از فراقت[1] زرد شد رخسار و رو — برگِ زردی میوۂ نا پختہ تو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے — تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

دیگ ز آتش شد سیاہ و دُودفام — گوشت از سختی چنیں ماندست خام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی — گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق — کم نشد یک ذرّہ خامیت از نفاق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا — نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہر گز نخواہی پخت تو — گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا — اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام — غورہا اکنوں مویزند و تو خام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے — خوشے منقی بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و روپوش و فہم کردنِ معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر — تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا — تاکہ سمجھ لوں کہ تو یار مجلس ہے یا پردہ نشین

من ہمی دانستمت بے امتحاں — لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا — لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش — چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے — کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں — می کنم ہر روز در سود و زیاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان — نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیاء را امتحاں کردہ عدات — تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات
دشمنوں نے انبیا کا امتحان لیا ہے — حتی کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

---

[1] ازفراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کا[illegible] ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک آتش فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے [illegible] جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقی بنا [illegible]

[2] عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت۔ عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس [illegible] کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا [illegible] مزید اطمینان کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ یہ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیا[illegible] نے انبیا کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کیے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ میں اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میر[illegible] اس میں تیرے بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

Marfat.com

امتحانِ[1] چشم خود کردم بہ نور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا

ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دور
اے وہ (محبوبہ) کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور ہے

ایں جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے

گر تفحص کردم از گنجت مَرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کر لی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لیے ایسی لغو بے عقلی کی

تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں تُرا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے

چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دِہد
آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر شدم[2] در راہِ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں

آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آ گیا ہوں

جز بشمشیرِ خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر

بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدستِ خود مُبُرم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا

کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے

ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن[3] آبادم ایندم راہ شد
بات کہنے کا اب راستہ نکل آیا

گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہوگیا ہے

پوستہا گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیے اور مغز چھپا رہ گیا

گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائے گا

گر خطائے آمد از ما در وُجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے

چشم می داریم در عفو اے وَدُود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ

چوں ز فعلِ خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

---

[1] امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔ ایں جہاں۔ اس عالم خواب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لیے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کرسکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپ کی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں، دوسروں کے ہاتھ کا نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لیے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔

[3] در سخن۔ یعنی میں اپنے اور عذر بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔ پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔

رَد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را و تلبیسِ اُو را
معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر کشاد آں ماہ لب — کہ سوئے[1] ما رُوز و سوئے تست شب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی — کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

حیلہ ہائے تیرہ اندر داوری — پیشِ بینایاں چرا می آوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر — عقل مندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز — پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے — ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیمش ز بندہ پروری — تو چرا بے رُوئی از حد می بری
اگر ہم اس کو بندہ پروری کی وجہ سے چھپا رہے ہیں — تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر[2] آموز کادمؑ در گناہ — خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
باپ سے سیکھ لے، کیونکہ (حضرت) آدم علیہ السلام گناہ کے بارے — خوشی سے جوتوں کی جگہ اتر آئے

چوں بدید آں عالم الاسرار را — بر دو پا اِستاد استغفار را
جب انہوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا — تو معافی کے لیے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکستر اندُہ نشست — وز بہانہ[3] شاخ تا شاخے نجست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے — اور بہانہ کے لیے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَآ اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس — چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
بس انہوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا — جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جاندارانِ پنہاں ہمچو جاں — دُور باشِ ہر یکے تا آسماں
انہوں نے روح کی طرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا — ہر ایک کا دوشاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش — تانہ بشگافد ترا ایں دورباش
کہ خبردار! سلیمان علیہ السلام کے سامنے چیونٹی بن جا — تاکہ تجھے یہ دوشاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست — ہیچ لالا مرد را چوں چشم نیست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر — انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کہ سوئے۔ یعنی سچائی میرے ساتھ ہے اور تو جھوٹا ہے۔ حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیے۔

از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔ چوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کے بجائے فوراً معافی کے لیے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔

وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش۔ دوشاخہ نیزہ جو چاؤش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔ کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جا ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لیے آمادہ کر دے۔

Marfat.com

کور[1] اگر از پند پالودہ شود — ہر دمے او باز آلودہ شود

اندھا، اگر نصیحت سے پاک و صاف بن جائے — وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر — لیک اِذَا جَآءَ الْقَضَا عَمِّی الْبَصَرُ

اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو — لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

عمر ہا باید بنادر گاہ گاہ — تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ

عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی — کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

کور را خود ایں قضا ہمراہِ اوست — کہ مر اُو را اوفتادن طبع و خوست

اندھے کی یہ قضا خود اس کے ساتھ ہے — کیونکہ گرنا اس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث[2] افتد نداند بوی چیست — از من ست ایں بوی یا ز آلود گیست

وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے — یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا گندگی کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وے کند مشکے نثار — ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار

اگر کوئی اس پر مشک چھڑکے — وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس دو چشمِ روشن اے صاحب نظر — بہتر از صد مادرست و صد پدر

اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں — سیکڑوں ماؤں اور سیکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ[3] چشمِ دل کہ آں ہفتاد پوست — ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اُوست

خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں — اور جس کی یہ دونوں آنکھیں اس کی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند — صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند

ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں — جنہوں نے میری زبان کے نیچے سیکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پایِ بستہ چوں رود خوش راہوار — بس گراں بندیست ایں معذور دار

عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے — معذور رکھ! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اِشکستہ می آید دلا — کایں سخن دُرّ ست و غیرت آسیا

اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے — کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

---

[1] کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدم علیہ السلام کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔ کور۔ اگر چشم بصیرت نہیں ہے تو پھر اس کا اندھاپن ہر وقت اس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔

[2] در حدث۔ پھر اس کی حالت یہ ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مشک نچھاور کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرما دے تو وہ اس کی تربیت کرنے میں سیکڑوں ماں باپ سے بہتر ہیں ہر مضر اور برائی سے اس کو بچا سکتی ہیں۔

[3] خاصہ۔ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لیے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیے جائیں تو اس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت ان کے لیے بمنزلہ چکی کے ہے، غیرت خداوندی ان کو پیس ڈالتی ہے۔

Marfat.com

ذرۂ[1] اگرچہ خرد و اشکستہ شود — توتیای دیدۂ خستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو — بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُرّ از اشکستِ خود بر سر مزن — کز شکستن روشنی خواہی شدن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ — اس لیے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست — حق کند آخر درستش کو غنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے — بالآخر اللہ (تعالیٰ) اس کو درست کردے گا وہ بے نیاز ہے

گندم[2] ار بشکست و ز ہم در شکست — بر دُکاں آمد کہ نک نانِ دُرست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا — دکان پر آیا کہا یہ اب نم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کن اِشکستہ باش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی — چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفحہ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند
جو (حضرت) آدم علیہ السلام کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بے شک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو — ہمچو ابلیس[3] لعینِ سخت رو
اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش — در ستیز و سخت روئی تو بکوش
اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں ابو جہل از پیمبرؐ معجزے — خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غُزے
اس ابوجہل نے پیغمبر ﷺ سے معجزہ — کینہ ور، ترک غز کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بو جہلِ لعیں — معجزات از مصطفیٰؐ شاہِ مہیں
ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہا ہے — معجزے شاہ اعظم مصطفیٰ ﷺ سے

معجزہ جست از نبیؐ بو جہل سگ — دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک
ابوجہل کتے نے نبی ﷺ سے معجزہ طلب کیا — اس نے دیکھا اور اُس نے اس میں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

---

1. ذرہ۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اس کا سرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابل افسوس نہیں ہے کیونکہ بہر حال وہ مفید رہتے ہیں۔ ہم چنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا ان کو صحیح حالت میں کر دے گا۔
2. گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آ جاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا پر انا ظلمنا کہنا شروع کر دیا تھا، یہی بنی آدم کے لیے مناسب ہے۔
3. ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔" اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔ آں بوجہل۔ ابوجہل نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔

Marfat.com

لیک[1] آں صدیقؓ خود معجز نخواست — گفت ایں رُو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اس نے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو من یارے کنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سرِ ایں کوشک خود را بینداز و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اُو را

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[2] — کو ز تعظیمِ خدا آگہ نبود

ایک سرکش نے ایک دن مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا — جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند — حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند

بالا خانہ اور بہت بلند قلعہ پر — اے ہوش مند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے او حفیظ ست و غنی — ہستیِ ما را ز طفلی و منی

فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے — بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو زبام — اعتمادے کن بحفظِ حق تمام

اس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالا خانہ سے گرا دیجئے — اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو — و اعتقادِ خوب با بُرہانِ تو

تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے — اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[3] امیرش گفت خامش کن برو — تا نگردد جانت زیں جرأت گرو

تو امیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا — تاکہ تیری جان اس جرأت سے پھنس نہ جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا — آزمائش پیش آرد ز ابتلا

بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی — امتحان کے ذریعہ آزمائش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول — امتحانِ حق کند اے گیج گول

بندہ کی کب مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے — اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

لیک۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

عنود۔ سرکش۔ بر سر بامے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی۔ یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گراؤ تاکہ مجھے بھی اس کا یقین آ جائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

پس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑھ مغز۔ گول۔ احمق۔

Marfat.com

آں خدارا[1] می رسد کو امتحاں — پیش آرد ہر دمے با بندگاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے — ہر وقت بندوں کو

تا بما مارا نماید آشکار — کہ چہ داریم از عقیدہ در سِرار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھا دے — کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ تُرا — امتحاں کردم دریں جرم و خطا
(حضرت) آدم علیہ السلام نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا — اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حِلمت شہا — وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھ لوں — ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ[2] سَر — ہست عذرت از گناہِ تو بتر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے — تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

آنکہ او افراشت سقفِ آسماں — تو چہ دانی کردن اُو را امتحاں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے — تو اسکا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را — امتحاں خود را کن آنگہ غیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے — (پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں — فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا — تو دوسروں کے امتحان سے بے نیاز ہو جائے گا

چوں بدانستی[3] کہ شکّر دانہ — پس بدانی کاہلِ شکّر خانہ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے — تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ اِلٰہ — شکّرے نفرستدت ناجایگاہ
پس جان لے کہ امتحان لیے بغیر خدا — بے موقع تیرے لیے شکّر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ — چوں سَری نفرستدت در پایگاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں — سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ عاقل افگند دُرِّ ثمیں — درمیانِ مُستراحِ پُر چمیں
کیا کوئی عقل مند قیمتی موتی پھینکتا ہے — نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں

---

[1] آں خدارا۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ اور اصل کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کے لیے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی کر کے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لیے کی ہے کہ تیری بردباری کو آزماؤں۔

[2] خیرہ سر۔ بے ہودہ۔ آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اس کو اپنا امتحان لینا چاہیے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود امتحان لے گا تو اس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[3] چوں بدانستی۔ جب تو جان لے گا کہ تو جنت کے قابل ہے سمجھ جائے گا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان۔ کسی با عزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔ ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقل مند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیج دے گا۔ مستراح۔ بیت الخلاء۔

Marfat.com

زانکہ[1] گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مریدے امتحاں کرد اُو خرست
اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ (مرید) گدھا ہے

امتحانش گر کنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اس کا امتحان کرے گا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائے گی

او برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اس تفتیش سے ننگا کب ہو گا؟

گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را
اگر ذرّہ، پہاڑ کو تولے

بر درد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اس پہاڑ سے اس کی ترازو ٹوٹ جائے گی

کز قیاسے[2] خود ترازو می تند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را در ترازو می کند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

چوں نگنجد او بمیزانِ خرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[2] ہمچوں تصرف داں ورو
امتحان لینا، اس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ

تو تصرف برچناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کیا تصرف کر سکیں گے

بر چناں نقاش بہرِ ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لیے

امتحانے[3] گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش) نے امتحان لینا، جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقاش آں بر وے کشید
کیا نقاش ہی نے ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے

چہ قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اس نے قائم کی ہے خود کیسی ہو گی

پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اس کے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بختِ بد داں کامد و گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اس نے تیری گردن مار دی ہے

زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ۔ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لے گا تو مرید خود ذلیل ہو جائے گا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مرید، شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سماسکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائے گی۔

امتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے۔ شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوت تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں، نقوش، نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔

امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔ چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مرید کی تباہی کا سبب ہے۔

Marfat.com

چوں چنیں[1] وسواس دیدی زود زود — با خدا گردد در آ اندر سجود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد — خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کن از اشکِ رواں — کہ خدایا وارہانم زیں گماں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے — کہ اے خدا مجھے اس گمان سے نجات دے دے

آں زماں کت امتحاں مطلوب شد — مسجدِ دینِ تو پُر خُرّوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا — تیرے دین کی مسجد خروب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں — باز گرد و رُو بحق آر آں زماں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں — پلٹ جا، اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کی طرف رخ کر لے

تانگہ دارد تُرا آں ممتحن — از گمان و امتحانِ انس و جن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے — انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق[2] حسام الدیں بیا — قصۂ داؤدؑ بر گو و بنا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا — (حضرت) داؤد علیہ السلام اور تعمیر کا قصہ سنا

قصۂ مسجد اقصیٰ و خروب رستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام

مسجد اقصیٰ اور خروب اگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اس کا رک جانا

چوں در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجد اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی[3] کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں — کہ زدستت بر نیاید ایں مکاں
اللہ نے ان کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہو گا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ بر آری اے گزیں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت جرم چیست اے دانائے راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
انہوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری کیا خطا ہے — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

---

1. چوں چنیں۔ جب مرید کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیے۔ آں زماں۔ جب مرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ خروب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔

2. اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خروب گھاس اگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجد اقصیٰ کی طرف منتقل ہو گیا جس میں خروب گھاس اگ آئی تھی۔ بنا۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔ چوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔

3. وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے روک دیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔ گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔

Marfat.com

گفت بے جرمے[1] تو خونہا کردہٗ — خونِ مظلوماں بگردن بردہٗ

فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کیے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لیے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شدند آنرا شکار

کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دے دی اور وہ اس کے شکار بن گئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پروازِ تو

تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنے والی آواز کی وجہ سے

گفت مغلوبِ تو بودم مستِ تو — دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو

انہوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود — نے کہ اَلْمَغْلُوْبُ کَالْمَعْدُوْمِ بود

کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابل رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت[2] اے مغلوب معدومیت کو — جز بہ نسبت نیست معدوم اِنْصِتُوْا

(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

آنچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترین ہستہا اُفتاد و زفت

ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

او بہ نسبت با صفاتِ حق فناست — در حقیقت در فنا او را بقاست

اس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتاً فنا میں اس کی بقا ہے

جملہ[3] ارواح در تدبیرِ اوست — جملہ اشباح ہم در تیرِ اُوست

تمام روحیں اس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اس کی قدرت میں ہیں

آنکہ او مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مضطر بلکہ مختارِ وِلاست

جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

منتہای اختیار آنست خود — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد

خود اختیار کا آخر یہ ہے — کہ اس کا اختیار اس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از منی

اگر اس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

---

1. بے جرمے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔ گفت مغلوب۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشق خداوندی سے مغلوب ہوتا ہوں اور دست قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابل رحم اور فانی ہوتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔

2. گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تو بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ انصتوا۔ یہ سن لے۔ ایں چنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔ او۔ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔

3. جملہ۔ اب اس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اس کے زیر تصرف ہیں اور تمام اجسام اس کے زیر نگیں ہیں۔ اشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے بااختیار ہے۔ ولا۔ دوستی۔ منتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اختیارش۔ اس کو اگر اس اختیار سے لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ منی۔ خودی۔

Marfat.com

در جہاں[1] گر لقمۂ و گر شربت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے

لذتِ او فرعِ محوِ لذت است
اس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذات بے تاثیر شد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیکار ہو گیا ہے

لذتے بود او و لذت گیر شد
وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اس نے حاصل کرلیا

ہر کہ او مغلوب شد مرحوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا

در بحارِ رحمتش معدوم گشت
وہ اس کی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چناں معدوم[2] کز اہلِ وجود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے

ہیچ بر وے چیرہ بد اندر گاہِ جود
کوئی سخاوت کے وقت اس پر غالب آ سکے

بلکہ والی گشت موجودات را
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے

بے گمان و بے نفاق و بے ریا
بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے

بے زمان و بے چنین و بے چناں
بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے

دم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

شرح اِنَّمَا[3] الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَآءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ خاصۃً
اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علما ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائر انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے
خصوصاً حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور بقیہ انبیا علیہم السلام کا اتحاد ان پر سلام ہو کہ اگر تو ان میں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را منکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و
تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہو گا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحادست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی
ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہے گی کیونکہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں

---

[1] در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اس پر مبنی ہیں کہ اس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیا کی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترک لذات اس کے لیے لذت بن جاتی ہے۔ ہر کہ او۔ جو صفات باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔

[2] نے چناں معدوم۔ لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اس پر غالب آ سکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمران بن جاتا ہے۔ بے مثال۔ اب نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لازمانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اس معاملہ میں نہ کوئی اشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

[3] اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی "مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں" اور مشہور مقولہ اَلْعُلَمَآءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی تمام علما ایک جان ہیں یہ اخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔" اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیا کا کفر ہے۔

مِنْ رُسُلِهٖ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْإِشَارَةُ وایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا
تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا
کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر[1]
اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رہ مدہ در خود ملال و غم مخور
رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو
اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را بر آرد پورِ تو
لیکن تیرا لڑکا اس کو بنائے گا

گرچہ برناید بجہدت ایں مقام
اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پورِ تو کند آں را تمام
لیکن تیرا لڑکا اس کو مکمل کرے گا

کردهٔ او کردهٔ تست اے حکیم
اے دانا! اس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مومناں را اتصالے داں قدیم
مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مومناں معدود لیک ایماں یکے
مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے
ان کے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[2] و جاں کہ درگاؤ و خرست
عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اس کے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگرست
انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ

ہست جانے در ولی و در نبی
ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی[3] ندارد اتحاد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے

تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں
اگر یہ روٹی کھائے اس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا

در کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ بوجھ اٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ او
بلکہ یہ اس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے

از حسد میرد چو بیند برگِ او
اگر اس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے

متحد جانہائے شیرانِ خداست
خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

---

[1] زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کرسکو گے۔ پور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ مومناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن ان میں وحدت ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

[2] غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطبا کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لیے مولانا نے اس کو روحِ باد کہا ہے۔ در نبی۔ انبیا اور اولیا کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے ان میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا۔ یعنی اولیا اور انبیا۔

Marfat.com

جمع گفتم[1] جانہا شاں من باسم
میں نے ان کی جانوں کے لیے اسم جمع (کا لفظ) بولا

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں
لیکن ان سب کا نور ایک بن جاتا ہے

چوں نماند جانہا را قاعدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی

فرق و اشکالات آید زیں مقال
اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں

فرقہا[2] بیحد بود از شخصِ شیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے

متحد نقشے ندارد ایں سرا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کے ساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے

ہم مثالِ ناقصے دست آورم
نیز ایک ناقص مثال پیش کرتا ہوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں
وہ چراغ یہ جسم ہے، اس کی روشنی جان کی طرح ہے

کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

صد بود نسبت بصحنِ خانہا
گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں
جبکہ تو درمیان سے دیوار اٹھا دے

مومناں باشند نفسِ واحدہ
مومن ایک جان بن جائیں گے

زانکہ نبود مثل باشد ایں مثال
کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

اتحاد از رُوی جانبازی نگر
بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

نیست مثلِ شیر در جملہ حدود
تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

تاکہ مثلے وانمایم مر ترا
تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

تا ز حیرانی خرد را وا خرم
تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
تاکہ اس کی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

نیست محتاجِ فتیل و این و آں
جو بتی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

---

1. جمع گفتم۔ ہم نے انبیا اور اولیا کی روح کے لیے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو۔ سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال۔ یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائیں گے۔ مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شے وہ کہلاتی ہے جو اس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اس کو اس شے کی مثال کہہ سکتے ہیں۔

2. فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔ نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہوتا کہ اس کے ذریعے روح کو سمجھایا جا سکے۔

3. ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کے مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اس کی روشنی جیسا سمجھو، روشنی جب ہو سکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو، تیل ہو، اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔

Marfat.com

واں فتیلہ[1] پنج دارد از حواس ۔۔۔ جملگی بر خواب و خور دارد اساس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے ۔۔۔ ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے خور و بے خواب نزید نیم دم ۔۔۔ با خور و با خواب نزید تیز ہم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا ۔۔۔ کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا ۔۔۔ با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے ۔۔۔ بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست ۔۔۔ چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ اوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے ۔۔۔ کیسے جیئے کیونکہ روشن دن اس کی موت ہے

جملہ حسہائے بشر ہم بے بقاست ۔۔۔ زانکہ پیشِ نور روزِ حشر لاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں ۔۔۔ کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ باپایانِ ما ۔۔۔ نیست کلی فانی و لا[2] چوں گیا
ہمارے فانی حس اور جان کا نور ۔۔۔ گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانند ستارہ و ماہتاب ۔۔۔ جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح ۔۔۔ سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

آنچنانکہ سوز و دردِ زخمِ کیک ۔۔۔ محو گردد چوں در آید مار الیک
جیسا کہ پسو کے زخم کی سوزش اور درد ۔۔۔ محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آ جائے

آنچنانکہ عور اندر آب جست ۔۔۔ تا در آب از زخمِ زنبوراں برست
جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے ۔۔۔ تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پائے

میکند[3] زنبور بر بالا طواف ۔۔۔ چوں بر آرد سر ندارندش معاف
شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں ۔۔۔ وہ جب سر ابھرتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب ذکرِ حق و زنبور ایں زماں ۔۔۔ ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت ۔۔۔ اس فلاں اور اُس فلاں کی یاد ہے

---

[1] فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔ بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لیے دن کا نکلنا۔ جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے اسی طرح روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہے گا۔

[2] لا۔ یعنی۔۔۔ م۔ چوں گیا۔ اس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پسو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔

[3] میکند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔ آب۔ اب مولانا ارشادی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

دم بخور در آب ذکر و صبر کن
ذکر (حق) کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر

بعد ازاں[1] تو طبعِ آں آبِ صفا
اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش
اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا

بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں
ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے

مُحْضَرُوْن معدوم نبود نیک بیں
اچھی طرح سمجھ لے حاضر کیے ہوئے معدوم نہیں ہوتے

روحِ محجوب[2] از بقایش در عذاب
اس کی بقا سے رکی ہوئی روح عذاب میں ہے

زیں چراغِ حسِ حیواں المراد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے

روحِ خود را متصل کن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے

تا رہی از فکر و وسواسِ کہن،
تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پالے

خود بگیری جملگی سر تا بپا
سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کر لے گا

میگریزد از توہم گیرد حذر
بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش
کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہو گیا ہے

لا نیند و در صفات آغشتہ اند
معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

ہمچو اختر پیشِ آں خورِ بے نشاں
ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے، سورج کے سامنے

خواں جَمِیْعٌ ھُمْ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں

تا بقائے روحہا دانی یقیں
تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

روحِ واصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا (باللہ) میں واصل (بحق) ہے وہ پردے سے پاک ہے

گفتمت ہاں تا نجوئی اِتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

زود با ارواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

---

[1] بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اس کی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔ بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنائے محض نہیں ہے بلکہ ان کے لیے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔

[2] در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن "بس ایک زور کی آواز ہو گی تو ایک دم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کیے جائیں گے۔" محضرون۔ حاضر کیے جائیں گے کا لفظ اس بات کو بتاتا ہے کہ روحیں موجود تھیں، معدوم نہ تھیں۔

[3] روحِ محجوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہو گی جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کرے گی اس کو رویتِ باری حاصل ہو گی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی روح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کر لو تو دیدارِ رب حاصل ہو گا۔

Marfat.com

صد چراغت[1] ار مُرند ار بیستند　　بس جدااند و یگانہ نیستند

تیرے سو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں　　(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما　　جنگ کس نشنید اندر انبیاءً

اسی لیے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں　　کسی نے انبیا علیہم السلام میں لڑائی (کی بات) نہیں سنی ہے

زانکہ نورِ انبیاءً خورشید بود　　نورِ حسِ ما چراغ و شمع و دود

کیونکہ انبیا علیہم السلام کا نور سورج (سے) تھا　　ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز　　یک بود پژمردہ دیگر بافروز

ایک بجھ جاتا ہے ایک دن تک رہتا ہے　　ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ حیوانی بود حی از غذے　　ہم بمیرد او بہر نیک و بدے

حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے　　وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد[2] ایں چراغ و طے شود　　خانۂ ہمسایہ مظلم کے شود

اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے　　پڑوسی کا گھر تاریک کب ہو گا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست　　پس چراغِ حسِ ہر خانہ جداست

جب اس گھر کی روشنی اس کے بغیر بھی قائم ہے　　تو حس کا چراغ ہر گھر کا جدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بود　　نے مثالِ جانِ ربانی بود

یہ روحِ حیوانی کی مثال ہے　　نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز[3] از ہندوئیِ شب چوں ماہ زاد　　در سرِ ہر روزنے نورے فتاد

پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا　　ہر سوراخ پر روشنی پڑی

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر　　کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر

ان سو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ　　کیونکہ اس کا نور اس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بود خورشیدِ تاباں بر اُفق　　ہست در ہر خانہ نورِ او قنق

جب تک سورج افق پر روشن ہے　　ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفل شود　　نورِ جملہ جانہا زایل شود

پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے　　تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

---

[1] صد چراغت۔ ارواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو، ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔ زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں ان میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لیے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں۔ انبیا کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیا کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حس ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لیے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اس کے لیے فنا ہے۔

[2] گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر میں اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں۔ ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔

[3] باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔ تا بود۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لیے شیخِ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔

Marfat.com

این مثالِ[1] نور آمد مثل نے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے
مر ترا ہادی عدو را رہزنے
تیرے لیے ہادی ہے، دشمن کے لیے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خو
وہ بد خو، مکڑی کی طرح
پردہائے گندہ را بر بافد او
گندے پردے بنتا ہے

از لعابِ خویش پردہ نور کرد
اپنے لعاب سے اس نے نور پر پردہ ڈال دیا
دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد
اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گردنِ اسپ[2] ار بگیرد بر خورد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لے گا فائدہ اٹھائے گا
وَر بگیرد پاش بستاند لکد
اور اگر اس کے پاؤں پکڑے گا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسن بے لگام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ
عقل و دیں را پیشوا کن والسلام
عقل اور دین کو پیشرو بنا لے والسلام

اندریں آہنگ منگر ست و پست
اس راستہ کو ست اور پست نہ سمجھ
کاندریں رہ صبر شقِ انفس ست
کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کے لیے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ
با سلیمانؑ نبی نیک خو
نیک خصلت سلیمان علیہ السلام نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ ازدست سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا
جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی ابتدا کی
پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

در بنایش[3] دیدہ می شد کرّ و فر
اس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی
نے فسردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کہُ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا
فاش سِیرُوْابِی ہمی گفت از نخست
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

---

[1] ایں مثال۔ میں نے ذات مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اس کی روشنی سے دی ہے۔ یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل لہٗ کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لیے یہ مثال ہدایت کا کام کرے گی اور دشمن یعنی فلسفی کے لیے جو اسرار معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔ از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے۔ اسی طرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔

[2] گردنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھائے گا اور اگر اس کے پاؤں پکڑنے کی کوشش کرے گا تو لات کھائے گا یہی مثال کلام حق اور اسرار معرفت کی ہے کہ اس پر صحیح طریقے سے غور کرو گے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور معترضانہ نگاہ ڈالو گے تو تباہی ہوگی۔ اسپ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس۔ آہنگ۔ راہ حق، راہ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔

[3] بنا۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر۔ منیٰ۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔ سِیرُوْابِیْ۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔

Marfat.com

ہمچو[1] از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدم علیہ السلام کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح

نور زاں کہ پارہا تاباں شدہ
پہاڑ کے ان ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ بے حمال آیندہ شدہ
پتھر، اٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے

واں در و دیوارہا زندہ شدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں

نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں

زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے، زندہ رہے گا

ہم درخت و میوہ ہم آبِ زلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی

با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہوں گے

زانکہ جنت را نہ زآلت[2] بستہ اند
کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

بلکہ از اعمالِ دینت بستہ اند
بلکہ تیرے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گل مردہ بدست
یہ عمارت، مردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے

آں بنا از طاعت زندہ شدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پر خلل ہے

و آں باصلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر[3] و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی

با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہوں گے

فرش بے فراش پیچیدہ شدہ
فرش بغیر فراش کے لپٹا ہوا ہو گا

خانہ بے کناس روبیدہ شدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہو گا

تخت او سیار بے حمال شد
اس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا

حلقہ و در مطرب و قوال شد
حلقہ اور در، مطرب اور قوال ہو گیا

---

1. ہمچو۔ جس طرح آدم علیہ السلام کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُرنور تھا اسی طرح اس مسجد اقصیٰ کے پتھر، پانی اور مٹی پُرنور تھے۔ سنگ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لیے آنے لگے اور اس مسجد کے درودیوار میں زندگی پیدا ہوگئی۔ بہشت۔ بہشتی درودیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ "بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔" چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اس میں زندگی ہے تو جنت کے درودیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔

2. زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مردہ ہوتے ہیں، جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اس میں زندگی ہوگی۔

3. ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔ تخت۔ جنت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مطرب اور قوال کا کام کرنے لگیں گے۔

Marfat.com

خانۂ دل[1] بیں ز غم ژولیدہ شد
دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہوں کے) غم سے الجھا ہوا ہے

بے کناس از توبہ رُوبیدہ شد
بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دارُالخلود
دل میں جنت کی زندگی ہے

در زبانم چوں نمی آید چہ سود
جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہوسکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام
جب مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی

ز اہتماماتِ سلیمانؑ والسلام
(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیماں در شدے ہر بامداد
جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام ہر صبح کو آتے

مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد
مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لیے

پند دادے[2] گہ بگفت و لحن و ساز
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرے

گہ بفعل اعنی رکوع پُر نیاز
کبھی فعل، یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذاب تر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے

کہ رسد در جان ہر با گوش و کر
کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں وہم امیری کم بود
اور اس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے

در حشم تاثیرِ آں محکم بود
ماتحتوں میں اسی کا تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح[3]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا کا قصہ اور ان کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اچھا

فعال بفعل بہ از ناصحِ قوال بقول

عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت
(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے

چوں خلافت یافت بشتابید تفت
جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بدست
سردار ﷺ کا منبر جو تین درجوں کا تھا

رفت بوبکر و دوم پایہ نشست
ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش
(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر

از برائے حرمتِ اسلام و کیش
اسلام اور مذہب کی حرمت کے لیے بیٹھے

---

[1] خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔ چوں سلیماں۔ مسجد اقصیٰ کے مکمل ہو جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔

[2] پند دادے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ واندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا حکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔

[3] ناصحِ فعال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ بوبکر۔ خطبہ کے درمیان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بر سوم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

دورِ عثمانؓ[1] آمد و بالائے تخت
(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر

برشد و بنشست آں محمود بخت
چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سوالش کرد شخصے بو الفضول
ان سے ایک سادہ لوح شخص نے دریافت کیا

کاں دو نہ نشستند بر جایِ رسولؐ
کہ وہ دونوں رسول ﷺ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جستی ازیشاں برتری
تو آپ نے ان سے برتری کیوں چاہی؟

چوں بُرتبت تو ازیشاں کمتری
جبکہ آپ رتبے میں ان سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سوم را بسپرم
انہوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں

وہم آید کہ مثالِ عمرم
شبہ ہو گا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہوں

ور دوم پایہ شوم من جائے جو
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں

گوئیم مثلِ ابوبکرؓ ست او
لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مصطفیٰ
یہ اونچا درجہ مصطفیٰ ﷺ کی جگہ ہے

وہمِ مثلی نیست با آں شہ مرا
میرے متعلق ان شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں وَدُود
اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ

تا بقربِ عصر لب خاموش بود
عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھیئے

یا بروں آید ز مسجد آں زماں
یا اس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے[3] بنشستہ بُد بر خاص و عام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی

پُر شد از نورِ خدا آں صحن و بام
اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالا خانہ پر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بدے
جو بینا تھا وہ اس کے نور کو دیکھنے والا تھا

کورزاں خورشید ہم گرم آمدے
اندھا بھی اس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا

کہ بر آمد آفتابے بے فتور
کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے

تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را
تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

---

1. دورِ عثمان۔ حضرت عثمانؓ کے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ کمتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہوں۔ ور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔
2. ہست۔ اب میں نے آنحضور ﷺ کے درجہ پر اس لیے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے ان جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وَدود۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ خاموش۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اتر آئے کہ تمہارا امیر فعال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوال ہو۔
3. ہیبتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان سے خطبہ دینے کو کہے یا اٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہر نور خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جن میں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اس کے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اس نور کی گرمی سے اگرچہ ایک بے چینی محسوس ہوتی ہے لیکن دل میں اس سے کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

گرمیش را ضجرتے و حالتے
اس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے

کور[1] چوں شد گرم از نورِ قدم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے

سخت خوش مستی ولے اے بو الحسن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس!

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب
سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے

وانکہ[2] او آں نور را بینا بود
وہ شخص جو اس نور کو دیکھنے والا ہے

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں
اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟

وائے بر وے گر بساید پردہ را
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے

دست چہ بود خود سرش را بر کند
ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اس کے سر کو کاٹ دے گی

ایں[3] بتقدیرِ سخن گفتم ترا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی

خالہ را خایہ بدے خالو بدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی

از زباں تا چشم کو پاک از شک ست
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے

زاں تپش دل را کشادے فسحتے
اس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

از فرح گوید کہ من بینا شدم
وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

پارۂ راہ است تا بینا شدن
بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

صد چنیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس سے سو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

شرحِ او کے کارِ بوسینا بود
اسکی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

کہ بجنباند بکف پردہ عیاں
کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

تیغِ الٰہی کند دستش جدا
خدا کی تلوار اس کے ہاتھ کو جدا کر دے گی

آں سرِ کز جہل شرہا می کند
اس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
ورنہ اس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

این بتقدیرست یعنی گر بدے
یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

صد ہزاراں سال گویم اندک ست
اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

---

1. کور۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت۔ جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا اس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کرلے تب اس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب۔ یہ تو اس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اس کی حالت اس سے سوگنی ہوگی۔

2. وانکہ۔ اس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوئی اس کی تشریح شیخ بوعلی سینا اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقام مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کرے گا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

3. ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کرے گا تو خدائی تلوار اس کا ہاتھ کاٹ دے گی۔ یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔ خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بن جاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔

Marfat.com

ہیں[1] مشو نومید نور از آسماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور
حق چو خواہد می رسد در یک زماں
جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں
می رساند قدرتش در ہر زماں
اس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

اخترِ گردوں ظلم را ناسخ ست
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے
اخترِ حق در صفاتش راسخ ست
اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مستعین
اے مدد کے طالب! آسمان پانچ سو سال کی مسافت پر
در اثر نزدیک آمد با زمیں
اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں[2] سال و پانصد تا زحل
زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال (کا راستہ ہے)
دمبدم خاصیتش آرد عمل
اس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

در ہمش آرد چو سایہ در ایاب
آنے میں اس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے
طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب
سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

و ز نفوسِ پاک اختروش مدد
پاک نفوس کی جانب سے مدد، ستاروں کی طرح
سوئے اخترہائے گردوں می رسد
آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما
بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں
باطنِ ما گشتہ قوامِ سما
ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و حکمائے الٰہی عالمِ کبیرست زیراکہ علم آں حکماء بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ انبیا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکمائے فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالم صغیر ہے اور خدائی حکما کہتے ہیں کہ آدمی عالم کبیر ہے کیونکہ ان حکما کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور ان کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

---

[1] ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اس کی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو وہ فوراً کم ہو جائے گا۔ چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت ان کی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے، جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات ان سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ اختر گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں ان سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔

[2] سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اس میں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ در ہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے۔ آفتاب حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کی طرح ہیں کیا حقیقت ہے۔ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسی طرح انبیا اور اولیا کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔

[3] قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان۔ حکما و فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیا انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

Marfat.com

پس بصورت[1] عالمِ صغریٰ توئی — پس بمعنی عالمِ کبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے — باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است — باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے — حقیقتاً ٹہنی پھل کے لیے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و امیدِ ثمر — کے نشاندے باغباں بیخ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی — تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

پس بمعنی آں شجر از میوہ زاد — گر بصورت از شجر بودش ولاد

پس درخت حقیقتاً پھل سے، پیدا ہوا ہے — اگرچہ بظاہر درخت سے اسکی پیدائش ہے

مصطفیٰؐ زیں گفت کادمؑ و انبیاء — خلفِ من باشند در زیرِ لوا

مصطفیٰ ﷺ نے اسی لیے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدم علیہ السلام اور انبیاء — میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ ایں[2] فرمودہ است آں ذو فنون — رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن

اسی لیے ان جامع کمالات نے فرمایا ہے — "ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام — من بمعنی جدِّ جد افتادہ ام

اگرچہ بظاہر میں آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں — میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز[3] برائے من بدش سجدہ ملک — و ز پے من رفت بر ہفتم فلک

کیونکہ فرشتوں کا ان کو سجدہ میرے لیے ہی تھا — اور میرے لیے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنی پدر — پس ز میوہ زاد در معنی شجر

پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا — اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ فکر آخر آمد در عمل — خاصہ فکرے کو بود وصفِ ازل

ابتدائی فکر و عمل، وجود میں آخر میں آتا ہے — خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل، اندریک زماں از آسماں — میروَد می آید ایدر کارواں

خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں — اب قافلہ آتا جاتا ہے

---

[1] پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالم کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسماءِ الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔ آں شجر۔ تو گویا عالم انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰ۔ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یَعْنِیْ "میں قیامت کے روز لوائے حمد اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیا ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔" یہ اسی لیے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔

[2] بہرِ ایں۔ چونکہ مقصود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق تھی اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصودِ اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں، کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جدِ جد۔ چونکہ حقیقت آدم کا ظہور حقیقت محمدیہ سے ہوا ہے۔

[3] کز برائے۔ حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اسی لیے بنے کہ ان کی پشت میں نورِ محمدی تھا۔ رفت۔ ان کو معراج اسی لیے کرائی گئی تا کہ وہ نورِ محمدی سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدم علیہ السلام۔ اول فکر۔ ہونے والی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کے لیے اور درخت پھل کے لیے وجود میں آتا ہے تو ان کے تصورات ان کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں۔ حاصل۔ یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلے سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیے، قدرت ان فاصلوں کو کم کر دیتی ہے۔ ایدر۔ اب۔

Marfat.com

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز — کے مفازہ[1] زفت آید با مفاز

اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے — کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں — جسم، طبعِ دل بگیرد ز امتناں

ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے — جسم، احسان (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کر لیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست — چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست

یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لیے ہے — جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

چوں خدا مر جسم را تبدیل کرد — رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد

جب خدا نے جسم کو بدل دیا — اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امیدست ایں زماں بردار گام — عاشقانہ اے فتٰی خلِّ الکلام

اب سو امیدیں ہیں، قدم بڑھا — عاشقوں کی طرح، اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ[2] پیلہ چشم برہم می زنی — در سفینہ خفتۂ رہ میکنی

اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے — تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ مَّنْ تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ

اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہرِ[3] ایں فرمود پیغمبرؐ کہ من — ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن

اسی لیے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں — زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابمؓ چوں کشتیِ نوحؑ — ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح

ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں — جو سہارا پکڑ لے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی — روز و شب سیاری و در کشتی

جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، برائی سے دور ہے — تو دن رات چل رہا ہے، اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی — کشتی اندر خفتۂ رہ میروی

تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے — تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

---

[1] کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہو جاتی ہے۔ دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طی الارض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لیے ہے، روح کے لیے نہیں ہے۔ چوں خدا۔ معراج میں انبیا کے لیے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امیدست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیے، خدا سے امید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دے گا۔

[2] گرچہ۔ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی۔ انسان کشتی میں بیٹھا ہو ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

[3] بہر ایں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کے لیے شیخ کی صحبت حضرت نوح کی کشتی کا وہ کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اس زمانہ کا شیخ۔

Marfat.com

مگسل از پیغمبر ایامِ خویش ٭ تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش

اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو ٭ اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسا نہ کر

گرچہ[1] شیری چوں روی رہ بے دلیل ٭ ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل

اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا ٭ لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپر اِلا کہ با پرہائے شیخ ٭ تا ببینی عونِ لشکرہائے شیخ

خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر ٭ تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست ٭ آتشِ قہرش دمے حمالِ تست

ایک وقت اس کی مہربانی کی موج، تیرا بازو ہے ٭ کسی وقت، اس کے قہر کی آگ تیری باربردار ہے

قہرِ او را ضدِّ لطفش کم شمر ٭ اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر

اس کے قہر کو، اس کی مہر کی ضد نہ سمجھ ٭ اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک[2] سبزت می کند ٭ یک زماں پُر باد و گبزت می کند

ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے ٭ ایک وقت میں پُرشوکت اور عالی قدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد ٭ تا بروید گل و نسرین شاد

سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے ٭ تاکہ اس پر پھول اور عمدہ گلِ سیوتی اگے

لیک او بیند نہ بیند غیرِ او ٭ جز بمغزِ پاک ندہد خلد بو

لیکن وہی اس کو دیکھتا ہے اس کا غیر نہیں دیکھتا ہے ٭ بہشت، پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کن از انکارِ یار ٭ تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار

دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے ٭ تاکہ تو دوست کے چمن سے۔ خوشبو سونگھے

تا بیابی بوئے خلد از یارِ من ٭ چوں[3] محمدؐ بوئے رحماں از یمن

تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے ٭ جیسا کہ آنحضورﷺ نے، یمن سے خدا کی خوشبو (حاصل کی)

در صفِ معراجیاں گر بیستی ٭ چوں بُراقت پر کشاید نیستی

اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گا ٭ فنا تیرے لیے براق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر ٭ بلکہ چوں معراجِ کِلکے تا شکر

گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں ٭ بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

---

[1] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عون۔ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے۔ شیخ کبھی اپنی صفت جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفت جلال کے ساتھ تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ قہرِ او۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مرید کے لیے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔

[2] چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مرید کو متواضع بناتا ہے اور اس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ لیک۔ مرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

[3] چوں۔ یہ حضرت اویس قرنیؓ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت اویس یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ ''میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔'' یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی محبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھویں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی با معنی معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

نے چو معراجِ بخارے تا سما — بل چو معراجِ جنینے تا نہا
دھوئیں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں — بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک، معراج کی طرح

خوش[1] بُراقے گشت خنگِ نیستی — سوئے ہستی آردت گر نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا بُراق بنا — اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سُمش مس می کند — تا جہانِ حس را پس می کند
اس کے سم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں — یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رَو رواں — چوں سوئے معشوق، جاں جانِ رواں
پستی میں قدم رکھ، اور چلا چل — جیسا کہ جان، معشوق کی طرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

دست[2] نے و پائے نے رو تا قِدَم — آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل — جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دَریدے در سخن پردہ قیاس — گر نبودے سمع سامع را نعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی — اگر سننے والے کی ساعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک[3] بر گفتِ او گوہر ببار — از جہانِ او جہانا شرم دار
اے آسمان! اس کی گفتگو پر موتی برسا — اے دنیا! تو اس کے جہان سے شرم کر

گر بباری گوہرت شش تا شود — جامدت گویندہ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائیں گے — تیرا بے جان، بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائے گا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود — چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
تو تیرا نچھاور خود تیرے لیے ہو گا — جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا — بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
اس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے — (حضرت) سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمان علیہ السلام کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

---

[1] خوش۔ یعنی فنی کا براق ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہو گی اور تم پھر اپنی ہستی میں آ جاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پابکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کی طرف کھنچتی ہے۔

[2] دست نے۔ اس سیر میں ہاتھ پاؤں کام نہیں آتے ہیں اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہ ہو گی اگر سننے والا ہوش و حواس سے اس کو سن لے۔ نعاس۔ اونگھ۔

[3] اے فلک۔ یہ اس قدر بے حقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالم ظاہر کو اس عالم معنی سے شرم آنی چاہیے۔ گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اس کے موتی چھ گنا ہو جائیں گے اور اس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائے گی۔ پس۔ مرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اس میں خود اس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔ بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو انہوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔

Marfat.com

ہدیۂ بلقیس چل[1] اشتر بُدست
بلقیس کا ہدیہ، چالیس اونٹ تھے
بارِ آنہا جملہ خشتِ زر بدست
ان کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرای سلیمانی رسید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمان علیہ السلام کے علاقہ میں پہنچا
فرشِ آں را جملہ زر پختہ دید
اس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا
تاکہ زر را در نظر آبے نماند
یہاں تک کہ (اس کی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وابریم
انہوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لے جائیں
سوی مخزن، ما چہ بیکار اندریم
خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زرِّ دہ دہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے
زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بے وقوفی ہے

اے ببردہ عقل ہدیہ تا الٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے
عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شد پدید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا
شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے ان کو واپس لوٹایا

باز گفتند[2] از کساد و از روا
پھر انہوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے
چیست برما بندہ فرمانیم ما
ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے
امرِ فرمانده بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند[3] کیں واپس برید
اگر وہ حکم دیں کہ اس کو واپس لے جاؤ
ہم بفرماں تحفہ را بازآورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

امر و فرماں را ہمی باید شنید
حکم اور فرمان کو سننا چاہیے
تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیے

خوش رواں گشتند با ہدیہ رواں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے
تا بتختِ آں سلیمانؑ جہاں
اس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ اش آمد چوں سلیمانؑ آں بدید
جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے وہ دیکھا ان کو ہنسی آئی
کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا؟

---

[1] چل۔ چالیس۔ خشت زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زر پختہ۔ خالص سونا۔ بر سر زر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند۔ یعنی ہدیہ لانے والوں نے کہا۔ مخزن۔ یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زر دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی۔ بیوقوفی۔ عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انہوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔

[2] باز گفتند۔ یعنی پھر انہوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور برے ہونے سے کوئی بحث نہیں ہونی چاہیے ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ فرمانده۔ حاکم۔

[3] گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمان علیہ السلام قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہ جہاں۔ خندہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔

Marfat.com

من نمی گویم[1] مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو
بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست
کیونکہ میرے لیے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں
کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان ان کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

میپرستید اخترے کو زر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے
رو باو آرید کو اختر کند
تم اس کی طرف رخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

میپرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو
خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گراں قدر جان کو ذلیل کر دیا

آفتاب از امرِ حق طباخِ[2] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے
ابلہی باشد کہ گویم او خداست
میں اس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

آفتابت گر بگیرد چوں کنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کرے گا؟
آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
تو اس کالک کو اس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صداع
کیا خدا کے دربار میں (اس) دردِ سر کو پیش نہ کرے گا
ایں سیاہی را ببر وا دِہ شعاع
(کہ) اس کالک کو دور کر دے، شعاع واپس کر دے

گر کشندت[3] نیم شب خورشید کو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟
تا بنالی یا امان خواہی ازو
تاکہ تو اس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں
واں زماں معبودِ تو غائب بود
اس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سوی حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جھکے
وارہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پا جائے، محرمِ راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کروں گا
تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

---

[1] من نمی گویم۔ حضرت سلیمان نے فرمایا اَتُونِی مُسلِمِینَ "میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ"۔ لائق ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں۔ خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کر دی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار ان کی آرزو بھی نہیں کر سکتا۔ می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اس لیے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اس خدا کو پوجنا چاہیے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

[2] طباخ۔ پکانے والا۔ سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کے لیے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[3] گر کشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا۔ رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوی حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہو گا تو مصائب سے نجات پا لے گا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائے گا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائے گا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اس سورج کا مشاہدہ ہو گا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

جز[1] روانِ پاک او را شرق نے
پاک روح کے سوا اس کا شرق نہیں ہے
روز آں باشد کہ او شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے
چوں نماید ذرہ پیشِ آفتاب
جس طرح، ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے
آفتابے[2] را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے
ہمچو ذرہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اس کو ذرہ دیکھے گا
خوارو مسکیں بینی او را بے قرار
تو اس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا
کیمیائے کہ ازو یک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر یہ ہے کہ
نادر[3] اکسیرے کہ از وے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اس کی آدھی چمک
بوالعجب میناگرے کز یک عمل
وہ کیمیا گر عجیب ہے کہ ایک عمل سے
باقی اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو
دیدۂ حسی زبونِ آفتاب
حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے

در طلوعش روز و شب را فرق نے
اس کے طلوع کے لیے دن، رات کا فرق نہیں ہے
شب نماند شب چو او بارِق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے
خور چناں باشد دراں انوارِ پاک
ان پاک تجلیوں میں سورج، ایسا ہی ہوتا ہے
دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں
پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں
دیدہ را قوت شدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہو گئی ہے
بر دُخاں افتاد و گشت آں اخترے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا
بر ظلامے زد بگردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اس کو سورج بنا دیا
بست چندیں خاصیت را بر زحل
زحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں
ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے
دیدۂ ربانی جوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

---

[1] جز۔ اس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔ روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

[2] آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔ دیدہ۔ اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتابِ حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔

[3] نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ کانچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لیے یہاں لفظ میناگر سے استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔ باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لیے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

تا زبوں[1] گردد بہ پیشِ آں نظر شعشعاتِ آفتاب با شرر
تاکہ اس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بود نار پیشِ نور بس تاری بود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کرامات و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخ مغربی شصت سال از شب ندیدم من شبی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں[2] گفتند صدقِ قالِ او شب ہمی رفتیم در دنبالِ او
صوفیوں نے کہا ہے کہ ان کی بات کی تصدیق کے لیے ہم رات کو ان کے پیچھے چلے

در بیابانہائے پُر از خار و گو او چو ماہِ بدر مارا پیش رو
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

روی پس ناکردہ میگفتے بشب ہیں گو آمد میل کن در سوی چپ
رات میں، منہ موڑے بغیر کہتے تھے خبردار! گڑھا آ گیا بائیں جانب مڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سوی راست میل کن زیراکہ خارے پیشِ پاست
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب مڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ[3] پایِ بوسش گشتہ ما زانکہ بودش پاک از گل ہر دو پا
دن نکلے ہم ان کے پاؤں چومنے والے ہو گئے؟ کیونکہ ان کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را با پائے بوس گشتہ پا ہا لیش چو پا ہائے عروس
دن نکلے ان کے پاؤں چومنے کی وجہ سے ان کے پاؤں دلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے ز خاک و نے ز گل بر وے اثر نز خراشِ خار و آسیبِ حجر
ان پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

---

1. تازبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے، ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔ کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربی کی اس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کیے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات بنا اور اندھیرا۔ اعتدال۔ یعنی روحانی اعتدال۔
2. صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ ان کو آزمانے کے لیے ہم آدھی رات میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ دنبال۔ پیچھے۔ گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ روی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے اور بغیر منہ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے۔ یعنی ان کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آ رہی تھیں۔
3. روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے ان کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ ان کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت ان کے پاؤں چومے۔ نے زخاک۔ ان کے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔

Marfat.com

مغربی[1] را مشرقی کردہ خدای — کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

اللہ (تعالیٰ) نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا — مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنیوالا بنا دیا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست — روزِ خاص و عام را او حارس ست

ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رو ہے — عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارس آں نورِ مجید — کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہو گا؟ — جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

تو بنورِ او ہمی رو در اماں — درمیانِ اژدہا و کژدماں

تو اطمینان سے اس کے نور کیساتھ چلا جا — اژدہوں اور بچھوؤں میں

پیشِ پیشت می رود آں نورِ پاک — می کند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا — وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

یَوۡمَ[2] لَا یُخۡزِی النَّبِیَّ را راست داں — نُوۡرُ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ بخواں

یوم لا یخزی النبی کو سچ سمجھ — نور یسعی بین ایدیھم پڑھ لے

گرچہ[3] گردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آزموں

وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کیلیے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ — نورِ جاں وَاللّٰہُ اَعۡلَمۡ بِالۡبَلَاغ

کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را با آں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوت سلیمان بلقیس را بایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع ان ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل — زر شما را، دل بما آرید دل

اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے، ہمارے لیے دل لاؤ دل

---

[1] مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے۔ مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس۔ یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔ پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اس کو ہلاکات سے بچاتا ہے۔

[2] یوم۔ قرآن پاک میں ہے یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ نُوۡرُھُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡھِمۡ وَبِاَیۡمَانِھِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا "یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہماری اس روشنی کو ہمارے لیے آخر دم تک قائم رکھ۔"

[3] گرچہ۔ اگرچہ اس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کرے گا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھ کر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

Marfat.com

ایں زر من[1] بر سرِ آں زر نہید
میرے اس سونے کو اس سونے پر رکھ دو

کوریِ تن فرجِ اُستر را دہید
جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرم گاہ کے حوالے کر دو

فرجِ اُستر لائق حلقۂ زرست
خچری کی شرم گاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے

زرِّ عاشق رویِ زرد و اصفرست
عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظر گاہِ خداوندست آں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے

کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کان، سورج کی نظر گاہ ہے

کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب
کجا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟

کو نظرگاہِ خداوندِ لباب
کجا عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

از گرفتِ من ز جاں اسپر کنید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو

گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مرغِ فتنہ دانہ[2] بر بام ست او
دانہ کا عاشق پرند، بالا خانہ پر ہے

پَر کشادہ بستہ دام ست او
پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

چوں بدانہ داد او دل را بجاں
چونکہ اس نے دل کو، جان سے دانہ کو دے دیا ہے

نا گرفتہ مر ورا بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اس کو گرفتار سمجھ

آں نظر کہ سوئے دانہ می کند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا بر میزند
اس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ[3] گوید گر تو می دزدی نظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چراتا ہے

من ہمی دزدم ز تو صبر و مقر
میں تجھ سے صبر و قرار چرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سو ترا
جب تجھے اس نظر نے اس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے

پس بدانی کز تو من غافل نیم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

---

1. ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرم گاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظر گاہ ہے۔ جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔ گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی، جہاد کا حملہ ان دونوں معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔
2. فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالا خانہ پر پر کھلا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔ آں نظر۔ اس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اس کے پاؤں کی گرہ ہے۔
3. دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اس سے غافل نہیں ہے وہ اس کو پھانس لے گا۔

Marfat.com

قصہ[1] عطارے کہ سنگ ترازوئے او از گِل سَر شوی بود و دُزدیدنِ مشتری گِل خوار ازاں گِل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و دیدنِ عطار آں را و نادیدہ کردن

اس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اس مٹی میں سے چوری کرنا اور عطار کا اس کو دیکھنا اور ان دیکھا کر دینا

پیشِ عطارے یکے گلخوار رفت — تا خرد اَبلوج و قندِ خاص و زفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور آ گیا — تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بر عطار طرّارِ دو دل — موضعِ سنگِ ترازو بود گل
اس منافق چالاک عطار کے پاس — باٹ کے بجائے مٹی تھی

گفت[2] عطار اے جواں اَبلوجِ من — ہست نیکو بے تکلف بے سخن
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر — بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گل سنگِ ترازوئے منست — گر تُرا میلِ شکر بخریدن ست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں — اگر تجھے شکر خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہمّے قندجو — سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں — ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

گفت با خود پیش آنکہ گِل خورست — سنگ چہ بود گِل زِ شکر بہترست
(پھر) اس نے اپنے دل میں کہا، مٹی کھانے والے کے آگے — پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو[3] آں دلالہ کو گفت اے پسر — نو عروسے یافتم بس خوب فر
اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا! — میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈ لی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست — کاں ستیرہ دخترِ حلواگرست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے — کہ وہ پردہ نشین، حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود — دخترِ او چرب و شیریں تر بود
اس نے کہا، اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے — اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہو گی

---

[1] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دکاندار کی غفلت سے فائدہ اٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ ابلوج۔ سفید شکر۔ طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، ٹھگ۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔

[2] گفت۔ عطار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کے بجائے مٹی کے ہیں۔ در مُہمّے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے بٹوں سے کیا بحث ہے، جیسے بھی ہوں۔ گِل۔ مٹی کھانے والوں کے لیے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔

[3] ہمچو۔ عطار کا باٹوں کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اس نوجوان کے لیے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلواگر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے ہاں شکر اور گھی کی کثرت ہوتی ہے۔

Marfat.com

گرنداری سنگ و سنگت از گل ست　　ایں بہ و بہ گل مرا میوہ[1] دل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے　　یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفۂ ترازو ز اعتداد　　او بجائے سنگ آں گل را نہاد
ترازو کے پلڑے میں اعتداد کے ساتھ　　اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست　　ہم بقدرِ آں شکر رامی شکست
پھر دوسرے پلڑے کے لیے ہاتھ سے　　اس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند　　مشتری را منتظر آنجا نشاند
چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا، وہ دیر تک ٹھہرا رہا　　اس نے خریدار کو اس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رُویش آں سو بود گِل خورِ ناشگفت　　گِل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے　　اس سے چھپا کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس ترساں کہ نیاید ناگہاں　　چشم او بر من فتد از امتحاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آ جائے　　اور اس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید[2] عطار آن و خود مشغول کرد　　کہ فزوں تر دزد ہیں اے روئ زرد
عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا　　کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرا لے

گر بدزدی از گل من می بری　　رَو کہ ہم از پہلوئ خود می خوری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے　　جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری　　من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے　　میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

گرچہ مشغولم چناں احمق نیم　　کہ شکر افزوں کشی تو از پیم
اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں　　کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را ز آزمود　　پس بدانی احمق و غافل کہ بود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا　　تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند　　دانہ ہم از دور راہش می زند
پرند اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے　　دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکا ڈال رہا ہے

---

[1] میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لیے مٹی دل پسند چیز ہے۔ کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدر آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لیے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش۔ یعنی دکاندار کا رخ۔ ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔

[2] دید۔ دکاندار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے، کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرا لے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔ گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتا چلے گا کہ بیوقوف کون ہے۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔

Marfat.com

گر زنایِ[1] چشم حظّے می بری
اگرچہ تو آنکھ کے گلے سے مزا اٹھا رہا ہے
نے کباب از پہلویِ خود میخوری
کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں نظر از دور چوں تیرست و سم
یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے
عشقت افزوں می شود صبرِ تو کم
تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف
دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے
ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف
آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں مُلکے کہ او دامے ست ژرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے
در شکار آیند مرغانِ شگرف
عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من سلیماں[2] می نخواہم ملک تاں
میں سلیمان علیہ السلام تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں
بلکہ من بِرہانم از ہر ہُلکِ تاں
بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ ملک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو
مالک الملک آنکہ او بجہد ز ہلک
ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باژگونہ اے اسیر ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! الٹا
نام خود کردی امیر ایں جہاں
تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندۂ ایں جہاں محبوسِ جاں
اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے
چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہے گا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عذرِ قبول نا کردنِ ہدیہ و شرح کردن بایشاں

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور ان کے دل سے تکلیف اور وحشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

اے رسولاں می فرستم تاں رسول[3]
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں
رَدِّ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لیے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجیب بات دیکھی
باز گوئید از بیابانِ ذہب
سونے کے جنگل کی بات کہو

---

[1] نائی۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لیے اس مصرع میں آنکھ کے لیے گلے کا استعمال کیا ہے۔ یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظربازی کرتا ہے تو بظاہر وہ لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لیے اپنے لیے پریشانی مول لے لیتا ہے۔ ایں نظر۔ نظربازی کا تیر خود نظرباز کے لیے تیر ستم ہے اور وہ بھی زہریلا، حدیث میں ہے اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ "نظربازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔" مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے، مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیا اور اولیا۔

[2] من سلیماں۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیادار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باژگونہ۔ دنیادار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور۔" تاں رسول۔ یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بن کر جاؤ۔ ردِّ من۔ یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لیے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جا کر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔

Marfat.com

کہ چہل منزل بروی زر تُدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے

وز چنیں[1] ہدیہ خجل چوں می شُدید
اور ایسے ہدیہ سے، تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم
تا کہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں

ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی

سر بسر زر گردد و دُرِ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق برائے آں کند اے زر گزیں
اے سونے کو پسند کرنے والے، اللہ (تعالیٰ) اسی لیے کردے گا

روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم[2] از زر کہ مابس پُر فنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں، کیونکہ ہم ماہر فن ہیں

خاکیاں را سر بسر زرّیں کنیم
ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے گدیۂ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟

ما شما را کیمیاگر می کنیم
ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملک سباست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو

کہ برونِ آب و گل بس مُلکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بندست آنکہ تختش خواندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے

صدر پنداری و بر در ماندۂ
تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود
تیری اپنی ڈاڑھی پر ابھی، حکومت نہیں ہے

پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
برا چھے اور برے پر تو بادشاہی (کا دعویٰ) کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری مرضی کے خلاف تیری ڈاڑھی سفید ہو جاتی ہے

شرم دار از ریش[3] خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی ڈاڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھ دے وہ بادشاہ ہے

بے جہانِ خاک صد مُلکش دہد
خاکی دنیا کے علاوہ وہ اس کو سیکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق

خوشتر آید از دو صد دولت ترا
تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہو گا

---

[1] وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند۔ تا کہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اس کی دولت کے طالب نہیں ہیں۔ حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کردی جائے گی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دیں گے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

[2] فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیا گر۔ مومن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیا گر بن جاؤ گے۔ شعر، کیمیا و سیمیا و ریمیا۔ کس نداند جز بذاتِ اولیاء۔ ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیر باد کہہ دو۔ تختہ بند۔ قید خانہ لکڑی کا وہ کندا جس میں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔

[3] ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری ڈاڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک۔ اصل بادشاہت اس کی ہے جو اللہ کے دربار میں سرنیاز جھکا دے وہ اس کو دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرما دیتا ہے۔ لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہو جائے گا تو سلطنتوں سے بیزار ہو جائے گا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔

Marfat.com

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا — ملکِ آں سجدہ مسلّم کن مرا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اس سجدہ کی سلطنت میرے لیے مقرر فرما دے

بادشاہانِ[1] جہاں از بدرگی — بو نبردند از شرابِ بندگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ — ملک را برہم زدندے بے درنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہو کر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں — مُہرشاں بنہاد بر چشم و دہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کے بقا کے لیے — ان کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج — کہ ستانیم از جہاں داراں خراج
تاکہ ان کے لیے تخت و تاج شیریں بن جائے — کہ ہم دنیاداروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج[2] ار جمع آری زر چو ریگ — آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کرلے گا — بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ جانت نگردد ملک و زر — زر بدہ سرمہ ستاں بہرِ نظر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا — سونا دے دے، نگاہ کے لیے سرمہ کے لے

تا بہ بینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یوسفانہ آں رسن آری بچنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے — یوسف وار وہ رسی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید چوں ز چاہ آئی ببام — جان، کہ یَا بُشْرٰی لِیْ ہٰذَا غُلَام
تاکہ جب تو کنویں سے بالاخانہ پر آئے کہے — روح، میرے لیے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست درچہ[3] انعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال — می نماید آں خزفہا زر و مال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

عارفانش کیمیا گر گشتہ اند — تاکہ شد کانہا بَرِ ایشاں نثرند
اس (خدا) کو پہچان جانے والے کیمیا گر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ ان کے لیے کانیں خفیہ ہو گئیں

---

[1] بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لیے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لیے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں۔

[2] خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔ ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام رسی کے ذریعہ کنویں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنویں سے باہر نکل آ۔ تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اٹھا تھا کہ خوشخبری ہے، یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنویں سے نکل آنے پر خوشخبری دے گی۔

[3] درچہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقت بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کر لیتے ہیں۔ عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں ان کی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند۔

Marfat.com

دیدنِ[1] درویشے جماعتِ مشائخ را در خواب و درخواست کردن از ایشاں

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت

روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت

کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور ان کی

می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں او را بمیوہائے تلخ و ترشِ کوہی

اس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور ان بزرگوں

و بروے شیریں شدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشائخ

کی رہنمائی سے اس کے لیے ان پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر — خضریاں را من بدیدم خواب در

ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وبال

میں نے ان سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مرمرا[2] سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند

وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اس جنگل سے انہوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما

کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیے ہیں — تیرے منہ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صداع و نقلِ بالا و نشیب

ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرازاں رزق نطقے رونمود — ذوقِ گفتِ من خردہا می ربود

پھر اس رزق سے مجھ میں ایسی قوت گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دِہ از ہمہ خلقاں نہاں

میں نے کہا اے دنیا کے پالنہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم

میری قوت گویائی جاتی رہی میں نے مطمئن دل پا لیا — ذوق لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت — غیرِ ایں شادی کہ دارم در سرشت

میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہو گی — اس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آ گئی ہے

دیدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور ان کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سمر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ ابدال جو حضرت خضر علیہ السلام کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے ان ابدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

مرمرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لے گئے اور انہوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے لیے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صداع۔ دردِ سر۔ پس۔ ان پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اس پر فریفتہ ہونے لگے۔

گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطف کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبہ مسرت پیدا ہو گیا۔ در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر — زیں نپردازم بجوز و عیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہو گی — اس کو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کی طرف توجہ نہ کروں گا

ماندہ بود از کسب یک دو حبّہ ام — دوختہ در آستینِ[1] جبّہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی — جس کو میں نے جبہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیت کردنِ او کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من
اس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اس لکڑہارے کو دے دوں جبکہ میں نے بزرگوں کی
روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی
کرامات سے حلال روزی پا لی ہے اور اس لکڑ ہارے ولی کا اس
ہیزم کش از ضمیر و نیتِ او
کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم می کشید — خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا — تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم[2] — زیں سپس از بہر رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں — اس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شدست — رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لیے عمدہ ہو گئے ہیں — خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلو — حبّہ چندست ایں بدہم بدو
چونکہ میں حلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں — چند رتیاں ہیں یہ میں اس کو دے دوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش — تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش
اس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں — تا کہ دو تین دن (کے لیے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست او — زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہو
اس نے خود میرے دل کی بات جان لی — کیونکہ اس کی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نور تھا

بود پیشش سِرّ ہر اندیشۂ — چوں چراغے در درونِ شیشۂ
اس کے لیے ہر خیال کا راز — آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر — بود بر مضمونِ دلہا او خبیر
دل کی کوئی بات اس سے نہ چھپتی تھی — وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

---

1. درآستیں۔ جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔ ہیزم۔ سوختہ، جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔
2. فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گزارا کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبہ۔ ایک رتی کا وزن۔ تکلیف کش۔ یعنی لکڑہارا۔
3. تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اس عطیہ سے اپنا کام چلا لے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ۔ اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل کی تھی۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اس پر اس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آ جاتا ہے۔

Marfat.com

پس ہمی منکید[1] با خود زیرِ لب
وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

کہ چنیں اندیشی از بہرِ ملوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

سوئے من آمد بہ ہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

پرتوِ حالے کہ او ہیزم نہاد
اس حالت کے اثر سے کہ اُس نے ایندھن کا گٹھر رکھا

گفت یا رب گر ترا خاصاں حی اند
اس نے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

لطفِ تو خواہم کہ میناگر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیاگر بن جائے

در زماں[2] دیدم کہ زر شد ہیزمش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن، سونا ہو گیا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اس اثنا میں دیر تک بیہوش رہا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اس کے بعد اُس نے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

باز ایں را بند ہیزم ساز زود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بن گئیں

در جوابِ فکرتم آں بوالعجب
وہ عجیب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

كَيْفَ تَلْقَى الرِّزْقَ اَنْ لَمْ يَرْزُقُوْكَ
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

بر دلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

تنگِ ہیزم را نہاد از پشت زیر
ایندھن کا گٹھڑ کمر سے نیچے رکھ دیا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضا پر لرزہ طاری ہو گیا

کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

ایں زماں ایں تنگ ہیزم زر شود
اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھڑ سونا بن جائے

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

چونکہ با خویش آمدم من ازولہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بس غیورند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

بے توقف ہم براں حالے کہ بود
بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

مست شد در کارِ او عقل و نظر
اس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہو گئی

منکید۔ وہ بڑبڑایا۔ بوالعجب۔ چونکہ اس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ ملوک۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں ان کی بات تو نہ سمجھا لیکن ان کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔ سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔

ہفت عضو۔ ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اس لکڑہارے نے کہا اے خدا! اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہو گئیں۔ ولہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں۔ لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اس نے دعا شروع کر دی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بن جائے گی لہٰذا تو ان لکڑیوں کو اصل حالت پر کر دے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہو گئیں۔ در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آ گئیں۔ اغصان۔ غصن کی جمع بمعنی شاخ۔

Marfat.com

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت
اس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چل دیا
سوئے شہر از پیشِ من او تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ رَوم
میں نے چاہا کہ اس شاہ کے پیچھے جاؤں
پُرسم از وے مشکلات و بشنوم
اس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبت او مر مرا
اس کی اس ہیبت نے مجھے باندھ دیا
پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کے لیے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کے لیے راستہ ہو کہہ دو وہ سر قربان کرے
کاں بود از رحمت و از جذبِ شاں
کیونکہ وہ ان کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را
اس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ
چوں بیابی صحبتِ صدیق[2] را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کر لے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ
نہ کہ اس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو
سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں
پس بگوید رانِ گاؤ ست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست[3] ایں از رانِ گاؤ اے مفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے
رانِ گاوت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہان ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے
بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض کردنِ سلیمان علیہ السلام رسولاں را بر تعجیل کردن

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لیے بلقیس کی

ہجرتِ بلقیس بہر ایماں

ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمان علیہ السلام نے جنگ میں
جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہو گئیں تو وہ ان کو لے کر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اس قدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے، جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہے تو یہ ان بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔

[2] صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کر لے۔ پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ران ملی اس نے دنبہ کی ران اس قدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اس نے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔

[3] نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دنبہ کی تھی یعنی اس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے اور اس کی ناقدری نہ کرنی چاہیے۔ خری۔ گدھا پن۔ تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت ان کی کشش سے حاصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور ان کی قوم کا حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچنا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔

Marfat.com

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود — کہ برآمد[1] موجہا از بحرِ جود

کہ اے عزیزو! جلد جلد آ جاؤ — کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

سوئ ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر

بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اس کی موج کا جوش سیکڑوں موتی

الصَّلا گفتیم اے اہلِ رشاد — کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد

اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دے دی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید — سوئ بلقیس و بدیں دیں بگروید[2]

پھر سلیمان علیہ السلام نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس بگوئیدش بیا اینجا تمام — زود کَانَ اللّٰهُ یَدْعُوْا بِالسَّلَام

پھر اس سے کہو، مکمل طور پر یہاں آ جائے — جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالب دولت شتاب — کہ فتوحست ایں زمان و فتحِ باب

ہاں اے دولت کے طالب! جلد آ جا — کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا

اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آ جا — تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کر لے

ملک برہم زن تو ادہمؒ وار[3] زود — تا بیابی ہمچو او ملکِ خلود

تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیر باد کہہ دے — تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ ملکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر — حارساں بربام اندر دارو گیر

وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالا خانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود — کہ کنند زاں دفعِ دُزداں و رُنود

شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ ایمن دل ست

وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے — حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

---

[1] کہ برآمد۔ اس وقت رحمتِ خداوندی کا سمندر جوش میں ہے جلد آ کر فیض یاب ہو جاؤ۔ سوئ ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سیکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آ کر ان کو حاصل کر لو۔ الصّلا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوت عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔

[2] دیں بگروید۔ یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کر لو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔ پس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جا کر کہو کہ سب یہاں آ جائیں اور سلامتی اختیار کر لیں۔ دولت۔ یعنی آخرت۔ فتوح۔ غیبی انعامات۔ فتح باب۔ یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو طالب نہیں ہے وہ بھی آ جائے یہاں آ کر طلب صادق پیدا ہو جائے گی۔

[3] ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دارو گیر۔ یعنی فرائض۔ رنود۔ رند کی جمع ہے، مفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

عدل باشد پاسبانِ کامہا[1] — نے بشب چوبک زناں بر بامہا

مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالا خانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب — ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب

لیکن رباب کی آواز سے ان کا مقصد اور تھا — جو اس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

نالۂ سُرنا و تہدیدِ دُہل — چیزکے ماند بداں ناقورِ کل

نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک — اس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا — از دوارِ چرخ بگرفتیم ما

حکما نے کہا ہے کہ یہ راگ — ہم نے آسمان کی گردش سے لیے ہیں

بانگِ[2] گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق — می سرایندش بطنبور و بحلق

یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جس کو لوگ — طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مومناں گویند کاثارِ بہشت — نغز گردانید ہر آوازِ زشت

مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے — ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم — در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم

ہم سب (حضرت) آدم علیہ السلام کے اجزا تھے — ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ بر ما ریخت آب و گل شکے — یادِماں آید از آنہا اندکے

اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے — ان سے ہمیں ان کی کچھ یاد آ جاتی ہے

لیک[3] چوں آمیخت با خاکِ کرب — کے دہد ایں زیرو ایں بم آں طرب

لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملتے ہیں — تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آب چوں آمیخت با بول و کمیز — گشت ز آمیزش مزاجش تلخ و تیز

جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا — ملاوٹ سے اس کا مزاج تلخ و تیز ہو گیا

---

[1] کامہا۔ یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیا کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدم سے لیا گیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔ نالہ۔ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیل علیہ السلام کے نفخ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دہل۔ ڈھول۔ ناقور کل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائے گا۔ حکیماں۔ حکیم فیثاغورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔

[2] بانگ۔ ان حکما کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مومناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ تاہم۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے ان کو سنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدم وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزا ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سنے تھے۔ گرچہ۔ اس آب و گل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔

[3] لیک۔ چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہو رہے ہیں جو آب و گل سے بنا ہے اس لیے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربہ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو ان کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے اس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہو جائے گی۔ کمیز۔ پیشاب۔

Marfat.com

چیزکے[1] از آب ہستش در جسد　　بول ازاں رو آتشے را میکشد

اس کے وجود میں کچھ پانی ہے　　پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند　　کآتش غم را بطبع خود نشاند

پانی اگرچہ ناپاک ہو گیا اس کا مزاج باقی رہ گیا　　کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع　　کہ درو باشد خیالِ اجتماع

سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی　　کیونکہ اس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

قوتے گیرد خیالاتِ ضمیر　　بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر

دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں　　بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق[2] از نواہا گشت تیز　　آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز

عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے　　جس طرح سے اس اخروٹ گرانے والے کی آگ

حکایتِ آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بن جوز در آب می ریخت کہ

اس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز ز بانگِ آب بشنود و

گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

او را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد

اور اس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے[3] بود آب تشنہ راند　　در درخت جوز جوزے می فشاند

پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا　　اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بن جوز اندر آب　　بانگ می آمد ہمی دید او حباب

اخروٹ کے درخت سے، اخروٹ پانی میں گراتا تھا　　آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا　　جوزہا خود تشنگی آرد ترا

ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے　　خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر　　آب در پستی ست از تو دور تر

اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں　　پانی گہرائی میں تجھ سے دور ہے

---

1. چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا اسی طرح ان لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتش غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصل محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لیے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔ قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال تجسم اختیار کر لیتا ہے۔
2. آتش عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس ان اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آیندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔ حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی پیاس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔
3. تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اس نے دیکھا کہ اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو اور بڑھا دے گا۔ ثمر۔ یعنی اخروٹ۔

Marfat.com

بشنتر در آب می افتد ببین — می برد[1] آبش ترا چہ سود زین

دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — ان کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس سے کیا فائدہ؟

تا تو از بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بردہ باشد اے دلیر

جب تک تو اوپر سے نیچے اترے گا — اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہو گا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست

اُس نے کہا، اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھ، اس ظاہر پہ نہ ٹھہر

قصدِ من آنست کاید بانگ آب — ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حباب

میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ[2] را خود شغل چہ بود در جہاں — گردِ پائے حوض گشتن جاوداں

دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے؟ — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبۂ صواب

نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز (کے گرد) — اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی

اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

مثنوی اندر اصول و ابتدا — جملہ بہرِ تست و بر تست انتہا

مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لیے ہے اور تجھ پر ہی (اس کی) انتہا ہے

التجا[3] تست و بر امدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو

تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اصول و در فروع — میکند زیرِ لوائِ تو رجوع

مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در اِستواءَ در اُفول — جملہ آنِ تست و کردتی قبول

مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت میں ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تست عزّ و مقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی

تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

---

[1] می برد۔ پانی ان اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے اس عقلمند سے کہا میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔ قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لیے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سن سکوں اور پانی کے بلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔

[2] تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سنے اور یہ اس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہم چناں۔ جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کے طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔ مثنوی۔ میری اس مثنوی کی ابتداء اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لیے ہے۔

[3] التجا۔ اس میں تمہاری مدد شامل حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استواء۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہو گی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔

Marfat.com

در قبول[1] آرند شاہاں نیک و بد

بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں

چوں قبول آرند نبود ہیچ رد

جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں نہالے کاشتی آبش بدہ

جب تو نے پودا لگایا ہے اس کو پانی دے

چوں کشادش دادۂ بکشا گرہ

جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ او رازِ تو است

میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے

قصدم از انشاش آوازِ تو است

میرا مقصد اس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

پیشِ من آوازت آوازِ خداست

میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست

توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتصالے[2] بے تکیّف بے قیاس

ناقابل بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے

ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس

لوگوں کے رب کا، لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے

لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں (کہا)

ناس غیرِ جانِ جاں اِشناس نے

انسان، جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس مردم باشد و کو مردمے

انسان، انسان ہوتا ہے، لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سَرِ مردم ندیدستی دمے

تو نے تھوڑی دیر کے لیے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ خواندۂ

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی[3] در تحری ماندۂ

لیکن تو ایک مجسمہ ہے، اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

ملکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی

اے بیوقوف! اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کن بہر سلیمانؑ نبی

سلیمان علیہ السلام نبی کے لیے چھوڑ دے

میکنم لا حول نے از گفت خویش

میں لا حول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش

بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کند در گفتِ من

کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و انکارات و ظن

دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

---

[1] در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔ چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔ پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔

[2] اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آ سکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔ ناس۔ بہت سے انسان بشکل انسان ہیں لیکن ان میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآن پاک نے اس کے بارے میں فرمایا "وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی" یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔

[3] لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبہ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ملک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ می کنم۔ یہاں آ کر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آ گیا۔ فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ ان لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اس کے متعلق بدگمانیاں ہیں۔

Marfat.com

می کنم لا حول یعنی چارہ نیست[1] چوں ترا در دل بضدم گفتنی ست
میں لا حول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو من خمش کردم تو آں را خود بگو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے میں چپ ہو گیا تو اس کو خود کہہ

در بیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست، نے را بر زمیں نہاد

اس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

آں یکے نائی کہ خوش نے میزدست ناگہاں از مقعدش بادے بجست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا اچانک اس کی مقعد سے گوز خارج ہو گیا

نائے را بر کون[2] نہاد او کہ زمن گر تو بہتر میزنی بستاں بزن
اس نے بانسری مقعد پر رکھ دی کہ مجھ سے اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے وطریق رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب نیست اِلاّ حمل از ہر بے ادب
اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

ہر کرا[3] بینی شکایت می کند کاں فلاں کس راست طبع و خوئے بد
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بری ہے

ایں شکایت گوید آں کہ بد خویست کہ مر آں بد خوی را او بد گویست
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بد عادت ہے کیونکہ وہ اس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول باشد از بد خوی و بد طبعاں حمول
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں بدعادت اور بدطبیعت والوں کو برداشت کرنے والا ہو

لیک در شیخ آں گلہ ز امرِ خداست نے پئے خشم و ممارات و ہواست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

---

[1] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ چونکہ۔ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اترتی ہے تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ دو اس پر ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اس نے بانسری اپنی مقعد کے حوالے کر دی اور کہا کہ اگر تو اچھا بجانا جانتی ہے تو تو ہی بجا لے۔ نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد۔ یعنی گوز۔

[2] کون۔ سرین۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات۔ خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہِ بے ادبی اختیار کی اس پر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب۔ یعنی ایک طالب اور سالک کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ہر نا گواری کو برداشت کرے۔

[3] ہر کرا۔ جس کو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی برائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بد عادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ خوش خو۔ اچھی عادت تو اس شخص کی ہے جو بروں کو برداشت کر لے۔ خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنے والا۔ لیک۔ شیخ بھی مرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مرید کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیا نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

Marfat.com

آں شکایت نیست، ہست اصلاحِ جاں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے

چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[1] انبیا از امر داں
نبیوں کی عدم۔ برداشت حکم سے سمجھ

ورنہ حمّال ست بد را حلمِ شاں
ورنہ ان کی بردباری بُرے کو برداشت کرنے والی ہے

طبع را کُشتند در حملِ بدی
انہوں نے برائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے

ناحمولی گر بود ہست ایزدی
اگر عدم برداشت ہے، تو خدائی ہے

اے سلیماں درمیانِ زاغ و باز
اے سلیمان! کوے اور باز میں

حلمِ حق شو با ہمہ مرغاں بساز
اللہ (تعالیٰ) کا علم بن جا، تمام پرندوں سے نبھا

بلبلِ بسیار گو را پَر مکن
بہت بولنے والے بلبل کے پر نہ نوچ

باز را و کبک را برہم مزن
باز اور چکور کو نہ نوچ

اے دو صد بلقیس[2] حلمت را زبوں
اے وہ کہ دو سو بلقیسیں تیری بردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں

کَاہْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
کیونکہ "میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے"

تہدید فرستادنِ سلیمان علیہ السلام پیشِ بلقیس کہ اصرار میندیش بر شرک و

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان

تاخیر مکن در ہجرت بہرِ ایمان

لانے کے لیے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود
خبردار! بلقیس آ جا، ورنہ برا ہو گا

لشکرت[3] خصمت شود مُرتد شود
تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائے گا، باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو دَرَت را بَر کند
تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اکھاڑ دے گا

جانِ تو با تو بجاں خصمی کند
تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کرے گی

جملہ ذرّاتِ زمین و آسماں
زمین اور آسمان کے سارے ذرے

لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں
آزمائش کے وقت اللہ (تعالیٰ) کے لشکر ہیں

---

1. ناحمولی۔ انبیا کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفس امارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا ان کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ، حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اس لیے اس مناسبت سے اچھے اور برے انسانوں کو پرندے کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز۔ یعنی اچھے اور برے انسان۔ بلبل۔ بزگو انسان کو بھی معاف کر۔
2. اے دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اِھْدِ۔ جس وقت جنگ احد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔" تہدید۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آ کر مسلمان ہو جا ورنہ خرابی پیدا ہو جائے گی۔
3. لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائے گا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائے گا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالے گا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائے گی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بادِ[1] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد
تو نے ہوا کو دیکھا، اُس نے (قوم) عاد کے ساتھ کیا کیا؟
آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد
تو نے پانی کو دیکھا اُس نے طوفانِ نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں
اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا
وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں
اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد
اور وہ جو ابابیل نے اس ہاتھی کے ساتھ کیا
وانچہ پشہ کلۂ نمرود خورد
اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داوٗدے بدست
اور وہ کہ (حضرت) داوٗد علیہ السلام نے ہاتھ سے پتھر پھینکا
گشت سہ صد پارہ و لشکر شکست
تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دے دی

سنگ[2] می بارید بر اعدائے لوطؑ
(حضرت) لوط علیہ السلام کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے
تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط
حتیٰ کہ انہوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جماداتِ جہاں
(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں
عاقلانہ یاریِ پیغمبراں
سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

مثنوی چنداں شودکہ چل شتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ
گر کشد عاجز شود از بارِ پُر
اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آ جائیں گے

دست[3] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے
لشکرِ حق می شود سر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے
درمیانِ لشکرِ اوئی بترس
تو اس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

جزوِ جزوت لشکرِ حق در وِفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے
مر ترا اکنوں مطیع اند از نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کورا فشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر
دردِ چشم از تو بر آرد صد دمار
آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

---

[1] باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ "قومِ عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی۔" آب۔ قرآن پاک میں ہے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا "جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔" فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ بس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ "ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔" بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ داوٗد۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے تین پتھر دشمنوں کی طرف پھینکے تو ان کے صدہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

[2] سنگ۔ قومِ لوط سنگسار کی گئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ "تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔" ما بگویم۔ اگر تشریح کی جائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہے تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائے گی۔

[3] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو انہوں نے کئے۔" اے نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اس کی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔ جزو۔ انسان کا ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔

Marfat.com

ور بدنداں[1] گوید او بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ

پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
تو تو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کن طب را بخواں باب العلل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے ویست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے

دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

کز میانِ جاں کنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر سے وہ میری جانب سے صف شکنی کر دیتے ہیں

ملک را[2] بگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

چوں مرا یابی ہمہ ملک آنِ تست
جب تو مجھے حاصل کر لے گی سب ملک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں برِ من آمدی
جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لے گی

کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

صورتست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ او از برائے دیگراں
اس کی رونق دوسروں کے لیے ہے

باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

اے تو[3] در پیکار خود را باختہ
خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے

دیگراں را تو زِ خود نشناختہ
تو نے دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے

کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق
(اگر) تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لیے اکیلا رہ جائے

در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

---

[1] دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے بدن میں کس قدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[2] ملک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آ جا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقش گرمابہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

[3] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق سے دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کے لیے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اس کو معلوم ہو جائے گا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔

Marfat.com

ایں تو[1] کے باشی کہ تو آں اوحدی　　کہ خوش و زیبا و سرمست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے　　جو اچھا اور حسین اور اپنے آپکا عاشق ہے

مرغِ خویشی صیدِ خویشی دامِ خویش　　صدرِ خویشی فرشِ خویشی بامِ خویش

تو اپنا پرند ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے　　تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالا خانہ ہے

جوہر آن باشد کہ قائم با خودست　　واں عرض باشد کہ فرعِ او شدست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو　　جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں　　جملۂ ذرّات را در خود ببیں

اگر تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ　　تمام ذرّوں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[2] اندر خم کہ اندر نہر نیست　　چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟　　گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوی آب　　ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے　　یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمان علیہ السلام بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در

(حضرت) سلیمان علیہ السلام کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے

ایمان تو یکذرہ غرضے نیست مرانہ در نقشِ تو و نہ در حسنِ تو و نہ در

حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش ونگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری

ملک تو خود بینی چوں چشمِ جانت باز شود بنور اللہ تعالیٰ کے بے غرضی ست

سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ سب بے غرضی سے ہے

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[3]　　چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی

خبردار! آ جا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں　　موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں، شہوت والا نہیں ہوں

ور بود شہوت امیرِ شہوتم　　نے اسیرِ شہوت و رُوی بتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں　　نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

---

[1] ایں تو۔ یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔ مرغِ خویشی۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِلِ کوزہ　　خود بر سرِ آں کوزہ خریدار برآمد

جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام تمام ذرات عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

[2] چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمان نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

[3] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل۔ موت قاطع شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بود۔ رسول میں اگرچہ عورتوں کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی بتم۔ یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔

Marfat.com

بت شکن[1] بودست اصلِ اصلِ ما — چوں خلیلِ حق و جملہ انبیا
ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی — مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ — بت سجود آرد بمن در معبدہ
اگر میں کسی راستہ سے بت خانہ میں جاؤں — عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بوجہل در بتخانہ رفت — زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
محمد ﷺ اور ابوجہل بت خانہ میں گئے — اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند او را بتاں — آں در آید سر نہد چوں امتاں
یہ اندر آئے، بتوں نے ان کے سامنے سر رکھ دیا — وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ شہوتی بتخانہ ایست — انبیا و کافراں را لانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے — نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک[2] شہوت بندۂ پاکاں بود — زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے — سونا نہیں جلتا، کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر — اندریں بوتہ درند ایں دو نفر
کافر کھوٹے ہیں، اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں — دونوں شخص اس بھٹی میں ہیں

قلب چوں آمد سیہ شد در زماں — زر در آمد شد زری او عیاں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا — سونا داخل ہوا اس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بوتہ[3] زر — در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور
سونے نے ہاتھ پاؤں کو کٹھالی میں ڈالے — وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں — ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے — ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے ناداں بطیں — کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ — کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

کے تواں اندود ایں خورشید را — با کفِ گل تو بگو آخر مرا
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟ — ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

[1] بت شکن۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بت کدہ میں جاتا ہے تو بت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں گئے تو بت سرنگوں ہو گئے۔ ابوجہل جاتا تھا تو خود ان کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔ ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔

[2] لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے ان کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بن جاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔ قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بن جاتا ہے، کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔

[3] بوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم ان کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہِ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مٹی کے جسم کو دیکھا تو ان کا منکر بن گیا۔ کے تواں۔ انبیا کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔

گر بریزی[1] خاک و صد خاکسترش — بر سرِ نور، او بر آید سرش

اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے — اس کے نور پر، وہ نور اس خاک کے اوپر آ جائے گا

کہ کہ باشد کو بپوشد روئِ آب — طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب

تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ — مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہمؒ شاہ وار — دود ازیں ملک دو سہ روزہ بر آر

اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو — اس دو تین روز کی حکومت میں سے دھواں اٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود — ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود

ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ — بتا ان کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سلطان ابراہیم ادہم رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا ان کی روح کو تازہ کرے

بر سرِ[2] تختے شنید آں نیک نام — طقطقے و ہای و ہوی شب زبام

اس نیک نام نے تخت پر سے سنا — رات کو بالا خانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائِ تند بر بامِ سَرا — گفت با خود اینچنیں زہرہ کرا

محل کی چھت پر بھاری قدم — دل میں کہا، ایسا پتہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر رُوزنِ قصرِ او کہ کیست — ایں نباشد آدمی مانا پریست

انہوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ — یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے، بھوت ہے

سر فرو[3] کردند قومے بو العجب — ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب

کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا) — ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اُشتراں — گفت اشتر بام بر کہ جُست ہاں

ہائیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اونٹ — ان ابراہیم (ادہمؒ) نے کہا ہائیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا ہے؟

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ — چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ

پھر انہوں نے ان سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں — اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بد دیگر او را کس ندید — چوں پَری از آدمی شد نا پدید

یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا — پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

---

[1] گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہم کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

[2] بر سر۔ حضرت ابراہیم ادہم رات کے وقت اپنے تخت شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بام سرا۔ قلعہ کا بالا خانہ۔ زہرہ۔ پتہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالا خانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

[3] سر فرو۔ اوپر سے ان لوگوں نے جھانک کر کہا کہ ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انہوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالا خانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کون سی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد ان کے حالات بدل گئے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

Marfat.com

معتیش[1] پنہاں و او در پیشِ خلق
ان کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھا

خلق کے بینند غیر ریش و دلق
لوگ ڈاڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے

ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد
عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوی قاف
سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی

جملۂ عالم ازو لافند لاف
تمام لوگ (اناپ شناپ) اس کی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی

غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

روحہائے[2] مردہ جملہ پر زدند
سب مردہ روحیں اڑنے لگیں

مردگاں از گورِ تن سر بر زدند
مردوں نے جسم کی قبر سے سر ابھارا

یکدگر را مژدہ می دادند ہاں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں

نک ندائے می رسد از آسماں
یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز
اس آواز سے سب کے دین قوی ہوتے ہیں

شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمان آں نفس[3] چوں نفخِ صور
(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے اس سانس نے صور پھونکنے کی طرح

مردگاں را وارہانید از قبور
مردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں
اس کے بعد تیرے لیے نیک بختی ہو

ایں گذشت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں
یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیہ قصہ اہلِ سبا و نصیحت و ارشاد سلیمان علیہ السلام مر

سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آں بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او
ہر ایک کو اس کے اور اس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

---

[1] معتیش۔ حضرت ابراہیم کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ ان کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ ان کے سامنے تھے اس لیے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں ز چشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح ان کی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دور ہے لہٰذا اس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت۔ خلق۔ یعنی بلقیس کی رعایا۔

[2] روحہائے۔ مردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی روح نے سر ابھارا۔ یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

[3] نفس۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت۔ مردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس کی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہر حال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بقیہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس کے مناسب اور اس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد کے مطابق رہنمائی کی۔

Marfat.com

وصید کردنِ[1] ہر جنس مرغِ ضمیرے بصفیرانِ آں جنس مرغ و طعمہ او

دل کے پرند کی جنس کو اس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

قصہ گویم از سبا مشتاق وار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا آمد بسوئے لالہ زار
جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لَاقَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِهَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے

عَادَتِ الْاَوْلَادِ صَوْبَ اَصْلِهَا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّةُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مِثْلُ جُوْدٍ حَوْلَهٗ یَوْمُ السَّقَمْ
اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّةُ الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِهَا
روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے

عِزَّةُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِهَا
جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

اَیُّهَا الْعُشَّاقُ[2] اَلسُّقْیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لیے ہے

اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَ الْبُقْیَا لَکُمْ
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لیے ہے

اَیُّهَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَ اعْشِقُوْا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو

ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا
یہ (حضرت) یوسف علیہ السلام کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سلیمانی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر! آ جا

بانگِ ہر مرغے کی می آید سرا
جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں بمرغانت فرستادست حق
جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی جانب بھیجا ہے

لحنِ ہر مرغے بدادستت سبق
تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغِ جبری[3] را زبانِ جبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا

مرغِ پر اِشکستہ را از صبر گو
پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغِ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر

مرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

---

[1] صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اسی قسم کی سیٹی بجا کر ان کو جمع کرتا ہے اور ان کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔ صبا۔ یعنی دعوت سلیمانی۔ لالہ زار۔ ملک سبا۔ لاقت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ ان سے مل گئے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبہ سے ارواح بن گئے۔ امۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت سے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔ ذلۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذاک۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔

[3] مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترک عمل کر بیٹھے ہیں ان کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔ پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقاء۔ جو لوگ ان کو عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں ان کو عالم غیب کی باتیں بتا۔

مر کبوتر[1] را حذر فرما ز باز ۔۔۔ باز را از حلم گوی و احتراز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے ۔۔۔ باز کو بُردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا ۔۔۔ می کُنش با نور جفت و آشنا
اس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے ۔۔۔ اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزاں تو صلح ۔۔۔ مر خروساں را نما اشراطِ صبح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا ۔۔۔ مرغوں کو صبح کی علامات بتا

ہمچنیں[2] میرو زِ ہدہد تا عقاب ۔۔۔ رہ نما وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِالصَّوَاب
اسی طرح چلا چل ہدہد سے عقاب تک ۔۔۔ راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از ملک و مست شدنِ او از شوقِ ایمان و التفات همتِ او از همه ملک منقطع شدن بوقتِ ہجرت اِلا از تخت

بلقیس کا ملک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اس کا مست ہو جانا اور ہجرت کے وقت تمام ملک سے بجز تخت کے اس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سوئے مرغانِ سبا ۔۔۔ یک صفیرے کرد و بست آں جملہ را
جب سلیمان علیہ السلام نے سبا کے پرندوں کے لیے ۔۔۔ ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز[3] مگر مرغے کہ بُد بے جان و پر ۔۔۔ یا چو ماہی گنگ بود از اصل و کر
سوائے اس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا ۔۔۔ یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے غلط گفتم کہ کر گر سَر نہد ۔۔۔ پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد
نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھ دے ۔۔۔ خدا کی وحی کے سامنے، وہ اس کو سننے کی طاقت دے دے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد ۔۔۔ بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد
چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا ۔۔۔ گزشتہ دنوں پر بھی اس نے افسوس کیا

ترکِ مال و ملک کرد او آنچناں ۔۔۔ کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں
اس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا ۔۔۔ جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں غلامان و کنیزانِ بناز ۔۔۔ پیشِ چشمش ہمچو بوسیدہ پیاز
وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں ۔۔۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

---

[1] کبوتر۔ یعنی مظلوم۔ باز۔ یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں ان کو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں۔ یعنی اہل حق اگر غلط بحثوں میں ہیں ان کو راہ حق کی علامات دکھا دے۔

[2] ہم چنیں۔ غرضکہ ہر آدمی کی اس کے مناسب حال اصلاح کر دے۔ اِلا از تخت۔ یعنی دعوت سلیمان علیہ السلام پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے ملک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکال دی البتہ اس کو اپنے تخت شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلق خاطر رہا۔ صفیر۔ یعنی پیغام حق۔

[3] جز۔ یعنی سب لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جن میں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔ نے غلط۔ یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بد فطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرے تو خدا اس کی مدد کر دیتا ہے اور اس میں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جس طرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ آں غلاماں۔ جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کے لیے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔

Marfat.com

باغہا[1] و قصر ہا و آبِ رُود — پیشِ چشم از عشق گلخن مینمود
باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم — زشت گرداند لطیفاں را بچشم
عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مَر زُمرّد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بود معنیِ لا
زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت، یہی لا کے معنی ہیں

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوْ اینست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ
اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

ہیچ[2] مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت — می دریغش نامد الا جز کہ تخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر — بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد — کز دلِ او تا دلِ اُو راہ بد
سلیمان علیہ السلام اس کے دل (کے خیال) سے واقف ہوگئے — کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود — ہم ز دُوراں سِرِّ دُوراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے — دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

آنکہ گوید رازِ قَالَتْ[3] نَمْلَةٌ — ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
جو "چیونٹی نے کہا" کہ راز بتا دے — اس پرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم کیش — تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اُس نے دور سے دیکھ لیا کہ اس تسلیم (و رضا) والی کو — اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز — کہ چرا بودش بتخت آں عشق و ساز
اگر میں اُس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا — کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک وقلم خود بے حسے است — نیست جنسِ کاتب او را مونسے است
اگرچہ یہ پودا اور قلم خود بے حس ہے — وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے، اس کے لیے مونس ہے

---

[1] باغہا۔ یعنی تفریح کے اسباب اس کے لیے باعث تکلیف بن گئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بن جاتی ہیں۔ معنیٔ لا۔ یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہو جاتا ہے تو اس کے لیے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی اثر یہی ہے کہ ماسوی اللہ نظروں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

[2] ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے کا افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا۔ پس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔

[3] قالت۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کے ایک جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کا لشکر پامال نہ کردے تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ طاق کہن۔ آسمان۔ تسلیم کیش۔ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کرلیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کے لیے باعث محبت ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہم چنیں[1] ہر آلتِ پیشہ ورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار
ہست بیجاں مونس ہر جانورے
بے جان ہے (اور) جاندار کے لیے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار
ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لیے مونس ہے

ایں سبب را من معین گفتمے
اس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا
گر نبودے چشم فہمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی
نقل کردن ہیچ نوع امکاں نبود
(اس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خردہ کاری[2] بود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا
ہمچو اوصالِ بدن با ہمدگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

پس سلیمانؑ گفت گرچہ فِی الْاٰخِیْر
(حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ اخیر میں
سرد خواہد شد برو تاج و سریر
اس کے لیے تاج و تخت بے وقعت ہو جائے گا

چوں ز وحدت جاں بروں آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہو گی
جسم را با فرِّ او نبود فرے
اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہے گی

چوں[3] بر آید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی، سمندروں کی گہرائی سے باہر آئے گا
ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کرے گا

سر بر آرد آفتابِ با شرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے
دُمِ عقرب را کہ سازد مستقر
دم عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقد حال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت
جُست باید تختِ او را انتقال
اس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیے

تانگردد خستہ ہنگامِ لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو
کودکانہ حاجتش گردد روا
اس کی بچگانہ خواہش پوری ہو جائے

---

[1] ہم چنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لیے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضا تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔

[2] خردہ کاری۔ اس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔ پس سلیمان۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انہوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائے گی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔

[3] چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اس کے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر بر آرد۔ جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو مجمع عقرب میں دم عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں ان کی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال۔ یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرا لینا چاہیے۔ کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچگانہ فعل تھا۔

Marfat.com

ہست بر ما سہل[1] او را بس عزیز
ہمارے لیے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے
تا بود بر خوانِ حوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دستر خوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اس کی جان کے لیے باعث عبرت ہے
ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لیے، گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بود آں مبتلا
تاکہ اسے پتا چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی ہے
از کجاہا در رسید او تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک را[2] و نطفہ را و مُضغہ را
خاک اور نطفہ کو اور مُضغہ کو
پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟
کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
کہ اس سے مجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا
منکرِ ایں فضل بودی آں زماں
اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

ایں کرم چوں دفعِ آں انکارِ تست
یہ کرم گویا اس انکار کا رد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخست
جو تو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد انشارِ[3] تو
تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہو گئی
از دوا بدتر شد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا
مٹی سے اس کام کا تصور کہاں؟
نطفہ را خصمی و انکار از کجا
نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بُدی
چونکہ تو اس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و انکار را منکر بدی
تو فکر اور انکار کا منکر تھا

---

[1] سہل۔ جنوں کے ذریعہ اس کو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تابود۔ اخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود ہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور ان کو جا کر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تخت بلقیس کے لیے باعث عبرت ہوگا کہ اس کی پہلی حالت کس قدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ از کجا۔ پہلے دنیا کی خرافات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

[2] خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اس کی ابتداء ان چیزوں سے ہے جن کے ذکر سے بھی اس کو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اس کو نطفہ کیا پھر ہم نے نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مضغہ بنایا پھر ہم نے اس کو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کرنے کا منکر تھا۔ ایں کرم۔ انسان کو اس قدر فضیلت دینا اس انکار کا دفیعہ ہے جو اس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجت انکار۔ یعنی انکار کے خلاف دلیل۔

[3] انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعا کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعا کی تردید بن گیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد صرف اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اس حالت میں ہے کہ حشر ونشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اس کا حشر ونشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہوسکتا ہے۔ دراں دم۔ یعنی نطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

از جمادی[1] چونکہ انکارت بُرست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا
ہم ازیں انکار حشرت شد دُرست
تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہو گیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست
پس تیری مثال اس زنجیر پیٹنے والے کی سی ہے
کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اُس کے اندر سے مالک کہے گا، کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست
زنجیر پیٹنے والا اس انکار سے سمجھ لے گا کہ وہ ہے
پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہو گا

پس ہم انکارت[2] مبیّن می کند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے
کز جمادِ او حشرِ صد فن می کند
کہ وہ مٹی سے سو طرح حشر کر دے گا

چند صنعت رفت اے انکار تا
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟
آب و گِل انکار زاد از ھَلْ اَتٰی
مٹی اور پانی سے، "ہل اتی" کا انکار سرزد ہوا

آب و گل می گفت خود انکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے
بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم[3] شرح ایں از صد طریق
میں اس کی سو طرح سے تشریح کر دیتا
لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

شرحِ آں را لب بہ بستم اے کیا
اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کر لی
بہرِ نقل تختِ بلقیس از سبا
سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے (قصہ) کے لیے

چارہ کردنِ سلیمان علیہ السلام در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاصل کرنے کے لیے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں
پھر (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے صاف طور پر لشکر سے کہا
تختِ او را حاضر آرید ایں زماں
اس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے کہ تختش را بفن
ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے
حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے حاضر کروں گا

---

[1] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ تو جمادیت سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اس بات کی دلیل ہو گئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے۔

[2] پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اس مرتبہ تک پہنچنا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو سو دلائل سے ثابت کر رہا ہے۔ چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کس قدر کاریگریاں ہیں ان کے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکے گا، مٹی اور پانی میں یہ استعداد آ گئی کہ اس نے سورۂ ہل اتی کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے۔ گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔

[3] من بگویم۔ میں اس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کے لیے لغزش کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کر لیتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔ عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کروں گا۔

Marfat.com

گفت آصف[1] من باسم اعظمش　حاضر آرم پیشِ تو دریک دمش

آصف نے کہا میں اُس کو اسم اعظم کے ذریعہ　اس کو آپ کے سامنے ایک دم حاضر کردوں گا

گرچہ عفریت اوستادِ سحر بود　لیک آں از نفخ آصف رونمود

اگرچہ جن جادو کا استاد تھا　لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں　لیک آصف نز فنِ عفریتیاں

بلقیس کا تخت فوراً آ گیا　لیکن آصف کی وجہ سے نہ کہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین و صد چنیں　کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں

(حضرت سلیمان نے) فرمایا اس پر اس جیسی سیکڑوں نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے　جو میں نے رب العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوی تخت　گفت آرے گول گیری اے درخت

پھر (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے تخت کی جانب دیکھا　فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقش کند　اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند

لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے　بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد و مسجود از جاں بے خبر　دیدہ از جاں جنبشے و اندک اثر

سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں　اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ　کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ

جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا　کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضع بباخت　شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت

چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی　پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

از کرم شیرِ حقیقی کرد جود　استخوانے سوی سگ انداخت زود

حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی　فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام　لیک مارا استخواں لطفے ست عام

کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے　لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصہ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بتاں چوں عقیب فطام

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

[1] آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے انہوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردوں گا۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا استاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کو درخت کے لفظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔ [3] ساجد۔ یہ بت کے پجاری اور بت دونوں روح سے بے خبر ہیں ان بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آ جاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی ان سے حرکت یا بات کا صدور ہو جاتا ہے۔

[3] نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔ از کرم۔ شیر حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے استدراج کے لیے بتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لیے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔ حلیمہ۔ حلیمہ سعدیہ جو آنحضور ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔

Marfat.com

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بتاں و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمت کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ[1] حلیمہؓ گویمت — تا زدایَد داستانِ او غمت

میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مصطفیٰؐ را چوں ز شیر او باز کرد — بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد

(حضرت) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انہوں نے دودھ چھڑایا — ان کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانید ش از ہر نیک و بد — تا سپارد آں شہنشہ را بجد

وہ ان کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی — تاکہ ان شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را زبیم — شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم

جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں آ پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا[2] بشنید بانگے کاے حطیم — تافت بر تو آفتابے بس عظیم

ہوا کی جانب سے آواز سنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زود — صد ہزاراں نور از خورشیدِ جود

اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم اِمروز آرد در تو رخت — محتشم شاہے کہ پیکِ اوست بخت

اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی — منزلِ جانہائے بالا می شوی

اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو — تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

جانِ پاکاں طُلب[3] و جُوق جُوق — آیدت از ہر نواحی مستِ شوق

پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ — شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیں گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا — نے کسے در پیش نے سوی قفا

حلیمہ اس آواز سے حیران ہو گئی — نہ کوئی سامنے تھا نہ گدی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت ویں ندا — شد پیاپے آں ندا را جاں فدا

چھیوں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز — پے در پے آئی، اس آواز پر جان قربان ہے

---

1. راز۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سننا۔ بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شق صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اس سے خائف تھیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔ می گریزانید ش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح حالت پر ان کے دادا کے سپرد کر سکیں۔ جد۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔
2. از ہوا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے غیب سے یہ آواز سنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ کے نزول کا جو سلسلہ ختم ہو گیا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔
3. طلب۔ تلب، بجماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا۔ یعنی غیبی آواز۔

Marfat.com

مصطفیٰ[1] را بر زمیں بنہاد او — تاکند آں بانگِ خوش را جستجو
اُس نے (حضرت) مصطفےٰ ﷺ کو زمین پر بٹھا دیا — تاکہ وہ اس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سو بسو — کہ کجا است آں شہِ اسرار گو
وہ اس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی — کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کاینچنیں بانگِ بلند از چپ و راست — می رسد یا رب رسانندہ کجاست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے — آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید او خیرہ و نومید شد — جسم لرزاں ہمچو شاخِ بید شد
جب انہوں نے نہ دیکھا حیران اور نا امید ہو گئیں — بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سوئے آں طفلِ رشید — مصطفیٰ را بر مکانِ خود نہ دید
وہ اس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں — مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش — گشت بس تاریک از غم منزلش
اس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی — غم سے اس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سوئِ منزلہا دوید و بانگ داشت — کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی — کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکیاں گفتند[2] مارا علم نیست — ما ندانستیم کانجا کودکے ست
مکہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے — ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد او بس فغاں — کہ ازو گریاں شدند آں دیگراں
اس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی — کہ اس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش — کاخرآں گریاں شدند از گریہ اش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی — کہ اس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہ رضی اللہ عنہا را با استعانت از بتاں

اس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کیطرف راہنمائی کی

پیر مردے پیشش آمد با عصا — کاے حلیمہ چہ فتاد آخر ترا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا — کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش زدل افروختی — ویں جگرہا را ز ماتم سوختی
کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے — اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

---

1. مصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ۔ جس کی آواز آرہی ہے جس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔ رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ۔ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ از غم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گم کرنے سے۔ منزلہا۔ یعنی مکہ کے مکانات۔ دردانہ۔ موتی۔

2. گفتند۔ ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اس رنج میں اس پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رلا دیا۔

3. استعانت۔ مدد۔ با عصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ

Marfat.com

گفت احمدؐ را رضیعم معتمد
اس نے کہا میں احمد ﷺ کی معتمد دایہ ہوں

پس بیاوردم کہ بسپارم بجد
میں ان کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں

می رسید و می شنیدم از ہوا
آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں

طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
اس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو (زمین پر) بٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آواز کیست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟

کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز کسے دیدم بگرد خود نشاں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا

نہ ندای منقطع شد یک زماں
نہ ایک لمحہ کے لیے آواز بند ہوئی

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی

طفل را آنجا ندیدم وائے دل
میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندُہ مدار
اس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر

کہ نمایم مر ترا یک شہریار
میں تجھے ایک شاہ کا پتا بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا

او بداند منزل و تر حالِ طفل
کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا
تو حلیمہ رضی عنہا نے کہا، میری جان قربان ہو

مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا
تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر
ہاں اس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے

کش بود از حالِ طفلِ من خبر
جس کو میرے بچے کے حال کی خبر ہو

بُرد او را پیشِ عزیٰ کایں صنم
وہ اس کو عزیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بت

ہست در اخبارِ غیبی مغتنم
غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گم شدہ زو یافتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اس کی وجہ سے پا لیے ہیں

چوں بخدمت سوی او بشتافتیم
جب ہم عقیدت سے اس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد او را سجود و گفت زود
بوڑھے نے اس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا

اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

رضیع۔ یعنی مرضعہ، دودھ پلانے والی، انا۔ معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنجا۔ یعنی حطیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔ از کسے۔ چونکہ وہ غیبی دار غیبی لہذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔

گفتش۔ اس بوڑھے نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ تر حال۔ سفر۔

عزیٰ۔ مکہ کا مشہور بت تھا۔ اخبار غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اس کے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پالی ہیں۔ اے۔ یعنی عزیٰ۔

Marfat.com

گفت اے عزّیٰ تو بس اکراہہا
کردۂ تا رستہ[1] ایم از داہہا
اس نے کہا اے عزیٰ! تو نے بہت سے کرم
کیے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اِکرامِ تو
فرض گشتہ تا عرب شد رامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے
جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمّیدِ تو
آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر
تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گم شدہ ست
نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
کہ اس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے
اس بچے کا نام محمد (ﷺ) ہے

چوں محمدؐ گفت آں جملہ بتاں
سر نگوں گشتند و ساجد آں زماں
جب اس نے "محمد ﷺ" کہا وہ سب بت
فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

کر برو[2] اے پیر ایں چہ جستجو ست
آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازوست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟
اس محمد ﷺ کی کہ اس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

مانگوں و سنگسارانیم ازو
ما کساد و بے عیارانیم ازو
ہم اس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں
ہم اس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں خیالاتے کہ دیدندے زما
وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں
اہل ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ او رسید
آب آمد مر تیمم را درید
گم ہو جائیں گی کیونکہ ان کا دربار (کا وقت) آ گیا ہے
پانی آ گیا، اس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو[3] اے پیر، فتنہ کم فروز
ہیں زرشکِ احمدی مارا مسوز
او بوڑھے! دور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا
خبردار! احمدی رشک سے ہمیں نہ جلا

دور شو بہرِ خدا اے پیر تو
تا نسوزی ز آتشِ تقدیر تو
او بوڑھے! خدا کے لیے تو دفع ہو
تا کہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِ اژدہا افشردن است
ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
یہ کیا اژدہے کی دم دبانا ہے؟
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

---

1. تارستہ۔ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لیے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔ چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ جملہ بتاں۔ عزیٰ اور اس کے ماحول میں جو بت تھے۔
2. کہ برو۔ ان بتوں نے کہا کہ اس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ماتگوں۔ اس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔ آں خیالاتے۔ بت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کے بعد سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔
3. دور شو۔ اس عزیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ رشک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ان کی شان وشوکت ختم ہو گئی تھی۔ تانسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں، تو بھی نہ جل جائے۔ دُمِ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔

Marfat.com

زیں خبر خوں شد دلِ دریا و کاں[1]
اس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے
زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چو شنید از سنگہا پیر ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سنیں
پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس زلرز و خوف و بیم آں ندے
اس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے
پیر دندانہا بہم بر می زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زِ مستاں مردِ عور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان
او ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را
جب اس (حلیمہ رضی اللہ عنہا) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا
زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں
حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت ہوں

ساعتے بادم[2] خطیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے
ساعتے سنگم ادیبی می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے
سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
نیز پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں
غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟
من شدم سودائی۔ اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش[3] از شرحِ غیبم لب بہ بست
اس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیے ہیں
ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
(میں) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

گر بگویم چیزِ دیگر من کنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں
خلق بندندم بزنجیرِ جنوں
لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دیں گے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا
سجدۂ شکر آرو رُو را کم خراش
شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

---

[1] دریا وکاں۔ چونکہ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آب وتاب کے سامنے ان کی آب وتاب ماند پڑ جائے گی بہت۔ چونکہ مہر وماہ ماند پڑ جائیں گے۔ چوں شنید۔ بوڑھے نے بت کی یہ باتیں سن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب۔ یعنی عزّیٰ کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔

[2] بادم۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ہوا سے باتیں سنی تھیں۔ گاہ۔ بچپن میں شق صدر کے واقعہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ صددل۔ پریشان۔

[3] غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔ گر بگویم۔ اگر وہ غیبی باتیں لوگوں سے کہوں گی تو وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔

تو مخور[1] غم کہ نگردد یاوہ او　بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہو گا　بلکہ عالم اس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس　صد ہزاراں پاسبانست و حرس

ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اس کے آگے اور پیچھے　لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ ذو فنوں　چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں

تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنر مند بت　تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہو گئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں　پیر گشتم من نہ دیدم جنس ایں

یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے　میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت　تاچہ خواہد بر گنہگاراں گماشت

اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے　گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی؟

سنگ[2] بے جرم ست در معبودیش　تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش

اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں　تو مجبور نہیں ہے کہ اس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر اینچنیں ترساں شدست　تاکہ بر مجرم چہا خواہند بست

جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے　تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہوں گی؟

خبر یافتن جدِ مصطفیٰ[3] صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ شہر و نالیدنِ او بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنحضور ﷺ کو گم کر دینے کی خبر ملنا اور ان کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سننا اور ان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لینا

چوں خبر یابید جدِ مصطفیٰ　از حلیمہؓ و ز فغانش برملا

جب مصطفیٰ ﷺ کے دادا نے خبر پائی　حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے برملا رونے کی

و ز چناں بانگِ بلند و نعرہا　کہ بہ میلے می رسید از وے صدا

اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے　کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

---

1. تو مخور۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فکر نہ کر وہ گم نہ ہوں گے بلکہ عالم ان کی عظمت میں گم ہو جائے گا۔ صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عزیٰ بت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام برا ہو گا۔
2. سنگ۔ بت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو ان کے پجاری جو بااختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں ان کا انجام تو بہت ہی برا ہو گا۔ مضطر۔ یعنی بت۔
3. جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبدالمطلب۔ و ز چناں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے رونے کی آواز ایک میل تک جا رہی تھی۔

Marfat.com

زود[1] عبدالمطلب دانست چیست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے
دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کے ساتھ آئے
کاے خبیر از سِرّ شب و ز رازِ روز
کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جانکار

خویشتن را من نمی بینم فنے
میں اپنے لیے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا بود ہمرازِ تو ہمچوں منے
کہ (جس میں) مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
کہ اس مبارک کے دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو
یا باشکم دولتے خنداں شود
یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم
لیکن اس دُرِّ یکتا کی پیشانی میں
دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمیماند بما گرچہ زماست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے، اگرچہ ہم میں سے ہے
ما ہمہ مِسّیم و احمدؐ کیمیاست
ہم سب تانبہ ہیں اور احمد ﷺ کیمیا ہیں

آں عجایبہا کہ من دیدم درو
وہ عجائب جو میں نے اس میں دیکھے ہیں
من ندیدم بر ولی و بر عدو
میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

انچہ[3] فضلِ تو دریں طفلیش داد
تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے
کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اس کی شان پیش نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں
بر وے او دُرّیست از دریائے تو
اس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمو را می شفیع آرم بتو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں
حالِ او اے حال داں با ما بگو
اے حال کے جاننے والے، اس کا حال ہمیں بتا دے

از درونِ کعبہ آمد بانگ زود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی
کہ ہم اکنوں رخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دے گا

با دو صد اقبال و او محظوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے
با دو صد طُلبِ مَلَک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

---

1. زود۔ عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا ہے۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در۔ یعنی درِ کعبہ۔
2. لیک۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم ہی سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔
3. انچہ۔ ان کے بچپن میں جو فضیلت تو نے ان کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ من ہمو را۔ میں ان کو سفارشی بناتا ہوں ان کے طفیل ان کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔ از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب ان کا چہرہ دیکھ لو گے۔ محظوظ۔ نصیبہ ور۔ طلب۔ جماعت۔

Marfat.com

ظاہرش[1] را شہرۂ گیہاں کنیم — باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم

ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کر دیں گے — اس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ کاں بود آب و گل ما زرگریم — گہ کنیمش خلخال و گہ خاتم بریم

پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں — ہم کبھی اس کو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم — گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم

کبھی ہم اس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں — کبھی اس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ ترنجِ تخت بر سازیم ازو — گاہ تاجِ فرقہائے ملک جو

ہم کبھی اس سے تخت کے پھول بناتے ہیں — کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاکِ ما — زانکہ افتادست در قعدہ رضا

ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں — کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں[2] شاہے ازو پیدا کنیم — گہ ہم او را پیشِ شہ شیدا کنیم

کبھی ہم اس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں — کبھی ہم اس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد ہزاراں عاشق و معشوق ازو — در فغان و در نفیر و جستجو

اس سے لاکھوں عاشق اور معشوق — نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں — کو بکارِ ما ندارد میل جاں

ہمارا یہ کام ہے اس شخص کے اندھے پن کے خلاف — جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت[3] خاک را زاں رُو دہیم — زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم

یہ بزرگی ہم مٹی کو اس لیے دیتے ہیں — کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اغبری — وز دروں دارد صفاتِ انوری

کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے — اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ — باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ

اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے — اس کا باطن موتی کی طرح ہے اور ظاہر پتھر کی طرح ہے

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس — باطنش گوید نکو بیں پیش و پس

اس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں — اس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

---

[1] ظاہرش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری احوال کہ اللہ سے ان کو کون سا قرب حاصل ہے اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہاں۔ زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اس کے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] گہ ہم۔ یعنی کبھی اس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ اسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔

[3] ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اس سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اس کا باطن پُر انوار ہے جس سے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔ ظاہرش۔ اس کی ظاہری صورت کمالات باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے، باطن پُر کمالات ہے۔

Marfat.com

ظاہرش[1] منکر کہ باطن ہیچ نیست
اس کا ظاہر منکر ہے، کہ باطن کچھ نہیں ہے
باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے
لا جرم زیں صبر نصرت می کنند
لا محالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں ترشرو خاکِ صورتہا کنیم
اس ترش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں
خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اس کی چھپی مسکراہٹ ظاہر کر دیتے ہیں

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے
در درونش صد ہزاراں خندہاست
اس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السریم[2] و کارِ ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے
کایں نہانہا را بر آریم از کمیں
کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

گرچہ دُزد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہے
شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں
ما مقر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ ان کو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس عجب فرزند کو را بودہ است
اس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں
لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمد ﷺ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خنداں و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے
کاچنیں شاہے زما دو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں[3] چوں آسماں از شادیش
ان کی خوشی سے زمین آسمان کی طرح ہو گئی
خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
ان کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ
چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لیے لڑائی میں (مصروف) ہے
تا شود معنیش خصم بو و رنگ
حتیٰ کہ اس کا باطن بو اور رنگ کا مخالف ہے

[1] ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے۔ کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترشرو۔ بدصورت مٹی، حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اس کے باطنی حسن کا اظہار ہے۔ زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔

[2] کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے۔ کوتوال اس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔ بس عجب۔ زمین نے بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاء جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔

[3] شد زمیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنا تو سوسن کی طرح سو زبان بن کر اظہار مسرت کیا۔ آزادیش۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش۔ ظاہرت۔ جس کا ظاہر اور باطن خدا کے لیے باہمی جنگ میں ہو اس کی روح پُر نور ہوتی ہے اور اس کا نور نا قابل زوال ہوتا ہے۔

ظلمتش با نورِ او شد در قتال
اس کی تاریکی اس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی

آفتابِ جانش را نبود زوال
اس کے جان کے سورج کے لیے زوال نہیں ہے

ہر کہ[1] کوشد بہرِ مادر امتحاں
جو شخص ہمارے لیے امتحان دینے میں کوشش کرے

پشت زیرِ پاش آرد آسماں
آسمان کر اس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے

باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصداً چوں صوفیانِ رُو ترش
وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ تُرشرو ہے

تا نیامیزند باہر نورکش
تا کہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول کریں

عارفانِ رُو ترش چوں خار پشت
تُرشرو عارف سہی کی طرح ہیں

عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرشت
سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ[2] پنہاں کرد وَرد آں خار فاش
باغ نے پھول کو چھپا لیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے

کاے عدوِ دُزد ازیں در دُور باش
کہ اے چور دشمن! اس دروازہ سے دور رہو

خار پشتا خار حارس کردۂ
اے سہی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے

سر چو صوفی در گریباں بردۂ
صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو
تا کہ کوئی تیرے وسیع عیش میں

گم شود زیں گلرخانِ خار خو
داخل نہ ہو ان پھول سے چہرے والوں، کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ تو[3] گرچہ کہ کودک خو بُدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے

ہر دو عالم خود طفیلِ او بُدست
دو جہان اس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ماجہانے را بدو زندہ کنیم
ہم دنیا کو اس کے ذریعہ حیات بخشیں گے

چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
آسمان کو اس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبدالمطلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم که کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

خواجہ عبدالمطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتا معلوم کرنا کہ ان کو میں کہاں پاؤں گا، اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتا معلوم ہونا

گفت عبدالمطلب کایندم کجاست
(خواجہ) عبدالمطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟

اے علیم السّر نشاں دہ راہِ راست
اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستے کا پتا بتا دے

---

1. ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہے لیکن باطن باغ باغ ہے۔ قاصداً۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لیے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اس سے میل جول پیدا نہ کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لیے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔
2. باغ۔ ان کی مثال اس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تا کہ پھول دشمن کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں۔ یعنی دنیادار۔
3. طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیقِ عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں ہیں ان کا سیدھا راستہ بتادے۔

Marfat.com

از درونِ کعبہ آوازش[1] رسید
کعبہ کے اندر سے ان کو آواز آئی

گفت اے جویندۂ طفلِ رشید
اس نے کہا، اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنے والے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں
غیبی آواز نے ان سے کہا غم نہ کر ابھی

با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں
میں تجھے اس شاہجہاں کا پتا بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت
فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے

پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت
تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

در رکابِ او امیرانِ قریش
قریش کے سردار ان کی ہمراہی میں تھے

زانکہ جدش بود ز اعیانِ قریش
کیونکہ ان کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

تا بہ پشتِ آدمِ اسلافش ہمہ
ان کے تمام بزرگ (حضرت) آدم علیہ السلام کی پشت تک

مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
رزم و بزم اور میدان جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست او را بودہ است
یہ نسب بھی ان کے لیے چھلکا ہے

کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ او خود از نسب دور ست و پاک
ان کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے

نیست جنسش از سمک کس تا سماک
سمک سے سماک تک کوئی ان جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود
اللہ کے نور کے لیے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے

خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[3] خلعت کہ بدہد در ثواب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے

بر فزاید بر طرازِ آفتاب
وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیہ قصہ دعوتِ سلیمان علیہ السلام بلقیس را بایمان

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں
اے بلقیس! اٹھ، آ جا سلطنت کو دیکھ

بر لبِ دریایِ یزداں دُر بچیں
اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں

تو بمردارے چہ سلطانی کنی
تو مردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

---

[1] آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیر نیک بخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع سردار۔ رزم۔ میدان جنگ۔ بزم۔ محفل نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغز۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ۔ عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی۔ سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد۔ یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیہ فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مردار۔ حدیث میں ہے اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ "دنیا مردار ہے۔"

Marfat.com

خیز بلقیسا بیا دولت نگر　جاوداں از دولتِ ما بَر بخور

اے بلقیس! اٹھ، آ جا اس بادشاہی کو دیکھ　ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

خواہرانت را ز بخششہایِ راد　ہیچ میدانی کہ آں سلطاں چہ داد

تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے　تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے (ان کو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود　ہر دمے بردار بے سرمایہ سود

اے بلقیس! اٹھ سخاوت کے سمندر میں آ جا　ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب　بر تو چوں خوش گشت ایں رنج[1] و تعب

تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں　یہ رنج اور مشقت تیرے لیے کیسے بھلی بن گئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو　وز ہمہ ملکِ سبا بیزار شو

اے بلقیس! اٹھ نیک بختی کی یار بن جا　اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہو جا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن　کہ منم شاہ و رئیس گولخن

تو خوشی میں اس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے　کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثل قانع شدن آدمی بدنیا و حرصِ او در طلبِ دنیا و
انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اس کی حرص اور روحانیوں
غفلت او از دولتِ روحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند
کی دولت سے اس کی غفلت کی مثال جو روحانی اسی جیسے ہیں اور
و نعرہ زناں کہ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ[2] یَعْلَمُوْنَ
نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں سگے در کو گدائے کور دید　حملہ می آورد و دَلقش می دَرید

ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا　اس پر حملہ کر دیا اور اس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم[3] ایں را و لے بارِ دگر　شد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر

ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ　بات کی تاکید کے لیے مکرر ہوا ہے

کور گفتش آخر آں یارانِ تو　بَر کُہ اند ایندم شکار و صید جو

اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست　اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو درکوہ می گیرند گور　درمیانِ کوی می گیری تو کور

تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے　تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

---

[1] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی۔ چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس وخاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔

[2] یَالَیْتَ قَوْمِیْ۔ ''جنتی خوش ہوکر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہورہا ہے۔'' آں سگے۔ دنیادار کی مثال گلی کے اس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔

[3] گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کے لیے مکرر کہہ رہے ہیں۔ کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔

ترکِ[1] ایں تزویر کن شیخ نفور
(اے) متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے
آب شوری جمع کردہ چند کور
تو کھاری پانی ہے، تو نے چند اندھے جمع کر لیے ہیں

کایں مریدانِ من و من آبِ شور
کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں
می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے ہوتے ہیں

آبِ خود شیریں کن از بحرِ لدُن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنا لے
آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
برے پانی کو ان اندھوں کے لیے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر
اٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ
تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
تو کتے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے؟

گور چہ از صیدِ غیرِ دوست دور
گورخر کیا ہوتا ہے اور وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں
جملہ شیر و شیر گیر و مست نور
مجسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

در نظارہ[2] صید و صیادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں
کردہ ترکِ صید و مردہ در وَلَہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو مرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
ان کو دوست نے مردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے
تا کند او جنسِ ایشاں را شکار
تاکہ وہ (دوست) ان کے ہم جنسوں کو شکار کر لے

مرغِ مُردہ[3] مضطر اندر وصل و بین
مردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے
خواندۂ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاَصْبَعَیْن
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

مرغِ مُردہ اش را ہر آں کو شد شکار
اس کے مردہ پرند کو جو شکار ہوا
چوں بہ بیند شد شکارِ شہریار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ او زیں مرغِ مُردہ سر بتافت
جس نے اس مردہ پرند سے روگردانی کی
دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
اس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید او منگر بمرداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر
عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

---

[1] ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی مریدوں کو غیرت دلائی ہے۔ آب شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔ آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اس کے ذریعہ مریدوں کو فیض پہنچا۔ بحر لدن۔ یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مریدوں کو لوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گور گیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالب خدا ہیں وہ مجسم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔

[2] در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور ان کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔ ہمچو مرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اس قسم کے مردہ جانور کو بھس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ اس کے ہم جنسوں کا شکار کریں، اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ مردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ان کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔

[3] مرغِ مردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے، یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹ دیتا ہے۔ مرغ مردہ۔ اس مردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ در اصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ جو جانور اس مردہ جانور سے کنارہ کشی کرے گا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہے گا۔ گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔

Marfat.com

من نہ مُردارم مرا شہ کشتہ است ۔۔۔ صورتِ من[1] شبہِ مُردہ گشتہ است

میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے ۔۔۔ میری صورت مردے کے مشابہ ہو گئی ہے

جنبشم زیں پیش بود از بال و پر ۔۔۔ جنبشم اکنوں زدستِ داد گر

اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی ۔۔۔ اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

جنبشِ فانیم بیروں شد ز پوست ۔۔۔ جنبشِ باقیست اکنوں چوں ازوست

میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہو گئی ہے ۔۔۔ اب باقی رہنے والی حرکت ہے، کیونکہ وہ اس کی جانب سے ہے

ہر کہ کج جنبد بہ پیشِ جنبشم ۔۔۔ گرچہ سیمرغ است زارش می کشم

جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے ۔۔۔ خواہ وہ سیمرغ ہو، میں اس کو بُری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ ۔۔۔ در کفِ شاہم نگر گر بندۂ

خبردار! اگر تو زندہ ہے تو مجھے مُردہ نہ سمجھ ۔۔۔ اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم ۔۔۔ من بکفِ خالقِ عیسیٰؑ درم

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نے کرم سے مُردہ کو زندہ کر دیا ۔۔۔ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے بمانم[2] مُردہ در قبضۂ خدا ۔۔۔ بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا

میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مردہ کب رہ سکتا ہوں ۔۔۔ (حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں ۔۔۔ از دمِ من او بماند جاوداں

میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی ۔۔۔ میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مرد ۔۔۔ شاہ آنکو جاں بدیں عیسیٰ[3] سپرد

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا ۔۔۔ وہ قابل مبارکباد ہے جس نے اس عیسیٰ علیہ السلام کو جان سپرد کر دی

من عصایم در کفِ موسیِ خویش ۔۔۔ موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش

میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں ۔۔۔ میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ہوں

بر مسلماناں پلِ دریا شوم ۔۔۔ باز بر فرعون اژدرہا شوم

میں مسلمانوں کے لیے دریا کا پل ہو جاتا ہوں ۔۔۔ پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

---

1. صورتِ من۔ فقر و فنا کی وجہ سے میں مردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دست قدرت کے ذریعہ ہے۔ جنبشِ فانیم۔ جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ ہر کہ۔ فقرا کا انتظام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہیں۔ فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مردہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خالق مردے کو کیسے زندہ نہ کر دے گا۔

2. کے بمانم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جس معجزے کا ذکر ہے اس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔

3. بدیں عیسیٰ۔ اگر اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مراد ہے تو مراد یہ ہے کہ ان کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اس کا ذکر نہیں ہے۔ من عصایم۔ یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کے لیے باعث نجات اور کفار کے لیے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا۔ یعنی مصر کا دریائے نیل۔

Marfat.com

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا! اس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ
کہ عصا بے کفِ حق نبود چنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ[1] طوفاں ہم عصا بد کو ز دَرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے درد کے ساتھ
طنطنہ جادوپرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بدباد بر اعدائے ہودؑ
(حضرت) ہود علیہ السلام کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی
کہ بر آورد از بقیۂ عاد دود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھویں اڑا دیے

ہم عصای بود پشّہ در نبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا
کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

گر عصا ہائے خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں
زرقِ ایں فرعونیاں را بر دَرم
ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کر دوں

لیک زیں شیریں گیاہے زہر مند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو
ترک کن تا چند روزے می چرند
رہنے دے، تاکہ چند روز چر لیں

گر نباشد[2] جاہِ فرعون و سرے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو
از کجا یابد جہنم پَروَرے
(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کن آنگہش کش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر
زانکہ بے بر گند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کتے بے سر و سامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے
پس بمردے خشم اندر مرداں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[3] آں خشم ست بے خصم اے فلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے
کے زِید، میرد ز نورِ مومناں
کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اسکو مخالف چاہیے
تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی
پس کمالِ بادشاہی کے شدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

---

1. موج۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے ان کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ جادو پرستاں۔ یعنی فرعون کی قوم۔ عاد۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کر دوں۔ لیک۔ ان فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں، جتلا رہنے دو۔

2. "گرنباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کے لیے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اس کی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی ان کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اٹھاتے رہیں اور ان کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔" کلاب۔ دوزخ کے کتے ان کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گرنبودے۔ غصہ کی بقاء کے لیے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مر جائے۔

3. دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اس کے لیے ان دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفت غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گربماندے۔ اگر صرف صفت رحمت ہو اور صفت غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کے لیے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔

Marfat.com

ریشخندے[1] کردہ اند آں منکراں / بر مثلہا و بیانِ ذاکراں

ان منکروں نے مذاق اڑائی ہے / اہل ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند / چند خواہی زیست اے مُردار چند

اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا / اے مردار! تو کب تک زندہ رہے گا؟

شاد باشید اے محباں در نیاز / بر ہمیں در کہ شود امروز باز

اے دوستو! نیاز مندی میں خوش رہو / اس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دگر / درمیانِ باغ از سیر و کبر

ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے / باغ میں لہسن اور کبر کی

ہر یکے[2] با جنسِ خود در کردِ خود / از برائے پختگی نم می خورد

ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں / پختگی کے لیے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں / باش و آمیزش مکن بادیگراں

تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران / رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی / زعفرانی اندریں حلوا رسی

اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے / تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش / کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش

تو شلجم کی کیاری میں اپنا منھ نہ ڈال / تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے[3] او بکردے مودَعہ / زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ

تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے / کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری / در سفر گم می شود دیو و پری

خصوصاً وہ زمین (جس میں) وسعت کی وجہ سے / دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں بحر و بیاباں و جبال / منقطع می گردد اوہام و خیال

ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں / اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او / ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو

یہ جنگل اس کے جنگلوں میں / اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

---

[1] ریشخندے۔ منکر، اہل ذکر کا مذاق اڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔ شاد۔ جو لوگ آیات الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اس در کی نیاز مندی اختیار کیے ہوئے ہیں وہ قابل مبارکباد ہیں۔ حویج۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریات زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کرد۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ کبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اس کا اچار ڈالا جاتا ہے، مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جداگانہ کر کے سمجھا رہے ہیں۔

[2] ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کرتا کہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے، شلغم کی کیاری کا رخ کرے گا تو اس میں اس کی خاصیت آ جائے گی۔

[3] تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے، خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالم غیب کی سرزمین تو اس قدر وسیع ہے کہ اس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ اندراں۔ عالم غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔

Marfat.com

آب اِستادہ[1] کہ سیرستش نہاں
پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے

تازہ تر، خوشتر ز جوہائے رواں
جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو درونِ خویش چوں جان و رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح

سیر پنہاں دارد و پائے رواں
پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر

اے خطیب ایں نقش راکم زن بر آب
اے مقررا! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیہ دعوتِ سلیمان علیہ السلام و بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز
اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے

زیں خسیسانِ کساد افگن گریز
ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[2]
اے بلقیس! اب اٹھ (جبکہ) با اختیار ہے

پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل
اے بلقیس! اٹھ موت سے پہلے آ جا

در نگر شاہی و ملکِ بے دغل
بادشاہی، اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز
اے بلقیس! اٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر

اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مستہ با قضا
اے بلقیس! اٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ جھگڑ

ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں[3] گوشت کشد مرگ آنچناں
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی

کہ چو دزد آئی بشحنہ جان کناں
کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد
تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟

گر ہمی دزدی بیا و لعل دزد
اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ ملکِ خلود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لی

تو گرفتہ مملکتِ کور و کبود
تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک آنجاں کزیں مملکت بجست
وہ جان قابل مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا

کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست
کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

---

[1] آب استادہ۔ سالک کے باطن کا رکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے۔ کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہوں گی۔ خیز۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو محل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت سے بچ۔

[2] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ در نگر۔ یعنی عالم آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ۔ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے۔ جھگڑا نہ کر۔

[3] بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لیے دنیاداروں کی پابوسی نہ کر۔ لعل۔ حکمت کے لعل و گوہر۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔ اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کرے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔

Marfat.com

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں — مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
اے بلقیس! اٹھ، آ جا اب دیکھ — دین کے امرا اور شاہوں کی سلطنت

شِشتہ[1] در باطن میانِ گلستاں — ظاہراً خارے میانِ دوستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے — بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں با او رواں ہر جا رود — لیک آں از خلق پنہاں می شود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے — لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بخور — آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا — آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف[2] می کن بر فلک بے پرّ و بال — ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر — سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

چوں رواں باشی روان و پائے نہ — می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ
تو روح کی طرف چلے گی اور پاؤں نہیں ہے — تو سو غذائیں کھائے گی اور لقمہ چبانے والی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت — نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا — نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئے گی

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت — ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی شاہ ہو گی تو ہی لشکر ہو گی تو ہی تخت ہو گی — تو ہی نیک بخت ہو گی تو ہی نصیبہ ہو گی

گر تو[3] نیکو بختی و سلطانِ زفت — بخت غیرِ تست روزے بخت رفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم — نصیبہ تیرا غیر ہے، ایک دن نصیبہ روانہ ہو جائے گا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا — دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
تو فقیروں کی طرح بے سر و سامان رہ جائے گی — اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی — پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیب ہو گی — تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے، اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوش خصال — چونکہ عینِ تو ترا شد ملک و مال
اے خوش خصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟ — جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

---

1. شِشتہ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔ یعنی جس نے اخروی سلطنت حاصل کر لی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آ رہا ہے۔ بوستاں۔ اس کے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔

2. طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی۔ جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے۔ می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی، اس خوراک کے لیے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملکہ ہو گی خود لشکر اور تختِ شاہی ہو گی تو خود نصیبہ ہو گی اور خود ہی نیک بخت ہو گی۔

3. گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت اور چیز ہے اور تو اور چیز مغایرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہو جائے گا اور تو فقیر بن جائے گی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہو جائے گا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

بقیہ قصہ¹ عمارت کردنِ سلیمان علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہتِ حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت — بر سلیمانؑ آں نبیِّ نیک بخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی — ان نیک بخت (نبی) سلیمان علیہ السلام کے پاس

اے سلیماں مسجدِ اقصیٰ بساز — لشکرِ بلقیس آمد در نماز
اے سلیمان علیہ السلام! مسجد اقصیٰ بنا — بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہو گیا ہے

چونکہ او² بنیادِ آں مسجد نہاد — جن و انس آمد بدن درکار داد
جب انہوں نے اس مسجد کی نیو رکھی — جن و انس آ گئے (اور) کام میں لگ گئے

یک گروہ از عشق و قومے بے مُراد — ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ — جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ — می کشد شاں سوئے دکان و غلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہش نفسانی زنجیر ہے — وہ ان کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و ولہ — تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ³
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے — تو ان لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں — نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ پھندہ اور کمند ان کا وہ خوف ہے — یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاند شاں سوئے کسب و شکار — می کشاند شاں سوئے کان و بحار
وہ ان کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے — وہ ان کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می کشاند شاں بسوئے نیک و بد — گفت حق فِیْ جِیْدِهَا حَبْلُ الْمَسَدْ
وہ ان کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے — اللہ نے فرمایا ہے اس کے گلے میں، مونج کی رسی ہے

---

¹ بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آ گیا تھا، بہر حال وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں۔ یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہو گئی۔ تخت۔ یعنی تخت سلیمان کے سامنے سے ہاتف غیبی کی آواز آئی۔ لشکر بلقیس۔ یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔

² چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام۔ آں مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ جن وانس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔ یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور ان کا قلبی رجحان ان کے لیے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اس زنجیر کے ذریعہ اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی، پیداوار۔ خوف وولہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی۔ ایک عشق اور محبت کی۔

³ بے سلسلہ۔ قرآن پاک میں ہے مَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا "نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے۔" می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اس کو مختلف کاموں کی طرف کھینچتی ہے۔ فی جیدھا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے مولانا کے یہاں رسی سے وہی خواہش نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کر رہے ہیں، مراد لی ہے۔

Marfat.com

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ — وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ
بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہے — اور ہم نے رسی ان کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیْسَ مِنْ مُسْتَقْذِرٍ[1] مُسْتَنْقِہٖ — قَطُّ اِلَّا طَآئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک — ہرگز، مگر اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں ہے

حرصِ تو درکارِ بد چوں آتش ست — اخگراز رنگِ خوشِ آتش خوش ست
برے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے — انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں سیاہی فحم در آتش نہاں — چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے — جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاہ — حرص چوں شد ماند آں فحم تباہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا — حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم[2] اخگر می نمود — آں ز حسن کارِ نارِ حرص بود
اس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا — وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیارایندہ بود — حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا — حرص ختم ہو گئی اور تیرا کام بدنما ہو گیا

غورہ را کہ بیارایند غول — پختہ پندارد کسے کو ہست گول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے — وہ شخص اس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمائش چوں نماید جانِ او — کُند گردد ز آزموں دندانِ او
جب اسکی جان آزمائش کرتی ہے — آزمائش سے اس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود — عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود
ہوس کی وجہ سے اس جال کو دانہ دکھا دیا — حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص[3] اندر کارِ دین و خیر جُو — چوں نماند حرص ماند نغز او
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ — جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر — تابِ حرص ار رفت ماند تابِ خیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے — حرص کی چمک اگر چلی جائے نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ حرص از کارِ دنیا چوں برفت — فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے — بہ حرارت انگارے کے بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

---

1. مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک وصاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ۔ حرص۔ انسان کی حرص اس کے برے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے۔ جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔ آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اس کو سرخ بنا دیتی ہے۔ جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہو جاتا ہے۔ اخگر۔ برا عمل حرص کی وجہ سے حسین بنتا ہے جب حرص جاتی رہتی ہے اس عمل کی برائی نظر آنے لگتی ہے۔
2. فحم۔ کوئلہ۔ غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتا چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔
3. حرص۔ کار خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دے گا۔ تاب۔ چمک۔ تاب حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد ان کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

کودکاں[1] را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے
تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش
جب بچہ میں سے اس کی وہ بری حرص جاتی رہی
بر دِگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا اس میں کیا سمجھا تھا؟
غل ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
حرص کے پرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی
زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا[2] مسجد بر آوردہ کرام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں
لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن ان کا مسجد اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے
آں ز اِخلاصاتِ ابراہیمؑ بود
یہ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے
لیک در بناش حرص و جنگ نیست
لیکن اس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

نے کتب شاں چوں کتابِ دیگراں
نہ ان کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں
نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ ان کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

ہر یکے را[3] دادہ حق در مَرتبت
(ان میں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں
صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

نے اَدب شاں نے غضب شاں نے نکال
نہ ان کا ادب نہ ان کا غصہ نہ عذاب
نے نُعاس و نے قیاس و نے مَقال
نہ اونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے شاں را یکے فرِ دِگر
ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے
مرغِ جاں شاں طائر از پرِ دگر
ان کی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں
ان کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے
قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
ان کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بیضہا زریں بُدست
ان کے مرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں
نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
ان کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

[1] کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔ خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ برے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

[2] اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضل آں مسجد۔ یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اخلاص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی حرص اور مقابلہ میں تعمیر نہ کی تھی۔ نے کتب۔ انبیا کی ہر چیز الوکھی ہوتی ہے۔

[3] ہر یکے را۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ ان کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا۔ یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہر چہ گویم[1] من بجاں نیکوئے قوم
میں (دل و) جان سے (اس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں

نقص گفتم گشتہ ناقص گوی قوم
(گویا اس) قوم کا ناقص گو بن کر ان کی برائی بیان کرتا ہوں

مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام
اے شریفو! مسجد اقصیٰ بناؤ

کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام
کیونکہ سلیمان علیہ السلام آ گیا ہے والسلام

وَر ازیں دیوان و پریاں سَر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے

جملہ را املاک در چنبر کشند
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دیں گے

دیویک دم کژ رود از مکر و زرق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے

تازیانہ آیدش بر سر چو برق
اس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیماںؑ[2] شو کہ تا دیوانِ تو
تو سلیمان علیہ السلام بن جا تاکہ تیرے دیو

سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو
تیرے محل کے پتھر (ڈھو کر) لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو
تو بے شک و شبہ سلیمان علیہ السلام کی طرح بن جا

تا ترا فرماں برد جنّی و دیو
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

خاتمِ تو ایں دلست و ہوش دار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ

تانگردد دیو را خاتم شکار
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

پس سلیمانی کند بر تو مدام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے

دیو با خاتم حذر کن والسلام
دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ، والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے

در سَر و بِرّت سلیمانی کنی[3] ست
تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنے والا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے

لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست جنباند چو دست او ولیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن

درمیانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
ان دونوں میں بہت فرق ہے

۱۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا نقص ہے۔ مسجد اقصیٰ۔ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے ان کو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اس پر برق کا تازیانہ آ لگتا ہے۔

۲۔ چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمتگار بن جائیں گے۔ خاتم تو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے۔ صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اس کے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اس کی حفاظت کر شیطان اس کو نہ چرا لے اور وہ تجھ پر حکومت نہ کرنے لگے۔

۳۔ سلیمانی کنی۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اس کی اصلاح کر لے وہ سلیمانی کرے گی۔ دیو۔ مزوّر شیخ کی مثال اس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی چرا کر اس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔ دست جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے یہی حال صحیح شیخ اور مزوّر شیخ کا ہے۔

Marfat.com

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی یک حکایت[1] بشنو اندر مثنوی
اس بامعنی بات کے بیان میں مثنوی میں ایک حکایت سن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیرِ حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اس کو عطیہ دینا اور وزیرِ حسن نامی کا اس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ بر اُمیدِ خلعت و اِکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کیے خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار از زرِ سُرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحبِ کرم تھا اس کے لیے حکم دیا ایک ہزار اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود دہ ہزارش ہدیہ دِہ تا وا رَوَد
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے دس ہزار کا ہدیہ بھیجئے تاکہ واپس ہو

از چو او[2] شاعر و از تو بحر دست دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اس جیسے شاعر کے لیے آپ جیسے سخی سے میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ تا برآمد عشرِ خرمن از کفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا یہاں تک کہ بچے کھچے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکال دیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش خانۂ شکر و ثنا گشت آں سَرش
اس کو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی اس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

پس بگفتندش[3] فلان الدین وزیر آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
لوگوں نے اس سے کہا فلان الدین وزیر نے جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے او یکے شعرِ دراز بر نوشت و سوئے خانہ رفت باز
اس نے اس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ مدحِ شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے بادشاہ اور اس کی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

---

[1] یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعرے۔ نے جب قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا۔ اس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مکرم۔ بخشش کرنے والا۔

[2] از چو او۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعری کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا برآمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اس قدر تھے کہ یہ دس ہزار اس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ پر کس نے آمادہ کیا ہے۔

[3] پس بگفتند۔ لوگوں نے اس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور وہ دل کا حسن ہے اس نے یہ عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز۔ یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطا یا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔

Marfat.com

باز آمدنِ شاعر بعد چند سال بامیدِ ہماں صلہ و ہزار دینار فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش[1] و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات وزیرے نصب کردہ بودند ہم حسن نام شاہ را کہ ایں قدر صلہ بخت بسیارست و مارا خرجہاست و خزینہ خالیست و من او را بدہ یک ایں راضی کنم

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اس کا نام بھی حسن تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور اس میں بہت سے خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور میں اس کو دسویں حصہ پر راضی کر لوں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لیے
شاعر از فقر و عوز[2] محتاج گشت
شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست
اس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت
جستجوئے آزمودہ بہترست
آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کازمودم از کرم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں
حاجتِ نو را ہماں جانب برم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ گفت آں سیبویہ
سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں
یُوْلِھُوْنَ فِی الْحَوَائِجْ ھُمْ لَدَیْہ
وہ ضرورتوں میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت[3] اَلِھْنَا فِیْ حَوَآئِجِنَآ اِلَیْکَ
اس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے
وَالْتَمَسْنَاھَا وَجَدْنَاھَا لَدَیْکَ
ان کو ہم نے تلاش کیا ان کو تیرے پاس پایا

صد ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد
لاکھوں عقلمند درد کے وقت
جملہ نالاں پیش آں دیانِ فرد
سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند
کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے
بر بخیلے عاجزے گدیہ تند
کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

---

[1] بر قاعدۂ خویش۔ اس مرتبہ بھی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔ بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد بچھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔

[2] عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہے وہاں ہی چلنا چاہیے۔ معنی اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے۔ سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور الہ سے بنا ہے جو دراصل ولہ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک الالٰہ تھا پہلی ہا اور دوسری ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یاء کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اس کے سامنے تضرع وزاری کرتی ہے اور دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے اس میں اللہ کی وجہ تسمیہ ظاہر کی ہے۔

[3] گفت۔ یعنی سیبویہ نے کہا ہے کہ ہم نے ضروریات میں اللہ سے تضرع وزاری کی اور ہماری ضرورتیں پوری ہوئی ہیں۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیو۔ احمق۔ گدیہ۔ بھیک۔

Marfat.com

گر ندیدندے[1] ہزاراں بار پیش ۔۔۔ عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش

اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے ۔۔۔ عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا ۔۔۔ جملۂ پرندگاں بر اوجہا

بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں ۔۔۔ بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ موجہا بازی کناں ۔۔۔ ذوق و شوقش را عیاں اندر عیاں

بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں ۔۔۔ اس کے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر و اشکار نیز ۔۔۔ اژدہائے زفت مور و مار نیز

ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی ۔۔۔ موٹا اژدہا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار ۔۔۔ مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار

بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی ۔۔۔ اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں[2] ۔۔۔ کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں

یہ آسمان ہر وقت اسکی خوشامد کرتا ہے ۔۔۔ کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تواست ۔۔۔ جملہ مطوی یمین آں دو دست

میرا ستون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے ۔۔۔ سب چیزیں ان دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

ویں زمیں گوید کہ دارم برقرار ۔۔۔ اے کہ بر آبم تو کردتی سوار

یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ ۔۔۔ اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں[3] کیسہ ازو بردوختند ۔۔۔ دادنِ حاجت ازو آموختند

سب نے تھیلی اسی سے سی ہے ۔۔۔ ضرورت پوری کرنا اس سے سیکھا ہے

ہر نبی از وے بر آوردہ برات ۔۔۔ اِسْتَعِيْنُوْا مِنْهُ صَبْرًا وَالصَّلَاتِ

ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے ۔۔۔ کہ اس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

ہیں ازو خواہید نے از غیرِ او ۔۔۔ آب در یم جو مجو در خشک جو

خبردار! اس سے چاہو نہ کہ اس کے غیر سے ۔۔۔ پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

---

[1] گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ۔ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔ جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایۂ دیابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اسی سے بہرہ اندوز ہے۔

[2] آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا يَدَيْ رَبِّيْ يَمِيْنٌ "میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں" انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔ ویں زمین۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔

[3] جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں کی خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ اِسْتَعِيْنُوْا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدعا پورا ہو جائے گا۔ آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔

Marfat.com

در بخواہی[1] از دگر ہم او دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا
بر کفِ میلش سخا ہم او نہد
اس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ معرض را ز زر قاروں کند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے
رُوبدو آری بطاعت چوں کند
اسی کی طرف رخ کردہ فرمانبرداری کے ساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودائے داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے
رُو بسوئے آں شہِ محسن نہاد
اس محسن بادشاہ کی جانب رخ کیا

ہدیہ شاعر چہ باشد شعر نو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر
پیشِ محسن آرد و بنہد گرو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

محسناں باصد عطا و جود و بر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے
زر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ شاں[2] شعرے بہ از صد تنگ شعر
ان کے نزدیک ایک شعر اون کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے
خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے
زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سیکڑوں تدبیروں کی جانب
جاں نہادہ بر کف از حرص و امل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مستغنی زناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا
عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تا کہ[3] اصل و نسل او را بر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں
در بیانِ فضلِ او منبر نہند
اس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کہ کر و فر و زر بخشیِ او
تاکہ اس کی شان و شوکت اور سخاوت
ہمچو عنبر بو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خلقِ ما بر صورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے
وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق
ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

[1] در بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لیے کہ ان میں سخاوت کا مادہ اسی نے رکھا ہے۔ معرض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادت گزاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ ہدیہ دگر۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لیے روپیہ لیے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو ان کو انعام دیں۔

[2] پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں ان کے نزدیک ایک شعر قیمتی کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اس شاعر کے اشعار جو نئے نئے مضامین میں شعر کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوی۔ پیٹ کے لیے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

[3] تا کہ۔ اب اس کی خواہش ہے کہ شعراء اس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اس کی شان و شوکت کی خوشبوئیں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر و حمد کا طالب ہے لہٰذا انسان میں بھی یہ صفت ہے۔

Marfat.com

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
چونکہ وہ پیدا کرنے والا شکر اور حمد کا طالب ہے

آدمی را مدح جوئی نیز خوست
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چست
خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے

پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ
اور اگر اہل نہ ہو، اس جھوٹی ہوا سے

خیکِ بدریدست کے گیرد فروغ
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب ابھار حاصل کرے گا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے

سرسری مشنو چو اہلی و مفیق
اگر تو ہوش مند اور اہل ہے (اس کو) سرسری نہ سن

ایں پیمبرؐ گفت[2] چوں بشنید قدح
یہ بات پیغمبر ﷺ نے فرمائی جبکہ انہوں نے اعتراض سنا

کہ چرا فربہ شود احمدؐ بمدح
کہ احمد ﷺ تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد
شاعر اس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا

شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد
احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں مردند و احسانہا بماند
احسان کرنے والے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں

اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند
قابل مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا
ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے

وائے جانے کو کند مکر و دغا
اس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت[3] پیغمبرؐ خنک آں را کہ او
پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص قابل مبارکباد ہے

شد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو
جو دنیا سے گیا (اور) اس کا نیک کام باقی رہا

مرد محسن لیک احسانش نمرد
احسان کرنے والا مرا، لیکن اس کا احسان نہ مرا

نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ نیکِ او ز فعلِ نیک داں
اس کی نیک نامی، نیک کام سے سمجھ

پس نمردست او یقیں بنگر میاں
وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کر لے

---

1. خاصہ۔ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے مداح بن کر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائے گی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مفیق۔ ہوش مند۔
2. ایں پیغمبر گفت۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ نمرد۔ احسان اور عملِ خیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔ محسناں۔ محسن مر جاتا ہے لیکن اس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔
3. گفت۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث کتب حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔

Marfat.com

وائے[1] آنکو مُرد و عصیانش نمُرد
اس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اس کا گناہ نہ مرا
تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر بر گذر
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر
وام دارست و قوی محتاجِ زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

بُرد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا
بر امیدِ بخشش و احسانِ پار
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی امید پر

نازنیں شعرے پُر از دُرِّ دُرست
نازک اشعار، عمدہ موتیوں سے پُر
بر امید و بوئے اکرامِ نخست
پہلے جیسے اکرام کی امید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار[2]
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کے لیے ایک ہزار کا حکم دیا
چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر
بر بُراقِ عز ز دنیا رفتہ بود
عزت کے براق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

بر مقامِ او وزیرِ نو رئیس
اس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم
گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں
شاعرے را نبوذ ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لیے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

من بربعِ عشرِ[3] ایں اے مغتنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں (حصہ) پر
مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

خلق گفتندش کہ او از پیش دست
لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ پہلے
دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کرے گا
بعد سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُو را اندر فشار
اس نے کہا میں اس کو تنگی میں دباؤں گا
تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

1. وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اس شخص کے مرنے سے اس کی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اس بدعمل کی وجہ سے اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایں رہا کن۔ اب اس ذکر کو ختم کر کے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔ پار۔ گذشتہ عطائیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اس کے موتی جیسے الفاظ تھے۔

2. ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ ایں بار۔ اس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

3. من بربع عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کر لوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اس وزیر سے کہا۔ بعد شکر۔ یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔ آنکہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہو گا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔

Marfat.com

آنکہ ارخاکش دِہم ازراہِ من
تب اگر میں اس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا

ایں بمن[1] بگذار کاستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں

از ثریا گر پرد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے

گفت سلطانش برو فرماں تُراست
بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے

گفت او را و دو صد چوں او گدا
اُس نے کہا اس کو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو

پس فگندش[2] صاحب اندر انتظار
پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود
شاعر، جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا

شاعر اندر انتظارش پیر شد
اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا

گفت[3] اگر زر نہ کہ دشنام دہی
اُس نے کہا اگر سونا نہیں، تو مجھے گالی ہی دے دے

انتظارم کشت بارے گو بَرو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا

بعد ازانش داد رُبعِ عشرِ آں
اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا

کانچناں نقد و چناں بسیار بود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا

در رباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائے گا

گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

نرم گردد چوں بہ بیند او مَرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑ جائے گا

لیک شادش کن کہ نیکو گویِ ماست
لیکن اس کو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

تو بمن بگذار و فارغ شوشہا
تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

شد زِمستان و دَے و آمد بہار
جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آ گیا

صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد
اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آ گیا

تا رہد جانم، ترا باشم رہی
تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بن جاؤں گا

تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو
تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پا لے

ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

ایں کہ دَرِ اشگفت دستہ خار بود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گُٹھا تھا

---

1. ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں استاد ہوں۔ تقاضا کرنے والا خواہ گرم مزاج ہو میں اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اس کی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے لیکن اس کو خوش کر دینا۔ گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔

2. پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گزرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔ شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفا کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آ گیا۔

3. گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دے دے تاکہ یہ انتظار ختم ہو تو میں تیرا شکر گزار ہوں گا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔ کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔

Marfat.com

پس بگفتندش کہ آں دستور[1] راد
لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر

کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا
کہ اس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی

ایں زماں او رفت و احساں را ببرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا

رفت از ما صاحبِ راد و رشید
ہم سے دانا اور نکو کار وزیر رخصت ہو گیا

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا

ما[2] بصد حیلت ازو ایں ہدیہ را
ہم نے سیکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں
اس نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا اے مشفقو!

چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟

گفت یا رب نامِ آن و نامِ ایں
اُس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام

آں حسن[3] نامی کہ از یک کلکِ او
وہ حسن نام والا کہ اس کے ایک قلم (کی جنبش) سے

ایں حسن کز ریشِ زِشت ایں حسن
یہ حسن کہ اس حسن کی بدنما ڈاڑھی سے

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند
ایسے وزیر (کی بات) پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے

رفت از دنیا خدا مُزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے

کم ہمی افتاد در بخشش خطا
عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی

او بمُرد الحق وَ لے احساں نمُرد
وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

صاحب سلاخِ درویشاں رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آ گیا

تانگیرد با تو ایں صاحب ستیز
تا کہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

از کجا آمد بگوئید ایں عواں
بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
لوگوں نے کہا اس کا نام بھی حسن ہے

چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب! افسوس ہے

صد وزیر و صاحب آمد جود جو
سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے

می تواں بافید اے جاں صد رَسَن
اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

شاہ و مُلکش را ابد رُسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

---

[1] آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف۔ دوگنا۔ ایں زماں۔ یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔ تانگیرد۔ یعنی یہ عطا لے کر چلا جا، ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لے گا۔

[2] ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو یہ خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو۔ یعنی شاعر نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ قلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے اور ایسے برے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[3] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا، اس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اس قابل ہے کہ اس کی ڈاڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کے لیے رسوائی کا باعث ہے۔

مانستن¹ بد رائی ایں وزیرِ دون در اِفسادِ مروتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی ہامان در اِفسادِ قابلیتِ فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام

اس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے اِفساد میں مشابہت

چند آں فرعون می شد نرم و رام　چو شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا　جب وہ موسیٰ علیہ السلام سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر　از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا　اس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او　مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا　وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کمینہ پن تھی

چوں² بہاماں مشورت کردے دراں　مانعش گشتے مدام آں سخت جاں
جب وہ اس میں ہامان سے مشورہ کرتا　وہ سخت جان ہمیشہ اس کے لیے مانع بنتا

پس بگفتے تا کنوں بودی خدیو　بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے　مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے　آں سخن بر شیشہ خانہ او زدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آئی　یہ بات، اور اس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیم خوش خطاب　ساختے دریک دم او کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ) جو سو دن میں　بناتے، وہ ایک دم میں اس کو برباد کر دیتا

عقلِ³ تو مغلوبِ دستورِ ہواست　در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیری عقل خواہش نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے　تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد　آں سخن را او بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے　وہ اس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ بر جایست ہیں از جا مشو　نیست چنداں با خود آ شیدا مشو
کہ یہ بات باموقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے نہ ہل　یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

---

1. مانستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔ چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اس کا وزیر پھر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مد مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اس کو سن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔
2. چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کے لیے کہتا کہ اب تک آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائیں گے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
3. عقل تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ او بفن۔ خواہش نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات باموقع نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔

Marfat.com

واے[1] آں شہ کہ وزیرش ایں بود　جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بود
اس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو　دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر　باشد اندر کار چوں آصف وزیر
وہ بادشاہ قابل مبارکباد ہے کہ اس کا مددگار　ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ عادل چوں قرینِ او شود　نامِ او نورٌ علیٰ نور ایں بود
منصف بادشاہ جب اس کا ساتھی ہو　تو اس کا نام نور علیٰ نور ہو

چوں سلیمانؑ شاہ و چوں آصف وزیر　نور بر نورست عنبر بر عبیر
سلیمان علیہ السلام جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر　نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر　ہر دو را نہ بود ز بدبختی گزیر
شاہ فرعون ہو اور ہامان جیسا اس کا وزیر　(تو) دونوں کے لیے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس[2] بود ظلمات بعضے فوق بعض　نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ　قیامت کے روز نہ عقل یار ہو گی نہ دولت

من ندیدم جز شقاوت در لئام　گر تو دیدستی رساں از من سلام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا　اگر تو نے دیکھا ہے تو ان کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل　عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے　خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد　سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے　دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر　عقلِ کل را ساز اے سلطاں وزیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا　اے شاہ! عقل کل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز　کہ بر آید جانِ پاکت از نماز
تو ہوا (و ہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا　کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائے گی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود　عقل را اندیشۂ یومُ الدیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے　عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

---

[1] واے۔ اس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو ان دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابل مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیر کار ہو۔ شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیماں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

[2] پس۔ ایسے شاہ کے لیے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہو گی نہ وہاں عقل کام آئے گی نہ دولت۔ گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کر لے تو اس کے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔

[3] طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقل جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقل کل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہش نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ بر آید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

Marfat.com

عقل را[1] دو دیدہ در پایانِ کار
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہیں

بہرِ آں گل می کشد او رنجِ خار
وہ اس پھول کے لیے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے

بادِ ہر خرطومِ اخشم دُور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے (لیکن) دوسری عقل کا

یار باش و مشورت کن اے پدر
دوست بن جا، اے بابا! مشورہ کر لے

با دو عقل از بس بلاہا وارہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پا لے گا

پائے خود بر اوجِ گردونہا نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ دیو بر مقامِ سلیمان علیہ السلام و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان علیہ السلام فرق ظاہر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاموں کی نقل اتارنا

شدن میانِ دیو و سلیمان علیہ السلام و دیو خود را سلیمان بن داؤد علیہ السلام نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد علیہ السلام مقرر کرنا

دیو[2] گر خود را سلیمانؑ نام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمان علیہ السلام رکھ لیا

ملک بُرد و مملکت را رام کرد
ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیمانؑ دیدہ بود
اس نے (حضرت) سلیمان علیہ السلام کے کام کا ظاہر دیکھا تھا

صورت اندر سِرِّ دیوی می نمود
شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق[3] گفتند ایں سلیمانؑ بے صفاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے

از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
سلیمان سے سلیمان علیہ السلام تک بہت فرق ہیں

او چو بیداریست ایں ہمچو وسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے

ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن
جیسا کہ اس حسن اور اس حسن میں

دیو میگفتے کہ حق بر شکل من
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر

صورتے، کردست خوش بر اہرمن
شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

---

[1] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گل۔ یعنی آخرت۔ خار۔ یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقل کامل کو ضرور شریک مشورہ کرے۔ با دو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقل کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائیں گی۔ نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری چرالی تھی اور خود سلیمان علیہ السلام کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اس کو بیان فرما دیا ہے۔ بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اس کی حفاظت ضروری ہے۔

[2] دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن ان کاموں کا باطن شیطانی تھا۔

[3] خلق۔ جب صخر نے سلیمان ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اس سلیمان اور ان سلیمان علیہ السلام میں بہت فرق ہے اور ان دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمان کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو ان کو بہکانے کے لیے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آ کر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔

Marfat.com

دیو[1] را حق صورتے من دادہ است
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دے دی ہے

گر پدید آید بدعوئ زینہار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز

دیو شاں از مکر می گفتے ولیک
دیو مکاری سے ان سے کہتا تھا، لیکن

نیست بازی با ممیز خاصہ او
دھوکا تمیز کرلینے والے کے ساتھ (ممکن) نہیں ہے خصوصاً وہ

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب

پس[2] ہمی گفتند با خود در جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح الٹا جائے گا

او اگر معزول گشتہ است و فقیر
وہ (سلیمان علیہ السلام) اگرچہ معزول اور فقیر ہوگئے ہیں

تو[3] اگر انگشتری را بردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اڑا لی ہے

ما بوش و عارض و طاق و طرب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

ور بغفلت ما نہیم او را جبیں
اگر ہم غفلت سے اس کے سامنے پیشانی رکھ دیں

کہ منہ آں سر مر ایں سر زیر را
کہ اس اوندھے کے لیے سر نہ جھکا

تا بیندازد شمارا او بشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

صورتِ او را مدارید اعتبار
اس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
اس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

کہ بود تمیز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتا دے

می نہ بندد پردہ بر اہلِ دول
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

باژگونہ می روی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنے والے! تو الٹی چال چل رہا ہے

سوی دوزخ اسفل اندر سافلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

ہست در پیشانیش بدرِ منیر
ان کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

دوزخی چوں زمہریر افسردۂ
تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

پنجۂ مانع بر آید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

ہیں مکن سجدہ مر ایں اُدبیر را
خبردار! اس بدبخت کے لیے سجدہ نہ کر

---

[1] دیو۔ وہ سحر ان سے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اس کی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کے ساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں ان کی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

[2] پس۔ اس سحر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال الٹی ہے۔ باژگونہ۔ تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں الٹا گرے گا۔ او۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ اس وقت سلطنت سے معزول ہیں اور گدا ہیں لیکن ان کی پیشانی میں نورِ نبوت ہے۔

[3] تو اگر۔ ان لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چرا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، رخسار۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سنب۔ سم، پاؤں۔ ور بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لیے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا پالا ہے۔

Marfat.com

کردمے من شرحِ ایں[1] بس جانفزا — گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
میں اس کی پر لطف تشریح کرتا — اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر — تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدر کو قبول کر لے — جب تک کہ میں اس کی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سلیمانے نبی — رُوی پوشی می کند بر ہر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر — ہر بچہ کے لیے (اپنی) روپوشی کر لیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز — از لقب و ز نام در معنی گریز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہو جا — لقب اور نام کے بجائے باطن کی طرف جا

پس بپرس از خلق وز افعالِ او — درمیانِ خلق و فعلِ او را بجو
اس کے اخلاق اور افعال دریافت کر — اخلاق اور افعال کے درمیان اس کو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست[2] ہیں در کش زمام — مسجدِ اقصیٰ بساز و کن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں جو لگام کھینچ لے — مسجد اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور — بُد سلیماںؑ زائر و مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہو گئی — (حضرت) سلیمان علیہ السلام زیارت کرنے والے اور مسجد زیارت گاہ تھی

در آمدنِ ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہتِ عبادت و ارشادِ عابدان و معتکفان و رستنِ عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السلام بسخن در آمدن

مکمل ہو جانے کے بعد ہر روز حضرت سلیمان علیہ السلام کا مسجد میں آنا عبادت کے لیے اور عبادت گزاروں اور اعتکاف کرنے والوں کی رہنمائی کے لیے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

چوں سلیماںؑ نبی شاہِ انام[3] — ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
جب شاہ عالم سلیمان علیہ السلام نبی نے — مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے — کآمدے در مسجدِ اقصیٰ شدے
ہر صبح کو ان کا یہ معمول تھا — کہ آتے، مسجد اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرو — پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
اس میں نیا بوٹا اگا ہوا دیکھتے — تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروی چہ نامت چہ است — تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟ — تو کس کے لیے مضر اور کس کے لیے نفع رساں ہے؟

---

[1] شرحِ ایں۔ یعنی اس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرتِ خداوندی اس تشریح کے لیے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ در گذر۔ انسان کو چاہیے کہ مقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکا نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔ بپرس۔ انسان کو اس کے اخلاق اور اس کے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکا نہ کھا۔

[2] کارِ ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جس کی زیارت کی جائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

[3] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کوئی نئی بوٹی اگی ہوئی دیکھتے تو اس سے اس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔

Marfat.com

پس بگفتے[1] ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی
کہ من آنرا جانم و ایں را حمام
کہ میں اس کے لیے جان اور اس کے لیے موت ہوں

من مر ایں را زہرم و آں را شکر
میں اس کے لیے زہر اور اس کے لیے شکر ہوں
نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوح محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سلیمانؑ با حکیماں زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اس بوٹی کے
شرح کردے نفع و ضرّش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے، اے بڑے!

پس طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا
تو طبیب (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی وجہ سے اس بوٹی کے بارے میں
عالم و دانا شدند و مقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انہوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں
جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلاتے

ایں نجوم[2] و طبّ وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے
عقل و حس را سوی بے سوره کجاست
عقل وحس کے لیے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ جزوی[3] عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنے والی عقل نہیں ہے
جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورت مند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے
لیک صاحبِ وحی تعلیمش دہد
لیکن اس کو صاحب وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں
اولِ او، لیک عقلِ آں را فزود
ان کی ابتدا، لیکن عقل نے ان کو بڑھایا ہے

ہیچ حرفت را ببیں کایں عقلِ ما
دیکھو! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ
تاند او آموختن بے اُوستا
کیا وہ بغیر استاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اِشگاف بُد
اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی
ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد
کوئی پیشہ استاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

---

[1] پس بگفتے۔ ہر بڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال وخواص حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتا دیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا وقدر۔ گیا۔ بوٹی۔ پس۔ طبیب حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس بوٹی کے افعال وخواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اس کے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ جسم را۔ جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔

[2] ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَّافَقَ خَطَّهٗ خَطَّهٗ صَدَقَ وَمَنْ لَّمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی "ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہوجاتے تھے) پس جس (رمال اور جفار اور منجم) کی لکیر ان کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہے، غلط ہے۔"

[3] عقل جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابل تعلیم۔ یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحب وحی اس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل۔ حکما اور فلاسفہ نے ان علوم پر اضافے کیے ہیں۔ ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر استاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر استاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔

Marfat.com

دانش پیشہ[1] ازیں عقل ار بدے — پیشہ بے اُستا حاصل شدے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا — (تو) پیشہ بغیر استاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن پیشہ گورکنی قابیل از زاغ پیش ازانکہ در عالم
قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں
علمِ گورکنی بود
قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بود — کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بود
قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے — کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سر او ہابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را — ایں بخون و خاک در آغشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[2] زاغے زاغِ مُردہ در دہاں — بر گرفتہ تیز می آمد پراں
اس نے دیکھا کہ ایک کوا مردہ کوے کو منہ میں — لیے تیزی سے اڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن — در پئے تعلیم او را گورکن
وہ ہوا سے نیچے اترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اس کو سکھانے کے لیے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد — زود زاغِ مُردہ را درگور کرد
پھر اس نے زمین سے پنجہ کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مرے ہوئے کوے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از الہامِ حق بُد علمناک[3]
اس کو دفن کر دیا پھر اس کو مٹی سے چھپا دیا — کوا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من — کہ بود زاغے زمن افزوں بفن
قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے — کہ کوا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

عقلِ کل را گفت ما زاغ البصر — عقلِ جزوی می کند ہر سو نظر
عقلِ کل کے لیے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں" — جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

---

[1] دانش پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر استاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔ آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اس کو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم علیہ السلام کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لیے پھر رہا تھا۔ ایں کشتہ۔ یعنی ہابیل۔

[2] دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ ایک کوا ایک مردہ کوے کو لایا اور اس نے زمین کھود کر اس کو دفن کیا تو اس کوے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔

[3] علمناک۔ علم والا، عالم۔ شہ۔ تف۔ عقلِ کل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کج نہ ہوئی نہ اس نے سرکشی کی۔" عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔

Marfat.com

عقلِ ما زاغ[1] ست نورِ خاصگاں
"ما زاغ" والی عقل خاصان (خدا) کا نور ہے

عقلِ زاغ استادِ گورِ مردگاں
کوے کی عقل مُردوں کی قبر کی استاد ہے

جاں کہ او دُنبالۂ زاغاں پَرد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اڑے

زاغ او را سوئے گورستاں برد
کوا اس کو قبرستان کی جانب لے جائے گا

ہیں مَرو اندر پئے نفس چو زاغ
خبردار! کوے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ

کو بگورستاں بَرد نے سوئے باغ
جو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے نہ کہ باغ کی جانب

گر روی رو درپے عنقائے دل
اگر لگنا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ

سوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
دل کی مسجد اقصیٰ اور (کوہ) قاف کی جانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودائے تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت

می دمد در مسجدِ اقصائے تو
تیری مسجد اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سلیماںؑ وار دادِ او بدہ
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کی قدر کر

پے بر از وے پائے رد بروے منہ
اس سے پتا لگا انکار کا پاؤں اس پر نہ رکھ

زانکہ[2] حالِ ایں زمینِ با ثبات
کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال

باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہہ دیں گی

در زمیں گرنے شکر ور خورد نیست
زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل

ترجمانِ ہر زمیں نبت ویست
ہر زمین کی پیداوار اس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بود
تو دل کی زمین جس کا بونا خیال تھا

فکرہا اسرارِ دلہا را نمود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کر دیے

گر سخن کش[3] یابم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں

صد ہزاراں گل بَرویم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کش یابم آں دم زن بمزد
اگر میں اس وقت بمزدے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں

میگریزد نکتہا از دل چو دُزد
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

مستمع چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چپ رہنا بہتر ہے

نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

---

1. عقل ما زاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو ان کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقل زاغ۔ کوے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گور کنی سکھا سکی۔ زاغاں۔ شیاطین، بناوٹی شیوخ۔ ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوا ہے اس کے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دے گا۔ عنقائے دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیاہے۔ تیرا دل مسجد اقصیٰ ہے اس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجد اقصیٰ میں اگتی تھیں۔ تو سلیماں وار۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ان بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔
2. زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہوں گے اس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگا لے۔ ورز میں۔ زمین کی اچھائی اور برائی کا معیار اس کی پیداوار ہے جو زمین گنا اگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اگائے وہ خراب ہے۔ زمین دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں ان سے دل کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔
3. گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حکم نااہلوں کو نہ سنانے چاہئیں۔

Marfat.com

جنبش[1] ہر کس بسوئے جاذب ست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے
جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذب ست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می روی گہ گمرہ و گہ در رشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر
رشتہ پیدا نے و آں کت می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے
تو کشش می بیں مہارت را میں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شدے محسوس جذّابِ مہار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا
پس نماندے ایں جہاں دار الغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کو پئے سگ می رود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے
سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
سیاہ رو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

در پئے او کے شدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پے او کے شدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے گبر[2] نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاوٌ اگر واقف ز قصاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی
کے پئے ایشاں بداں دکاں شدے
(تو) کب ان کے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبوس
یا کب ان کے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟
یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب ان کو دودھ دیتی؟

ور بخوردے[3] کے علف ہضمش شدے
اور اگر کھاتی تو چارہ، اس کو کب ہضم ہوتا؟
گر ز مقصودے علف واقف بدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت ست
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے
چیست دولت کایں دوادو با لت است
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کے ساتھ

اوّلش دَو دَو بآخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے
جز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] جنبش۔ ملنے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی۔ جس طرح ظاہری کشش ہے اسی طرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ گر شدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔

[2] گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رو سیاہ کتا شیطان ہے۔ در پے۔ مگر وہ کافر بھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔ گاوٌ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اس کے پیچھے اس کی دکان تک نہ جائے نہ اس کے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اس کو دودھ پلائے۔

[3] ور بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی۔ علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ لت۔ مارنا۔ خر۔ یعنی دنیا دار۔

Marfat.com

تو بجد[1] کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے

عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
اس وقت تجھ پر اس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اس میں مصروف ہو سکا ہے

کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اس کا عیب پوشیدہ رکھا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے

عیبِ آں فکرت شدست از تو نہاں
تیرے اس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا

زو رمیدے جانت بُعد المشرقین
تیری جان اس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حال[2] کاخر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے

گر شود ایں حالت اوّل کے دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اول آں بر جانِ ما
(اللہ نے) شروع میں اس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے

تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا

چشم واگشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضای دیگرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے

ایں پشیمانی[3] بہل حق را پرست
اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کنی عادت پشیماں خود شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بن جائیگا

زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہو گا

نیم عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائے گی

نیم دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ

حال و یار و کارِ نیکوتر بجو
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

---

[1] تو بجد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اس کام کے عیب اس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

[2] حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداء اس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاءِ خداوندی کا تقاضا بھی ہے کہ کام اور خیال کی برائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔

[3] ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمال صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ورکنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اس کو اور شرمندگی ہوگی۔ نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری، کوئی نیک عمل اس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر انسان کو اچھے عمل، اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

Marfat.com

ور نہ داری[1] کارِ نیکو تر بدست
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے

گر ہمی دانی رہِ نیکو پرست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر

بدندانی چوں ندانی نیک را
جب تک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا، بدی کو نہ سمجھے گا

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہو گیا ہے

چوں مُبدی عاجز پشیمانی ز چیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟

عاجزی[2] بے قادری اندر جہاں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں

ہمچنیں ہر آرزوکہ می بَری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے

ور نمودے علتِ آں آرزو
اگر اللہ (تعالیٰ) اس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا

گر نمودے عیبِ آں کار او تُرا
اگر اس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا

واں دگر[3] کارے کزاں ہستی نفور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے

اے خدائے رازدانِ خوش سخن
اے رازداں، شیریں کلام خدا!

پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

ور ندانی چوں بدانی کایں بدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

ضد را از ضد تواں دید اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
اس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

عاجزی را باز جو کز جذبِ کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

کس ندیدست و نباشد ایں بداں
یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہو گی

تو ز عیبِ آں حجابے اندری
تو اس کے عیب سے پردہ میں ہے

خود رمیدے جانِ تو از جستجو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

کس نبردے کش کشاں آنسو تُرا
کوئی کھینچ تان سے تجھے ادھر نہ لے جا سکتا

زاں بودکہ عیبش آمد در ظہور
اس وجہ سے ہے کہ اس کا عیب ظاہر ہو گیا ہے

عیبِ کارِ بد زما پنہاں مکن
بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

---

1. ورنہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اس لیے تو بُرے کام کی شرمندگی میں وقت گزار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔ گرہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بدندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکے گا اس لیے کہ ایک چیز کو اس کی ضد سے جانا جا سکتا ہے۔ چوں زترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر، اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی فضول بات ہے۔
2. عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ ہم چنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بناء پر ہے کہ اس کا عیب اس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی ادھر نہ جائے۔
3. واں دگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ کر اور نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔

Marfat.com

عیب کارِ نیک را منما بما | تا نگردیم از روش سرد و ہبا[1]
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا | تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم بر آں عادت سلیمانِ سَنی | رفت در مسجد میانِ روشنی
بزرگ سلیمان علیہ السلام اسی عادت کے مطابق | (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

قاعدہ ہر روز را می جُست شاہ | کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا
روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے | تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دل بہ بیند سِرّ بداں چشمِ صفی | آں حشایش کہ شد از عامہ خفی
مصفی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز | ان بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صوفی کہ درمیانِ گلستان سر بزانو نہادہ مراقب بود یارانش گفتند سر بر آر و تفرّج[2] کن گلستان و ریاحین و مرغان را کہ فَانْظُرُوْٓا اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ و جواب گفتنِ صوفی یاراں را

اس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اس کے دوستوں نے کہا کہ سر اٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے). اللہ کی رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ کشاد | صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد
ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لیے | صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرورفت او بخود اندر نغول | شد ملول از صورتِ خوابش فضول
وہ گہرائی میں اتر گیا | ایک لغو انسان اس کی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خسپی آخر اندر رز نگر | ایں درختاں بین و آثارِ خضر
کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ | ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امرِ حق[3] بشنو کہ گفت ست اُنْظُرُوْا | سوئے ایں آثارِ رحمت آر رُو
اللہ (تعالیٰ) کا حکم سن اس نے فرمایا ہے اس کو دیکھ | رحمت کے ان آثار کی جانب رخ کر

گفت آثارش دلست اے بو الہوس | آں بروں آثارِ آثارست و بس
اس نے کہا اے بو الہوس اس کے آثار دل ہے | وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

[1] ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم بر آں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجد اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اس سے اس کے فوائد اور مضرات معلوم کر لیں۔ دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام بوٹیوں سے ان کے حالات معلوم کر لیتے تھے اسی طرح صوفی اپنے دل کی مصفا آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش۔ حشیش کی جمع ہے، گھاس۔

[2] تفرج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفریح طبع۔ نغول۔ گہرائی۔ چہ خسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔

[3] امرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے فَانْظُرُوْٓا اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا "پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اس کے مردہ ہو جانے کے بعد۔" گفت۔ اس صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار، دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اس باغ و بہار کا عکس اس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

Marfat.com

باغہا و سبزہا در عینِ جاں ‏‏‏— بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں خیالِ[1] باغ باشد اندر آب — کہ کند از لطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لطفِ او بریں آب و گل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اس کی لطافت کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے

گر نبودے عکسِ آں سروِ سرور — پس نخواندے ایزدش دارُالغرور

اگر (یہ) اس سرور کے سرو کا عکس نہ ہوتا — تو اس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال — ہست از عکسِ دل و جانِ رجال

یہ دھوکا وہی ہے یعنی وہ عکس — انسانوں کے دل اور جان کا عکس ہے

جملہ مغروراں[2] بریں عکس آمدہ — بر گمانے کایں بود جنت کدہ

سب دھوکے میں پڑے ہوئے اس عکس پر جمع ہیں — اس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہو گا

می گریزند از اصولِ باغہا — بر خیالے می کنند ایں لاغہا

وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں — یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ[3] خوابِ غفلت آید شاں بسر — راست بینند و چہ سودست آں نظر

جب ان کی غفلت کی نیند ختم ہو گی — ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد و آہ — تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ

قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے — قیامت تک اس غلطی سے، افسوس

اے خنک آنکس کہ پیش مرگ مُرد — یعنی او از اصلِ ایں رز بوئے بُرد

وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا — یعنی اس کو اس انگورستان کی اصل کا پتا چل گیا

قصہ رُستنِ خروب در گوشۂ مسجد اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان

مسجد اقصیٰ کے کنارے پر خروب اگنے کا قصہ اور اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام

---

[1] آں خیالِ۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفت خداوندی کا مظہر ہے اور قلب انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اس سے درجہ دوم کی چیز ہے لہٰذا یہ اس کا عکس ہے جیسا کہ اس کا عکس پانی میں پڑتا ہے۔ دارُالغرور۔ دھوکے کا گھر۔ ایں غرور۔ اس دنیا کو دھوکا کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔

[2] مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو ان باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اس سے بھاگتے ہیں اور اس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے ہیں۔

[3] چونکہ۔ جب اس خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے اصل حقیقت نظر آئے گی لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہوں گے اور دارالعمل سے جا چکے ہوں گے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابل مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خروب۔ برباد کرنے والا، ایک گھاس کا نام ہے۔ جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔

Marfat.com

علیہ السلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیتِ خود گفت

کا رنجیدہ ہونا جبکہ اس نے بات کی اور اپنا نام اور وصیت بتائی

ہم چنیں روزے سلیمانؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمان علیہ السلام

شد بعادت مسجد[1] اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

تو گیا ہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی

رُستہ بَروَے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اس پر دانے اگے ہوئے تھے

دید بس نادر گیاہے سبز و تر
انہوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی

می ربود آں سبزیش نور از بصر
اس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اس بوٹی نے فوراً ان کو سلام کیا

او جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
انہوں نے جواب دیا اور اس کی خوشنمائی سے کھل گئے

گفت نامت چیست بر گوئید ہاں
انہوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خرّوب ست اے شاہِ جہاں
اس نے کہا اے شاہِ جہاں! (میرا نام) خروب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بود
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من رُستم مکاں ویراں شود
اس نے کہا میں اگوں تو مکان ویران ہو جائے

من کہ خروبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادمِ بنیادِ ایں آب[2] و گلم
میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زُود
تو سلیمان علیہ السلام اس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اجل آمد سفر خواہد نمود
کہ موت (قریب) آ گئی، وہ سفرِ آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انہوں نے (دل میں) کہا جب تک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً

در خلل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بود
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مخلّل کے شود
مسجد اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابیٔ مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نبود اِلّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہو گی، سمجھ لے

مسجدست آں دل کہ جسمش ساجدست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خروب ہر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خروب ہے

---

[1] مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوشہ۔ یعنی اس کے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔ دید۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی۔ کرد۔ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلام کیا۔ بشگفت۔ یعنی اس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔ من رستم۔ اس بوٹی نے کہا جہاں میں اگتی ہوں وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ خروب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔

[2] آب و گل۔ یعنی مکان۔ پس سلیماں۔ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ ان کی وفات کا وقت آ گیا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہو سکتی تھی۔

[3] مخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہو سکے گی۔ مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بری صحبت اس کے لیے خروب بوٹی ہے۔

Marfat.com

یارِ بد[1] چوں رُست در تو مہرِ او ۔۔۔ ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو

تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی ۔۔۔ خبردار! اس سے بھاگ، بات نہ کر

بر کن از بیخش کہ گر سر بر زند ۔۔۔ مر تُرا و مسجدت را بر کند

اس کو جڑ سے اکھاڑ دے اس لیے کہ اگر ابھرے گی ۔۔۔ تجھے اور تیری مسجد کو اکھاڑ دے گی

عاشقا خروبِ تو آمد کژی ۔۔۔ ہمچو طفلاں سوی کژ چوں می غوی

اے عاشق! کجی تیری خروب ہے ۔۔۔ تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کی طرح کیوں جا رہا ہے؟

خویش را نادان و مجرم گو بترس ۔۔۔ تانہ دُزدد از تو آں استادِ درس

اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر ۔۔۔ تاکہ درس کا استاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے

چوں بگوئی[2] جاہلم تعلیم دِہ ۔۔۔ اینچنیں انصاف از ناموس بہ

جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے ۔۔۔ ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

از پدر آموز اے روشن جبیں ۔۔۔ رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں

اے روشن جبیں! باپ سے سیکھ لے ۔۔۔ اس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت ۔۔۔ نے لواءِ مکر و حیلت بر فراخت

نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا ۔۔۔ نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد ۔۔۔ کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد

پھر اس شیطان نے بحث شروع کر دی ۔۔۔ کہ میں سرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ[3] رنگِ تست صباغم توئی ۔۔۔ اصل جرم و آفت و داغم توئی

رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے ۔۔۔ میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ ۔۔۔ تانگردی جبری و کژکم تنی

خبردار! "رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ" کو پڑھ لے ۔۔۔ تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ جبر تا کے بر جہی ۔۔۔ اختیارِ خویش را یک سو نہی

جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ ۔۔۔ اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذُرّیاتِ او ۔۔۔ با خدا در جنگ و اندر گفتگو

شیطان اور اس کی اولاد کی طرح ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

---

[1] یارِ بد۔ جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجدِ دل برباد ہو جائے گی اور تو تباہ ہو جائے گا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خروب اس کے دل کی کجی ہے جو اس کو مرشد سے دور کر دیتی ہے۔ غوی۔ غو یدن گھٹنوں کے بل چلنا۔ خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔

[2] چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کرے گا تو شیخ تجھے تعلیم دے گا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو وقتی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔ از پدر۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لواء۔ جھنڈا۔ باز۔ شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔

[3] رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ۔ "اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا۔" یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔ بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔

Marfat.com

چوں بود[1] اکراہ با چندیں خوشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟
آنچناں خوش کش دَوَد در مکرہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے
بیست مُردہ جنگ می کردی دَراں
تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی
کہ صواب اینست و راہ اینست و بس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے
کے چنیں گوید کسے کو مُکرہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟
ہر چہ نفست[2] خواست داری اختیار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اس میں اختیار رکھتا ہے
داند آں کو نیک بخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ مانتا ہے
زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے
ہل سباحت[3] را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے
وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر
عشق چوں کشتی بود بہر خواص
خاصانِ (خدا) کے لیے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے
زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے

کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے
کس چناں رقصاں رود در گمرہی
کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟
کت ہمی دادند پند آں دیگراں
وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے
کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟
چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبر) بے راہ ہے
ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار
جو تیری عقل چاہتی ہے اس پر مجبور کو پیش کرتا ہے
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدمؑ ست
چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدم علیہ السلام کا کام ہے
کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخرکار ڈوبتا ہے
نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے
در رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہالے جائے
کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے
زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

---

[1] چوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟ کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا ہے وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔

[2] ہر چہ نفست۔ غرضکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو با اختیار بنتا ہے ہاں تقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ داند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[3] ہل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کے لیے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔

Marfat.com

عقل قرباں کن[1] بہ پیشِ مصطفیٰ
عقل کو (حضرت) مصطفیٰ ﷺ پر قربان کر دے

حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو کنعاں سَر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ بر آیم بر سَرِ کوہِ مَشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوح علیہ السلام کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رَشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں[2] نباشد منتش بر جانِ ما
ان کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا شکریہ اور احسان مانتا ہے

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسد مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

منتِ او را خدا ہم می کشد
اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کاشکے او آشنا ناموختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا

تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ نوح علیہ السلام اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حیل جاہل بدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا

تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ[3] نقل کم بودے ملی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا

علمِ وحی دل ربودے از ولی
کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائے گا

جانِ وحی آسای تو آرد عتاب
تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہو گی

چوں تیمم باوجودِ آب دان
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ

علمِ نقلی بادمِ قطبِ زماں
قطب زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

---

[1] عقل قرباں کن۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑ۔ ہمچو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ بر آیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ "میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا جو مجھے بچا دے گا۔" اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔ کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح وثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔

[2] چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیے۔ غرارہ۔ دھوکے میں مبتلا۔ کاشکے۔ کاش اس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں اور ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔

[3] یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی باخدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔ چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔

Marfat.com

خویش[1] ابلہ کن تبع میرو سپس
اپنے آپ کو نادان بنا لے، تابع بن کر اس کے پیچھے چل
اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر
اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہوں گے
زیرکی چوں کبر باد انگیز تست
چالاکی، تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے
ابلہے نے کو بمسخرگی دو توست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے
ابلہے کو[2] والہ و حیرانِ ہوست
ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے
ابلہانند آں زنانِ دست بُر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں
عقل را قرباں کن اندر عشقِ دوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے
عقلہا آنسو فرستادہ عقول
بڑے عقل مند نے عقلیں اس جانب روانہ کر دیں
زیں سر[3] از حیرت گر ایں عقلت رود
اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی رہے
نیست آں سو رنجِ فکرے بر دماغ
اس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے
سوی دشت از دشت نکتہ بشنوی
تو جنگل کی جانب (آنے) کو جنگل سے نکتہ سنے

رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اس حماقت سے بس نجات پا لے گا
بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشرؐ
سرور عالم ﷺ نے اسی لیے فرمایا ہے
ابلہے شو تا بماند دیں درست
نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے
ابلہے نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے
باشد اندر گردنِ او طوقِ دوست
اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے
از کف ابلہ و ز رُخِ یوسفؑ نُذر
جو ہاتھ سے بےخبر اور (حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ کی خبر دینے والی تھیں
عقلہا بارے ازاں سویست کوست
بہرحال عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ ہے
ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول
اس جانب اس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں
ہر سرِ مویت سَر و عقلے شود
تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے
کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ
کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اگتے ہیں
سوی باغ آئی شود نخلت روی
باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

---

[1] خویش۔ شیخ اور دل کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنا لے تب دری علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف میں ہے اَھْلُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ ''جنتی بھولے بھالے ہیں۔'' ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشق خداوندی میں غافل اور دنیا سے بےخبر ہو۔ ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جس میں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔

[2] ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشق خداوندی میں مقام حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے مراد وہ ہے جو عشق خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح کہ مصری عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں محو ہو گئی تھیں اور انہوں نے اس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ان کو صرف رخ یوسف علیہ السلام کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبردہندہ۔ ازاں سو۔ عقلیں، اللہ کا عطیہ ہیں تو اس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہییں۔ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات وصفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔

[3] زیں سر۔ اگر محویت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر رونگٹا عقل اور سر بن جاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے۔ سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رخ کرو گے تو اس جنگل سے دین کے نکتے سنو گے اور تمہاری عقل تر وتازہ ہوگی۔

اندریں[1] رہ ترک کن طاق و طرب　　تا قلاووزت نجنبد تو مجنب
اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے　　جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے، حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود　　جنبشش چوں جنبشِ کژدُم بود
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دم ہے　　اس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ روست و کور وزشت و زہر ناک　　پیشۂ او خستنِ اجسامِ پاک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور برا اور زہریلا ہے　　اس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرش ایں بود　　خلق و خوئے مستمرش ایں بود
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے　　جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاح اوست ایں سر کوفتن　　تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
یہ سر کچلنا اس کی بھلائی ہے　　تاکہ اس کی حقیر جان، منحوس جسم سے چھٹکارا پا لے

واستاں از دستِ دیوانہ سلاح　　تا زِ تو راضی شود عدل و صلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے　　تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند　　دستِ او را ورنہ آرد صد گزند
جبکہ اس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے　　اس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ[2] آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بد گہر را فضیحتِ اوست و
اس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بد اصل کو حاصل ہو جانا اس کی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں
اور اس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ میں آ گئی ہو

بد گہر را علم و فن آموختن　　دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا　　ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست　　بہ کہ آید علم ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دے دینا　　اس سے بہتر ہے کہ علم نا اہل کے ہاتھ آ جائے

علم و مال[3] و منصب و جاہ و قِراں　　فتنہ آمد در کفِ بد گوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (ان سے) وابستگی　　بد اصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں　　تا ستانند از کفِ مجنوں سناں
مومنوں پر جہاد اسی لیے فرض ہوا ہے　　تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

---

[1] اندریں۔ اس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کر کے شیخ کے تابع بن جاؤ۔ سر۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کرے گا اس میں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کرے گا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اس ناپاک جسم سے نجات ملے۔ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہے گی تو بہت نقصان پہنچاوے گا۔

[2] بیان۔ نا اہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔ بد گہر۔ بد باطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کرے گا۔

[3] علم و مال۔ بد اصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کرے گا۔ قِراں۔ قرانِ السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لیے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کر دی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کر سکیں۔ سناں۔ بھالا۔

Marfat.com

جانِ[1] او مجنوں تنش شمشیرِ او
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اس کی تلوار ہے

واستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس بد عادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے

از فضیحت کے کند صد ارسلاں
رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او مخفی ست چوں آلت بیافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اس نے ذریعہ حاصل کر لیا

مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے

چونکہ جاہل شاہِ حکمِ مُر شود
جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب[2] ناکسے کارد بدست
نا اہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے

طالبِ رسوائیِ خویش او شدست
وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند بخل و عطاہا کم دہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دے گا

یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا سخاوت کرے گا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھ دے گا

اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آ گئی

جاہ[3] می پنداشت در چاہے فتاد
اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاووزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے

جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

طفلِ راہِ فقر چوں پیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی

پیرواں را غولِ اُدبیری گرفت
پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں

ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
(خود) اس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر
تو کیسے دکھائے گا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے

عکسِ مہ در آب ہم اے خام عمر
اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

---

[1] جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔ عیب او۔ جب تک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اس کے عیوب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آ جانا گویا سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اس کے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔

[2] مال و منصب۔ خود بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔ یا کند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کرے گا اور کسی کو کچھ نہ دے گا اگر دے گا تو نا اہلوں اور غیر مستحقوں کو دے گا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائے گا اور عزت والوں کو ذلیل کرے گا۔

[3] جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے کنواں ہے اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندار یہ پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ تم سمجھو کر مرتبہ کنواں میں گر گیا۔ رہ نمیداند۔ اس کو خود سلیقہ نہیں تو دوسروں کو کیا سلیقہ سکھائے گا۔ طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اس کے مرید برباد ہی ہوں گے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرادوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ عمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔

احمقاں[1] سرور شدستند و زبیم ۔۔۔ عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے ۔۔۔ عقل مندوں نے گوڑی میں منہ چھپا لیا ہے

بیانِ تفسیر آیۂ شریفہ یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند "مزمل" نبی را ایں سبب ۔۔۔ کہ بروں آ از گلیم اے بو الہرب
اس سبب سے نبی کو "کملی اوڑھنے والا" کہہ کر پکارا ۔۔۔ کہ اے صاحب فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش ۔۔۔ کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا ۔۔۔ کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں زننگِ مدعی ۔۔۔ کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ ۔۔۔ کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام ۔۔۔ شمع دایم شب بود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے ۔۔۔ شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت روزِ روشن ہم شب ست ۔۔۔ بے پناہت شیر اسیر ارنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے ۔۔۔ تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش[3] کشتیباں دریں بحرِ صفا ۔۔۔ کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰؐ
اس بحر صفا میں ملاح بن ۔۔۔ اے مصطفیٰؐ! کیونکہ تو دوسرا نوح ہے

رہ شناسے می بباید با لباب ۔۔۔ ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے ۔۔۔ ہر راستہ کے لیے خصوصاً پانی کے راستہ کے لیے

خیز و بنگر کاروانِ رَہ زدہ ۔۔۔ ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ
اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ ۔۔۔ ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی ۔۔۔ ہمچو رُوح اللہ مکن تنہا روی
تو خضر زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے ۔۔۔ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تنہاروی (اختیار) نہ کر

[1] احمقاں۔ سعدی نے فرمایا ہے ناسزائے راچو بینی بختیار۔ عاقلاں تسلیم کردند اختیار۔ خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کر لی تھی اسی لیے آپ کو مزمل، کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے۔ بو الہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بو الہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنے والا کہا گیا ہے۔

[2] روپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کرو گے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہے گی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، یہ خطاب اس لیے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے۔ بے فروغت۔ آپ ہی کے نور ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہے گی۔

[3] باش۔ آپ امت کے لیے بمنزلہ کشتی بان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحب عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔ خیز۔ آپ اٹھیے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے۔ خضر وقتی۔ یعنی اس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانے والے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔

Marfat.com

پیشِ ایں جمعے[1] چو شمعِ آسماں | انقطاع و خلوت آری را بماں
اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے | انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی | اے ہدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای
خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ | اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں | سیر را نگذارد از بانگِ سگاں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے | کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں ہمچوں سگاں بر بدرِ تو | بانگ می دارند سوئے صدرِ تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں | جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرند ز امرِ اَنصِتُوا[2] | از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو
یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں | تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را | تو ز خشمِ کر عصای کور را
خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ | بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

نے تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ | صد ثواب و اجر یابد از اِلٰہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لے جانے والا؟ | اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد | گشت آمرزیدہ و یابد رَشَد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے | وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس[3] بکش تو زیں جہانِ بے قرار | جوقِ کوراں را قطار اندر قطار
پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا | اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی | ماتمِ آخر زماں را شادئی
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے | تو آخری زمانے کے سوگ کے لیے خوشی ہے

ہیں رواں کن اے امامِ المتقیں | ایں خیالِ اندیشگاں را تا یقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے | ان شک کرنے والوں کو "یقین" تک

---

[1] پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لیے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لیے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے۔ آپ ہدایت کے کوہ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔ طاعناں۔ آپ کے مخالف کتے ہیں ان کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔

[2] اَنصِتُوا۔ تم خاموش رہو، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیئے۔ نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے مَنْ قَادَ مَكْفُوفًا اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ "جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔"

[3] پس۔ آپ اس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے ان کو قطار در قطار کھینچ کر لے جایئے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں ان کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔ ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں ان کو اس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔

Marfat.com

هر که[1] در مکر تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے
گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم
میں اس کے اندھے پن پر بہت سا اندھاپن رکھ دوں گا
او شکر پندارد و زہرش دہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اس کو زہر دوں گا

عقلہا از نورِ من افروختند
(انہوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں
مکرہا از مکرِ من آموختند
انہوں نے مکر، میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود الاچقِ آں ترکماں
اس صحرا نشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟
پیش پائے نرّہ پیلانِ جہاں
دنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ او بہ پیشِ صرصرم[2]
میری آندھی کے سامنے اس کا چراغ
خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دم تو بصورِ سہمناک
اٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے
تا ہزاراں مُردہ بر روید ز خاک
تاکہ ہزاروں مردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اٹھ کھڑا ہو
رستخیزی ساز پیش از رستخیز
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کر دے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!
خویش بنما کہ قیامت نک منم
اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اٹھانے والے سائل! دیکھ لے
زیں قیامت[3] صد جہاں قایم شدہ
اس قیامت سے سیکڑوں جہان برپا ہو گئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو
پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
تو اے سلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے
چوں بود جاناں دعا نا مستجاب
اے جان! جب دعا نا منظور ہوتی ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں ان کو میں ہلاک کر دوں گا۔ کوریش۔ جو اندھے ہیں ان کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔ عقلہا۔ ان چالنوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ الاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیش۔ یعنی ان کا وجود میرے مقابلہ میں ایسے ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔

[2] صرصر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کر دو مردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کر لیں گے۔ رستخیز۔ قیامت۔ منم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتا ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتی ہوں۔

[3] زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مردے زندہ ہوں گے اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے مردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر ان معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر ان کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جواب الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسماں۔ اگر کوئی نادانی سے دعا کرتا ہے اور اس کی دعا نا قابل قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اے دریغا[1] وقتِ خرمن گاہ شد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آ گیا
لیک روز از بختِ ما بیگاہ شد
لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہو گیا

وقت تنگ ست و فضای ایں کلام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائگی کے لیے
تنگ می آید برو عمرِ دوام
ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہای تنگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی
نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ تنگ
نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ
تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام
اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں جوابِ[2] احمق آمد خامشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے
ایں درازی در سخن چوں میکشی
بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے
میدہد ہر شورہ را باران و نم
ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

در بیانِ آنکہ ترک الجواب جواب مقرر ایں سخن کہ جواب الاحمق سکوت و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جا رہا ہے

بادشاہے[3] بود او را بندۂ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا
مُردہ عقلے بود و شہوت زندۂ
جس کی عقل مردہ اور شہوت زندہ تھی

خردہائے خدمتش نگذاشتے
اس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا
بدسگالیدے نکو پنداشتے
بد خواہی کرتا (اس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جراوش کم کنید
بادشاہ نے کہا اس کی تنخواہ کم کر دو
ور بجنگد نامش از خط بر زنید
اگر لڑے تو اس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ او کم بود حرصِ او فزوں
اس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا
چوں جراکم دید شد تند و حروں
جب تنخواہ کم دیکھی بد مزاج اور سرکش بن گیا

---

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اٹھ کر آپ ﷺ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ ﷺ کے ان کارناموں کی تفصیل کرنے کے لیے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہو جائے گا اور صحیح بازی نہ کر سکے گا کیونکہ اس کام کے لیے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں، اور وہ بھی عوام کے سامنے، اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہو رہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اس کی رحمت عام اس کی موج کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔ بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خردہائے۔ آقا کی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جرا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حروں۔ سرکش۔

Marfat.com

عقل[1] بودے گردِ خود کردے طواف
اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا
تا بدیدے جرمِ خود گشتے معاف
تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہو جاتا

چوں خرے پا بستہ تندد از خری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے
ہر دو پایش بستہ گردد بر سری
تو پھر اس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہے
خود بداں کاں دو ز فعلِ آں خس ست
تو سمجھ لے کہ وہ دو (بند) اسی کمینہ کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سربند[2] آں چشم کور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا
بند بر دستش نہ بستندے بزور
تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرمِ بند پا آگہ بدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا
خود ز بند دست و پا ایمن شدے
تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ورنہ تندیدے ز بند آں بو الفضول
اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا
او نہ خر بودے شدے شیر فحول
(تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیر ایں حدیث[3] نبوی ﷺ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰٓئِکَۃَ
اس حدیث نبوی ﷺ کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے
وَ رَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَ خَلَقَ الْبَھَآئِمَ وَ رَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَ خَلَقَ
اور ان میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور ان میں شہوت رکھی اور
بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ رَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَ الشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ
بنی آدم کو پیدا فرمایا اور ان میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل
عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ مَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی
شہوت پر غالب آ گئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت، عقل پر
عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَآئِمِ ط صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
غالب آ گئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے
خلق عالم را سہ گونہ آفرید
عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گرہ را جملہ علم و عقل و جود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے
آں فرشتہ است و نداند جز سجود
وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

---

[1] عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہو جاتی۔ چوں۔ اس غلام کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر سری۔ مزید بر آں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لیے ایک بند کافی تھا یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] سربند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا تقاضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی۔ انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔

Marfat.com

نیست اندر عُنصرش حرص و ہوا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے
یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے
او نہ بیند جز کہ اُصطبل و علف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے
آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدم علیہ السلام کی اولاد اور انسان ہے
نیم خر خود مائلِ سفلی بود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے
تا کدامیں[2] غالب آید در نبرد
دیکھ معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے؟
عقل گر غالب شود پس شد فزوں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا
شہوت ار غالب شود پس کمترست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے
آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں
ویں بشر[3] ہم ز امتحاں قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے
یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ
ایک گروہ، پورا ڈوب چکا
نقشِ آدمؑ لیک معنیٰ جبرئیلؑ
صورت انسان کی ہے، لیکن باطن جبرئیل علیہ السلام کا ہے

نورِ مطلق زندہ[1] از عشقِ خدا
وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے
ہمچو حیواں از علف در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے
از شقاوت غافل ست و از شَرَف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے
از فرشتہ نیمے و نیمش زِ خر
اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے
نیم دیگر مائلِ علوی بود
دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے
زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد نرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟
از ملائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے
از بہائم ایں بشر زاں کابترست
یہ انسان چوپایوں سے، کیونکہ بُری حالت میں ہے
ویں بشر باد و مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے
آدمی شکل اندو سہ امت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے
ہمچو عیسیٰؑ با ملک ملحق شدہ
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں سے جا ملا
رُستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

---

[1] زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشق خداوندی ہے۔ علف۔ چارہ۔ آں۔ حیوانات کو صرف خواب وخور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے نیمش۔ انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالم سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالم بالا کی طرف ہے۔

[2] تا کدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔ شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہوتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان ان کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔

[3] ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں تقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

Marfat.com

از ریاضت[1] رستہ وز زہد و جہاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا

گوئیا از آدمی او خود نزاد
گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسم دیگر با خراں ملحق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی

خشم محض و شہوتِ مطلق شدند
خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

وصف جبریلی در ایشاں بود رفت
جبرئیل علیہ السلام والی صفت ان میں تھی، چلی گئی

تنگ بود آنخانہ و آں وصف زفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ گردد شخص کو بیجاں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مردہ ہو جاتا ہے

خر شود چوں جانِ او بے آں شود
جب اس کی جان اس جبرئیلی صفت کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا ہو جاتا ہے

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رود
(انسان) کوا بن جاتا ہے جب کووں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد[2] جاں چوں او بے جاں شود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جانے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی، پست ہے

ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

او ز حیوانہا فزوں تر جاں کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

در جہاں باریک کاریہا کند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[3] و تلبیسے کہ او تاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زر کشی را بافتن
زر دوزی کے کپڑے بنا

دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خردہ کاریہائے علمِ ہندسہ
علم ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ
یا نجوم اور علم طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش
کیونکہ ان کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں بر نیستش
ان کا رخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

---

1. از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاق ذمیمہ کو ختم کرنے کے لیے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہی۔ قسم دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں ان میں ملکیت نہیں ہے وہ کم ظرف تھے ان میں سے ملکیت بالکل ختم ہو گئی ہے۔ مردہ گردد۔ جس طرح روح نکل جانے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مردہ ہو جاتی ہے یعنی جب روح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو روح مردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انہوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کوے کی طرح مکر، حرص، مردار خوری کے عادی ہو گئے۔

2. جسم گردد۔ جب روح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ زانکہ۔ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیاء بھی اسی کے قائل ہیں۔ او ز حیوانہا۔ عالم ناسوت میں اس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالم ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اٹھاتا ہے۔

3. مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالم ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ ان تمام دستکاریوں کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اس کا رخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایں ہمہ[1] علم بنایِ آخرست — کہ عمادِ بودِ گاؤ و اشترست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے — جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہر استبقایِ حیواں چند روز — نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے — ان احمقوں نے ان کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش — صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
راہِ حق کا علم اور اس کی منازل کا علم — اس کو صاحب دل یا اس کا دل جانتا ہے

پس دریں ترکیب حیوانِ لطیف — آفرید و کرد بادانش الیف
پس اس (سبعی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان — پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را — زانکہ نسبت کو بیقظہ[2] نوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام "جانوروں جیسے" کر دیا — کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم — حِسّہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے — (یہ) لوگ الٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند — انعکاسِ حسِّ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی — تو اس نے تختی سے اپنے حس کا الٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حس آنکہ خواب آں را ربود — چوں شد او بیدار عکسش رو نمود
اس کی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا — جب وہ بیدار ہوا اس کو اس کا الٹا پن واضح ہو گیا

لا جرم اسفل بود از سافلین — ترکِ او[3] کن لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا — اس کو چھوڑ، "میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں"

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد — بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت — پستی سے اس کو تھی اور اس نے اس کو ختم کر دیا

---

[1] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالم ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لیے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لیے ہیں ان کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علم راہ حق۔ طریقت اور اس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے در اصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔ ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لیے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ "وہ چوپاؤں کی طرح ہیں۔"

[2] یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور ان کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب ان میں بیداری آئے گی تو ان کو حواس کے الٹا ہو جانے کا احساس ہو گا۔ ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے۔"

[3] ترکِ او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین مخلوق ہے اس لیے کہ اس میں بھلائی کی استعداد تھی، اس نے اس کو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

Marfat.com

باز حیواں را چو استعداد نیستَ
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے
عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

زد[1] چو استعداد شدکاں رہبرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے
ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلاذر خورد او افیوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بنجائے گا
سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں
نیم حیواں نیم حیِّ با رِشاد
جو آدھی حیوان، آدھی با ہدایت زندہ ہے

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش
وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے
کردہ چالش اوّلش با آخرش
اس کا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالش عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و میل مجنوں سویِ حُرّہ و میلِ ناقہ سویِ کُرّہ[2] چنانچہ مجنوں گفتہ ھَوٰی نَاقَتِیْ خَلْفِیْ وَ قُدَّامِیَ الْھَوٰی وَ اِنِّیْ و اِیَّاھَا لَمُخْتَلِفَانِ

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے، میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع باشتر
جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا
کہ شتر چربید وگہ مجنونِ حُر
کبھی اونٹنی غالب آ گئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں
می کشد آں پیش ویں واپس بکیں
وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ[3] مجنوں پیشِ آں لیلیٰ رواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے
میلِ ناقہ پس پئے کرہ اش دواں
اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لیے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لیے اپنے سے غافل ہو جاتا
ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آ جاتی

---

1. زد۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کرے گا مزید حماقت کا سبب بنے گی۔ گر بلاذر۔ بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ الٹا اثر کرے گا۔ ماند یک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس، روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا ان کا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جس کا بیان قسم دیگر باخراں ملحق شدند میں تھا اس کا نفس، نفس امارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اس کی اونٹنی کے قصہ سے واضح کیا ہے۔ حُرہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔
2. کرہ۔ گھوڑے کا بچہ، مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آ رہی ہے تو وہ اس کے استقبال کے لیے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حُر۔ آزاد۔
3. میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تا کہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میلِ ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تا کہ بچہ کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔

عشق[1] و سودا چونکہ پُر بودش بدن
چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پر تھا
می نبودش چارہ از بیخود شدن
اس کے لیے بے ہوش ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی
عقل را سودائے لیلیٰ در ربود
عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اڑا تھا

لیک ناقہ بس مراقب بود و چست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی
چوں بدیدے او مہارِ خویش سست
جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ
وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہو گیا ہے
رُو سپس کردے بکرہ بے درنگ
بغیر تاخیر کے بچے کی طرف رخ کر دیتی

چوں بخود[2] باز آمدے دیدے ز جا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے
کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا
وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں
ماند مجنوں در تردُّد سالہا
مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چوہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں
ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وَفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے
کرد باید از تو دُوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیے

ایں دو ہمرہ[3] یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں
گمرہ آں جاں کو فرونآید زتن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں ز ہجرِ عرش اندر فاقہٗ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے
تن ز عشقِ خار بُن چوں ناقہٗ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں کشاید سوئے بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے
در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیے ہیں

تا تو باشی بامن اے مُردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہے گی
پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہے گی

---

1. عشق۔ چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لیے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بے ہوش جاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اس کے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔ لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔

2. چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہو گئی ہے۔ سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد سمتوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔

3. ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔ جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خار بن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہے گی مقصد حاصل نہ ہو گا۔ مردہ وطن۔ عاشق وطن۔

Marfat.com

روزگارم[1] رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی
ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا (معاملہ)

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا
ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور پیچھے بہت دیر ہو گئی
سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا بھر پایا

سرنگوں[2] خود را ز اشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا
گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں اس غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا
خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا
از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

پای را بربست و گفتا گو شوم
اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بن جاؤں گا
در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اس کے بلے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کند نفریں حکیمِ خوش دہن
خوش کلام حکیم اسی لیے نفرت بھیجتا ہے
بر سوارے کو فرو نآید زتن
اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟
گوی گشتن بہرِ او اولیٰ بود
اس کے لیے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو[3] می گرد بر پہلوی صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک
غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہو گا
واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہو گی

اینچنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جداگانہ ہے
کاں فزود از اجتہادِ جن و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست نے ہر جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے
کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام
جس کو احمد ﷺ کے فضل سے قائم کیا ہے والسلام

---

1. روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شست۔ مکر و حیلہ۔
2. سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشق مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیے۔
3. گوی شو۔ اللہ کے راستے میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اس کے دربار تک پہنچ جا۔ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتداءً تو کوشش کرے گا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور ان کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

Marfat.com

قِصّہ کوتہ کن برائے آں غلام — کہ سوئے شہ برنبشۃ است او پیام

اس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کر دے — جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ[1] آں غلام قصّۂ شکایت نقصانِ اجرے سوئے بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رُقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں — می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں

ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا — نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر — ہست لایقِ شاہ را آنگہ ببر

جسم رقعہ ہے اس کو دیکھ لے — کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لے جا

گوشۂ رَو نامہ را بکشا، بخواں — بیں کہ حرفش ہست در خوردِ شہاں

گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ — دیکھ لے کہ اس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خورِ آں را پارہ کن — نامۂ دیگر نویس و چارہ کن

اگر مناسب نہ ہو اس کو پھاڑ دے — دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

لیک فتح نامۂ تن[2] زَپ مداں — ورنہ ہر کس سِرِّ دل دیدے عیاں

لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ — ورنہ ہر آدمی کے دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب — کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب

خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے — بہادر مردوں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ[3] بر فہرست قانع گشتہ ایم — زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم

ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں — کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را — تا چناں دانند متنِ نامہ را

وہ فہرست عوام کے لیے جال ہے — حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز کن سر نامہ را گردن متاب — زیں سخن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ — اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں — متنِ نامۂ سینہ را کن امتحاں

وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے — سینہ کے خط کے مضمون کو آزما لے

---

[1] نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ نازک مزاج بادشاہ کو۔ پُر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اس غلام کے خط کے ہے اس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

[2] نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زَپ۔ آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

[3] من جملہ۔ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔ باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔

Marfat.com

که موافق[1] ہست با اقرارِ تو　　تا منافق وار نبود کارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے　　تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری　　زاں نیایدکم کہ در وے بنگری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے　　کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش　　گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے　　اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ خالی کن جوالت را زِ سنگ　　باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے　　اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچا لے

در جوال آں کن کہ می باید کشید　　سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیے　　بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت[2] نبود کایں جوالِ پُر زریگ　　می کشی و باشد آں ہم مُردہ ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا　　تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پُر لعلش کنی　　ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے　　خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

حکایت آں فقیہ با دستارِ بزرگ و آنکہ دستارش بربود و بانگ و نعرۂ فقیہ کہ بازش کن[3] و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

اس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اس کی جو پگڑی اچک لے گیا اور فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا برچیدہ بود　　در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے　　(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لیے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم　　چوں در آید سوئے محفل در حطیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے　　جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ　　ظاہرِ دستار ازاں آراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے　　ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّہ بہشت　　چوں منافق اندروں رُسوا و زشت
پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا　　باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

[1] کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہے تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔ ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کر لے اور اس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔

[2] زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فقیہ کا دستار کو فلط چیزوں سے بھرنا کس قدر برا تھا۔

[3] بازش کن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ کہ اس میں کیا ہے۔ ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

Marfat.com

پارہ پارہ دلق[1] و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی۔ اور روئی اور پوستین
در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
اس پگڑی کے اندر دفن تھے

روی سوئِ مدرسہ کردہ صبوح
اس نے صبح صبح مدرسہ کا رخ کیا
تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اس شان وشوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مَردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتارنے والا شخص
منتظر اِستادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لیے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اس کے سر سے پگڑی لے اڑا
پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنا لے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر
فقیہ نے اس کو آواز دی اے بیٹا!
باز کن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول، پھر لے جا

ایں چنیں کہ چار پرّہ[2] می پری
تو جو اس طرح چار پروں سے اڑ رہا ہے
باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
اس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کن آں را بدستِ خود بمال
اس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول
آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کر دیا

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا
صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بَریخت
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نا بایستِ[3] او
اس کی اس موٹی نابکار پگڑی سے
ماند یک گز کہنہ در دستِ او
ایک گز پرانا (کپڑا) اس کے ہاتھ میں آ گیا

بر زمین زد خرقہ را کاے بے عیار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!
زیں دغل مارا بَر آوردی زکار
اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟
کہ فگندی مَر مَرا در قیدِ صید
کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسا دیا

شرم ناید مر ترا زیں ژندہا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی
از دغل بفگندیم اے پُر دغا
فریب سے تو نے مجھے پھنسا دیا اے دغا باز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا
اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے
از نصیحت باز گفتم ماجرا
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

---

[1] دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لیے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔

[2] چار پرہ۔ چار پروں سے اڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال۔ یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخش دی۔

[3] نابایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ برزمیں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیہ پر ناراض ہوا۔ زکار۔ یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ افگندی مرا۔ از نصیحت۔ یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔

Marfat.com

نصیحتِ[1] دنیا مر اہل دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وا نمودن بوفا جویندگاں

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے
عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت
بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد
اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں
آں دغل کون و نصیحت داں فساد
بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون می گوید بیا من خوش پیم
بناؤ کہتا ہے آ جا میں مبارک قدم ہوں
واں فسادش گفت رو من لاشیَم
اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں[2]
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!
بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب
تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا
مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب
غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق
تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا
حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے[3] از حسن شد مولائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا
بعد پیری شد خَرِف رُسوائے خلق
بڑھاپے کے بعد بڑھا، بےعقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں تناں کردت شکار
اگر چاندی جیسے بدنوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے
بعد پیری بیں/ تنے چوں پنبہ زار
بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اٹھ
فضلۂ آں را ببیں در آبریز
پاخانہ میں ان کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟
آں فریب و حسن و مرغوبیت کو
وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

---

[1] نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے۔ لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالم کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔ کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔

[2] لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے۔ اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے، غروب کے وقت اس کے چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔ چار طاق۔ چوگوشہ خیمہ، مراد فی یہاں آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔

[3] کودکے۔ وہ لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڑھا بےعقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آ جاتے ہیں۔ اے بدیدہ۔ وہ روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بن کر بیت الخلا پہنچتی ہیں تو نا قابل دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔

Marfat.com

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟
بر سبد[1] کو جلوہ و لغزی و لوت
چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید اُو آں دانہ بُد من دامِ آں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں
چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس اَنامل رشکِ اُستاداں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کے لیے باعث رشک ہوئی ہیں
در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس
آخر اعمش بین و آب از وے چکاں
بالآخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے
آخر او مغلوبِ موشے می شود
آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دوربینِ محترف
پیشہ ور کی دوربین تیز طبیعت کو
چوں خر پیرش بیبں آخر خرف[2]
بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بَر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگریالے بال
آخرِ او دُمِ زشت پیر خر
انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دم ہیں

خوش ببیں کونش ز اول با کشاد
اس کے بناؤ کو شروع میں پُر لطف حسین دیکھ لے
و آخر آں رُسوائیش بین و فساد
اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

زانکہ او بنمود پیدا دامِ را
کیونکہ جس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا
پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو[3] دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا
ورنہ عقلِ من ز دامش می شکیفت
ورنہ میری عقل اس کے جال سے آرام پاتی

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ
خبردار! سونے کی گردن بند اور پر تلوں کو دیکھ
غل و زنجیرے شدست و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے
اول و آخر در آرش در نظر
اس کے اول اور آخر کو نظر میں لے آ

---

[1] سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضا زبان حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لیے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔ نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔

[2] خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کا بناؤ انسان کے لیے جال ہے۔ خام۔ یعنی ناتجربکار۔

[3] پس مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔ ہم چنیں۔ تمام اجزاءِ عالم کا یہی حال ہے ان کی ابتدا بناؤ ہے اور انجام بگاڑ ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] آخر بیں تر او مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے، وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر او مطرود تر
جو چر کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئے ہر یک چوں مہِ فاخر ببیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اول دیدہ شد آخر ببیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی ہمچو ابلیسِ اَعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اس نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو دیکھا ان کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اس جہان کو دیکھا ان کو اس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ مرداں بر زناں اے بو شجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہر قوت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست[2]
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اس لیے ہے کہ مرد انجام میں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

او ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لیے مستعد ہوتا ہے

آں یکے[3] بانگش نشورِ اتقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے

واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لیے فریب ہے

بانگ خار و بانگِ اشگوفہ شنو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن

بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
اس کے بعد اس کے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں

گل بریزد من بمانم شاخِ خار
پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

---

[1] ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چر جس میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئی۔ ابتدا پُررونق ہوتی ہے۔ تانباشی۔ یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا ایک جز و دیکھا اور دوسرے جز و پر نظر نہ کی۔ جسم کو دیکھا، روح کو نہ دیکھا۔ فضل مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی کو افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔

[2] حالی پرست۔ یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

[3] آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

Marfat.com

بانگِ[1] اشگوفش کہ اینک گلفروش — بانگِ خارِ او کہ سوی ما مکوش

اس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گل فروش ہے — اس کے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنے کی) کوشش نہ کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دِگر — کہ محبّ از ضدِ محبوب ست کر

تو نے اس کو قبول کر لیا، دوسری سے رہ گیا — کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم — بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم

ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے — دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری ام ہست ہچوں مکر و کیں — نقشِ آخر ز آئینۂ اوّل بہ بیں

میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے — آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی — آں دگررا ضدو نا درخور شدی

جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا — دوسری کا مخالف اور نا قابل بن گیا

اے خنک[2] آں کوز اوّل آں شنید — کش عقول و مسمعِ مرداں شنید

مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی — جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جارا او گرفت — غیر آنش کژ نماید یا شگفت

اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا — اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئے گی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید — آں خبث را آب نتواند برید

وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا — اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں[3] ہر چیز چیزے می کشد — کفر کافر را و مرشد را رشد

دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے — کفر کافر کو، ہدایت یافتہ کو ہدایت

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بشست

کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس، جال میں آ جائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی — ور کہی بر کہربا بر می تنی

اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیارِ یار — لا جرم شد پہلوی فجار جار

جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لا محالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

---

[1] بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے، دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے۔ آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدی۔ کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادرخور۔ نالائق، نا قابل۔

[2] اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کرے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب کو جذب کرے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔

[3] در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بروں کی طرف کشش ہوگی۔

Marfat.com

آں یکے را صحبتِ خار[1] اختیار — لا جرم شد پہلوی ہر خانہ خوار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لا محالہ ہر کانٹے کے سلسلے میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام قبطی کے نزدیک بُرے تھے — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ — جانِ موسیٰ جاذبِ سبطی شدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر او را کوش سازیدست امام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں[2] کہ ہر گرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف[3] را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیۡتُ عِنۡدَ رَبِّیۡ یُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِیۡ وَ قَوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَلۡجُوۡعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحۡیِیۡ بِہٖ اَبۡدَانَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ اَیۡ فِی الۡجُوۡعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

عدلِ قسام ست و قسمت کرد نیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اس کی تقسیم ہے — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

---

[1] خار۔ یعنی برائی۔ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کشش نہیں ہے اور وہ اس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل کی کشش ہامان۔ یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اس کو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے ان کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر ان کی کشش کا تمہیں پتا نہ چلے تو ان کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی برائی کا فیصلہ کرلو۔

[2] زاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے، گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔

[3] عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فرد اعلیٰ ہے اس کو غذا اللہ کی جانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے غذا حاصل ہوتی ہے۔ عدل۔ شعر قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔

Marfat.com

جبر بودے کے پشیمانی[1] ببدے ظلم بودے کے نگہبانی ببدے
جبر ہوتا تو، شرمندگی کب ہوتی؟ ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روزِ آخر شد سبق فردا بود رازِ ما را روز کے گنجا بود
شام ہو گئی، سبق کل ہو گا ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و دراياب در نگر وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب با مغروران دنیا و گرفتاران نفس

دنیا سے دھوکا کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ والقے[2] بردم و بر چاپلوسِ فاسقے
اے مضبوط بھروسہ کیے ہوئے ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبہ بر ساختستی از حباب آخر آں خیمہ است بس واہی طناب
تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں راہ نتوانند دیدن رہرواں
مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ دنیا[3] چو دنیا بے وفاست گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے اگرچہ وہ تیری طرف رخ کرے وہ چہرہ گدی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِ بر تا ابد در عہد و پیماں مستمر
اس جہان والے، اس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند معجزات از ہمدگر کے پستدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں
اُس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

1. پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان برا کام کرتا ہے تو اس کو شرمندگی ہوتی ہے۔ اگر جبر ہوتو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیے۔ نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اس مضمون کو ختم کر دینا چاہیے۔ بہت وقت گذر گیا اور مضمون نا تمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربار خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدنظر رکھو۔ خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے ان کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔
2. اعتمادِ والقے۔ مضبوط بھروسا۔ فاسقے۔ یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زرق۔ مکاری۔ یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔
3. زادۂ دنیا۔ یعنی دنیادار۔ رُو۔ اس کا رخ بھی گدی کی طرح ہے۔ بِر۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت کی نعمتیں ناقابل زوال ہیں اور اس کی خوشی کبھی غم سے تبدیل نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

نفس[1] بے عہدست زاں رُو کشتنی ست
نفس بے وفا ہے، اس لیے گردن زنی ہے

او دَنی و قبلہ گاہ او دَنی ست
وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن
نفسوں کے لیے یہ انجمن مناسب ہے

مُردہ را در خور بود گور و کفن
گور و کفن مردے کے لیے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے

قبلہ اش دنیاست او را مُردہ داں
اس کا قبلہ دنیا ہے اس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید
اللہ کے الہام کا پانی اس مردے کو پہنچا

شد ز خاکِ مردہٗ زندہ پدید
مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا نیاید[2] وحی زو غرہ مباش
جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اس سے دھوکا نہ کھا

تو بداں گلگونہ طالَ بقاش
"اس کی عمر دراز ہو" کے غازے سے

بانگ و صیتے جو کہ آں خامل نشد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو

تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشد
اس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنرہائے[3] دقیق و قال و قیل
نازک ہنر اور قیل و قال

قومِ فرعون اند اجل چوں آبِ نیل
فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرنب و سحرِ شاں
ان کی رونق اور شان و شوکت اور جادو

گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحرہائے ساحراں داں جملہ را
سب کو جادوگروں کے لیے جادو سمجھ

مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بنا

جادویہا را ہمہ یک لقمہ کرد
(اس نے ان) سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا

یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد
ایک دنیا رات سے بھری تھی جس کو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش
اس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا

بل ہماں سان ست کو بودہ است پیش
بلکہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

---

[1] نفس۔ دنیادار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیادار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیادار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکا میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑالو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لیے غروب ہونا نہیں ہے اور وہ اہل حق کے پاس ہے۔

[3] آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور ان کے لیے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت ان کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔ جادویہا۔ اسی طرح موت ان تمام ہنرمندیوں کو نگل جائے گی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور وہ نورِ خداوندی اس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔ خدا کے اس نورِ مطلق میں اس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

در اثر افزوں شدہ در ذات نے | ذات را افزونی و آفات نے
اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں | ذات کے لیے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد | آنچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا | جو کچھ پہلے تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیک[1] افزوں شد اثر ز ایجادِ خلق | درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشاں میں اضافہ ہوا | ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ او | تا پدید آید صفات و کارِ او
نشان کی زیادتی اس (ذات) کا اظہار ہوئی | تاکہ اس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست[2] افزونیِ ہر ذاتے دلیل | کو بود حادث بعلّتہا علیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے | کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق | لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
اے دوست! اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا | لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

تفسیر آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

"پس موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنے ست | چہ کنم کایں خلق را تمییز نیست
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے کہا جادو بھی حیران کن ہے | میں کیا کروں ان میں تمیز نہیں ہے

گفت حق[3] تمییز را پیدا کنم | عقلِ بے تمییز را بینا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دوں گا | بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم | عقل را در دیدنش فاخر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کروں گا | عقل کو ان کے دیکھنے میں قابل فخر بنا دوں گا

دیدہ بخشم عقلِ بے تمییز را | کور سازم جاہلِ ناچیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دوں گا | ناچیز، جاہل کو اندھا بنا دوں گا

---

[1] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ "میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔" ایں دو۔ ذات اور نشانوں کے اضافہ میں فرق ہے۔

[2] ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ یہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دے دے گا۔ تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔

[3] گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرما دی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزہات۔ عصا اور ید بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔ دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دوں گا اشقیا ایمان سے محروم رہیں گے۔

گرچہ[1] چوں دریا برآوردند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں

بود اندر عہدِ خود سحر افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعث فخر تھا

ہر کسے را دعویٔ حسن و نمک
ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے

سحر رفت و معجز موسیٰؑ گذشت
جادو چلا گیا اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بھی گذر گیا

بانگ طشتِ سحر جز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شداست از مرد و زن
جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے

وقتِ لافستت محک چوں غائب است
تیرے لیے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے

ہر دمت عزّے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا

قلب[3] می گوید ز نخوت ہر دم
کھوٹا، تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست!

مرگِ تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت راز والوں کا تحفہ ہے

قلب اگر در خویش آخر بیں بدے
کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا

موسیا تو غالب آئی لا تخف
اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

سنگ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

ہر دو را ازبام بود افتاد طشت[2]
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آ جا، اب شیخی بگھار

می برندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

چوں محک آمد چرا گشتی کبود
جب کسوٹی آ گئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

اے زرِ خالص من از تو کے کم
اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آ رہی ہے تیار ہو جا

زرِّ خالص را چہ نقصان ست گاز
خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

آں سیہ کآخر شد او اوّل شدے
جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

---

[1] گرچہ۔ ان ساحروں کا جوش و خروش سب کافور ہو جائے گا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ باعث فخر تھی لیکن عصا کے معجزے کے بعد وہ حقیر اور ذلیل ہو گئی۔ ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعث فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو ان کے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بود وجود۔

[2] طشت۔ طشت از بام افتادن، مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادوگری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔ ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں ان ہنر مندوں کا ہوا۔

[3] قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ مرگ تن۔ انبیا اور اولیا کی موت ان کے لیے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی، سنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتا۔

چوں شدے[1] اوّل سیہ اندر لقا — دور بودے از نفاق و از شقا
اگر شروع میں سیاہ رو ہو جاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بدے — عقلِ او بر زُرق او غالب بدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوئی

چوں شکستہ دل شدے از حال خویش — جا بر اِشکستگاں دیدے بہ پیش
جب اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اِشکستہ شد — از شکستہ بند در دم بستہ شد
اس کے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضل مِسہا را سوئے اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب روانہ کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے زر اندودہ مکن دعویٰ ببیں — کہ نماند مشتریت اعمیٰ چنیں
اے ملمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشم شاں بینا کند — چشم بندیٔ[2] ترا رُسوا کند
قیامت کا نور ان کی آنکھوں کو بینا کر دے گا — تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رَشکِ دیدہ اند
ان کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدنظر رکھا ہے — وہ جانوں کے لیے (باعث) حسرت اور آنکھوں کے لیے (باعث) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — سِرِّ فاسد ز اصلِ سِرّ ببریدہ اند
ان کو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیشِ[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
موجود کو دیکھنے والے کے لیے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں — داد بربادِ ہلاکت اے جواں
صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کن اے عزیز — تا ز صدقِ او شوی صاحب تمیز
اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بن جائے

---

1. چوں شدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کر کے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا۔ چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمت خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر۔ یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔ اے زر اندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیں گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔
2. چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو ان لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لیے باعث رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ انھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔
3. پیش حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے۔ صبح کاذب۔ قافلہ اگر صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبح صادق۔ سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

نیست[1] نقدے کش غلط انداز نیست — وائے آں جاں کش محک و گاز نیست

کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کے لیے غلطی میں مبتلا کرنے والا (سکہ) نہ ہو — اس جان پر مصیبت ہے جس کے پاس کسوٹی اور گاہنی نہیں ہے

باز رو سوئے غلام و کنجکش — کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش

غلام اور اس کے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردنِ مدعی را از دعویٰ و امر کردنِ او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیا اور اولیا کی پیروی کا حکم دینا

بو مسیلم گفت من خود احمدم — دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم

مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں — میں نے احمد ﷺ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بو مسیلم را بگو کم کن بطر — غرۂ اول مشو آخر نگر

مسیلمہ (کذاب) سے کہہ دے کہ اکڑ نہیں! — ابتدا سے دھوکا نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع[2] — پس روی کن تاروی در پیشِ شمع

(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر — اتباع کر تا کہ تو شمع کے آگے چلے

شمع مقصد را نماید ہمچو ماہ — کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ

شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے — کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ — دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ

خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے — باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آ جاتی ہے

گرچہ[3] ایں زاغان دغل افروختند — بانگ بازانِ سفید آموختند

اگرچہ ان کوؤں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہے — سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا — رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا

کونج اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے — ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے؟

بانگ پر رستہ ز پر بستہ بداں — تاجِ شاہاں رازِ تاجِ ہدہداں

کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان لے — شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (ممتاز کر لے)

---

[1] نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جس میں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اس کی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کے لیے تنبیہ کہ وہ انبیا اور اولیا کی پیروی کریں۔ بو مسیلم یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اول۔ یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اس شمع کو پیشرو بنا لے۔

[2] حرصِ جمع۔ یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔ شمع۔ وہ سچا آدمی راہنمائی کرے گا اور تجھے بتائے گا کہ اس طرف تباہی ہے اور اس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی۔ بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔

[3] گرچہ۔ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اس کے پاس وہ راز سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا۔ ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اس لیے اس کو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔ بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانے والے میں امتیاز کرنا چاہیے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔

حرفِ دُرویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

بستہ اند ایں بے حیایاں[1] بر زباں
ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لیے ہیں

ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود
پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی

زانکہ جندل را گماں بُردند عود
اس لیے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انہوں نے "اگر" سمجھا

بودشاں تمیز کاں مظہر کند
ان میں (قوتِ) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

لیک حرص و آز کور و کر کند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھا پن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

چار میخ[2] شہ ز رحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دور نہیں ہے

چار میخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

بد گلوئی چشمِ آخر بینت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

با دو دیدہ اوّل و آخر بہیں
دونوں آنکھوں سے اول اور آخر کو دیکھ لے

ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں دو چشمِ[3] گاو در جرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ ان میں شرافت نہیں ہے

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او
اس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اس کی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

---

[1] بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جن کے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاک۔ پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انہوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے ان کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن ان کی حرص اور طمع نے ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اس کی معذوری نا قابل معافی ہے۔

[2] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کو معافی نہیں ہوتی ہے۔ بد گلوئی۔ یعنی خلق کی بری عادتیں۔ با دو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لیے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[3] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے۔ نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی جائیں تو اس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اس کو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اس کی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اس کی دو آنکھیں پھوڑنے سے گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

Marfat.com

وَر کنی[1] یک چشم آدم زادہٗ	نصف قیمت لازم ست از جادۂ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے	مذہب کی رو سے آدھی قیمت لازم ہے
زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود	بے دو چشم یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود	یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے
چشمِ خر چوں اوّلش بے آخرست	گر دو چشمش ہست حکمش اعورست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے	اگرچہ اس کی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے
ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف	می نویسد رقعہ در طمعِ رَغیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل	روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصۂ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی[2]	کاے بخیل از مطبخ شاہِ سخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغۂ مطبخ کے پاس گیا	کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!
دُور ازو وَز ہمّتِ اُو کایں قدر	از جری اَم آیدش اندر نظر
اس کی اور اس کی شان سے دور ہے کہ اس قدر	میری روزی پر اس کو دھیان ہو
گفت بہر مصلحت فرمودہ است	نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
اس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہے	نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے
گفت دہلیزیست و اللہ ایں سخن	پیشِ شہ خاک ست ہم زرِّ کہن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے	بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے
مطبخی دہ گونہ[3] حجت بر فراشت	او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں	اس نے اس حرص کی وجہ سے جو اس میں تھی سب کو رد کر دیا
چوں جری کم آمدش در وقتِ چاشت	زد بسے تشنیع و او سودے نداشت
ناشتہ کے وقت جب اس کو کم خوراک ملی	اس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا
گفت قاصد می کنید ایں ہا شما	گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو	اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں
ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر	بر کماں کم زن کہ از بازو ست تیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ	کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

[1] ور کنی۔ انسان دو آنکھوں سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اس کو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ۔ یعنی راہ شریعت۔ چشم خر۔ گدھا چونکہ انجام بین نہیں ہے لہٰذا اس کی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔

[2] مطبخی۔ داروغۂ مطبخ۔ کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اس کو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے۔ زر کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہو جاتا ہے۔

[3] دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔ قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ برکماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔

Marfat.com

ما رَمَیتَ[1] اِذْ رَمَیتَ ابتلاست — بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست

"جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے — نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سَر تیرہ است اے خیرہ چشم — پیشتر بنگر یکے بکشای چشم

اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے — آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شد ز خشم و غم درونِ بقعہ — سوی شہ بنوشت خشمیں رُقعہ

غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا — غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رقعہ ثنای شاہ گفت — گوہر جود و سخائے شاہ سفت

اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی — بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو — در قضائے حاجتِ حاجات جو

اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے — ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنے والا ہے

زانکہ[2] ابر انچہ دہد گریاں دہد — کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد

اس لیے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے — تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

ظاہرِ رُقعہ اگرچہ مدح بود — بوی خشم از مدح اثرہا می نمود

اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نورست و زشت — کہ تو دوری دور از نورِ سرشت

اس لیے تیرے کام بے رونق اور بھدے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود — ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود

کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا بر آرد زو کساد — زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد

دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[3] نگردد از مدیحی سینہا — چونکہ در مداح باشد کینہا

سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو

اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

---

1. ما رَمَیتَ۔ جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہو گئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کر دی اس لیے کہ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قرب فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت ومجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ سَر۔ یعنی چشمہ۔ شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُرعتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔
2. زانکہ۔ ابر بادل ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔ بوی خشم۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن ان میں سے غصہ کی بو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسن نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔
3. خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

بر زباں الحمد و اکراہِ دروں | از زباں تلبیس[1] باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت | زبان کا فریب ہو گا، یا مکر
وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم | من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں | ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایتِ آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس شکر ممدوح می کرد و بوئے اندوہ و غم اندرونِ او از خلاقت دلقِ او ظاہر می نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

اس تعریف کرنے والے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس کے باطنی رنج و غم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق[2] | باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا | دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا
گفت آرے بُد فراق اِلا سفر | بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر | میرے لیے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا
کہ خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا | کہ قرینش باد صد مدح و ثنا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کیے | خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اس کی ساتھی بنیں
شکرہا و حمدہا بر می شمرد | تا کہ شکر از حد و اندازہ ببرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا | حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا
پس بگفتندش[3] کہ احوالِ نژند | بر دروغِ تو گواہی می دہند
تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے خراب احوال | تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں
تن برہنہ سر برہنہ سوختہ | شکر را دزدیدہ یا آموختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا | تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے
کو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو | بر سر و برپائی بے توقیرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟ | تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

---

[1] تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔ برزباں تسبیح ودردل گاؤخر۔ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر۔ گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے" حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنے والے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے، دل شکرگزاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔

[2] عراق۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوش کن۔ کہ قرینش۔ خلیفہ کے لیے دعا ہے۔ شکرہا۔ اس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔

[3] گفتندش۔ لوگوں نے اس سے کہا تیری خراب حالت اس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ۔ یعنی دھوپ سے۔ میر۔ یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

گر زبانت[1] مدحِ آں شہ می تند
اگر تیری زبان اس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے
ہفت اندامت شکایت میکند
تیرے ساتوں اعضا شکایت کر رہے ہیں

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جود
اس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں
مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لیے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم انچہ داد
اس نے کہا جو کچھ اس نے دیا میں نے خیرات کر دیا
میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جملہ عطاہا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لیے
بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی
در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس[2] بگفتندش مبارک مال رفت
تو انہوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا
چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں
کے بود اندہ نشانِ استبشار
غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟
گر درست است آنچہ گفتی ما مضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

خود گرفتم مال گم شد میل کو
میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟
سیل اگر بگذشت جایِ سیل کو
سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشمِ[3] تو گر بد سیاہ و جاں فزا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی
گر نماند او جانفزا ازرق چرا
اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش
اے ترش رو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟
بویِ لافِ کژ ہمی آید خمش
بیہودہ شیخی کی بو آ رہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں
صد علامت ہست نیکوکار را
نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

---

[1] گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمرِ دراز۔ فقرا عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

[2] پس۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمرِ دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیے۔ میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنے کا رجحان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے۔

[3] چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھ سرگیں اور بہت حسین تھی تو اس کی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہ ہونی چاہیے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاک بازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مال در ایثار اگر گردد تلف — در دروں صد زندگی آید خلف[1]
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے — (بدلہ میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آ جاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی — تخمہائے پاک وانگہ دخل نی
اللہ (تعالیٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا — بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد — صحنِ ارض اللہ واسع کے بود
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں — (تو) اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہو؟

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارفست — لا مکاں ست و ندارد فوق و پست
اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے — جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نہ روید خوشہ از روضاتِ ہو[2] — پس چہ واسع باشد ارضُ اللہ بگو
اگر اللہ (تعالیٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو — تو بتا اللہ (تعالیٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست — چوں بود ارض اللہ آں مستوسعے ست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے — تو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا، وہ بہت وسیع ہے

ریعِ[2] آں را نے حدو نے عد بود — کمتریں دانہ دہد ہفصد بود
اس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے — معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں — نے بروںت ہست اثرنے اندروں
تو نے تعریف کی، تعریف کرنے والوں کی علامت کہاں ہے؟ — نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف[3] مر خدا را راست است — کہ گواہِ حمدِ او شد پا و دست
عارف کی حمد، اللہ (تعالیٰ) کے لیے درست ہے — کیونکہ ہاتھ پاؤں اس کی تعریف کے گواہ بن گئے ہیں

از چہ تاریک جسمش بر کشید — وز تگِ زندانِ دنیا اش خرید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اس کو نجات دے دی

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف — آیتِ حماست او را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

---

[1] خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہوں گے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔ گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔

[2] ہو۔ اللہ تعالیٰ۔ چونکہ۔ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہوں گے۔ ریع۔ پیداوار، قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ "جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی خیرات کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے۔"

[3] حمدِ عارف۔ عارف باللہ جب اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اس کے اعضا اس کی گواہی دیتے ہیں۔ از چہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضا پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عین جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

Marfat.com

بر سریرِ[1] سرِّ عالی ہمتش — مجلس و جاہ و مقام و رُتبتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں دررو — جملہ سر سبز ند و شاد و تازہ رُو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار — صد نشانے دارد و صد گیر و دار
رونق کی وجہ سے ان کی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشاں اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گلستان و نگارستاں گواہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگار خانہ گواہ ہے

شاہدِ[2] شاہد ہزاراں ہر طرف — در گواہی ہمچو گوہر در صدف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بوی سیرِ بد بیاید از دمت — وز سر و رو تابد اے لافی غمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے — اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بو شناسانند حاذق در مصاف — تو بجلدی ہائے و ہوکم کن گزاف
میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بوی پیاز — از دمِ تو می کند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر[3] خوردم ہمی گوئی و بوی — می زند از سیر کہ یاوہ مگوی
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو — لہسن کی چھلکی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندہ خانہ کلاں — خانہ دل را نہاں ہمسایگاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

از شکافِ روزن و دیوارہا — مطلع گردند بر اسرارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ ندانند ہیچ وَہم — صاحبِ خانہ ندارد ہیچ سہم
اس شگاف سے جس کو کوئی وہم (بھی) نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

---

[1] بر سریر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ "جو لوگ پرہیز گار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت کی) جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔" حمد گلشن۔ باغ کی حمد اس کی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[2] شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بوی سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف۔ جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیے۔ مکشوف۔ کھلا ہوا۔

[3] گلشکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

از نبی[1] بر خواں کہ دیو و قومِ او　می برند از حالِ اِنسے خفیہ بو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اس کی ذرّیت　انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رہے کہ اِنس ازاں آگاہ نیست　زانکہ زیں محسوس و زیں اَشباہ نیست
اس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے　کیونکہ ان محسوسات اور ان صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے متن　با محک اے قلبِ دُوں لافِ مَزَن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر　اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک[2] را رہ بود در نقد و قلب　کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب
کسوٹی کے لیے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے　کیونکہ خدا نے اس کو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہای خویش　واقف اند از سِرِّ ما و فکر و کیش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود　ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُزدیدہ دَروں　ما ز دُزدیہای ایشاں سرنگوں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں　ہم ان کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد　رنج می بیند ازاں جان و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے　اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد　رنج می بیند ازاں جان و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے　اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کنند　صاحبِ نقب و شگافِ روزنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں　وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس چرا[3] جانہائے روشن در جہاں　بے خبر باشند از حالِ نہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں　پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تر از دیواں شدند　رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں　وہ روحیں جنہوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سوی گردوں رَوَد　از شہابِ محرق او مطعوں شود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب آتا ہے　جلانے والے شہاب سے اس پر نیزہ لگتا ہے

---

[1] از نبی۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ "بے شک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔" رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے۔ اشباہ۔ امثال۔ دوں۔ کمینہ۔

[2] مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں۔ چوں شیاطین۔ اولیا کے کشف کی دلیل ہے، یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے۔ کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

[3] پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیا کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیا کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانے والا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

Marfat.com

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے
کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں
جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں زِ رشکِ روحہای دل پسند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے
از فلک شاں سرنگوں می افگنند
ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شلی و لنگی کور و کر
اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے
ایں گماں بر روحہای مہ مبر
تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن
شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو
کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن
کیونکہ جسم کے ادھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل و دین را در سیمائے مرید و بیگانہ از لحنِ گفتارِ او و رنگِ چشمِ او و بے اینہمہ نیز از راہِ دل کہ اِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اس کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل کے جاسوس ہیں ان کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشوراند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں
بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تراند
تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تاز قارورہ ہمی بینند حال
حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں
کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال
کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم زِ رنگ و ہم زِ دم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی
بو برند از تو بہر گونہ سقم
تیری ہر قسم کی بیماری کا پتا لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہان
تو دنیا میں خدائی طبیب
چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں
منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جان جائیں گے؟

ہم زِ نبضت ہم زِ چشمت ہم زِ رنگ
(وہ) تیری نبض سے بھی، تیری آنکھوں سے بھی، رنگ سے بھی
صد سقم بینند در تو بیدرنگ
بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نوآموزند خود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں
کہ بدیں آیاتِ شاں حاجت بود
کیونکہ ان کو ان علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیا کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن۔ جبکہ بدنی اطبا علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ ان کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطباء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم زنبض۔ اطبا نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم زنبضت۔ یہ بدنی اطبا نو آموز ہیں اس لیے ان کو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبا دور سے ہی نام سن کر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملان از دور نامت بشنوند ۔۔۔ تا بقعرِ تار و پودت در روند
کامل لوگ دور سے تیرا نام سنتے ہیں ۔۔۔ تیرے تانے، بانے کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا ۔۔۔ دیدہ باشندت ترا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے ۔۔۔ تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانندیک یک مو بمو ۔۔۔ زانکہ پُر بودند از اسرارِ ہو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ از زادنِ ابو الحسن[2] خرقانیؒ پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ او یک بیک و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ او

(حضرت) بایزید قدس سرہ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور ان کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دے دینا اور ان کی تصدیق کے لیے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزید ۔۔۔ کو ز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سنا ہے ۔۔۔ کہ انہوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت ۔۔۔ با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے ۔۔۔ جنگل اور بیابان کی طرف مریدوں کے ساتھ

بوئے خوش آمد مر او را ناگہاں ۔۔۔ در سوادِ[3] رَے ز سوئے خارقاں
اچانک ان کو ایک خوشبو آئی ۔۔۔ رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مشتاق کرد ۔۔۔ بوی را از بادِ استنشاق کرد
اسی جگہ انہوں نے مشتاقانہ نالہ کیا ۔۔۔ ہوا سے خوشبو کو سونگھا

بوئے خوش را عاشقانہ می کشید ۔۔۔ جانِ او از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے ۔۔۔ ان کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزۂ کو از یخ آبہ پُر بود ۔۔۔ چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو ۔۔۔ جب بوندیں اس کے باہر نظر آتی ہیں

---

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ ہو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزید نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی پیدائش سے قبل ہی ان کے احوال معلوم کر لیے تھے اور لوگوں کو بتا دیے تھے۔ بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لیے ان کے سلسلہ کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزید کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں میں۔ بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۳۴ھ میں وفات پائی۔

[2] ابوالحسن خرقانی۔ سلطان محمود غزنوی کے دور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اویسیت کے طور پر ان کو بایزید سے نسبت ہے۔ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ۴۲۴ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطراف شہر۔ رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بن جاتا ہے لہٰذا ان کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔

Marfat.com

آں[1] ز سردی باد آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی۔ باہر نہیں آئی ہے

بادِ بو آور مر اُو را آب گشت — آب ہم او را شرابِ ناب گشت
خوشبو لانے والی ہوا ان کے لیے پانی بن گئی — پانی ان کے لیے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شد پدید — یک مرید او را ازاں دم بر رسید
جب ان میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے — ان کا ایک مرید اسی وقت پہنچا

پس پرسیدش کہ ایں احوالِ خوش — کہ برونست از حسابِ پنج و شش[2]
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال — جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سپید — می شود، رُویت چہ حالست و نوید
کبھی سرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید — آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بوی و بظاہر نیست گل — بیشک از غیب ست و از گلزارِ کل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے — بے شک وہ غیب سے اور (ذاتِ) کل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ — ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجت مند کی جان کا مقصود ہیں — آپ کے لیے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے یعقوبؑ وار از یوسفے — می رسد اندر مشام توشفے
(حضرت) یعقوب علیہ السلام کی طرح ہر وقت ایک یوسف ہے — آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ[3] بر ریز بر ما زاں سبو — شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
اس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے — اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خو نداریم اے جمالِ مہتری — کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
اے بزرگی کے حسن! ہماری عادت نہیں ہے — کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمایٔ چست چست خیز — زاں چہ خوردی جرعۂ بر ما بریز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک، اور سبک پرواز! — جو آپ نے پیا ہے (اس کا) ایک گھونٹ ہمیں دے دیجئے

میرِ مجلس نیست در دوراں دِگر — جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدر محفل نہیں ہے — اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمایئے

---

1. آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں وہ اندر کا پانی نہیں ہے بلکہ سردی سے ہوا پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ باد۔ حضرت بایزید کے لیے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اس مرید نے حضرت بایزید سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں، بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواس خمسہ۔
2. شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورت مند۔ ہر دمے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دور سے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔
3. قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔ میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفاں۔ یعنی مجلس کے شریک۔

Marfat.com

کے تواں[1] نوشید ایں مے زیرِ دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟
مے یقیں مر مرد را رسواگر است
شراب یقیناً انسان کو رسوا کرنے والی ہے

بوی را پوشیدہ و مکنوں کند
اپنی بو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے
چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

خود نہ آں بویست ایں کاندر جہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں
صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
لاکھوں پردے اس کو چھپا سکیں

پُر شد از تیزیِ او صحراء و دشت
اس کی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں
دشت چہ کز نہ فلک ہم در گزشت
جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خم[2] را بہ کہگل در مگیر
اس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے
کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر
یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لطف کن اے رازدارِ راز گو
اے راز کو جاننے والے، راز کو بتانے والے، مہربانی کیجئے
آنچہ بازت صید کردش باز گو
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت بوی بوالعجب آمد بمن
(انہوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے
ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
جیسے کہ نبی ﷺ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا
کہ محمد ﷺ نے فرمایا، صبا کے ذریعہ
از یمن می آیدم بوی خدا
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آ رہی ہے

بوی رامیں[3] می رسد از جانِ ویس
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آ رہی ہے
بوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؓ
اویسؓ میں سے بھی خدا کی خوشبو آ رہی ہے

از اویسؓ و از قرن بوی عجب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے
آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
نبی ﷺ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی گشتہ بود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے "فانی" ہو گئے تھے
آں زمینے آسمانے گشتہ بود
وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر
ہڑ شکر میں مربی بنائی ہوئی
چاشنی تلخیش نبود دگر
اس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

---

[1] کے تواں۔ حضرت بایزیدؒ سے ان کے مرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔ خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پُر شد۔ اس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی، اس کی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔

[2] ایں سرِ خم۔ شراب معرفت کے مٹکے کے منہ کو مٹی سے بند نہیں کیا جا سکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔ گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمدؐ گفت۔ حدیث شریف ہے اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔

[3] رامیں۔ رامین مشہور عاشق اور ویس اس کی معشوقہ تھی اس کے بعد ویس پر عشق کا غلبہ اس قدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بن گئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپ کو فنا کر لیتا ہے تو اس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح حضرت اویس قرنیؓ میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن۔ حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔ فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بن جاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربہ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

آں ہلیلہ رَستہ از ما و منے[1] ‏ نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے ‏ صورتِ ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلی در گذشت ‏ ایں منی و مائی خود در نوشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گزر گیا ‏ اس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ‏ تاچہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ ‏ (بتا) اس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا؟

جوابِ سلطان بایزید قدس سرہ در معنی قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ

شاہ بایزید قدس سرہ کا جواب آنحضور ﷺ کے قول سے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سو بوئِ یارے می رسد ‏ کاندریں دِہ شہریارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے ‏ کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں[2] سال می زاید شہے ‏ می زند بر آسمانہا خر گہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہو گا ‏ جو آسمانوں پر خیمہ زن ہو گا

رُویش از گلزارِ حق گلگوں بود ‏ از من او اندر مقام افزوں بود
اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہو گا ‏ وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا

چیست نامش گفت نامش بو الحسن ‏ حلیہ اش واگفت ز ابرو تا ذقن
اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام بو الحسن ہے ‏ ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

خدِّ[3] او و رنگِ او و شکلِ او ‏ یک بیک وا گفت از گیسو و رُو
ان کا رخسار اور رنگ اور شکل ‏ ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتایا

حلیہائے رُوحِ او را ہم نمود ‏ از صفات و از طریق و جا و بود
انہوں نے روح کے حالات بھی بتا دیے ‏ صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است ‏ دل براں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے ‏ اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حلیۂ روحِ طبیعی ہم فناست ‏ حلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے ‏ اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

---

[1] ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اس کی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ وحیِ غیب۔ یعنی بایزید کو جو غیبی الہام ہوا تھا۔ دِہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔

[2] بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہو گا جس کا مرتبہ بہت بلند ہو گا۔ از من۔ حضرت بایزید نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا۔ گفت۔ بایزید نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔

[3] خد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔ حلیہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیے۔ روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیے۔

Marfat.com

جسمِ او[1] ہمچوں چراغے بر زمیں — نورِ او بالائے سقفِ ہفتمیں
اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق — قرصِ او اندر جہانِ چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے — اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گل در زیرِ بینی بہرِ لاغ — بوئے گل بر سقف و ایوانِ دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لیے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق — عکسِ آں بر جسم افتادہ عرق
(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن[2] در مصر رہنِ یک حریص — پُر شدہ کنعاں زبوئے آں قمیص
لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں سیخ را
اس وقت انہوں نے تاریخ لکھ لی — اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست
جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اٹھے

زادنِ شیخ ابو الحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید رَوَّحَ اللہ رُوحہ بہماں تاریخ

حضرت ابو الحسن خرقانی قدس سرہ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ ان کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شد آں شاہ و نَرْدِ ملک[3] باخت — از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت
وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید
اس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خوہای او ز اِمساک و جود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود
ان کی تمام عادتیں. نہ دینے اور دینے میں — اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

---

1. جسمِ او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔ مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کی روح عدن میں کسی خوفناک نہر کو دیکھتی ہے اس سے جسم پر پسینہ آ جاتا ہے۔
2. پیرہن۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر میں تھی اور اس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ان کی پیدائش ہوئی۔
3. نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزید کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسن پیدا ہوئے تھے۔ جملہ خوہائے۔ حضرت ابوالحسن میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

Marfat.com

لوحِ محفوظ[1] ست او را پیشوا
لوحِ محفوظ ان کی پیشوا ہے
از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا
کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نہ رمل ست و نہ خواب
نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے
وحیِ حق وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوشِ عامہ در بیاں
عوام سے روپوشی کے لیے بیان میں
وحیِ دل گویند آں را صوفیاں
اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دلگیرش کہ منظر گاہِ اوست
اس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ اس (خدا) کی نظرگاہ ہے
چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اوست
غلطی کیسے ہو گی کیونکہ دل اس سے باخبر ہے

مومنا یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہ شدی
اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بن گیا ہے
از خطا و سہو ایمن آمدی
تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

رجوع بحکایت کمی اجرائے آں غلام و در بیان اجرائے دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

اس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے[2] از فقر چوں در غم شود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے
عینِ فقرش دایہ و مطعم بود
اس کے لیے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانے والا بن جاتا ہے

زانکہ جنت از مکارہ رُستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے
رحم قسمِ عاجز و اشکستہ است
رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ[3] سَرہا بشکند او از علو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے
رحمِ حق و خلق ناید سوئے او
اللہ اور مخلوق کا رحم، اس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان
از کمِ اجرای ناں شد ناتواں
روزی کے کم ہو جانے سے کمزور ہو گیا ہے

شاد آں صوفی کہ رزقش کم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے
آں شبہ دُر گردد و اویم شود
وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

---

1. لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزید کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر سنائے تھے اور اس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزید کو ان احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیا اس کو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دلگیر۔ ہم اس کو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا منظورِ نظر ہو۔ مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اس کی سوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔
2. صوفی۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گزرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔
3. آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔ شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائے گا جس میں سے موتی نکلیں گے۔

Marfat.com

زاں جرایِ[1] خاص ہر کہ آگاہ شد
جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہو گیا
او سزایِ قرب و اُجرے گاہ شد
وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرایِ رُوح چوں نقصاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے
جانش از نقصانِ او لرزاں شود
اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس بداند کہ خطائے رفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے
کہ سمن زارِ رضا نشگفتہ است
جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے
رقعہ سوئِ صاحب خرمن نوشت
کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رُقعہ اش[2] بُردند پیشِ میر راد
دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے
خواند او رقعہ جوابے وا نداد
اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

گفت او را نیست اِلا دردِ قوت
کہا اس کو محض روزی کا رنج ہے
پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ
اس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے
بندِ فرع[3] ست او نجوید اصل ہیچ
وہ شاخ کا پابند ہے، جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردۂ ما و منے
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مردہ ہے
کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
کہ اس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ
کز درختِ قدرتِ حق شد عیاں
جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے
وز درخت و باغبانے بے خبر
درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے
لیک جانش از بُروں صاحب علم
لیکن اس کی جان باہر کی علم بردار ہے

---

1. زاں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اس کی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اس کو قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر لرزنے لگتا ہے۔ پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بنا پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ ہمچناں۔ وہ اس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔
2. رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بنیاد پر روزی گھٹی اس کا کوئی خیال نہیں ہے اس کو میرے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہے لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے۔
3. بند فرع۔ یعنی روزی کے بارے میں لکھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہے روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا۔ پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اس کے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

Marfat.com

جنبشِ او[1] واشگافد سیب را
اس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے

بَر نتابد سیب آں آسیب را
سیب اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بَر دَریدہ جنبشِ او پردہا
اس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا

صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے کاوّل زِ آہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے

او قدم بس ست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

دایہ اش پنبہ است اوّل لیک اخیر
اس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں

می رساند شعلہا را تا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مَرد اوّل بستۂ خواب و خورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے

آخر الامر از ملائک بَرترست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہٗ و کبر۔تہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں

شعلہ و نورش برآید تا سہا
اس کا شعلہ اور نور سہا تک پہنچتا ہے

عالمِ[2] تاریک روشن می کند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے

کُندۂ آہن بسوزن می کند
لوہے کے گاڈر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

گرچہ آتش نیز ہم جسمانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے

نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم[3] را نبود ازاں رعزّ بہرۂ
جسم کے لیے اس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے

جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرۂ
جسم روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے

چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود
جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

حدِّ جسمت یک دو گز خود بیش نیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے

جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست
تیری جان ایک آسمان تک چکر لگاتی ہے

---

1. جنبش او۔ اس کیڑے میں اس قدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اس کی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گزر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔ آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ مشائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداء کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد۔ انسان بھی ابتداء دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیا کی مدد سے ملائکہ سے برتر ہو جاتا ہے۔
2. عالم۔ اب اس انسان میں اتنا نور اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور لوہے کے شہتیر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے۔ گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگا لو۔
3. جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شے ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ حد جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لیے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کے لیے نصف قدم کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک

روح را اندر تصور نیم گام
روح کے لیے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم[1] سنگ ست پیہ چشم تاں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے

نورِ رُوحش تا عنانِ آسماں
اس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب
نور، اس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے

چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
آنکھ، اس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں زرِیش و سبلتِ تن فارغست
جان، جسم کی ڈاڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے

لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
لیکن جسم، جان کے بغیر مردار اور ذلیل ہو جاتا ہے

باز نامہ رُوحِ حیوانی ست ایں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے

پیشتر رَو روحِ انسانی ببیں
آگے بڑھ، روح انسانی کو دیکھ

بگذر[2] از انساں و ہم از قال و قیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ

تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل
جبرئیل علیہ السلام کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد
اس کے بعد احمد ﷺ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی

جبرئیل از بیم تو واپس خزد
جبرئیل علیہ السلام تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں
(جبرئیل علیہ السلام) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں

من بسوی تو بسوزم در زماں
تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

ایں بیاباں[3] خود ندارد پا و سر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے

بے جوابِ نامہ خستہ است آں پسر
وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ از قبلِ شاہ

بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا

وز غمِ او آبِ صافی تیرہ گشت
غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں
پاگل پن سے نہ اس کے لیے سکون رہا اور نہ نیند

روز و شب مُبد در تفکّر سرنگوں
دن، رات فکر میں اوندھا تھا

---

[1] دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔ باز نامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اس کو اس پر قیاس کر لو۔

[2] بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گزر کر روح کے طالب بنو اور اس روح تک پہنچو جو جبرئیل علیہ السلام کی جان ہے جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے مقام سے فروتر ہوں گے۔ گوید۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہیں گے اگر یک سر موئے برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔

[3] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قبل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیراں۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔

Marfat.com

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب - یا خیانت کرد رُقعہ بَر[1] زتاب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا - یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لے جانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ پنہاں کرد و ننمود او بشاہ - کو منافق بود و آبے زیرِ کاہ
اس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا - کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں - دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لیے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں - دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر - عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لے جانے والے پر - اس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من - کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے - ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بت پرست نے دین میں۔

کژ وزیدنِ باد بر تخت سلیمان علیہ السلام بسببِ زلت[2] او

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ان کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ - پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغو
(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی - (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو - ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمان علیہ السلام! آپ ٹیڑھا نہ چلیں - اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق - تا رود انصافِ مارا در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لیے پیدا کی ہے - تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

از ترازو[3] کم کنی من کم کنم - تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں بھی کم کروں گا - جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد - روزِ روشن را برد چوں لیل کرد
اسی طرح (حضرت) سلیمان علیہ السلام کا تاج ٹیڑھا ہو گیا - اس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من - آفتابا گم مشو از شرقِ من
انہوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو - اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

---

1. رقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔ رقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آب زیر کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اس سے دھوکا لگتا ہے۔ ذو فنون۔ ماہر۔ ہیچ گرد خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بت کا پجاری دین میں کج رو ہے۔ کژ وزیدن۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا۔

2. زلت۔ ان کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جس کو ہوا دوش پر لیے پھرتی تھی۔ مغو۔ غو یدن، سرین کے بل چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لیے پیدا فرمائی ہے۔

3. از ترازو۔ قرآن پاک میں ہے جزآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا "برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔" ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہم چنیں۔ جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا۔ یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

Marfat.com

راست می کرد او بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اس تاج کو سیدھا کرتے تھے
باز کج می شد برو تاج اے فتیٰ
اے نوجوان! تاج ان پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انہوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا
گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انہوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے، کجروی نہ کر

گفت[1] اگر صد رہ کنی تو راست من
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے
کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانت دار! جب آپ کجروی کریں گے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے باطن کو ٹھیک کر لیا
دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اس سے ست پڑ گیا

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد
اس کے بعد ان کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا
آنچناں کہ تاج را می خواست شد
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد ازانش[2] کژ ہمی کرد او بقصد
اس کے بعد انہوں نے اس کو قصداً ٹیڑھا کیا
تاج او می گشت تارک جو بقصد
ان کا تاج قصداً سر کو تلاش کرنے والا بن گیا

ہشت کرّت کژ نہاد آں مہترش
ان سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا
راست می شد تاج بر فرقِ سرش
ان کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اس وقت کیا بات ہے؟
کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کے لیے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز نہ کیجئے
چوں فشاندی پَر ز گِل پرواز کن
جبکہ آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے، پرواز کیجئے

نیست[3] دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں
پردہائے غیب ایں بُرہم دَرم
اس کے غیب کے پردوں کو چاک کر دوں

بر دہانم نہ تو دستِ خود بہ بند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے
مُہر دہانم را ز گفتِ ناپسند
میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

پس ترا ہر غم کہ پیش آید زِ درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے
بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

---

1. گفت۔ تاج نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی امید نہ کیجئے۔
اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اس کی اصلاح کر لی۔ شہوت۔ یعنی جو نامناسب خیال ان کے دل میں آیا تھا۔
2. بعد ازانش۔ یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز امتحاں۔ یعنی میں آزمائش کے لیے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی۔ یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔
3. نیست۔ مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزا کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بر دہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیے اور اس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیے۔

Marfat.com

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر

آں مکن کہ می سگالید آں غلام
وہ بدگمانی نہ کر جو اس غلام نے کی

گاہ جنگش[1] با رسول و مطبخی
کبھی اس کی قاصد اور داروغۂ مطبخ سے لڑائی (ہوتی)

گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی سخی بادشاہ پر اس کا غصہ (ہوتا)

ہمچو فرعونے کہ موسیٰؑ ہشتہ بود
فرعون کی طرح کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ رکھا تھا

طفلگانِ خلق را سر می ربود
(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل
دشمن، اس دل کے اندھے کے گھر میں ہے

او شدہ اطفال را گردن گسل
وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے

و اندروں خوش گشتہ با نفس گراں[2]
اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوّت اوست قندش می دہی
تیرا دشمن وہی ہے، تو اس کو شکر کھلا رہا ہے

وز بروں تہمت بہر کس می نہی
اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے

با عدو خوش بیگناہاں راذل
دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنے والا ہے

چند فرعونا کشی بے جرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کرے گا؟

می نوازی مرتنِ پر غرم[3] را
ناوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ او بر عقلِ شاہاں می فزود
اس کی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی

حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود
خدا کے حکم نے اس کو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد
اللہ (تعالیٰ) کی مہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر

گر فلاطون ست حیوانش کند
خواہ افلاطون ہو اس کو جانور بنا دیتی ہے

حکمِ حق بر لوح می آید پدید
اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے

آنچناں کہ علمِ غیب از بایزیدؒ
جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)۔

شنیدنِ شیخ ابو الحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از

حضرت شیخ ابو الحسنؒ خرقانیؒ کا حضرت بایزیدؒ کو ان کے پیدا ہونے کی اور احوال

---

[1] گاہ جنگش۔ اس غلام کی بیوقوفی تھی خود اس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔ ہم چو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جو اس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔

[2] نفس گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔ چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔

[3] غرم۔ قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی "جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقل او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاء خداوندی نے اس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔ حکم حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سنی۔

Marfat.com

بودنِ او و احوالِ او پیش از زادنِ او
کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سننا

ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود — بو الحسنؒ از مَردماں آں را شنود
ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سنا

کہ حسن[1] باشد مرید و اُمتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابو الحسنؒ میرا مرید و میرا امتی ہو گا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کرے گا

ہر صباحے آید و خواند سبق — بَر سرِ خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کرے گا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت من ہم نیز خوابے دیدہ ام — ز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
انہوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سنا ہے

ہر صباحے[2] تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے با حضور
بلا ناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ ان کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُونہادے سوئے گور — ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) ان کے سامنے آ جاتی — یا بغیر بات کئے ان کا اشکال حل ہو جاتا

تا یکے روزے[3] بیامد با سعود — گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود
یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادت مندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر تو بَرفہا ہمچوں علم — قبہ قبہ دید و شد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے — تودے دیکھے اور غم سے ان کی جان غمگین ہو گئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخِ حیّ — ھَا اَنَا اَدْعُوْکَ کَیْ تَسْعٰی اِلَیَّ
ان کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تا کہ دوڑ کر میرے پاس آئے

ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برفست رُو از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آ جا — دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے منہ نہ موڑ

---

1. کہ حسن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے یہ بھی سنا کہ بایزیدؒ فرمایا کہ ابوالحسنؒ میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور میرا مرید ہو گا میرے حلقہ میں داخل ہو گا۔ ہر صباحے۔ انہوں نے یہ بھی سنا کہ وہ ہر صبح کو آ کر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔ گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی روح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔
2. ہر صباحے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہر صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے۔ حضور۔ یعنی حضور قلب، دربار۔ تا مثال۔ کبھی حضرت بایزیدؒ صورت مثالی میں سامنے آ کر ان کے اشکالات حل کراتے اور کبھی صورتِ مثال کے واسطے کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔
3. تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ چونکہ روحانی حیات سے زندہ تھے، ان کی آواز آئی کہ برف سے نہ گھبرا میری طرف آ جا دنیا تو ساری ہی برف کی طرح ناپائیدار ہے۔

Marfat.com

حالِ[1] او زاں روز شد خوب و بدید　آں عجائب را کہ اوّل می شنید

اس روز سے ان کی حالت خوب ہوگئی اور انہوں نے دیکھے　وہ عجائب، جو پہلے سنے تھے

باز باید گشت سوئے آں غلام　کرد باید آں حکایت را تمام

اس غلام کی طرف لوٹنا چاہیے　اس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

رقعۂ دیگر نوشتن آں غلام پیشِ شاہ چوں

جوابِ رقعۂ اول نیامد

جبکہ پہلے رقعہ کا جواب نہ آیا اس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لیے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بد گماں　پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں

اس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا　ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ　اے عجب آنجا رسید و یافت راہ

کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رقعہ لکھا　تعجب ہے، وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دگر را خواند ہم آں خوب خد[2]　ہم نداد او را جواب و تن بزد

اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا　اس کا بھی جواب نہ دیا اور چپ رہا

خشک می آورد او را شہریار　او مکرر کرد رُقعہ پنج بار

اس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی　اس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کیے

گفت حاجب آخر او بندہ شماست　گر جوابش بر نویسی ہم رواست

حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے　اگر اس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی تو چہ کم گردد اگر　بر غلام و بندہ اندازی نظر

آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آ جائے گی اگر　غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں[3] سہل ست اما احمق ست　مردِ احمق زشت مردودِ حق ست

اس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے　احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلتش　ہم کند در من سرایت علتش

اگر میں اس کی خطا اور لغزش معاف کروں گا　مجھ میں بھی اس کی بیماری سرایت کر جائے گی

صد کس از گرگیں ہمہ گرگیں شوند　خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند

خارشی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں　خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

---

[1] حالؔ۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی تکمیل ہو چکی تھی اور ان پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔

[2] خوب خد۔ حسین رخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اس سے خشکی برتی۔ گفت حاجب۔ پیش کار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیش کار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کر کے جواب لکھا دیں۔

[3] ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردود بارگاہ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کر کے پھر قریب کروں گا۔ علتش۔ یعنی اس کی حماقت کی بیماری۔ گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر گاف فارسی کے فتح کے ساتھ خارش کی بیماری۔

Marfat.com

گر[1] کم عقلی مبادا گبر را ‎　‎ شومیش بے آب دارد ابر را

بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو (بھی) نہ ہو ‎　‎ اس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او ‎　‎ شہر شد ویرانہ از بومیِ او

اس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے ‎　‎ اس کے الو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گر آں احمقاں طوفانِ نوحؑ ‎　‎ کرد ویراں عالمے را در فضوح

ان احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوح علیہ السلام کے طوفان نے ‎　‎ رسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدنِ احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقل مند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق[2] ہر کہ ہست ‎　‎ اُو عدوِ ما و غولِ رہزن ست

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا احمق جو بھی ہے ‎　‎ وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست ‎　‎ رُوحِ اُو و رِیحِ او ریحانِ ماست

جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے ‎　‎ اس کی روح اور اس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل دُشنام دہد من راضیم ‎　‎ زانکہ فیضے دارد از فیاضیم

عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں ‎　‎ کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ ‎　‎ نبود آں مہمانیش بے مائدہ

اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہو گی ‎　‎ اس کی وہ مہمانی بغیر دستر خوان کے نہ ہو گی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم ‎　‎ من ازاں حلوایِ او اندر تبم

احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے ‎　‎ میں اس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی ‎　‎ نیست بوسِ کونِ خر را چاشنی

اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر ‎　‎ گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت[3] گندہ کند بے فائدہ ‎　‎ جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ

بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کرے گا ‎　‎ بغیر دستر خوان کے اس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے

مائدہ عقلست نے نان و کباب ‎　‎ نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب

دستر خوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب ‎　‎ اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

---

[1] گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ او۔ مشہور ہے کہ جہاں الو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوح کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔ عقل دشنام۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر برا بھی کہتا ہے تو اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔

[2] احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی برائی ہے۔ نیست۔ بے وقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔

[3] سبلت۔ اس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دستر خوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق بھی پیش کرے تو دستر خوان نہیں ہے بلکہ مضرت رسان ہے اس کا نان و نمک بے عقل بنا دے گا۔

Marfat.com

نیست[1] غیرِ نور، آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے

از جز آں جاں نیابد پرورش
اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بر
ان کھانوں سے آہستہ آہستہ جدا ہو جا

کایں غذای خر بود نے آنِ حر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذای اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے

لقمہای نور را آکل شوی
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ[2] آں نورست کایں ناں ناں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے

فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں خوری یکبار از ماکولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھا لے گا

خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈال دے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرّہات
(تو کہے گا) عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟

راہ پیدا شد چہ پایۂ بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل[3] دو عقل است اول مکسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی

کہ در آموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے

از معانی و ز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے

لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو ان کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنے والی تختی ہو گا

لوحِ محفوظ اوست کو زیں در گذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گزر گیا

عقلِ دیگر بخششِ یزداں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے

چشمۂ آں درمیانِ جاں بود
اس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

---

[1] نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو نورِ عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہے۔ خورشہا۔ حسی غذائیں۔ حر۔ یعنی شریف انسان۔ تا غذای اصل۔ شعر، اندروں از طعام خالی دار۔ تا در اں نورِ معرفت بینی۔

[2] عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو ان میں لذت آئی ہے حیوانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔ چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھالو گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائے گی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالو گے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو چکنی چپڑی باتیں کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔

[3] عقل۔ عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جس کی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اس کے علاوہ چیز ہے۔ عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اس کا سرچشمہ درسگاہ اور استاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اس کا چشمہ ہے اس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے۔

Marfat.com

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے
نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پرانا نہ زرد

ور[1] رہِ نبعش بود بستہ چہ غم
اگر اس کے ابلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟
کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

عقلِ تحصیلی مثالِ جویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے
کاں رود در خانہ از گویہا
جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا
اگر اس کے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بن جاتا ہے
از درونِ چشمہ کے بندد ورا
چشمہ کے اندر سے اس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر
تا رہی ازمنتِ ہر ناسزا
تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پا لے

قصہ[2] شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد او گفت مشورت

اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کن کہ من عدوِ تو ام

مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا
کز تردُد وارہد و ز محبسے
تاکہ تردُد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو
اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر
ماجرائے مشورت با او بگو
مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

من عدوم[3] مر ترا با من مپیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ الجھ
نبوُد از رای عدو پیروز ہیچ
دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

رَو کسے جو کہ ترا او ہست دوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو
دوست بہرِ دوست لاشک خیر جوست
بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوم چارہ نبود کز منی
میں دشمن ہوں لا محالہ میں خودی کی وجہ سے
کژ روم با تو نمایم دشمنی
ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

---

[1] ور۔ اگر کبھی عقل کی راہیں بند ہو جائیں تو اس عقل والے کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خانہ دل سے موجزن ہوتی ہے۔ عقل تحصیلی۔ یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کی جاتی ہے۔ گویہا۔ گڑھے۔ راہ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سرو سامان رہ جاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اس آفت سے محفوظ ہے۔ از دروں۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔

[2] قصہ۔ اس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ کز تردد۔ انسان تردُد میں کسی طرف پیش قدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کر لے۔

[3] من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اس سے مشورہ کرنا چاہیے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ منی۔ خودی۔

Marfat.com

حارسی[1] از گرگ جستن شرط نیست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے
جستن از غیر محل نا جستنی ست
بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من ترا بے ہیچ شکے دشمنم
میں بلا شبہ تیرا دشمن ہوں
من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں کب تیری راہنمائی کروں گا میں رہزن ہوں؟

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو
ہست در گلخن میانِ بوستاں
بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو
ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوست را ما زار از ما و منت
دوست کو تو میں میں سے نہ ستا
تا نگردد دوست خصم و دشمنت
تا کہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن[2] با خلق از بہرِ ایزدت
اپنے خدا کے لیے لوگوں سے بھلائی کر
یا برائے راحتِ جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لیے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تا کہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے
در دلت ناید ز کیں نا خوش صور
تا کہ تیرے دل میں کینہ سے بُرے خیالات نہ آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت
مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت[3] من دانم ترا اے بوالحسن
اس نے کہا اے ابو الحسن میں تجھے جانتا ہوں
کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور با معنی ہے
عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دے گی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضا ہے کہ دشمن سے بدلہ لے
عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
(لیکن) عقل نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے، اس کو روکتی ہے
عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اس کے لیے اچھے اور بُرے میں کوتوال کی طرح ہے

---

1. حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔ دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے۔

2. خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو۔ تا ہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بن جائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے۔ چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔

3. گفت۔ مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہمل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دے گی۔ طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل۔ عقل عقلمند کی ہر اچھے بُرے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

Marfat.com

عقلِ[1] ایمانی چو شحنہ عادل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے
پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے
دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
چور، سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے
نیست گربہ ور بود او مُردہ است
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مُردہ ہے

گُربۂ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے
عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

غرۂ او حاکمِ دَرّندگاں[2]
اس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے
نعرۂ او مانعِ چرندگاں
اس کا نعرہ چرندوں کے لیے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کنے
شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے
خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقلِ در تن حاکمِ ایماں بود
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے
کہ ز بیمش نفس در زنداں بود
جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[3] و جانِ جاں اے جاں توئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے
عقل و جانِ خلق را سلطاں توئی
تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کل سرگشتہ و حیرانِ تست
عقل کل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے
کل موجودات در فرمانِ تست
تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدنِ رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سَرِیّہ کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بودند

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اس لشکر کا سردار بنانا جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سَرِیّہ می فرستادے رسولؐ
آنحضور ﷺ ایک لشکر بھیج رہے تھے
بہرِ جنگ کافر و دفعِ فضول
کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کے لیے

---

[1] عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

[2] درندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر ان سے غفلت نہ برتنی چاہیے بس اس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[3] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقل کل۔ جبرئیل علیہ السلام معراج میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔" سریہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں۔

یک جوانے[1] را گزید او از ہذیل
آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا

میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل
اس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بے گماں سَرور بود
یقیناً، سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے

قومِ بے سَرور تنِ بے سَر بود
بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہٗ
یہ جو تو بالکل مردہ اور پژمردہ ہے

زاں بود کہ ترکِ سَرور کردہٗ
اس لیے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و ز بخل و ز ما و منی
سستی اور بخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے

می کشی سرِ خویش را سر میکنی
تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو استورے کہ بگریزد زبار
اس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے

او سرِ خود گیرد اندر کوہسار
اور پہاڑ کا راستہ لے لے

صاحبش[2] در پے دواں کاے خیرہ سر
اس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!

ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہو گا

پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئے گا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبا لے گا

کہ نہ بینی زندگانی را دگر
حتیٰ کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن[3] آخر بمانی از علف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائے گا

آتش از بے ہیزمی گردد تلف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہو جاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے نہ بھاگ

وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے

حکم غالب را بود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

---

1. یک جوانے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمال خیر میں پژمردگی اسی لیے ہوتی ہے کہ اس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور خدمت میں بخل اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنے والے کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑے۔
2. صاحبش۔ اس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سیکڑوں بھیڑیے ہیں جو تجھے ہلاک کر دیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالیں گے۔
3. آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیے بلکہ کَالْمَیِّتِ فِی یَدِ الْغَسَّالِ "نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ" بن جاتا ہے۔ تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائے گا۔

Marfat.com

خر نخواندت[1] اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا

اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخرُ بود حق را مصطفیٰؐ
آنحضور ﷺ اللہ (تعالیٰ) کے میر اصطبل ہیں

بہرِ استورانِ نفسِ پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لیے

قُلْ تَعَالَوْا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کہہ دے کہ آؤ"

تا ریاضت تاں دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانے والا ہوں

نفسہا را تا مُرَوَّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے

زیں ستوراں بس لکدہا خوردہ ام
ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارۂ[2]
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے

از لکدہائش نباشد چارۂ
اس کے لیے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لا جرم اغلب بلا بر انبیاست
لا محالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے

کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمِ یَرغا روید
تم ست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو

تا یُواشِ مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ، کہہ دے آ جاؤ"

اے ستورانِ ملول اندر سبق
اے کھُر دوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت ربّ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ، کہہ دے آ جاؤ"

اے ستورانِ رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ"

اے ستورانِ فسردہ رگ و پے
اے ست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبی (ﷺ!) اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

زاں دو بے تمکیں تو پر از کیں مشو
ان دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں نہ بھر

گوشِ بعضے زیں تَعَالَوْاہا کر ست
بعض لوگ ان آ جاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں

ہر ستورے را صطبلے دیگرست
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

---

[1] خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے۔ عرب جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آ جا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے کہ ان لوگوں کو "تعالوا" کہو۔ میر آخُر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروّض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لکدہا۔ دولتیاں۔

[2] ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لا جرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک، ست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یواش۔ ترکی کا لفظ ہے، نرم رفتار گھوڑا۔ سبق۔ گھڑ دوڑ۔ قل تعالوا۔ یعنی "اے نبی لوگوں سے کہہ دے کہ آ جاؤ۔"

[3] حی۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ "اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔" گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے جو اہلِ شقاوت ہیں ان کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

Marfat.com

منہزم[1] گردند بعضے زیں ندا

بعض لوگ اس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

منقبض گردند بعضے زیں قصص

بعض لوگ ان قصوں سے تنگ دل ہوئے

خود ملائک نیز نا ہمتا بدند

ملائک بھی (رتبہ میں) یکساں نہیں تھے

کودکاں گرچہ بیک مکتب دراند

بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

مشرقی و مغربی را حسہاست

مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حسیں ہیں

صد ہزاراں[2] گوشہا گر صف زنند

اگر لاکھوں کان صف باندھیں

باز صفِّ گوشہا را منصبے

پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست

لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے

ہمچنیں ہر حس یک یک می شمر

اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے

پنج حس[3] ظاہر و پنج اندرون

پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست

جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے

تو ز گفتارِ تَعَالَوْا کم مکن

آپ "آ جاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں

ہست ہر اسپے طویلہ او جدا

ہر گھوڑے کا اصطبل جدا ہے

زانکہ ہر مُرغے جدا دارد قفص

کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

زیں سبب بر آسماں صف صف شدند

اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

در سبق ہریک زیک بالاتراند

مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

منصبِ دیدار حسِّ چشم راست

دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

جملہ محتاجانِ چشم روشن اند

سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

در سماعِ جاں و اخبارِ نبے

قرآن کی روح اور قصوں کے سننے کے لیے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست

کوئی آنکھ، سننے سے واقف نہیں ہے

ہریکے معزول ازاں کارِ دگر

ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

در صف اند اندر مقام اَلصَّافُوْن

صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

میرود سوئ صفے کاں ناخوش ست

وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

کیمیا بس شگرف ست ایں سخن

یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

---

1. منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ قفس۔ خود ملائک۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لیے ان کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے، آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔

2. صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سن سکتیں۔ ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔

3. پنج حس۔ حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ۔ ہر کسے۔ اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بد دینوں کی صف میں شامل ہوگا۔ تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔

Marfat.com

گر مسے[1] گردد ز گفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ از وے وامگیر
اگر کوئی تانبا آپ ﷺ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا کو اس سے نہ ہٹائیے
ایں زماں گر ست نفس ساحرش — گفت تو سودش کند در آخرش
اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے — اس کے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دے گی
قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا اے غلام — ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ يَدْعُوْا بِالسَّلام
"آپ آ جاؤ، آ جاؤ کہیے" اے لڑکے! — آگاہ کہ بے شک اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے
خواجہ باز آ از منی و از سری — سرورے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آ جا — کوئی سردار تلاش کر لے، سرداری کا طالب نہ بن

اعتراض کردن معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدن آں ہذیلی را بر سریہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبرؐ سرورے کرد از ہذیل — از برائے لشکرِ منصورِ خیل
جب پیغمبر ﷺ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — فتحمند گروہ کے لشکر کے لیے
بو الفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض و لَا نُسَلِّمْ[2] بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کر سکا — اعتراض اور "ہم نہیں مانتے" کا اعلان کیا
خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند — در متاعِ نانیئے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مر مٹنے والے ہیں
از تکبر جملہ اندر تفرقہ — مُردہ از جاں زندہ اندر محرقہ[3]
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں — روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں
ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست — وانگہے مفتاحِ زندانش بدست
یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے — جبکہ قید خانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے
پای تا سر غرقِ سرگیں آنجواں — می زند بر دامنش جوئے رواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے — (حالانکہ) جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

---

[1] گر مسے۔ اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کر لے۔ ان اللہ۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دیتا ہے۔" خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔

[2] لَا نُسَلِّمْ۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ "مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔" ظلمانی۔ تاریک باطن، چونکہ دنیا داری کا غلبہ تھا اس لیے اعتراض کی نوبت آئی۔ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔

[3] محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پای تا سر۔ انسان مصیبتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اس سے آلودگی کو دور کر سکتا ہے۔

Marfat.com

دائماً[1] پہلو بہ پہلو بے قرار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے
پہلوئے آرامگاہ و پشت وار
(حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور پنہان ست و جست و جو گواہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے
کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا
نے بدے وحشت نہ دل جُستے خلاص
نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشت[2] ہمچوں موکّل می کشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے
کہ بجو اے ضال منہاجِ رَشد
کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے
یا فتش رہن گزافہ جُستن ست
اس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ جویایِ جمع اندر کمیں
پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے
تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں
تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ بر جستہ ز بُن
باغ کے مردہ (بیج) جڑ سے اگ پڑتے ہیں
کاں دہندہ زندگی را فہم کن
کہ اس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشم این[3] زندانیاں ہر دم بدر
ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر
کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور
کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

صد ہزار آلودگانِ آب جو
لاکھوں آلودہ، پانی تلاش کرنے والے
کے بدندے گر نبودے آبِ جو
کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بَر زمیں پہلوت را آرام نیست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے
زانکہ در خانہ لحاف و بستریست
کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے
بے خمار اِشکن نباشد ایں خمار
یہ خمار، بغیر خمار اتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

---

1. دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اس کے پہلو میں ہے اس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔ نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اس کے وجود کی گواہ ہے۔ شعر، دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست۔ ہستیِ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ نے بدے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہِ نجات کا پتا دیتی ہے۔
2. وحشت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لیے مجبور کرتی ہے۔ موکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ شعر، گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید۔ خیرہ یوسف وار می باید دوید۔ تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ "وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔" مردگان۔ فَانْظُرُوْا إِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ "زمین کی مردنی کے بعد اس کی تروتازگی وجودِ باری کی دلیل ہے۔"
3. چشم ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی امید نہ ہوتی تو رہائی کے لیے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اس کے وجود کی دلیل ہے۔ صد ہزار۔ لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ برزمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آ جائے، روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقرگاہے۔ بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرام گاہ ہو، خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔

گفت[1] نے نے یا رسول اللہ مکن — سرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
اُس نے کہا نہیں، نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے — لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے

یا رسول اللہ جواں ار شیر زاد — غیر مردِ پیر سرِ لشکر مباد
اے رسول اللہ، جوان خواہ شیر کا بچہ ہو — بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہم تو گفتستی و گفتِ تو گوا — پیر باید پیر باید پیشوا
آپ ﷺ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ ﷺ کا فرمانا گواہ ہے — (کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیے، بوڑھا

یا رسول اللہ دریں لشکر نگر — ہست چندیں پیرو از وے پیشتر
اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے — بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت[2] آں برگِ زردش را مبیں — سیبہائے پختہ او را بچیں
اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے — اس کے پختہ سیب چن لیجے

برگہای زرد او خود کے تہی ست — ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
اس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟ — یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں موی سپید — بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال — عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نورسیدہ سبز فام — شد نشانِ آنکہ میوہ است خام
نئے اگے ہوئے سبز پتے — اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست — زردیِ زر سرخروئی صیرفی ست
بے سر و سامانی کا سامان، شناسائی کی نشانی ہے — سونے کی زردی صراف کی سرخروئی ہے

آنکہ[3] او گل عارض ست و نو خط ست — او بمکتب گاہ مخبر نوخط ست
وہ شخص جو پھول کے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے — وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہایِ خطِ او کژ مژ بود — سرزمن عقل ست اگرتن می دَوَد
اس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہوں گے — عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پایِ پیر از سرعت ارچہ باز ماند — یافت عقلِ او دو پر براوج راند
بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں — اس کو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں، بلندی پر اڑتا ہے

---

[1] گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔ ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ "بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔" آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ یا رسول اللہ۔ اس اعتراض کرنے والے نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا دیکھیے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

[2] زیں درخت۔ ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھیے ان کی عقل کی پختگی کو دیکھیے۔ برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔ برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی ان کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

[3] آنکہ۔ جو نوجوان ہے اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزہ خط نو رستہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہوں گے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پای پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

گر مثل[1] خواہی بجعفرؓ در نگر
اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

داد حق بر جای دست و پاش پَر
اللہ (تعالیٰ) نے ان کو ہاتھ پاؤں کے بجائے پَر دے دیے ہیں

گرز اسرارِ سخن بوئے بَری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے

من سخن گویم چو زرِ جعفری
(تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد محتجب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی

ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

زاندرونم صد خموشی خوش نفس
میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبو دار

دست بر لب می زند یعنی کہ بس
ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں، یعنی کہ بس

خامشی[2] بحرست و گفتن ہمچو جو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو لہر کی طرح ہے

بحر می جوید ترا جو را مجو
تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سَر متاب
دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ

ختم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا

پیشِ پیغمبرؐ سخن زاں سَردلب
بات پیغمبر ﷺ کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں کی

دست می دادش سخن او بے خبر
باتیں اس کے ہاتھ میں آتی رہیں وہ بے خبر تھا

کہ خبر ہرزہ بود پیشِ نظر
کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا[3] از نظرہا نائب ست
یہ خبریں، مشاہدوں کے بعد ہیں

بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست
یہ مشاہد کے لیے نہیں ہیں، غائب کے لیے ہیں

ہر کہ او اندر نظر موصول شد
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا

ایں خبرہا پیشِ او معزول شد
یہ خبریں اس کے لیے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا

دفع کن دلّالگاں را بعد ازیں
اس کے بعد دلالہ (عورتوں) کو دفع کر

---

[1] گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں غزوۂ موتہ میں جب ان کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے ان کو جنت میں پر عنایت فرما دیے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ زر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست۔ ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

[2] خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہے کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہم چنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنے والوں کو اس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔

[3] ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اس شخص سے ہے جو اس چیز سے غائب ہو۔ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ۔ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔

Marfat.com

ہر کہ[1] از طفلی گذشت و مرد شد — نامہ و دلالہ بر وے سرد شد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا — خط اور دلالہ اس کے لیے بے ضرورت بن گئے

نامہ خواند از پئے تعلیم را — حرف گوید از پئے تفہیم را

خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لیے — بات کرتا ہے، سمجھانے کے لیے

پیشِ بینایاں خبر گفتن خطاست — کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے — کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیش بینا شد خموشی نفعِ تو — بہرِ ایں آمد خطابِ اَنْصِتُوْا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لیے مفید ہے — اسی لیے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید[2] بگو بر گوئی خوش — لیک اندک گو دراز اندر مکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر — لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز — ہمچناں شیریں بگو با امر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر — اسی طرح عمدہ بات کر، حکم جان

ہمچناں کہ من دریں زیبا فسوں — با ضیاء الحق حسام الدیں کنوں

جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں — اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کنم من از رشد — او بصد نوعم بگفتن می کشد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں — وہ سیکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حسام الدیں ضیاءِ ذُوالجلال — چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال

اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں — جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر[3] باشد ز حبِ مشتہی — اَسْقِنِیْ خَمْرًا وَّ قُلْ لِّیْ اِنَّھَا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے — مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

بر دہانِ تست ایں دم جامِ او — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو

اس وقت آپ کے منہ سے اس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

---

[1] ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے۔ یعنی جب تک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کر لیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لیے ہوتے ہیں۔ پیشِ بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے ان کو خبریں دینا ان کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔"

[2] گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو، ہاں اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کر دو۔ ہم چناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے۔ میں اس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اس کی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چونکہ۔ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین۔ آپ کو جب مشاہدہ حاصل ہے تو محبوب کی باتیں سننے کا اس قدر شوق کیوں ہے۔

[3] ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضا ہے کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے۔ اَسْقِنِیْ۔ مست چاہتا ہے کہ ساقی کی شراب سے صرف دہن کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔ بر دہان۔ منہ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے۔

Marfat.com

قسم تو[1] گرمی ست نک گرمیت ہست — گفت حرصِ من ازیں افزوں ترست
تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اس نے کہا میری حرص اس سے بڑھی ہوئی ہے

جواب گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفائے قندخو — چوں زِ حد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج، مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں — جب اس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھا دی

آں شہ وَ النجم و سلطانِ عَبس — لب گزید آں سرد دم را گفت بس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بَردہاں — چند گوئی پیشِ دانائے نہاں
اس کو روکنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھا — واقف اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ بینا[2] بُردہٗ سرگینِ خشک — کہ بخر ایں را بجائے نافِ مشک
تو خشک گوبر صاحب بصیرت کے سامنے لے جاتا ہے — کہ اس کو مشک کے نافہ کی جگہ خرید لے

بعر را اے گندہ مغزِ گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
اے بدماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخا خا

اَخ اخے برداشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالائے بدت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخا خا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اَخ اخے برداشتی اے خشک مغز — تانمائی پشکِ دوں را مشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے

تا فریبی[3] آں مشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دے گا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ او خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت
اس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپ کو بھولا بنا لیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے

دیگ را گر باز ماند امشب دَہن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منہ کھلا رہ گیا ہے — بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے

---

1. قسم تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم۔ اس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اس لیے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانائی پنہاں۔ آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی۔
2. پیش بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اس لیے مولانا نے اس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آہا ہا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔
3. پشک۔ مینگنی۔ تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بردباری ان کو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا کھلی رہ جائے تو بلی کو تو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اس میں منہ نہ ڈالنا چاہیے۔

Marfat.com

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر
اگر اس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے
سخت بیدار ست دستارش مبر
وہ خوب بیدار ہے اس کی پگڑی نہ اتار

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا
اے بد باطن جھگڑا لو! تو کب تک پڑھے گا؟
ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
یہ شیطانی منتر مصطفیٰ ﷺ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں
ہر یکے حلمے ازانہا صد چو کوہ
ان میں سے ہر بردباری سو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند
ان کی بردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے
زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
سو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں[2] ہمچو شرابِ خوب و نغز
ان کی بردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے
نغز نغزک بر رود بالائے مغز
جو عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست را بیں زاں شرابِ پُر شگفت
اس عجیب شراب سے مست کو دیکھ
ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر
اس زود اثر شراب سے جوان انسان
درمیانِ راہ می افتد چو پیر
بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خمِ نبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبی ﷺ کے مٹکے کی ہے
نے میٔ کہ مستی او یک شبی ست
نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ[3] کہف از نقل و نقل
وہ (شراب) کہ اصحاب کہف نقل اور سفر سے
سہ صد و نہ سال گم کردند عقل
تین سو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں زنانِ مصر جامے خوردہ اند
اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے
دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
انہوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سکرِ موسیٰ داشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا نشہ رکھتے ہیں
دار را دلدار می پنداشتند
انہوں نے سولی کو پیارا سمجھا

---

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بد باطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیا کی بردباری کا معمولی حصہ سو پہاڑوں سے زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں۔ ان میں اس قدر بردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بیدار دھوکا کھا جاتا ہے۔

[2] حلم شاں۔ ان کی بردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔ مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشہ سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشق الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔

[3] اصحاب۔ اصحاب کہف عشق الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ ان کو چھپنا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ زاں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتیں عشق الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر لایا تھا وہ اس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا ان کو پیارا لگا۔

Marfat.com

جعفرِ[1] طیارؓ زاں مے بود مست / زاں گرو می کرد بیخود پا وُ دست

(حضرت) جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ اسی شراب سے مست تھے / اسی لیے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

قصہ سبحانی ما اعظم شانی گفتن بایزید قدس سرہٗ و اعتراضِ مریدان و جوابِ او مرایشاں را نہ بطریقِ گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض اور ان کو ان کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستے سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم / بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم

وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے / بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذو فنون / لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَاھَا فَاعْبُدُوْنِ

اس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا / کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں گذشت آنحال گفتندش صباح / تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انہوں نے ان سے کہا / آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت[2] ایں بار ارکنم ایں مشغلہ / کاردہا در من زنند آں دم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں / خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزہ از تن و من با تنم / چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں / جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد / ہر مریدے کاردے آمادہ کرد

جب اس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی / ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت[3] او باز ز استغراقِ زفت / آں وصیتہاش از خاطر برفت

وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے / وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد / صبح آمد شمع او بیچارہ شد

عشق آیا تو ان کی عقل بھاگ گئی / صبح ہو گئی تو ان کی شمع بے کار ہو گئی

عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید / شحنہٗ بے چارہ در کنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا / بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

---

[1] جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی ان کو کوئی پروانہ ہوئی۔ قصہ۔ حضرت بایزید کے اس قصہ سے بھی شرابِ معرفت کے نشہ اور سکر کی کیفیت ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی۔ اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ بامریداں۔ استغراق وحدت اور کمال مستی میں بایزید نے اپنے آپ کو خدا کہہ دیا۔ ذوفنون۔ بایزید۔ گفتندش۔ جب سکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔

[2] گفت۔ بایزید نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا۔ میں خدا کیسے ہوسکتا ہوں میں جسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔ چوں۔ مریدوں نے انکی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں۔

[3] مست گشت۔ پھر ایک بار ان پر سکر کی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزید کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے۔ سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

Marfat.com

عقل سایہ[1] حق بود حق آفتاب — سایہ را با آفتاب اوچہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے — سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے

چوں پری غالب شود بر آدمی — گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے — آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود — زیں سَری در زاں سَری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے — اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود — کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور فائدہ حاصل ہے — (تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُوِی اُو رفتہ پری خود او شدہ — تُرکِ[2] بے الہام تازی گو شدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا — ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت — چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا — جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

پس خداوندِ پریؔ و آدمی — از پری کے باشدش آخر کمی
تو جن و انس کا خدا — آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیرگیر از شیر کے ترسد بگو — شرحِ راہ از کور کے پُرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ — بتا، راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر[3] ار خونِ نرِ شیر خورد — تو بگوئی او نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے — تو کہے گا (یہ کام) اس نے نہیں کیا، شراب نے کیا ہے

ور سخن پردازد از رازِ کہن — تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے — تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

---

[1] عقل سایہ۔ عقل کا جتا اللہ کے حجاب نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے۔ چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزید کے اس کلام پر عذر پیش کیے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل ان کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں۔ جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ اوِی اُو۔ یعنی اس کی ہستی۔

[2] ترک۔ جن کے غالب آ جانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اس ترک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اس کی جزا اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرحِ راہ۔ اندھے سے کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفت انسانیت ختم ہو جائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

[3] شیر گیر۔ نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اس کی بات اس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

Marfat.com

باده را می بود گر ایں شرّ و شور — نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے — تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی؟

کہ تُرا از تو بکلی خالی کند — تو شوی پست او سخن عالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے — تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کر لے

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے — (لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہمایِ بے خودی پرواز کرد — آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی — وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیر در ربود — زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہا لے گیا — اس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جبہ ام اِلّا خدا — چند جوئی بر زمین و بر سما
(کہا) میرے جبہ میں خدا کے سوا (کوئی) نہیں ہے — تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کرے گا؟

آں مریداں[2] جملہ دیوانہ شدند — کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے — ان کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں ملحدانِ گرد کوہ — کارد می زد پیرِ خود را بے ستوہ
گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک — اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید — بازگونہ از تنِ خود می درید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھماتا تھا — وہ الٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے[3] برتنِ آں ذو فنوں — واں مریداں خستہ و غرقابِ خوں
اس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا — اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر کہ او سوئے گلویش زخم بُرد — حلقِ خود ببریدہ دیدہ و زار مُرد
جس نے ان کے گلے پر زخم لگایا — اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مر گیا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد — سینہ اش بشگافت و شد مُردہ ابد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا — اس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لیے مردہ ہو گیا

---

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزید کے منہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بے خودی طاری ہوئی تو اس بار انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اس کو میرے جبہ میں تلاش کرو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور ان کے پاک جسم پر چھریاں چلا دیں۔ ہر یکے۔ گرد کوہ، رے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ ستوہ۔ بضمتین، تنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مرید شیخ کے چھری مارتا تھا اس کا زخم خود اس کے لگتا تھا۔

[3] یک اثر نے۔ بایزید کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔ ہر کہ۔ جس مرید نے ان کا گلا کاٹنے کے لیے حملہ کیا اس کا خود گلا کٹ گیا اور مر گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزید کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اس کا خود سینہ چاک ہو گیا اور ابدی نیند سو گیا۔

Marfat.com

واَنکہ[1] آگہ بود زاں صاحبقراں
اور جو شخص اس اقبال مند سے واقف تھا

دل نداذش کہ زند زخمِ گراں
اس کے دل نے اس کو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دستِ او را بستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اس کے ہاتھ باندھ دیے

جاں ببرد اِلا کہ خود را خستہ کرد
اس نے جان بچا لی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

روز گشت و آں مُریداں کاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مردہ مرید

نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
ان کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ او آمد ہزاراں مَرد و زن
ہزاروں مرد و زن ان (شیخ) کے پاس آئے

کاے دو عالم درج دریک پیرہن
کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گرتنِ مردم بُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا

چوں تنِ مَردم ز خنجر گم شدے
انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دو چار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا

باخود اندر دیدۂ خود خار زد
تو اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی

برتنِ خود می زنی آں ہوشدار
سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے

تا ابد در ایمنی او ساکن ست
وہ ہمیشہ کے لیے امن میں مقیم ہے

نقشِ او[3] فانی و او شد آئینہ
اس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے

غیر نقشِ رُویِ غیر آنجایِ نہ
سوائے غیر کی صورت کے اس میں کچھ نہیں ہے

گر کُنی تف سویِ رُویِ خود کُنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے منہ پر تھوکے گا

ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کرے گا

ور بہ بینی رُویِ زشت آنہم توئی
اگر تو بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے

ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی
اگر تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھے گا، تو ہی ہے

---

[1] وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اس کے لگا۔ روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مردہ مریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سیکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہی تھی اس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقام فنا پر پہنچنے کے بعد اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔

[3] نقش او۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بن جاتا ہے اب اس میں خود اس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اس کی صورت نظر آتی ہے۔ گرکنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے منہ پر تھوکنا ہے۔ ور بہ بینی۔ اس میں جو کچھ اچھائی یا برائی تجھے نظر آ رہی ہے وہ خود تیری اچھائی برائی ہے۔

Marfat.com

او نہ اینست و نہ آں او سادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے
نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
اس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید[1] اینجا سخن لب در بہ بست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر دیا
چوں رسید اینجا قلم درہم شکست
جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد
ہونٹ بند کر لے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو
دم مزن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

بر کنارِ بامی اے مستِ مدام
اے شراب سے مست! تو بالا خانہ کے کنارے پر ہے
پست بنشیں یا فرود آ والسلام
نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اتر آ والسلام

ہر زمانیکہ شدی تو کامراں
جس وقت تو کامیاب ہو
آں دمِ خوش را کنارِ بام داں
اس اچھے وقت کو بالا خانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش[2] ہراساں باش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ
ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو
اس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

نیاید بر ولا ناگہ بلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے
ترس ترساں رو دراں مکمن ہلا
خبردار! اس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

ترسِ جاں در وقت شادی از زوال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف
زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
اس غیب کے بالا خانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے

گر نمی بینی[3] کنارِ بامِ راز
اگر تو اسرار کے بالا خانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے
روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست
جو عذاب اچانک آیا ہے
بر کنارِ کنگرہ شادی بدست
وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بامِ خود نبود سقوط
گرنا، بالا خانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے
اعتبار از قومِ نوح و قومِ لوط
قومِ نوح اور قومِ لوط سے عبرت حاصل کر لے

اعتبارے گیر تا یابی صفا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے
از درونِ انبیا و اولیا
انبیا اور اولیا کے باطن سے

---

[1] چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب برائیاں اس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیے۔ بر کنار۔ بس اس قدر راز بتائے دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالا خانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اتر کر بیٹھے یا بالا خانہ سے ہی اتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔

[2] بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ ولا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔

[3] گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اس کی روح اس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوح اور قومِ لوط پر جو عذاب آیا وہ ان کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبارے۔ انبیا کے نقشِ قدم پر چلو گے تو ان کی طرح آئینہ بن جاؤ گے۔

سبب فصاحت و بسیار گفتن آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

پرتوِ[1] مستیِ بیحدِ نبیؐ — چون بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
نبی کی لا محدود مستی کا عکس — جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش (گفتار) بن گیا

لا جرم بسیار گو شد از نشاط — مست ادب بگذاشت و آمد در خباط
لا محالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا — مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا، دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جابے خودی شر می کند — بے ادب را بے ادب تر می کند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

گر بود عاقل نکو فر می شود — ور بود بد خوی بدتر می شود
اگر وہ سمجھ دار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بن جاتا ہے — اگر وہ بد عادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بن جاتا ہے

بر لبیب[2] آید لبابِ کاسِ او — ور غبی کم گردد استیناسِ او
اس کا جام سمجھ دار کے لیے مغز ہے — اگر غبی ہے تو اس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام — با خود از مے بے ادب گردد مدام
فانی، شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک اغلب چوں بُدند و ناپسند — بر ہمہ مے را محرم کردہ اند
لیکن اکثر لوگ برے اور ناپسند ہیں — (اس لیے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حکم غالب راست چوں اغلب بُدند — تیغ[3] را از دست رہزن بستدند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں — انہوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ او آں ہذیلی را بامیری و سرِ لشکری بر پیرانِ کاردیدہ و کارآزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لیے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں اُو را جوان و بے ہنر
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

---

[1] پرتو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرب الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اس معترض پر اس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو گیا اور غلط اعتراضات شروع کر دیے۔ نے ہمہ جا۔ اس شخص میں مستی نے جو برا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ برا اثر دکھاتی ہے۔ گر بود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی ان کو ابھار دیتی ہے۔

[2] بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور ابھر جاتے ہیں۔ مدام۔ ہمیشہ۔ لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لیے حرام کر دی گئی۔

[3] تیغ۔ عوام کے لیے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔ گفت پیغمبرؐ۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اس کا جواب دیا۔

Marfat.com

اے بسا[1] ریش سیاہ و مرد پیر
بہت سے کالی ڈاڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں
وے بسا ریش سفید و دل چو قیر
بہت سے سفید ڈاڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ او را آموزدم بارہا
میں نے بارہا اس کی عقل آزمائی ہے
کرد پیری آں جواں در کارہا
کاموں میں اس جوان نے بوڑھا پن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے
نے سفیدی موی اندر ریش و سر
نہ کہ سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس او پیر تر خود کے بود
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟
چونکہ عقلش نیست او لاشی بود
چونکہ اس میں عقل نہیں ہے وہ لاشے ہے

طفل گیرش چوں بود صاحب کمال
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحب کمال ہو
پیر باشد در ہنر آں خوش خصال
وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہو گا

طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام والی باتوں والا ہو
پاک باشد از غرور و از ہوس
تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہو گا

آں سفیدیِ مو دلیلِ پختگی ست[2]
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے
پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست
بند آنکھ کے لیے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلد چوں نداند جز دلیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا
در علامت جوید او دائم سبیل
تو وہ ہمیشہ علامتوں ہی میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہر او گفتیم کایں تدبیر را
اس کے لیے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو
چونکہ خواہی کرد بگویں پیر را
جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک[3] پیرِ عقل نے پیرِ سِن
لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا
می نداند ممتحَن از ممتحِن
جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہ کر سکے

آنکہ او از پردۂ تقلید جست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا
او بنورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست
وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے
پوست بشگافد در آید درمیاں
کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سَرہ
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا
او چہ داند چیست اندر قوصرہ
وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

---

[1] اے بسا۔ یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقل مندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا، وہ عقل مند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحب کمال ہے تو وہ عقل مند ہے۔

[2] آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بین لوگوں کے لیے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نورِ بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او۔ مقلد کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔

[3] لیک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔ آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو، اس کی نگاہ کھال سے گزر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔

Marfat.com

اے بسا[1] زرِ سیہ کردہ بدود — تا رہد از دست ہر دزدِ حسود

بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مِسہائے اندودہ بزر — تا فروشد آں بعقلِ مختصر

بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے میں — تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کر دے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم — دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم

ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند — حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند

وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود — حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود

جب (کلمہ) شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا — یہ لوگ، بہت جلد اس پر مومن (ہونے کا) حکم لگا دیتے ہیں

بس منافق[2] کاندریں ظاہر گریخت — خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت

بہت سے منافق ہیں جنہوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑ لی — در پردہ انہوں نے سیکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیرِ عقل و دیں شوی — تا چو عقلِ کل تو باطن بیں شوی

کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے — تاکہ تو عقل کل کی طرح باطن بین بن جائے

از عدم چوں عقل زیبا رو کشاد — خلعتش داد و ہزاراں نام داد

جب حسین عقل، عدم سے رونما ہوئی — (قدرت نے) اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ او محتاجِ کس

ان بہترین ناموں میں سے کمترین نام — یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہو گی

گر بصورت[3] وانماید عقل رُو — تیرہ باشد روز پیشِ نورِ او

اگر عقل مجسم ہو کر رونما ہو جائے — دن اس کے سامنے کالا پڑ جائے

در مثالِ احمقی پیدا شود — ظلمتِ شب پیشِ او روشن بود

اگر حماقت کی تصویر پیدا ہو جائے — رات کی تاریکی اس کے مقابلہ میں روشن ہو گی

کو ز شب مظلم تر و تاری ترست — لیک خفاشِ شقی ظلمت خورست

کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے — لیکن (وہ) بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

---

[1] اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کر دیے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔ مِسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ماکہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق ہو یا نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

[2] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کر کے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقل کل۔ عقل کامل، جبرئیل علیہ السلام۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمتریں۔ اس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔

[3] گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہو کر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ در۔ اگر حماقت مجسم ہو کر رونما ہو تو رات کی تاریکی اس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔ اندک۔ انسان کو نور ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیے ورنہ بری حالت میں موت آ جائے گی۔

اندک اندک خوئے کن با نورِ روز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال

ورنہ خُفّاشے بمانی بے فروز
ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشق[1] ہر جا شکال و مشکلے ست
وہ ہر کسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے

دشمن ہر جا چراغِ مقبلے ست
اس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جوید دلش
اس کا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اس لیے ہے

تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
تاکہ اس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغولِ آں مشکل کند
تاکہ تجھے اس مشکل میں مشغول کر دے

وز نہادِ زشتِ خود غافل کند
اور اپنی بری فطرت سے غافل کر دے

علامتِ[2] عاقل تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ
شقیّ مغرور لا شیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقل مند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت
اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ است
عقل مند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے

او دلیل و پیشوای قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیروِ نورِ خودست آں پیش رو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے

تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مومنِ خویش[3] ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے

ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اس نور پر جس سے اس کی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے کہ نیم عاقل آمد او
دوسرا وہ جو آدھا عقل مند ہے

عاقلے را دیدۂ خود داند او
(اور) کسی عقل مند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست دَر وے زد چو کور اندر دلیل
اس نے اس پر اس طرح ہاتھ رکھ لیا ہے جیسا کہ اندھا رہبر پر رکھتا ہے

تابد و بینا شد و چست و جلیل
حتیٰ کہ وہ اس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بن گیا ہے

وَاں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جو برابر عقل نہیں رکھتا

خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اُس میں خود عقل نہ تھی اور عقل مند کو بھی چھوڑ دیا

---

[1] عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے اور ہدایت سے بھاگتا ہے۔ چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اس لیے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تاترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔

[2] علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقل مند وہ ہے جو نور باطن حاصل کر لے۔ لاشی۔ حقیرِ محض۔ مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل۔ او۔ وہ دوسروں کا بھی راہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔

[3] مومن خویش۔ یہ مرتبہ انبیا کا ہے انبیا کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔ دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اس پر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جز گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔

Marfat.com

ره نداند نے قلیل و نے کثیر — می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر[1]
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت — نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل — ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے — اس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رود اندر بیابانِ دراز — گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے — کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوائی خود کند — نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
شمع نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیشوا بنا لے — آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش[2] تا دمِ زندہ زند — نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کند
اس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونے کا دم بھرے — آدھی عقل (بھی) نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لے

مُردۂ آں عاقلِ آید او تمام — تا بَر آید از نشیبِ خود ببام
وہ بالکلیہ اس عقل مند کا مردہ بن جائے — تاکہ اپنی پستی سے بالا خانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کن — در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپ کو مردہ بنا لے — زندہ دم عقل مند کی پناہ میں

زندہ نے تا ہمدمِ عیسیٰؑ بود — مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰؑ شود
نہ وہ زندہ ہے کہ (حضرت) عیسیٰؑ کا ہم مشرب ہو — مردہ (بھی) نہیں ہے کہ (حضرت) عیسیٰؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشیٔ بود — غورہ[3] باشد نے عنب نے مے بود
نہ زندہ ہے نہ مردہ، وہ کچھ نہیں ہے — کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورۂ کز غورگی در نگذرد — سنگ بست و خام و ترش و زرد بود
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے — وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ کورش گام ہر سو می نہد — عاقبت نجہد ولے بَر می جہد
اس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے — عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سود ندہد بر جہیدن آں زماں — زانکہ نازل شد بلا از آسماں
اس وقت اچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے — کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

---

1. نذیر و بشیر۔ یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے میں ذلت محسوس کرتا ہے۔ می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کر لے۔
2. نیست عقلش۔ اس کو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغَسَّالِ کر دے۔ مردہ۔ اگر مردہ بن کر اپنے آپ کو کسی عقل مند کے سپرد کر دو گے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقل کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہے تو اپنے آپ کو کسی عقل مند کے سپرد کر دو۔ زندہ۔ احمق انسان نہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس کے دم میں اثر ہو اور نہ مردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم سے زندہ ہو جائے۔
3. غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے سکڑ کر کنارہ جاتا ہے اور نا قابل قبول ہوتا ہے۔ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے، عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب، جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

Marfat.com

قصہ[1] آبگیر و صیاداں و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور، ابلہ مغفل، لاشی و عاقبت ایشان

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقل مند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشے تھی اور ان کا انجام

قصۂ آں آبگیرست اے عنود ۔۔۔ کہ درو سہ ماہی اِشگرف بود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے ۔۔۔ جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں ۔۔۔ قشرِ افسانہ بود وین مغز جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ ۔۔۔ قِصّہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے

چند صیادے سوی آں آبگیر ۔۔۔ بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر
اس تالاب کی جانب چند شکاری ۔۔۔ گذرے اور اس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند ۔۔۔ ماہیاں واقف شدند و ہوشمند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں ۔۔۔ مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ[2] عاقل بود عزمِ راہ کرد ۔۔۔ عزمِ راہِ مشکلِ ناخواہ کرد
جو سمجھ دار تھی اس نے سفر کی ٹھانی ۔۔۔ ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت ۔۔۔ کہ یقیں سستم کنند از مقدرت
کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی ۔۔۔ کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دیں گی

مہرِ زاد و بودِ شاں بر جاں زند ۔۔۔ کاہلی و جہلِ شاں بر من زند
پیدائش اور قیام کی محبت ان کی جان پر اثر کرے گی ۔۔۔ ان کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مشورت با زندۂ باید نکو ۔۔۔ کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو
مشورے کے لیے نیک اور زندہ دل چاہیے ۔۔۔ کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر[3] با مسافر رائے زن ۔۔۔ زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر ۔۔۔ عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

از دمِ حُبُّ الوطن بگذر مایست ۔۔۔ کہ وطن آنسوست جاں ایں سوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر ۔۔۔ اے جان! وطن ادھر ہے، ادھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سوی شط ۔۔۔ ایں حدیثِ راست را کم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اس کنارے پر چلا جا ۔۔۔ اس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

---

1. قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ، مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔
2. آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقل مند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔ مہر۔ ان دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آ جائے گی اور وہ میرے ارادے میں مجھے سست کر دیں گی۔
3. اے مسافر۔ مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔ از دم۔ اس حدیث میں وطن سے آخرت مراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے اس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ سِرّ۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیے اسی طرح حب الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

Marfat.com

سِرِّ حدیث حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان و کژ خواندن شخصے
دعای اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجائے
وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ
مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وشنیدنِ عزیزے و طاقت نیاوردن و باز نمودن

اس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے استنجے کی دعا کی جگہ، جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو[1] ہر عضو را وردے جدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دعا
وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لیے آیا ہے

چونکہ اِستنشاق بینی می کنی — بویِ جنت خواہ از ربِّ غنی
جب تو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بو کشد سویِ جناں — بویِ گل باشد دلیلِ گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا[2] کنی ورد و سخن — ایں بود یا رب تو زِینم پاک کن
جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

دستِ من اینجا رسید ایں را بشست — دستم اندر شستنِ جانست سست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اس کو دھو دیا — روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں — دستِ فضلِ تست در جانہا رساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے — تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من[3] ایں بود کردم من لئیم — زاں سویِ حد را نقی کن اے کریم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی — حد کی اس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شستم خدایا پوست را — از حوادث تو بشو ایں دوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا — تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھو دے

---

[1] در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ۔ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں "خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے۔" تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لیے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے۔

[2] چونکہ استنجا۔ یہ دعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیے۔ دستِ من۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔

[3] حدِ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاست ظاہری سے پاکی حاصل کر لے، نجاست ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث۔ یعنی دنیوی معاملات۔ آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔

Marfat.com

آں یکے در وقتِ استنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مرا با بوئے جنت دار جفت
مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردۂ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سوراخِ[1] دعا گم کردۂ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دعا چوں ورد بینی بود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں

وردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحۂ جنت ز بینی یافت حر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو، ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحۂ جنت کے آید از دُبر
مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے تواضع بردہ پیشِ ابلہاں[2]
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!

وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب ست و چست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مَرو معکوس عکسش بندِ تست
خبردار! الٹا نہ چل، اس کا الٹا تیری بیڑی ہے

از پئے سوراخِ بینی رُست گل
پھول، ناک کے سوراخ کے لیے اُگا ہے

بو وظیفہ بینی آمد اے مُخَل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بوئے گل بہر مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لیے ہے

جائے آں بو نیست ایں سوراخِ زیر[3]
یہ نچلا سوراخ اس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بوئے خلد آید تُرا
تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟

بو ز موضع جُو اگر باید ترا
اگر تجھے (خوشبو) چاہیے تو اس کو جگہ سے تلاش کر

ہمچنیں حب الوطن باشد دُرست
اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے

تو وطن بشناس اے خواجہ نخست
اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقل مند مچھلی کا واقف ہو جانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہو جانا

گفت آں ماہی زیرک رَہ کُنم
اس عقل مند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں

دل زرائے و مشورت شاں بر کنم
ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

---

1. سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ وبر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ اے تواضع۔ اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔
2. ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ بند۔ انسان کی الٹی چالیں اس کی رفعت اور بلندی کے لیے مانع ہیں۔ رُست گل۔ پھول سونگھنے کے لیے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ مخل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔
3. سوراخ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو محسوس نہیں ہو سکتی ہے۔ درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزو ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اس کو سمجھ لے کہ وہ کون سا وطن ہے۔ ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔

نیست وقت مشورت ہیں راہ کن
خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا

محرمِ آں راہ کمیاب ست و بس
اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے

سوئے دریا عزم کن زیں آبگیر
اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر

سینہ را پا ساخت و می رفت آں حذور
وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی

ہمچو[2] آہو کز پے او سگ بود
اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطاست
خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے

رفت آں ماہی رہِ دریا گرفت
وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی

رنجہا بسیار دید و عاقبت
وہ بہت سی تکلیفوں سے دو چار ہوئی انجام کار

خویشتن[3] افگند در دریای ژرف
اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا

پس چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا

ناگہاں رفت او و لیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے

چوں علیؓ[1] تو آہ اندر چاہ کن
(حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

شب روی پنہاں روی کن چوں عسس
رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح (اختیار) کر

بحر جو و ترکِ ایں گرداب گیر
سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

از مقامِ با خطر تا بحرِ نور
پُر خطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

می دود تا در تنش یک رگ بود
وہ دوڑتا ہے جب تک اس کے بدن میں ایک رگ ہو

خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست
ڈرنےوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

راہِ دور و پہنۂ پہنا گرفت
دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رفت آخر سوئے امن و عافیت
امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف
جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی) جلد اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا

---

[1] چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جذبات سے مجبور ہو کر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منہ لٹکا کر آہ کی تھی۔ محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیے۔ سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رخ کرنا چاہیے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہیے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔

[2] ہمچو۔ اس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی نادانی ہے۔ رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہو گئی اور اس نے اپنا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔

[3] خویشتن۔ اس نے اپنے آپ کو دریائے ناپیدا کنار میں لے جا ڈالا۔ پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چل دی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چل دی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیے۔

ایں زماں سودے ندارد حسرتم چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم

اب میری حسرت مفید نہیں ہے کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا؟

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست باز ناید رفتہ یادِ آں ہباست

گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے گیا (وقت) نہیں لوٹتا ہے، اس کی یاد بیکار ہے

قصہ[1] آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور و سخن محال باور مکن و در تدارکِ وقت، اندیش و روزگار مبر در پشیمانی

اس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام مُرغ او را گفت کاے خواجہ ہمام

ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا اس سے پرند نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

تو بسے مُرغے ضعیفے ہمچو من صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن

تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا، اے نیک گمان!

تو بسے[2] گاواں و میشاں خوردۂ تو بسے اُشتر بقرباں کردۂ

تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن ہم نگردی سیر از اجزای من

تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا میرے اجزا سے بھی تیرا پیٹ نہ بھرے گا

مَر مَرا آزاد گرداں از کرم اے جواں مردِ کریم محتشم

کرم کر کے مجھے آزاد کر دے اے شریف! معزز جوان شخص!

ہل مَرا تا کہ سہ پندت بر دہم تا بدانی زیرکم یا ابلہم

مجھے چھوڑ دے تا کہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقل مند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل[3] آن پندے دہم بر دست تو بدہمت اے جان و دل سَر مست تو

ان میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) تجھے کر دوں گا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش

ان میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا تا کہ تو اس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

---

[1] ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، گزرا وقت دوبارہ واپس نہیں آ سکتا اس پر افسوس کرنے کے بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیے تا کہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اس پرند نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہو گا۔

[2] تو بسے۔ پرند نے شکاری سے کہا تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور ان سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہو گا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

[3] اوّل۔ میں پہلی نصیحت اس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا، دوسری جب کروں گا کہ تو مجھے چھوڑ دے گا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کروں گا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔

Marfat.com

واں سوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر پہونچ کر کروں گا

انچہ بر دست[1] ست ایست آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے

بر کفش چوں گفت اول پند رفت
اس کے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہہ دی اڑ گیا

گفت[2] دیگر بر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت کی کہ گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اس کے بعد اس نے اس سے کہا میرے جسم میں چھپا ہوا

دولتِ تو بخت فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ

فوت کردی دُرّ کہ روزیت نبود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا

آنچناں[3] کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہو گیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے

من چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے آزاد کیوں کیا؟

مُرغ گفتش نے نصیحت کردمت
پرندنے اس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کردی؟

کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو ان تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بن جائے

کہ محالے را ز کس باور مکن
کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی، اس پر حسرت نہ کر

دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

بود آں گوہر بحقِ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہو گا

نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، وہ شکاری، خواجہ شور کرنے لگا

ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہو گیا

زیں حیل از راہ بردی مر مرا
تو نے ان حیلوں نے مجھے گمراہ کر دیا

کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت
کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

---

[1] انچہ بردست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اس پر یقین نہ کرنا۔ برکفش۔ جب پرندنے یہ نصیحت کردی تو شکاری نے اس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

[2] گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرندنے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اس کے بعد پرندنے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِ یتیم۔ دُرِ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لیے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

[3] آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سن کر وہ شکاری اس طرح نالہ وفریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے تباہ و برباد کر دیا ورنہ میں موتی کے ذریعہ بہت دولت مند بن جاتا۔ مرغ۔ پرندنے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔

Marfat.com

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری
جبکہ رفت و گذشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟
یا نکردی فہم پندم یا کری
یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دُوُم[1] پندت بگفتم کز ضلال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے
ہیچ تو باور مکن قولِ محال
تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد
میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر!
دہ درم سنگ اندرونم چوں بود
دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہو گا؟

خواجہ باز آمد بخود گفتا کہ ہیں
خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں
باز گو پندِ سوم اے نازنیں
اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں
اس نے کہا ہاں تو نے ان (دو) پر اچھا عمل کیا
تا بگویم پندِ ثالث رائگاں
تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت[2] و بر پرید و شاد رفت
اس نے یہ کہا اور اڑ گیا اور خوش (ہو کر) چل دیا
سوئے صحرا سرخوش و آزاد رفت
مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند گفتن با جہولِ خوابناک
نادان، جاہل کو نصیحت کرنا
تخم افگندن بود در شورہ خاک
شوریلی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رفو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے
تخمِ حکمت کم دہش اے پند گو
اے نصیحت کرنے والے! اس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود
کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے
چونکہ تو پندش دہی او نشنود[3]
جب تو اسے نصیحت کرے گا وہ نہ سنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مردہ بنا لینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا
چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا
چونکہ وہ عقل مند کے سایہ سے جدا ہو گئی تھی

کو سوئے دریا شد و از غم عتیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی
فوت شد از من چناں نیکو رفیق
مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

1. واں دُوُم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کل وزن ساڑھے دس ماشے بھی نہ ہو اس کے پوٹے میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔ خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اس نے کہا تیسری نصیحت بھی سنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سنا کر ضائع کروں۔ اس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اس کو نصیحت نہ کر۔
2. ایں بگفت۔ اس پرندے نے طنز والا جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابل اصلاح ہے۔
3. نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے نہ سنے گا۔ چارہ اندیشیدن۔ مکمل عقل مندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت دفعیہ کی تدبیر کرے۔ نیم عقل مندی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ہی نجات کی صحیح تدبیر کرے۔ سایۂ عاقل۔ یعنی وہ مچھلی جو چلی گئی تھی۔ عتیق۔ آزاد۔ لیک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لوں گی۔

Marfat.com

لیک زاں تندیشم و بر خود زنم — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم

لیکن میں اس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں — اس وقت اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں

پس بَر آرم[1] اِشکمِ خود بَر زبر — پشت زیرو میروم بَر آب بر

پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آ جاتی ہوں

می روم بر وَے چنانکہ خس رود — نے بَسباحی چنانکہ کس رود

اس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگِ پیش از مرگِ امن ست از عذاب

میں اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگِ پیش از مرگ امن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ مارا مصطفیٰ ﷺ

اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے — مصطفیٰ ﷺ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِنْ قَبْلِ اَنْ — یَّأْتِیَ الْمَوْتُ تَمُوْتُوْا بِالْفِتَنْ

فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ — موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں[2] مُرد و شکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند

اسی طرح مردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا — پانی کبھی اس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد — کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد

ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد او ازاں گفتِ دریغ — پیش رفت ایں بازیم رستم ز تیغ

اس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند — پس بروے تف کرد و بر خاکش فگند

پھر اس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا — پھر اس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں[3] رفت پنہاں اندر آب — ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب

وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی — وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جست آں سلیم — تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم

وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی — تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند — احمقی او را دراں آتش نشاند

انہوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی — بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا

---

[1] بر آرم۔ مچھلی مر کر الٹی ہو کر سطح آب پر آ جاتی ہے۔ می روم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ سباحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف میں ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔ تموتوا بالفتن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کرو گے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔

[2] ہم چناں۔ جیسا اس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

[3] غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج، بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اس کو جال سے پکڑ لیا۔ اس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

Marfat.com

بَر سرِ آتش بہ پشتِ تابہٗ ❊ با حماقت گشت او ہمخوابہٗ

آگ پر، توے کی پشت پر ❊ وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

او ہمی جوشید از تفِ سعیر ❊ عقل[1] می گفتش اَلَمْ یَاْتِکَ نَذِیْر

وہ آگ کی گرمی سے ابل رہی تھی ❊ عقل اس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تھا

او ہمی گفت از شکنجہ وز بلا ❊ ہمچو جانِ کافراں قَالُوْا بَلٰی

وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی ❊ کافروں کی روح کی طرح "کیوں نہیں"

باز می گفت او کہ گر ایں بار من ❊ وارہم از محنتِ گردن شکن

پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں ❊ گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن ❊ آبگیرے را نسازم من سکن

میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی ❊ میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم ❊ تا ابد در امن و در صحت روم

لامحدود پانی تلاش کروں گی، امن سے ہو جاؤں گی ❊ ہمیشہ کے لیے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[2] می کرد با خود عہدہا ❊ کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا

وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی ❊ کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب ❊ تا نیفتم در چنیں رنج و تعب

دن رات عقل مند کا دامن پکڑے رہوں گی ❊ تا کہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار وَ ندم ہیچ سود ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَانُھُوْا عَنْہُ وَ اِنَّھُمْ لَکَاذِبُوْنَ۔ ہیچ کاذب وفا ندارد

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں" کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے

عقل می گفتش[3] حماقت با تواست ❊ با حماقت عہد را آید شکست

عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے ❊ حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفائے عہدہا ❊ تو نداری عقل رو اے خربہا

عہدوں کی وفا عقل کے لیے ہے ❊ تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

[1] عقل۔ عقل اس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانے والے نہ آئے تھے۔ اُو ہمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بے شک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ بازی گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رخ کروں گی یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے۔

[2] ہم چنیں۔ اب وہ دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقل مند کا دامن پکڑ لوں گی۔ بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے ان عہدوں اور وعدوں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔

[3] عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خربہا۔ گدھے کی قیمت والا۔ نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں[1] میر تست | دشمن و باطل کنِ تدبیر تست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہے | وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس | یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس
کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے | آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند | آزو نسیانش بر آتش می زند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے | حرص اور اس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط و درک و حافظی و یادداشت | عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت | عقل میں ہوتی ہے، کیونکہ عقل نے ان کو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر[2] نیست تابش چوں بود | چوں مذکرؔ نے ایابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟ | جبکہ یاد دلانے والا نہیں ہے اس کی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمناہم ز بے عقلیِ اوست | کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے | کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہٗ رنج بود | نے ز عقلِ روشن چوں گنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی | نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عدم | می نیرزد خاکِ آں توبہ و ندم
جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہو گئی | وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار | پس کَلَامُ اللَّیْلِ یَمْحُوْهُ النَّهَار
اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے | تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش | ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا | دل سے اس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند او توبہ و پیرِ خرد | بانگ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا می زند
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل | پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اوست
اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اس کا مخالف ہے

---

[1] نسیاں۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ ازکمی۔ پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اس کو یاد نہیں آتی۔ خسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اس کو جلا دیتی ہے۔ ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔

[2] گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اس کو اس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا۔ یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

[3] چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائے گا ندامت بھی ختم ہو جائے گی اسی لیے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائے گی ندامت بھی باقی نہ رہے گی۔ یمحوہ۔ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد۔ تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

Marfat.com

و با او ماندو او نیست

اور اس کے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

عقل[1] ضدِ شہوت ست اے پہلواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے
آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں
جو شہوت کا چکر کاٹے، اس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست
اس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے
وہم قلب و نقدِ زر عقلہاست
وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے
ہر دو را سوی محک کن زود نقل
دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے
چوں محک مر قلب را گوید بیا
کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا بہ بینی[2] خویش را ز آسیب من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے
کہ نہ اہلِ فراز و شیب من
کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارّہ سازد دونیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے
ہمچو زر باشد در آتش او بسیم
وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہو گی

مجاوباتِ موسیٰ علیہ السلام کہ صاحبِ عقل بود با فرعون کہ صاحبِ وہم بود

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کہ جو عقل مند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را
عالم سوز، فرعون کے لیے، وہم ہے
عقل مر موسیٰ علیہ السلام جاں افروز را
جان کو منور کرنے والے موسیٰ علیہ السلام کے لیے عقل ہے

رفت[3] موسیٰ بر طریقِ نیستی
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام فنا (کے مقام) کے طریقہ پر روانہ ہوئے
گفت فرعونش بگو تو کیستی
فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذو الجلال
انہوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں
حجۃ اللہ ام امانم از ضلال
میں اللہ کی حجت ہوں، گمراہی سے امن (دلانے والا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہائے و ہوی
اس نے کہا چپ، ہائے و ہو کو ختم کر
نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اپنا پہلا نام اور نسب بتا

---

[1] عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے۔ وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک۔ عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

[2] تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات ان کے مطابق نہیں ہیں۔ عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائے گا اس کا خالص ہونا واضح ہو گا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب عقل تھے۔

[3] رفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے اور اس وقت وہ مقامِ فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔

Marfat.com

گفت[1] کہ نسبت مرا از خاکدانش — نامِ اصلم کمترینِ بندگانش

فرمایا میری نسبت اس کے خاکدان سے ہے — میرا اصلی نام "اس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید — زادہ از پشتِ جواری و عبید

اس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں — لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

نسبت اصلم ز خاک و آب و گل — آب و گل را داد یزداں جان و دل

میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے — پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ ایں جسم خاکم ہم بخاک — مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک

میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے — اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما[2] و اصل جملہ سرکشاں — ہست از خاکے و آنرا صد نشاں

ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل — خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت — از غذایِ خاک فربہ گردنت

کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟ — خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں رود جاں می شود او باز خاک — اندراں گورِ مخوّف سہمناک

جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائے گا — خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو وہم ما وہم اشباہِ تو — خاک گردند و نماند جاہِ تو

تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی — خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت[3] غیرِ ایں نسب نامیت ہست — مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست

اُس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے — وہ نام تیرے لیے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش — کہ ازو پرورد اوّل جسم و جانش

فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام — جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ باغی و طاغی و ظلوم — زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم

تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے — بُرے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس — ہمبریں اوصاف خود می کن قیاس

تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے — اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

---

[1] گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت وبطن سے پیدا ہوا ہوں۔ نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب وگل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائے گا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔

[2] اصل ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب وگل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں مل جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔

[3] گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے "فرعون کا غلام۔" "فرعون کے غلاموں کا غلام۔" کہ ازو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔ بندہ۔ تو غلام ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعل شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔

Marfat.com

در غریبی[1] خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور شکستہ حال رہا
کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گزاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انہوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
در خداوندی کسے دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
بندگانش را جز اُو سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

نیست خلقش را دگر کس مالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے
شرکتش دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش او کردہ است و نقاشِ من اُوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورت گر وہی ہے
غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا
چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ[2] آں غدار و آں طاغی توئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے
کہ کُنی باحق تو دعویِ دوئی
جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکشتم من عوانے را بسہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا
نے برایِ نفس کشتم نے بلہو
تو نفس کے لیے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ اوفتاد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا
آنکہ جانش خود نہ بد جانے بداد
جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دے دی

من سگے کشتم تو مُرسل[3] زادگاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے
صد ہزاراں طفل بے جرم و زیاں
لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتۂ و خونِ شاں در گردنت
قتل کیے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے
تاچہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کشتۂ ذرّیتِ یعقوبؑ را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے
بر اُمیدِ قتل من مطلوب را
میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

---

1. در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لیے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدائے واحد جس کو کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا تنہا خدا ہے۔
2. شرکتش۔ جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی میرا صورت گر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔ گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔
3. مرسل۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام۔ کشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوب کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔ کشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا تھا۔

Marfat.com

کوریِ تو[1] حق مرا خود برگزید سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید

تیرے اندھے پن کے لیے خدا نے مجھے چن لیا تیرا نفس جو (خیال) پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت لہٰتہا را بہِل بے ہیچ شک ایں بود حقِ من و نان و نمک

اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلا شک میرا اور نانؔ و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی روزِ روشن بر دلم تاری کنی

کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت[2] خواریِ قیامت صعب تر گر نداری پاسِ من در خیر و شر

(موسیٰ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کرے گا

زخمِ کیکے را نمی تانی کشید زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید

جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم لیک خارے را گلستاں می کنم

میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیانِ آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا بقیۃ الاضداد و الازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے[3] آمد زمیں را می شکافت ابلہے فریاد کرد و بر نتافت

ایک شخص آیا، زمین کھودنے لگا ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی می شگافی و پریشاں می کنی

کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں تو عمارت از خرابی باز داں

اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر (حکم) نہ چلا (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

---

[1] کوریِ تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ، کیا میرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ تو مجھے برسرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔

[2] گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہو گا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔ زخمِ کیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[3] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ کایں۔ اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

Marfat.com

کے شود[1] گلزار و گندم زار ایں — تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں

یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ — جب تک یہ زمین بد نما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تا نگردد نظم او زیر و زبر

باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریش چغز — کے شود نیکو و کے گردید نغز

جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود سودش کجا یابد شفا

جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را

درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را — بر دریدی چہ کنم بدریدہ را

کہ اس منتخب اطلس کو کیوں — تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[2] کہنہ کآباداں کنند — نے کہ اول کہنہ را ویراں کنند

جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں — کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب — ہست شاں پیش از عمارتہا خراب

اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی — تعمیرات سے پہلے ان کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن — زاں تلف[3] کردند معموریِ تن

ہڑ اور بہیڑے کا کوٹنا — اس بربادی سے (لوگوں نے) جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا — کے شود آراستہ زاں خوانِ ما

جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا — اس سے ہمارا دستر خوان کب آراستہ ہو گا

جوابِ دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدیدِ او

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا کرد آں نان و نمک — کہ ز شستت وارہانم اے سمک

اس نان و نمک نے یہ چاہا — کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پند موسیٰ وارہی — از چنیں شست بدِ نامنتہی

اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرے گا تو نجات پا جائے گا — ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

---

[1] کے شود۔ زمین کو جب تک الٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

[2] ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو ان بنیادوں کو اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں ان کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔

[3] تلف۔ یعنی ان کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔ ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کر لے تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائے گا۔

Marfat.com

بسکہ خود را کردۂ بندۂ ہوا　کرمکے[1] را کردۂ ہاتو اژدہا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے　(کہ) تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا را اژدہا، آوردہ ام　تا باصلاح آورم من دمبدم
میں اژدہے کے لیے اژدہا لایا ہوں　تاکہ میں اصلاح کے لیے ہر وقت کام میں لاؤں

تادمِ آں از دمِ ایں بشکند　مارِ من آں اژدہا را بر کند
تاکہ اس کی پھنکار کو اس کی پھنکار دبا دے　میرا سانپ اس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار　ورنہ از جانت بر آرد آں دمار
اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا　ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راوٗ تہدیدِ او

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور اس کی دھمکی

گفت الحق سخت اُستا جادوئی　کہ در افگندی بمکر اینجا دوئی
اس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے　کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلق یک دل را تو کردی دو گروہ　جادوئی رخنہ کند در سنگ و کوہ
تو نے ایک دل، مخلوق کو دو گروہ کر دیا　تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی[2] کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری سے انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا　جادوئی کہ دید بانامِ خدا
انہوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں　خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایۂ جادوئی　مشعلہ دینست جانِ موسوی
جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے　موسیٰ علیہ السلام کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے وقیح　کز دمم پُر رشک می گردد مسیح[3]
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟　کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جنب　کہ ز جانم نور می گیرد کتب
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟　میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث　کز خدا نازل شود بر من حدیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟　کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

---

1. کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اس کے مقابلہ کے لیے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تادم۔ اس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔ گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔
2. نفی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔
3. مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔ کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔

Marfat.com

چوں تو[1] با پرِ ہوا بر میپری — لا جرم بر من گماں آں میبری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے — لا محالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر کرا افعالِ دام و دد بود — بر کریمانش گمانِ بد بود
جس کے چرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اس کا بھلوں کے بارے میں برُا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں — کل را بر وصف خود بینی غوی
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اس لیے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت — خانہ را گردندہ بیند منظرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ، گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بریم رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش[2] باشی بکام دوستاں — ایں جہاں بنمایدت چوں گلستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے — انہوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — انہوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — انہوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالب[3] ہر چیز اے یارِ رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا ہے

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو — جملہ اقلیمہا را گو بجو
جبکہ اسکا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا — اس جانب سے اس جانب گذر گیا

---

[1] چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔ ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیا دار ہے اس لیے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ ہر گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

[2] ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اس کو تمام دنیا پُر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئے گا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[3] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اس کو نظر آتی ہے۔ مدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو۔ یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اس کو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئے گا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

Marfat.com

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ — او نہ بیند جز کہ قشر خر بُزہ

تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں — وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بود[1] افتادہ در راہ یا حشیش — لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش

جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس — جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید — بستۂ اسباب وجانش لا یَزید

وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک ہے — وہ اسباب سے وابستہ ہے اس کی جان میں اضافہ نہیں ہوا ہے

واں فضای[2] خرقِ اسباب و علل — ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل

اسباب اور علتوں اور کی شکست کی فضا — اے صدر اعظم اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مُبدَّل شود چوں نقش جاں — نو بنو بیند جہانے در عیاں

جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے — تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

گر بود فردوس و انہارِ بہشت — چوں فسردہ یک صفت شد گشت زشت

خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں — جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بری ہیں

اے ز غفلت[3] از مسبب بے خبر — بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر

اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہے — تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے

لا جرم اعمیٰ دل و سر گشتۂ — مضطرب احوال و مضطر گشتۂ

لا محالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے — پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے

چشم بکشا و مسبب را نگر — تا شوی فارغ ز اسبابِ ضَرَر

آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ — تا کہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان آنکہ ہر حس مدرک را از آدمی نیز مدرکاتے دیگرست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے میں جن

کہ از مدرکاتِ آں حس دیگر بیخبرست چنانکہ ہر پیشہ ور استادِ

کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر مجی پیشہ ور استاد دوسرے استاد کے کام

اعجمی از کارِ اوستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبری او ازانکہ

سے بے خبر ہے اور اس کی بے خبری اس لیے ہے کہ یہ اس کا کام نہیں ہے

---

[1] کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مزاج کی مثال اس گوشت کے پارچہ کی سی ہے، جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں ہے بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔

[2] واں فضای۔ اسباب وعلل سے گذر کر جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اس کو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اس کو نئے عالم نظر آتے ہیں۔ گر بود۔ مشہور ہے "افسردہ دل، افسردہ کند انجمنے را"۔

[3] اے ز غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے مسبب الاسباب سے غافل ہے۔ بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

Marfat.com

وظیفۂ او نیست، دلیل نبود کہ آں مدرکات نیست

اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مدرکات نہیں ہیں

چنبرۂ[1] دیدِ جہاں ادراکِ تست
دُنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے

پردۂ پاکاں حس ناپاکِ تست
تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مدتے حس را بشوز آبِ عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہ

اینچنیں داں جامہ شوی صوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدی تو پاک پردہ بر کند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا

جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردے گی

جملہ عالم گر بود نور و صور
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا

چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش
(اگر) تو آنکھ بند کر لے، کان کو سامنے لائے

تا نمانی زلف و رخسارہ بتیش
تاکہ تو اس کو کسی بت کی زلف اور رخسارہ دکھائے

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں

صورت ار بانگے[2] زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں

حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں

فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن، حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خواب را
خبردار! ناک تو آ اس حسین کو دیکھ

نیست بینی درخور ایں مطلوب را
ناک (بھی) اس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی

فنِ من اینست و علم و مجرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم[3] من رُخِ آں سیم ساق
میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟

ہیں مکن تکلیف ما لیس یطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی

خواہ کژ غو پیشِ او یا راست غو
خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ احول از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)

ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

---

[1] چنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔ مدتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھ لے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

[2] بانگے۔ سننا کان کا کام ہے۔ عالمم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے۔

[3] کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔ چشم احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔

Marfat.com

تو کہ[1] فرعونی ہمہ مکری و زرق
مر مرا از خود نمیدانی تو فرق

تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر از خود در من اے کژباز تو
تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو

اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من زمن یک ساعتے
تاورائے کون بینی ساحتے

تھوڑی دیر کے لیے مجھے میری ذات سے دیکھ
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام
عشق اندر عشق بینی وَالسلامَ

تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائے گا
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
گوش و بینی چشم می تاند شدن

جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لے گا
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[2]
چشم گردد مو بموئے عارفاں

اس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے
عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبود اوّل یقیں
در رحم بود اُو جنینِ گوشتیں

یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی
وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علتِ دیدن مداں پیہ اے پسر
ورنہ خواب اندر ندیدے کس صور

اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ
ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ
نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ

پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں
دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور[3] را باپیہ خود نسبت نبود
نسبتش بخشید خلاقِ وَدُود

روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی
خلاقِ ودود نے اس کو نسبت عطا کی ہے

آدم ست از خاک کے ماند بخاک
جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک

آدم خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟
بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانند آتش آں پری
گرچہ اصلش اوست چوں می بنگری

پری آگ کے مشابہ نہیں ہے
اگرچہ اس کی اصل وہ ہے جب تو غور کرے گا

---

[1] توکہ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔ منگر۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

[2] شیریں زباں۔ یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علت نہ سمجھنا چاہیے۔ ورنہ۔ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔

[3] نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھ دے۔ آدم۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب ان میں اور ان کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔

Marfat.com

مُرغ[1] از بادست کے مانَد بباد
پرند، ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے

نامناسب را خدا نسبت بداد
غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا
ان فروع کی اصول سے نسبت

ہست بیچوں گر چہ دادش وصلہا
ب[illegible]ظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست
آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے

ایں پسر را با پدر نسبت کجاست
اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے

ہست بیچون و خرد کے پے برد
وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟

باد را بے چشم اگر بینش نداد
اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہے

فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
تو اس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو
اس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟

چوں ہمی دانست مے را از کدو
اس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

آتشِ[2] نمرود را گر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے

با خلیلش چوں تجشّم کردنی ست
اس کے خلیل کے ساتھ اس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی

از چہ قبطی را ز سبطی میگزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے

پس چرا داؤدؑ را او یار شد
تو وہ (حضرت) داؤد علیہ السلام کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں[3] را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی

از چہ قاروں را فروخورد آنچناں
تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنانہ را
اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی

چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو ان عقل مند کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ وَر
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے

چوں گواہی دادے اندر مشت دَر
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

---

[1] مرغ۔ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ ان اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

[2] آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لیے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لیے اس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤد۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہچان گئے تھے اور ان سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کے لیے ہمیں ساتھ لے چلو۔

[3] زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لیے اس نے قارون کو نگل لیا۔ حنانہ۔ اسطوانہ حنانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر رویا اس کی وجہ اس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی تھی۔

اے خرد بر کش تو پَرّ و بالہا ‏ ‏ سورہ بر خواں زُلزِلَتْ[1] زِلزالَہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے ‏ ‏ سورۂ زلزلت زلزالہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بَر نیک و بد ‏ ‏ کے ز نادیدہ گواہیہا دہد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں ‏ ‏ بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حالَہا وَ اَخبارَہا ‏ ‏ تُظْهِرُ الْاَرْضُ لَنَا اَسْرارَہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائے گی ‏ ‏ زمین ہمارے لیے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر ‏ ‏ ہست برہانے کہ بدمُرسل خبیر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا ‏ ‏ اس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا با خبر ہے

کہ چنیں وارُد چناں ناسور را ‏ ‏ ہست درخور از پے تیسور را
کیونکہ ایسے زخم کے لیے ایسی ہی دوا ‏ ‏ سہولت کے لیے مناسب ہے

واقعاتے[2] دیدہ بودی پیش ازیں ‏ ‏ کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
تو نے اس سے پہلے واقعات دیکھ لیے ہیں ‏ ‏ کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نور بگرفتہ بدست ‏ ‏ شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر ‏ ‏ تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

واقعاتے سہمگیں از بہرِ ایں ‏ ‏ گونہ گونہ می نمودت رَبِّ دیں
اسی لیے خوفناک واقعات ‏ ‏ دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

درخورِ سِرِّ بد و طغیانِ تو ‏ ‏ تا بدانی کوست در خوردانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب ‏ ‏ تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر ‏ ‏ مصلحِ امراضِ درماں نا پذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے ‏ ‏ ناقابل علاج مرضوں کا مصلح ہے

تو بتاویلات[3] می گشتی اَزاں ‏ ‏ کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ ان سے بنتا تھا ‏ ‏ اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں طبیب و آں منجم در لمع ‏ ‏ دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اس طبیب اور نجومی نے روشنی میں ‏ ‏ اس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپالی

گفت دور از دولت و از شاہیت ‏ ‏ کہ در آید غصہ در آگاہیت
اس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دور ‏ ‏ کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

---

[1] زلزلت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لیے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

[2] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لیے مجھے منتخب کرلیا ہے۔ درخور۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور مجھے بتانے کے لیے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابل علاج مرض کا بھی علاج فرمادیتا ہے۔

[3] تو بتاویلات۔ لیکن تو ان خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔ واں طبیب۔ اطبا اور نجومی ان خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو ان کی بات نہ مانے گا اور ان پر عتاب نازل کرے گا اس لیے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور ہاضم کی خرابی ان خوابوں کا سبب ہیں۔

Marfat.com

از غذایِ مختلف یا اُز طعام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے
طبعِ شوریدہ همی بیند منام
پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید او کہ نصیحت جو نہٗ
کیونکہ اس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے
تند و خونخواری و مسکیں خونہٗ
تو بد مزاج اور خونخوار ہے، مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں[1] خوں کنند از مصلحت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں
لیک رحمت شاں فزونست از عنت
لیکن ان کی محبت، غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ را باید کہ باشد خویِ رب
بادشاہ کو چاہیے کہ خدائی مزاج کا ہو
رحمتِ او سبق گیرد بر غضب
اس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بوذ مانندِ دیو
نہ دیو کی طرح اس پر غصہ غالب ہو
بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو
(اور) مکر کے لیے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ[2] مخنث وار نیز
ہیجڑے کی سی بردباری بھی نہ ہو
کہ شود زن روسپی زان و کنیز
کہ اس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا
قبلۂ سازیدہ بودی کینہ را
تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے
نک عصایم شاخِ شوخت را شکست
اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاخت بردن براں جہانیاں
تا سنوردژ[3] کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں
غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارت گری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک
جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب
جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بردند اسپۂ جسمانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا
جانبِ قلعہ و دژِ روحانیاں
روحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فروگیرند در بندانِ غیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں
تا کسے ناید ازان سو پاک جیب
تا کہ کوئی پاک دل اس جانب سے نہ آئے

---

[1] پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر بھی قتل کراتے ہیں لیکن رعایا پر ان کی شفقت ان کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔ شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہییں۔ رحمت۔ خدا کا خلق یہ ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اس کی شفقت پر غالب ہے۔

[2] نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُوسپی۔ رنڈی، زانیہ۔ شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن۔ قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر، اہلِ دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہے۔

[3] سنوردژ۔ بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت ہے، وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ در بنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاک دل۔

Marfat.com

غازیان[1] حملہ غزا چوں کم برند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں
کافراں بر عکس حملہ آورند
تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے
حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سوی در بندانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا
تانیایند ایں طرف مَردانِ غیب
تاکہ غیب کے جواں مرد ادھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی
تو نے پشتوں اور رحموں پر دست درازی کی
تاکہ شارع را بگیری از بدی
تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال
تو اس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جس کو خدا نے
بَر کشادست از برای انتسال
نسل بڑھانے کے لیے کھولا ہے؟

سد شدی در بندہا را اے لجوج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا
کوری تو کرد سَرہنگے[2] خروج
تیرے اندھے پن میں سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سَرہنگ[2] و ہنگت بشکنم
جب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دوں گا
نک بناش نام و ننگت بشکنم
اب اس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دوں گا

تو ہلا دَر بندہا را سخت بند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے
چند گاہے بر سبالِ خود بخند
تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سَبلَتت را بر کند یک یک قدر
تقدیر، تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دے گی
تا بدانی کَالْقَدَرْ یُعْمِی الْبَصَر
تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سَبلتِ تو تیزتر یا آنِ عاد[3]
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی
کہ ہمی لرزید از دم شاں بلاد
جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود
کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
کہ ان جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو گری
اگر اس قسم کی سیکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے
بشنوی و ناشنودہ آوری
تو سنی ہوئی (بات) کو ان سنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں ان سے توبہ کرتا ہوں
بے سخن من داروریت آمیختم
بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

---

[1] غازیان۔ قدرت کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔ سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔

[2] سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ہنگت۔ قصد تو۔ سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔

[3] عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لیے مفید نہیں ہے۔

Marfat.com

کہ نہم بر ریشِ[1] خامت تا پزد
تیرے زخم پر رکھوں تا کہ وہ پک جائے
تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تا کہ ہمیشہ کے لیے زخم اور تیری ڈاڑھی جل جائے

تا بدانی کو خبیرست اے عدو
اے دشمن! تا کہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے
می دہد ہر چیز را درخورِ او
ہر چیز کو اس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟
کہ ندیدی لائقش در پے اثر
کہ اس کے مناسب اس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں
تھوڑی دیر کے لیے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟
نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
نیکی، کہ اس کے بعد اس جیسی نہ آئی ہو

گر مُراقِب باشی و بیدار تو
اگر تو نگران اور بیدار ہو جائے
ہر دمے بینی جزایِ کارِ تو
ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن
جب تو نگران ہو گا اور رسی کو پکڑ لے گا
حاجتت نایدِ قیامت آمدن
تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہے گی

آنکہ[2] رمزے را بداند او صحیح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے
حاجتش ناید کہ گویندش صریح
اس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

ایں بلا از کودنی آید ترا
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آئی ہے
کہ نکردی فہمِ نکتہ و رمز را
کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا
فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائے گی
در رسد در تو جزایِ خیرگی
تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[3] نیاید تیرت از بخشایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے
نے پئے نادیدنِ آلایش ست
نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیے تو نگراں بن
کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اس لیے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں تُرا ہمت بود
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو
از مراقب کار بالاتر رود
نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہو جائے گا

---

[1] ریش۔ زخم، ڈاڑھی۔ تا بدانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کے لیے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کے لیے ضرورت نہیں ہے۔

[2] آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لے گا اس کے لیے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔ ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[3] ور۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے۔ کز پے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔

بیان[1] آنکہ تنِ خاکی آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت و غیر ہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیالِ بل بعَیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تا کہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کر لے محض خیالی طریقہ پر نہیں، بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی[2] صیقلی کن صیقلی کن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صور اندرو ہر سو مَلیحے سیم بر
تا کہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود صیقلی آں تیرگی از وے زِدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو تا کہ صورتہا تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است صیقلش کن زانکہ صیقل گیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے اس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کرنے والا ہے

تا دَرو اشکالِ غیبی رُو دہد عکس حورے و ملک در وے جہد
تا کہ اس میں غیبی صورتیں نظر آئیں حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں دادست حق کہ بدو روشن شود دل را ورق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لیے دیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز واں ہوا[3] را کردۂ دو دست باز
اے لا پروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود صیقلے را دست بکشادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بدے جملہ صورتہا درو مُرسل شدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے تمام صورتیں اس میں بھیج دی جاتی ہیں

---

[1] بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تادرو۔ انسان دل کو مصفا کر لے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔ پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔

[2] ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔ عکس۔ یعنی عالم غیب کی صورتیں۔

[3] ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشات نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اس کے دل کی صیقل ہو جائے۔

Marfat.com

تیرہ کردی[1] زنگ دادی در نہاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا

ایں بود یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد
"وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنی ہیں

تا کنوں کردی چنیں اکنوں مکن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر

تیرہ کردی آب را افزوں مکن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اس کو نہ ہلا تا کہ پانی صاف ہو جائے

و اندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مَردم ہست ہمچوں آبجُو
کیونکہ انسان جوہڑ کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ او
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ جو[2] پُر گوہرست و پُر زدُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکن تیرہ کہ ہست آں صاف و حر
خبردار اس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مَردم ہست مانندِ ہوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو زدیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرور
اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر

صیقلی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصُّدُوْر
صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

باز گفتن[3] موسیٰ علیہ السلام اسرارِ فرعون را واقعاتِ او بظہر الغیب تا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تا کہ اللہ کے باخبر

بخبیریِ حق ایماں آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید
ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

با کمالِ تیرگی حق واقعات
باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات

می نمودت تا رَوی راہِ نجات
تیرے لیے رونما کرتا ہے تا کہ تو نجات کا راستہ چلے

ز آہن تیرہ بقدرت می نمود
قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے

واقعاتے کہ در آخر خواست بود
وہ واقعات جو آخر میں ہونے والے تھے

---

[1] تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ "وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" مولانا نے اس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔ تا کنوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اس کو زائل کر اور اس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ جب پانی گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[2] قعرِ جو۔ انسان کی طبیعت میں جو جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو مصفا کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانند ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لیے پردہ بن جاتی ہے۔

[3] باز گفتن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات بیان فرمائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ با کمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لیے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

Marfat.com

تا کُنی[1] کم تر تو آں ظلم و بدی
تا کہ تو ظلم اور برائی نہ کرے

آں ہمی دیدی و بدتر می شدی
تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زِشت خوابت می نمود
خواب تجھے بُری صورتیں دکھاتے تھے

می رَمیدی زاں و آں نقشِ تو بود
تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید
اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا

رُوی خود را زِشت و بَر آئینہ رِید
اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس
کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے

زِشتیم آنِ تو است اے کور خس
اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے

ایں جفا بر روی زِشتت می کنی
یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے

نیست بر من زانکہ ہستم روشنی
مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ[2] می دیدی لباست سوختہ
کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا

گہ دہانِ و چشمِ تو بردوختہ
کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ
کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا

گہ سرِ خود را بدندانِ ددہ
کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز
کبھی بیت الخلاء میں اوندھا

گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز
کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

گہ زبامے[3] اُوفتادہ گشتہ پست
کبھی بالا خانہ سے گرا ہوا دبا ہوا

گاہ در اِشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا

گاہ مغزت را زَدندے چوں دُہل
کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی

کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

---

[1] تا کنی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لیے دکھائے جارہے تھے کہ تو ظلم وستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیے۔ نقشہائی۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا وہ آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھیر دیا۔ کوچہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا۔ آئینہ تو روشن ہے اس پر یہ ظلم نہ تھا۔

[2] گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

[3] گہ زبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

Marfat.com

گہ ندات[1] آمد صریحاً از جبال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی
کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کہ جا، تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی
تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کہ فرعون ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گر گیا۔

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی
گشت مطرودِ ابد فرعون و مات
کہ فرعون ہمیشہ کے لیے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بترہا کہ نمیگویم ز شرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں
تانگردد طبع معکوسِ تو گرم
تا کہ تیری اوندھی طبیعت غضب ناک نہ ہو

اندکے[2] گفتم بتو اے ناپذیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں
ز اندکے دانی کہ ہستم من خبیر
تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور گردتی و مات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا
تا نیندیشی ز خواب و واقعات
تا کہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی
کوریِ ادراکِ مکر اندیشِ تو
تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

در بیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار بازست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فرا گیر احتراز
خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر
کہ زبخشایش درِ توبہ است باز
کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ[3] را از جانبِ مغرب دَرے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ
باز باشد تا قیامت بَر وَرے
کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

تا زِ مغرب برزند سر آفتاب
جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے
باز باشد آں در از وے رُو متاب
وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے روگردانی نہ کر

ہست جنت رازِ رحمت ہشت در
(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں
یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر
ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

---

[1] گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بترہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضب ناک نہ ہو جائے۔

[2] اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ در بیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔

[3] توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔ ہشت۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے۔ اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

Marfat.com

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز
وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں

واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز
اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں[1] غنیمت دار در بازست زُود
خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد

رَخت آنجا کش بکوریِّ حسود
سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود
اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے

بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود
اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا

باز گرد از کفر و ایں در بازیاب
کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے

تانگردی از شقاوت ردِّ باب
تاکہ تو بدبختی سے، مردود بارگاہ نہ بنے

گفتنِ[2] موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوضِ بستان و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں زمن بپذیر یک چیز و بیار
آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا

پس زمن بستاں عوض آں را چہار
پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں یکے
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟

شرح کن بامن ازاں یک اندکے
اس ایک کی میرے لیے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار
فرمایا وہ ایک یہ ہے، کہ تو علی الاعلان کہہ دے

کہ خدای نیست جز از کردگار
کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر عُلا
جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے

مردم و دیو و پَری و مُرغ را
(اور) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالق[3] دریا و کوہ و دشت و تیہ
دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے

مُلکتِ او بے حد و او بے شبیہ
اس کی سلطنت لا محدود ہے، اور وہ بے مثال ہے

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گل از گیا
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

---

[1] ہیں۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اس کے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئے گی۔ بازگرد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کر لے۔

[2] گفتن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کر لے۔ گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجیے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔

[3] خالق۔ اسی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان، جنگل۔ ملکت۔ مملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔ گیا۔ گھاس۔

Marfat.com

مطلع[1] او بر ضمیر بندگاں — حاکم و جبار بر گردن کشاں

وہ بندوں کے دل کی بات سے با خبر ہے — وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اوست بر ہر بادشاہے بادشاہ — حکم او را یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ

وہی ۔ ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار — کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار

اس نے کہا اور موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟ — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بود کز لطفِ آں وعدہ حسن — سست گردد چار میخ کفرِ من

ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بو کہ زاں خوش وعدہائے مغتنم — بر کشاید قفلِ کفرِ صد منم[2]

ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سیکڑوں من کا قفل کھل جائے

بو کہ از تاثیر جوئ انگبیں — شہد گردد در تنم ایں زہر کیں

ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جوئ آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقلِ اسیر

یا اس پاکیزہ دودھ کی نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لیے قیدی عقل پرورش پا لے

یا بود کز عکس آں جو ہائے خمر — مست گردم بو بَرم از ذوقِ اَمر

یا شاید شراب کی ان نہروں کے پرتو سے — میں مست ہو جاؤں، حکم خداوندی کا ذوق حاصل کرلوں

یا بود کز لطف آں جوہائے آب — تازگی یابد تنِ شورہ خراب

یا شاید ان پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کر لے

شورہ[3] ام را سبزہ پیدا شود — خار زارم جَنَّةُ الْمَاْوٰی شود

میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماوئ ہو جائے

بو کہ از عکسِ بہشت و چار جو — جاں شود از یاریِ حق یارجو

ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے — جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ ام — آتش و در قہرِ حق آغشتہ ام

جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بن گیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ ام بَر اہلِ جنت زہر بار

کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

---

1. مطلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ برگو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیے جاتے تھے۔
2. کفر صد من۔ بھاری کفر۔ جوئ انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بود۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ امر۔ یعنی امر خداوندی۔ آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔
3. شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنۃ الماوٰی۔ ایک جنت کا نام ہے۔ بو کہ۔ انسان کے اخلاق حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاق ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جو۔ جنت کی چار نہریں۔ کز عکس۔ انسان کا ظلم و جور دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حمیم[1] — آبِ ظلمم کرد خلقاں را رمیم

کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر — یا زِ عکسِ آں سعیرم چوں سعیر

میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلوم کنوں — وائِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں

میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا باشد کہ بکشائیم در — وز فضیلتہات گردم با خبر

اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے — اور تیری فضیلتوں سے میں با خبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم ماسنے — وارہم از کثرتِ ما و منے

اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ میں اس کی جگہ پا لوں — میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں[2] بگو با من کرامت آں چہار — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار

ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰ علیہ السلام آں چار فضیلت راجہتِ پامردیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰ کاولینِ آں چہار — صحتے باشد تنت را پائیدار

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان چاروں میں سے پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہو گی

ایں عللہائے کہ در طب گفتہ اند — دور باشد از تنت اے ارجمند

وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً[3] باشد ترا عمرِ دراز — کہ اجل دارد ز عمرت احتراز

دوسرے تیری عمر دراز ہو گی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عمرِ مستوی — کہ بناکام از جہاں بیروں روی

ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہو گا — کہ تو دنیا سے ناکام جائے

بلکہ خواہانِ اجل چوں طفلِ شیر — نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر

بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج

تو موت کا جویاں ہو گا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

---

1. آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وائی۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔ موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ ماسن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔
2. ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو توحید کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوں گی۔ صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحت مند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحت مند رہنے کا وعدہ ہے۔
3. ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہو گی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئے گی لیکن ایسی حالت میں آئے کہ تو دنیا سے بامقصد جائے گا۔ بلکہ۔ تجھے بھر مرنے کی ایسی تمنا ہو گی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آ کر مرنے کی تمنا نہ ہو گی بلکہ اس لیے ہو گی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہو گا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔

Marfat.com

پس بدستِ خویش گیری تیشۂ — می زنی بر خانہ بے اندیشۂ
تو اپنے ہاتھ میں مال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ[1] گنجِ بنیِ خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تابروں آید مہت از زیرِ میغ
بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے بیک برگے ز باغے ماندۂ — ہمچو کرمے برگش از رز راندۂ
اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹادیا ہے

چوں کرم[2] ایں کرم را بیدار کرد — اژدہایِ جہل را ایں کرم خورد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت
کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ

"میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں" کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن[3] — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی بیں میندیش و مایست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج — می تواں کردن عمارت بے زرنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

عاقبت ایں خانہ خود ویراں شود — گنج از زیرش یقیں عریاں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا — خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا

---

[1] کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانۂ معرفت کے لیے تو پردہ سمجھے گا۔ تابروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔ اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چمٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔

[2] چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائے گا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائے گا۔ تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔

[3] عقیق ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آ جائے تو اس ویران شدہ گھر جیسے سیکڑوں اس کے ذریعہ تعمیر کر لیے جائیں گے۔ عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔

Marfat.com

لیک آں تو نباشد زانکہ روح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کے لیے)

مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد[1] آنکار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اس کی مزدوری معدوم ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چنیں ماہے بُد اندر زیرِ میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من نکردم آنچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انہوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بود
سیکڑوں کھلیانوں کے لیے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست ملک تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے[2] را مدتے او تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مدت کنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کرے

پارہ دوزی میکنی اندر دکاں
تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے

زیرِ ایں دُکانِ تو مدفوں دوکاں
اس دوکان کے نیچے دوکانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستاں و تگش را می تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں بر کاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھ دے

از دکان و پارہ دوزی وارہی
دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں[3]
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ بردوے می زنی زیں خوردِ تنت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

اے ز نسلِ بادشاہ کام یار
اے با مقصد بادشاہ کی نسل سے

با خود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ! اس چیتھڑے سینے سے شرم کر

---

[1] چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اس لیے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی۔ جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کرے گا۔ من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔

[2] ایں کری۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لیے ہے کہ اس میں عمل کرلے۔ پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دوکانیں مدفون ہیں۔ تگش۔ یعنی اس کی گہرائی۔

[3] دلقِ گراں۔ یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اس کی رفوگری ہے۔ بادشاہ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔

Marfat.com

پارہ[1] برکن ازیں قعرِ دوکاں
اس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دوکانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زُو بَرے
ختم ہو، (اور) تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس تُرا بیروں کند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے

ایں دکاں را بر کند از رُوئِ کاں
اس دوکان کو، کان کے منہ سے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خام خود بَرمی کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی ڈاڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را بُردباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا

تا اَبد[2] یا حسرتا شُد لِلعباد
قیامت تک "بندوں کے لیے حسرت ہے" رہ گیا

غرہ شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب نا کردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیا علیہم السلام کا علم ہے

دیدم[3] اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابد از معنی شدم من عور و زار
لا محالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لا جرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لا محالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

---

[1] پارہ کن۔ اس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اس میں سے زرو جواہر کی دوکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اس سے فائدہ اٹھا لے اور اس کی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اس کو فنا کردے۔ پس۔ ایک وقت آجائے گا کہ یہ عارضی جسم تجھ سے لے لیا جائے گا اور تو اس کان سے محروم ہو جائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہو گیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔

[2] تا ابد۔ پھر تو اس آیت کا مصداق بن جائے گا۔ غرہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلِ متدی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔

[3] دیدم۔ بالآخر اس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اس کے خزانہ سے محروم ہو گیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

بودم از گنجِ نہانی بے خبر — ورنہ دستنبوی[1] من بودے تبر

میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرا دادمے

افسوس! اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طفلاں عشقہا می باختم

میں نے نقش (و نگار) پر آنکھ جما دی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس نکو گفت آں حکیمِ کامیار — کہ تو طفلی خانہ پُر نقش و نگار

اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی[2] نامہ بس اندر ز کرد — کہ بر آر از دُودمانِ خویش گرد

الٰہی نامہ میں اس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامی شرح کردنِ موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلتِ چہار گانہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم — کہ دلِ من ز اضطرابش گشت گم

اے موسیٰ! بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم ملکِ دو تو — دو جہانے خالص از خصم و عدو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تیسری دوہری حکومت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں ملک کاکنوں داشتی — کاں بُد اندر جنگ و ایں در آشتی

اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں ملکے دہد — بنگر اندر صلح خوانت چوں نہد

وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے — غور کر لے صلح میں تیرے سامنے کیسا دستر خوان بچھائے گا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد — در وفا بنگر چہ باشد افتقاد

جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اس کی دلجوئی کیسے ہو گی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زُود — باز گو صبرم شد و حرصم فزود

اس نے کہا اے موسیٰ! چوتھی کیا ہے، جلد — کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

---

[1] دستنبو۔ ایک معنوی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبر۔ یعنی میں تبر کے ذریعہ اس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم را۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش و نگار پر نظر رکھی۔ بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔

[2] الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔ ہمہ اندروزِ من بتو اینست۔ کہ تو طفلی و خانہ رنگیست۔ دودماں۔ خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔

[3] گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان لے آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔ در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا۔ یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

Marfat.com

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — مویٔ ہمچوں قیر[1] و رُخ چوں اَرغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ گل بابونہ کی طرح (رہے گا)
رنگ و بو در پیشِ ما بس کاسدست — لیک تو پستی سخن کردیم پست
رنگ، تو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں — لیکن تو گھٹیا ہے اس لیے ہم نے گھٹیا بات کہی
افتخار از رنگ و بو و از مکاں — ہست شادی و فریب کودکاں
رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا — بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِکُمْ حَتّٰی لَا یُکَذِّبَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد — ہم زبانِ کودکاں باید کشاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا — مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے
کہ برو کُتّاب تا مُرغت خرم — یا مویز و جوز و فستق[2] آورم
کہ مدرسہ جا، تیرے لیے پرند خرید دوں گا — یا منقی یا اخروٹ یا پستہ لا دوں گا
جز شبابِ تن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے، لے لے — اس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے
ہیچ آژنگے میفتد بر رُخت — تازہ ماند ایں شباب فرخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی — یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی
نے نژندِ پیریت آید برو — نے قدِ چوں سروِ تو گردد دو تو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی — نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہو گا
نے شود زورِ جوانی از تو کم — نے بدنداںہا خللہا یا اَلم[3]
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا — نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئے گی)
نہ کمی در شہوت و طمث و بعال — کہ زناں را آید از ضعفت ملال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی — کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو
نے شود مویت سفید و پشت خم — لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی — بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہو گا

---

1. گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملے گی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہے گا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ۔ کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلموا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو ان کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ ان کی تکذیب کر دیں گے۔ کہ برو۔ بچوں سے ایسی بچگانہ باتیں کی جاتی ہیں۔
2. فستق۔ پستہ۔ خرش۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ ذلت وخواری۔
3. الم۔ تکلیف۔ طمث۔ حیض، جماع۔ بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر۔ یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔

Marfat.com

آنچناں بکشایدت فر شباب ❊ کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہؓ[1] باب

تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہو گی ❊ جس طرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

معنیِ حدیث مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُهٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ وَ لَسَبَقَ عُكَّاشَةُ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دے گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دے دوں گا اور حضرت عکاشہؓ کی پہل

احمدؐ آخر زماں را انتقال ❊ در ربیع الاول آمد بے جدال

(نبی) آخر الزماں احمد ﷺ کا انتقال ❊ بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل ❊ عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ ﷺ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا ❊ آپ دل (و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر ❊ کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر

جب (ماہ) صفر آیا، آپ ﷺ صفر سے خوش ہوئے ❊ کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ھُدے ❊ او رفیقِ[2] راہِ اعلیٰ می زدے

راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک ❊ آپ ﷺ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت ہر کس کہ مُرا مژدہ دہد ❊ چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا ❊ جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالے گا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع ❊ مژدہ ور باشم مر او را و شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا ❊ میں اس کو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنے والا بنوں گا

چوں صفر بربست رخت و ماہِ نو[3] ❊ گشت پیدا بر فلک باتاب و ضو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند ❊ رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عکاشہؓ صفر بگذشت و رفت ❊ گفت جنت مر تُرا اے شیر زفت

(حضرت) عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا ❊ (آنحضور ﷺ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لیے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر ❊ گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر

دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا ❊ فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بس رجال از نقل عالم شادماں ❊ وز بقایش شادماں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں ❊ اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

---

[1] عکاشہؓ۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی ہیں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجیے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔ احمدؐ۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔

[2] رفیق۔ وفات کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔

[3] ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دی آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ بس رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔

Marfat.com

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور
چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے
پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہم چنیں[1] موسیٰ کرامت می شمرد
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے
ہم بدینساں بے قدم رہ می سپرد
اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد
کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا
ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد
تیرے نصیب کا اطلس، برد نہ بنے گا

ہرچہ خواہی یابی از بختِ جواں
قوی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا
شادماں مانی نگردی ناتواں
تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت[2] اَحْسَنْتَ نکو گفتی و لیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن
تا کنم من مشورت با یارِ نیک
میں اچھے دوست سے مشورہ کروں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ

بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ. او را بایمان آوردن
کرنا اور حضرت آسیہ کا اس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت او ایں سخن با آسیہ
پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں
گفت جاں افشاں بریں اے دل سیہ
انہوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ[3] ایں مقال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں
زود دریاب اے شہِ نیکو خصال
اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے

وقتِ کشت آمد زہے پر سود کشت
کھیتی کا وقت آ گیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی
ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک
جگہ سے کودیں اور کہا تجھے مبارک
آفتابے تاج گشتت اے کلک
اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیب کَل را خود بپوشاند کلاہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے
خاصہ چوں باشد کُلہ خورشید و ماہ
خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سنا تھا
چوں نگفتی آرے و صد آفریں
تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

[1] ہم چنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ شمار کراتے رہے۔ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئے گا تو تیرا اقبال بنا رہے گا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔

[2] گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحتوں پر عمل کرلے۔

[3] متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہو گئی۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اوڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔

Marfat.com

ایں سخن در گوش خورشید ارشدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی
سر نگوں بر بوی آں زیر آمدے
اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ[1] میدانی چہ وعدہ است و چہ داد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے
می کند ابلیس را حق افتقاد
اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

چوں بدیں لطف آں کریمت باز خواند
جب اس کریم نے اس مہربانی سے تجھے بلایا ہے
اے عجب چوں زہرہ ات بر جائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات ندرید تا زاں زہرہ است
تیرا پتہ نہ پھٹا تا کہ تیرے اس پتے سے
بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات
دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرۂ کز بہرِ حق او بر درد
وہ پتہ جو خدا کے لیے پھٹ جائے
چوں شہیداں از دو عالم بر خورد
وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اٹھاتا ہے

غافلی[2] ہم حکمت ست و ایں عمیٰ
غفلت اور یہ اندھا پن بھی حکمت ہے
تا بماند لیک تا ایں حدِ چرا
تا کہ اس کا وجود رہے، لیکن اس حد تک کیوں ہے؟

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے
تا نپرد زود سرمایہ زدست
تا کہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود
لیکن نہ اس قدر کہ ناسور بن جائے
زہرِ جان و عقل رنجورے شود
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد[3] ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟
کہ بیک گل می خری گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانۂ را صد درختانت عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لیے بدلہ ہوں
حبہ را آیدت صد کاں عوض
ایک رتی کا تیرے لیے سو کانیں بدلہ ہوں

کانَ للہ دادنِ آں حبہ است
اس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے
تا کہ کانَ اللہ لہٗ آید بدست
تا کہ "اللہ اس کا ہو گیا" ہاتھ آ جائے

زانکہ ایں ہوِی ضعیفِ بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت
ہست شد زاں ہوِی ربِّ پائدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

---

[1] ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کرے۔ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کے لیے پھٹ جائے اس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔

[2] غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لیے خدا نے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ غافلی۔ اگر انسان ہمہ وقت استغراق میں رہے اور اس کے حواس معطل رہیں تو اس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بری چیز ہے۔

[3] خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختانت۔ باغ۔ کانَ للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ "جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا"۔ ہوِی۔ ذات، شخصیت۔

Marfat.com

ہوئِ فانی چونکہ خود با او سپُرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا
گشت باقی[1] دائم و ہرگز نمُرد
وہ ہمیشہ کے لیے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مرے گی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک
اس قطرے کی طرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے
کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ ان دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا
از تفِ خورشید و باد و خاک رَست
(تو) اس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پالی

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہو گیا لیکن
ذاتِ او معصوم و پا بَر جا و نیک
اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دے دے
تا بیابی در بہای قطرہ یم
تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کر لے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف[2]
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش
در کفِ دریا شو ایمن از تلف
دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟
قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
کہ قطرے کے لیے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چوں تقاضا می کند دریا ترا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے
پس چہ اِستادی و درماندی ہلا
تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ[3] اللہ زود بفروش و بخر
خدا کے لیے جلد بیچ اور خرید
قطرہٗ دِہ بحرِ پُر گوہر ببر
قطرہ دے دے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن
خدا کے لیے، بالکل تاخیر نہ کر
کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن
کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو
خدا کے لیے، بالکل تاخیر نہ کر
چونکہ بحرِ رحمت ست ایں نیست جو
کیونکہ مہربانی کا سمندر ہے نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی شو بیدست و پا
خدا کے لیے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا
تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا
تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

---

[1] گشت باقی۔ حدیث قدسی میں ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کو قتل کر دیتا ہوں اور میں جس کو قتل کرتا ہوں اس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہم چو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کر کے ذات باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔

[2] ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ چوں۔ جب دریائے وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔

[3] اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔ گوی شو۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کہیں وہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے بلے کی گیند بنا دینا چاہیے۔

Marfat.com

الله الله تو گمانِ بد مبر
خدا کے لیے تو بدگمانی نہ کر
بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

الله الله زُود دریاب اے فتا
خدا کے لیے، اے نوجوان، جلد حاصل کر لے
تا نگردی در غلط بینی فنا
تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

الله الله ترک کن[1] ہستیِ خود
خدا کے لیے، ہستی کو چھوڑ دے
چونکہ خواندستت بَرو اے معتمد
جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

الله الله زود تر تعجیل کن
خدا کے لیے بہت جلد عجلت کر
بَر فروز از ایں اشارت بے سخن
اس بغیرِ کلام کے اشارے سے منور ہو جا

الله الله تاکنوں کژ باختی
خدا سے ڈر تو نے ٹیڑھی بازی چلی
گردن اندر معصیت افراختی
تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

الله الله چوں عنایت[2] در رسید
سبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہو گئی
بے توقف در وَے آمیز اے عَنید
اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا

الله الله چونکہ عصیاناتِ تو
خدا کے لیے، جب تک تیرے گناہ
در نمی نالد بروبیت شکر گو
تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں، شکر ادا کر

الله الله چوں ز فضلت راہ داد
خدا کے لیے، جبکہ اپنے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے
سر بخاکِ پای او باید نہاد
اس کی خاک پا پر سر رکھ دینا چاہیے

الله الله با چنیں کفرِ دو تو
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے
چوں قبولت می کند اکرامِ او
اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطفِ او گم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے
کاسفلے[3] بر چرخِ ہفتم می شود
کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادت بوالعجب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ میں آ گیا ہے
ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خِلعَت زُود زُود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے
تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
تاکہ تو بدلہ میں سیکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت با ہاماں بگویم اے ستیر
اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا
شاہ را لازم بود رای وزیر
کیونکہ بادشاہ کے لیے وزیر کی رائے ضروری ہے

---

[1] ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کر کے قرب حاصل کرنا چاہیے۔ اشارت۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہیے۔ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔

[2] عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔ کفر دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر۔

[3] اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیق خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائیں گی۔ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔

Marfat.com

گفت باباماں مگو ایں راز را　کوزکم پیرے[1] چہ داند باز را

اس نے کہا باماں سے یہ راز نہ کہنا　کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و کم پیر زن کہ در خانۂ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی　او ببرّد ناخنش بہرِ بہی

ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے　وہ بھلائی کے لیے اس کے ناخن تراش دے گی

ناخنے کہ اصل کارست و شکار　کوژ کم پیرے ببرّد کور وار

وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں　کبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

کہ کجا بودست مادر تا ترا　ناخناں زینساں درازست اے کیا

کہ (تیری) ماں کہاں تھی کہ تیرے　ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرّش را برید　وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید

ناخن اور اس کی چونچ اور اس کے پر کاٹ ڈالے　ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تتماجش دہد او کم خورد　خشم گیرد[2] مہرہا را بر درد

جب وہ اس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا　غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تتماج پختم بہرِ تو　تو تکبر می نمائی و عتو

کہ میں نے تیرے لیے ایسا دلیا پکایا　تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہماں اِدبار را　نعمت و اقبال کے سازد ترا

تو اس بدبختی کے لائق ہے　نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آ سکتی ہے؟

آبِ تتماجش[3] دہد کایں را بگیر　گر نمیخواہی کہ نوشی زاں فطیر

اس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے　اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تتماجش نگیرد طبعِ باز　زاں بتر رنجد شود خشمش دراز

باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے　اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اس کا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش　زن فروریزد شود کل مغفرش

غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اس کے سر پر　عورت ڈال دیتی ہے، اس کی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک ازاں چشمش فروریزد ز سوز　یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز

سوزش سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں　دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اس کو یاد آتی ہے

---

[1] کوزکم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کوروار۔ اندھاپن۔ کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔

[2] خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اس کی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ ادبار۔ نحوست۔

[3] آبِ تتماجش۔ اس کو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھا لے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں سر مراد ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

Marfat.com

زاں دو چشم[1] نازنینِ با دَلال | کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال

اس نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے | جو شاہ کے چہرے کی وجہ سے سیکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ ما زاغش شدہ پُر زخمِ زاغ | چشم نیک از چشم بد با درد و داغ

اس کی کج نہ ہونے والی آنکھ کوّے کے زخم سے پُر ہو گئی | اچھی آنکھ، بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بَسطتے کز بَسطِ او | ہر دو عالم می نماید تارِ مو

سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے | دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود | ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود

اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں | چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

چشم[2] بگذشتہ ازیں محسوسہا | یافتہ از غیب بینی بوسہا

وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے | غیب بینی سے لذتیں محسوس کیے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من | نکتہ گویم ازاں چشمِ حسن

میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں | کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل | می زبودے قطرہ اش را جبرئیل

اس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے | کہ جبرئیل علیہ السلام اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در بَر و منقارِ خویش | گر دہد دستوریش آں خوب کیش

تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں | اگر وہ پاک خصلت ان کو اجازت دے

بازگوید خشمِ کم پیر ار فروخت | فرِّ نور و صبر و حلمم را نسوخت

باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے | میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم[3] باز صد صورت تند | زخم بر ناقہ نہ بَر صالحؑ زند

پھر میری جان کا باز پھر سیکڑوں صورتیں حاصل کرے گا | وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالح علیہ السلام پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ اریکدم کہ آرد با شکوہ | صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ

(حضرت) صالح علیہ السلام اگر ایک پُرشوکت پھونک مار دیں | پہاڑ کی چٹان ایسی سیکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار | ورنہ وَرّانید غیرت پود و تار

دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ | ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا ادھیڑ دے گی

غیرتش را ہست صد حلمِ نہاں | ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں

اس کی غیرت میں سیکڑوں حلم پوشیدہ ہیں | ورنہ ایک دم سے سیکڑوں جہان پھونک دے

---

[1] زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں صحیح پڑیں اور ان کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

[2] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گزر کر غیبیات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔ باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ جاہلوں کے غصے سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے۔

[3] باز جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہو جائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالح علیہ السلام میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔ غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضب ناک ہو جاتی کہ عالم کو تباہ کر دیتی۔

Marfat.com

نخوت[1] شاہی گرفتش جای پند　　تا دلِ خود را ز پند او کرد بند
شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کر لیا　　حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کی جانب سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت　　کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا　　کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰ را رایِ زن صدیقِ رب　　رایِ زن بوجہل را شد بولہب
(حضرت) مصطفیٰ ﷺ کے مشیر اللہ کے صدیق رضی اللہ عنہ ہیں　　ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد　　کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اس کو ایسا کھینچا　　کہ وہ نصیحتیں اس کے لیے ٹھنڈی پڑ گئیں

جنس سویِ جنس صد پرّہ پرد　　بر خیالش پردہ ہا را بر درد
جنس، جنس کی جانب سیکڑوں پروں سے اڑتی ہے　　اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصہ[2] آں زن کہ طفلِ او بر سرِ ناوداں غویدہ بود و خطر افتادن داشت و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادرِ اُو

اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا
اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ[2]　　گفت شد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی　　بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست　　ور ہلم ترسم کہ افتد اُو بہ پست
اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے　　اگر چھوڑتی ہوں، ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[3] عاقل تاکہ دریابد چو ما　　گر بگویم کز خطر سویِ من آ
وہ سمجھ دار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے　　اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آ جا

ہم اشارت را نمی داند بدست　　ور بداند نشنود ایںہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے　　اگر جانتا بھی ہے، نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو　　او ہمی گرداند از من چشم و رُو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی　　وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں　　دستگیر ایں جہان و آں جہاں
اے بزرگ! خدا کے لیے آپ ہیں　　اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

---

[1] نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحت ہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔ جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔

[2] قصہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالہ سے اس کے پاس آ جائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالہ سے زمین پر۔

[3] نیست۔ اس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "برا" ہے۔

Marfat.com

زود درماں کن کہ می لرزد دلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے

کہ بدرد[1] از میوۂ دل بکسلم
کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت طفلے را برآور ہم زبام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا

تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام
تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوئ جنس آید سبک زاں ناوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کی طرف آ جائے گا

جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ او
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچہ نے اس کو دیکھا

جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رو
اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کیا

سوئ بام آمد ز متنِ ناوداں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا

جاذب[2] ہر جنس را ہم جنس داں
جنس کو ہم جنس کھینچنے والا سمجھ

غژ غژاں آمد بسوئ طفل طفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آ گیا

وارہید از اوفتادن سوئ سفل
نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
اسی لیے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیت رہند از ناوداں
تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالہ سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم
پس انہوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و کم گردند گم
تاکہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبے[3] ست
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰ و ادریس بر گردوں شدند
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام آسمان پر چلے گئے

با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت و ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
(چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

---

1. کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔ گفت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آ جائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچے کے پاس آ گیا۔ سوئ بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آ گیا۔
2. جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل۔ یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لیے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔
3. طالب۔ جو طلبگار ہوتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر بلا لیے گئے چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے آسمان سے زمین پر بھیج دیے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لیے ان سے ان کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

صد ہزاراں خوی بد آموختہ
انہوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لی ہیں
دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

کمتریں[1] خوشاں بدستے ایں حسد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے
آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن مار دی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انہوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا
کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد
جو مخلوق کے لیے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں میں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے
از حسد قولنجش آمد درد خاست
تو حسد کی وجہ سے اس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبختِ خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو
می نخواہد شمعِ کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

ہیں[2] کمالے دست آور تا تو ہم
خبردار! کمال حاصل کر تا کہ تو بھی
از کمالِ دیگراں نفتی بغم
دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا میخواہ دفعِ ایں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ
تا خدایت وارہاند زیں حسد
تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دے دے

مر ترا مشغولیے بخشد دروں
تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کر دے
کہ نہ پردازی ازاں سوی بروں
تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد
خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے
کہ بدو مست از دو عالم میرہد
کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیت[3] بنہادہ در کفِ حشیش
ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے
کو زمانے می رہاند از خودیش
کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کے لیے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بد اِنساں میکند
نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے
کز دو عالم فکر را بَری کند
کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کر دیا
کہ نہ بشناسد عدو از دوستے
کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او
وہ اس طرح کی لاکھوں (بیخودیاں) رکھتا ہے
کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او
جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

---

[1] کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ ملک ابد۔ یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اس لیے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع روشن نہیں دیکھ سکتا۔

[2] ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسرے پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ افتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت کی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

[3] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔

هست[1] میهایِ شقاوت نفس را ‌ ‌ که ز ره بیروں برد آں نحس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لیے ہیں ‌ ‌ جو اس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں

هست میهایِ سعادت عقل را ‌ ‌ که بیابد منزلِ بے نقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لیے ہیں ‌ ‌ کہ وہ خلل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کر لیتی ہے

خیمهٔ گردوں ز سرمستیِ خویش ‌ ‌ بر کند زاں سو بگیرد راه پیش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو ‌ ‌ اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کر لیتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غره مشو ‌ ‌ هست عیسیٰ مستِ حق خرمستِ جو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا ‌ ‌ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجور زیں خنبها ‌ ‌ مستیش نبود ز کوته دُنبها
ان مٹکوں سے ایسی شراب پی ‌ ‌ اس کی مستی کوتاہ دُم والوں کے لیے نہیں ہے

زانکه هر معشوق چوں خنب[2]ست پُر ‌ ‌ آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے ‌ ‌ ایک تلچھٹ اور دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہیں بچش با احتیاط ‌ ‌ تا مئے یابی منزه ز اختلاط
اے شراب کے پہچاننے والے احتیاط سے چکھ ‌ ‌ تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کر لے

مے شناسا ہیں بچش از رویِ تُرش ‌ ‌ آں مئے صافی کزو گردی خمش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ ‌ ‌ اس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

هر دو مستی می دهندت لیک ایں ‌ ‌ مستیئت آرد کشاں تا ربِّ دیں[3]
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ ‌ ‌ مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل ‌ ‌ بے عقالِ عقل در رقص اجمل
تاکہ تو مکر اور دھوکوں اور حیلوں سے نجات پا جائے ‌ ‌ وہ عقل کی رسی کے بغیر اچھل کود میں ہے

انبیاء چوں جنسِ روح اند و ملک ‌ ‌ مر ملک را جذب کردند از فلک
انبیا چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں ‌ ‌ فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او ‌ ‌ که بود آہنگ ہر دو بر علو
ہوا، آگ کی جنس اور اس کی یار ہے ‌ ‌ کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

---

[1] ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اس کو راہِ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیے۔ ہر مستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مستی اور خرِ عیسیٰ کی مستی جداگانہ ہے۔

[2] خنب۔ خم، شراب کا مٹکا۔ کوتہ دنب۔ چھوٹی دم والا، گدھا۔ زانکہ۔ ہر شخ کی محبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا۔ سالک کو امتیاز کرنا چاہیے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اس کشش کو اختیار کرنا چاہیے جو ہر کہ اُو را کہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔

[3] تا ربِ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیے۔ رقص اجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔ انبیاء۔ انبیا کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اس لیے فرشتے ان تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔

Marfat.com

چوں[1] بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی   درمیانِ حوض یا جوئے نہی

اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے   حوض یا نہر میں اس کو رکھے

تا قیامت او فرونآید بہ پست   کہ دِلش خالی ست در وے باد ہست

وہ قیامت تک نیچے کی جانب رخ نہ کرے گا   کیونکہ اس کا پیٹ خالی ہے اس میں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بود   ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد

چونکہ اس کی ہوا کا میلان اوپر ہے   وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست   سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست

پھر وہ جانیں جو انبیا کی ہم جنس ہیں   وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عَقلش غالب ست و بے ز شک   عقل جنس آمد بخلقت با ملک

کیونکہ اس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے   عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس[2] غالب بَر عدو   نفس جنسِ اَسفل آمد شد بدو

خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے   نفس، اَسفل کا ہم جنس ہے اس پر تف ہے

بود قبطی جنسِ فرعونِ ذمیم   بود سبطی جنسِ موسئِ کلیم

قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا   سبطی موسٰی علیہ السلام کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بود ہاماں جنسِ مَر فرعون را   برگزیدش برد تا صدرِ سرا

ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا   اُس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لا جرم[3] از صدر در قعرش کشید   کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید

لا محالہ اُس نے اس کو بلندی سے گہرائی کی طرف کھینچا   کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سو زندہ چوں دوزخ ضدِّ نور   ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور

دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں   دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زُود   بر گذر کہ نورت آتش را ربود

کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد   گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرُکَ اَطْفَاءُ نَارِیْ

آنحضورﷺ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کُشد   آتشم را چوں کہ دامن می کشد

اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے   میری آگ کو جب وہ ناز سے چلتا ہے

---

[1] چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائے گا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دے گی۔ باز۔ جو روحیں انبیا کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ ان لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔

[2] ہوائے نفس۔ خواہشات نفس کا میلان اَسفل کی طرف ہے۔ شہ بدو۔ اس پر تف ہے۔ قبطی۔ فرعون کی قوم والا۔ سبطی۔ بنی اسرائیلی۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لیے فرعون نے اس کو مشورہ کے لیے منتخب کیا۔

[3] لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔ در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔

Marfat.com

می رمد آں دوزخی از نور ہم — زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں — کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
دوزخ مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او — ضدِّ نار آمد حقیقت نور جو[1]
اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث آمد کہ مومن در دعا — چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدایا دور دارم از فلاں
دوزخ اس سے دل و جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت ست اکنوں بہ بیں — کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں
جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

گر بہاماں[2] مائلی ہامانیی — ور بموسیٰ مائلی سبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے — اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہے تو للّٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ — نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اکسایا ہوا ہے — تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہان و ہاں بکوش — تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں بر سر پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر — تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے

ساغرِ[3] صدق از کفِ موسیٰ بنوش — تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی — تاکہ معانی، نقوش پر غالب آ جائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس ست — کہ بہ بینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے — کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اِشکستہ شود — گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
کوشش کر تا کہ تیرا دشمن شکست کھا جائے — خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر — باز گو اِضلالِ فرعونِ مشیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی — فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

---

[1] نور جو۔ یعنی جنتی۔ در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیے کہ اس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

[2] گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔

[3] ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس پر عقل کا غلبہ رہے۔ در جہاں۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کرے گا۔ اِضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

Marfat.com

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ[1] رُو بسختی عاقبت　گفت با ہاماں برایِ مشورت

بالآخر اس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے　مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہ ای آں کلیم اللہؑ را　گفت و محرم ساخت آں گمراہ را

کلیم اللہ علیہ السلام کے وعدوں کو　اس گمراہ سے کہا اور اس کو رازدار بنا لیا

گفت با ہاماں چو تنہالیش بدید　جست ہامان و گریباں را درید

جب ہامان کو تنہا دیکھا اس سے کہا　ہامان اچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں　کوفت دستار و کلہ را بر زمیں

اس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا　ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ[2] گفت اندر رُویِ شاہ　آنچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ

کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟　وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

جملہ عالم را مسخر کردہ تو　کار را با بخت چوں زر کردہ تو

تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا　تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج　سویِ تو آرند سلطاناں خراج

مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے　بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں[3] لب ہمی مالند شاد　بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد

سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں　اے عالی مقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما　رو بگرداند گریزد بے عصا

باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے　بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تا کنوں معبود و مسجودِ جہاں　بودہ، گردی کمینہ بندگاں

اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود　رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشترست　کہ خداوندے شود بندہ پرست

ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے　کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں　تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں

نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے　تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

---

[1] آں ستیزہ رو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایمان لانے پر جو وعدے کیے وہ سب ہامان سے کہہ دیے۔ جست۔ ہامان اچھلا اور اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔

[2] کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔ جملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنالیا ہے اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔

[3] بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔ تا کنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

Marfat.com

خسروا اوّل مرا گردن بزن — تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود[1] نبودست و مبادا ایں چنیں — کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو — کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند — بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں — ہم سے ڈرنے والے، ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور — گشت ما را پس گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ہو — تو ہمارے لیے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست[2] از دشمن ہمی نشناخت اُو — نرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا — اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی

دشمنِ تو جز تو نبود اے لعیں — بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے — کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت ست — کہ دوا دو اول و آخر لت ست
تیرے لیے یہ بُری عادت دولت ہے — کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر[3] ازیں دولت نتازی خزخزاں — ایں بہارت را ہمی آید خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا — تیری اس بہار پر خزاں آ جائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند — کہ سرِ ایشاں ز تن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں — جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود بر قرار — چوں کنند آخر کسے را پائیدار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں — وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں

تو بداں فخر آوری کز ترس و بند — چاپلوست گشت مردم روز چند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے — چند روز کے لیے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں

---

1. خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے اور نہ ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جواب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشم روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائے گا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔
2. دوست۔ اس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی اندھا دھند الٹی بازی کھیل رہا تھا۔ دشمن تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔
3. گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔ تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

ہر کرا[1] مردم سجودے می کنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں

زہر اندر جانِ او می آگنند
اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ بر گردد از و آں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے

داند۔۔اوکاں زہر بود و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے خنک آں را کہ ذَلَّتْ نَفْسَهٗ
مبارک باد ہے اس کے لیے جس کا نفس خاکسار بنا

وائے آں کز سرکشی شد چوں کہ اُو
اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اس تکبر کو زہر قاتل سمجھ کہ جو ہے

از مئے پر زہر گشت آں گیج و مست
زہر بھری شراب (کی قسم) سے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں[2] مئے پُر زہر نوشد مُدبرے
جب کوئی بد نصیب زہریلی شراب پیتا ہے

از طرب یک دم بجنباند سَرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعد یک دم زہر در جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اس کی جان میں اثر کرتا ہے

زہر در جانش کند داد و ستد
زہر اس کی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد
اگر تو اس کے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے

گرچہ زہر آمد نگر در قوم عاد
اگرچہ وہ زہر ہے قوم عاد کو دیکھ لے

چونکہ شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے

بکُشدش یا باز دارد در چہے
اس کو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کنویں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستہ افتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اس کی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہرست[3] آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟

کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟

زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

راہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

گرگ گرگِ مُردہ را ہر گز گزد
بھیڑیے نے کسی مردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضرؑ کشتی را برائے آں شکست
(حضرت) خضر علیہ السلام نے کشتی اس لیے توڑی

تا تواند کشتی از فجار رَست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

---

1. ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو اس زہر کا پتا جب چلتا ہے جب ان کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔ اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہریلی ہوئی شراب ہے۔

2. چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔

3. گر نہ زہرست۔ اس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اس کا زہر تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اس کی خستہ حالی اس پر رحم کا سبب بنی۔ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیے کو پھاڑتا ہے۔ خضر۔ کشتی کی شکستہ حالی اس کی نجات کا سبب ہے۔

Marfat.com

چوں شکستہ[1] می رہد اشکستہ شو — امن در فقرست اندر فقر رو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا — امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند — گشت پارہ پارہ از زخمِ کلند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا — وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہر اُوست کورا گرد نیست — سایہ کافگندست بر وے زخم نیست
تلوار اس کے لیے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے — وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی — اے برادر چوں بر آذر می روی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے — اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ او ہموار باشد با زمیں — تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو — وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد[2] از زمیں آنگاہ او — چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ — نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست — عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لیے سیڑھی ہے — انجام کار، اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

ایں فروع ست و اُصولش آں بود — کہ ترفع شرکتِ یزداں بود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے — کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں[3] نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زو — باغیِ باشی بشرکت ملک جو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہو گا، شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہو گا

چوں بدو زندہ شدی آں خود ویست — وحدتِ محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح ایں در آئینۂ اعمال جو — کہ نیابی فہمِ ایں از گفتگو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم انچہ دارم در دروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں
اگر میں وہ کہہ دوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

---

[1] چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن تکبر سر بلندی کٹتی ہے۔ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔

[2] سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسان کے لیے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔ ایں۔ تکبر کی یہ مضرتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر در اصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[3] چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے۔ چوں بدو۔ جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کر دوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لیے کافی ہیں۔

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست
بس کرتا ہوں، عقل مندوں کے لیے کافی ہے

بانگ دو کردم اگر در دِہ کس ست
میں نے دو صدائیں دے دیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل[1] آں ہاماں بداں گفتارِ بد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ

ایں چنیں راہے برَاں فرعون زد
ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا

از گلویِ اُو بُریدہ ناگہاں
اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد اُو بباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا

ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
(خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہِ بد دوری گزیں
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر

زینہار اَللّٰہُ اَعلَمُ بِالیَقِیں
خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰ علیہ السلام از ایمان آوردنِ فرعون و جایا فتن سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰؑ لطف بنمودیم و جود
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی

خود خداوندیت را روزی نبود
آقائی جو تیرے مقدر میں نہ تھی

آں خداوندی[2] کہ نبود راستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو

مَر وُرا نے دست داں نے آستیں
سمجھ لے، اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بود
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو

بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ وادندت عوام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے

باز بستانند از تو ہمچو وام
قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لیں گے

آں خداوندیِ تو از بندگی
تیری وہ آقائی غلامی سے

کمترست ار باز دانی اندکی
کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دِہ خداوندیِ عاریت بحق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے

تا خداوندیت بخشد متفق
تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

---

[1] حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہِ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو اس کی بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی۔

[2] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی خود غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

منازعت[1] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ملک را مقاسمہ کن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من ماموروم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جواب دینا کہ میں اس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے ان کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند / نزدِ پیغمبرؐ منازع می شدند

عرب کے سردار جمع ہو گئے / پیغمبر علیہ السلام کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے

کہ تو میری ہریک از ماہم امیر / بخش کن ایں ملک و بخشِ خود بگیر

کہ آپ علیہ السلام بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے / اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہریکے[2] در بخشِ خود انصاف جو / تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو

ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے / آپ علیہ السلام ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است / سروری و امرِ مطلق دادہ است

آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے / (اس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرما دیا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ او / ہیں بگیرید امرِ او را اتَّقُوْا

کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمد علیہ السلام کا زمانہ اور دور ہے / خبردار! اس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

قوم گفتندش[3] کہ ماہم زاں قضا / حاکمیم و داد امیری ما خدا

قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے / حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق ملک داد / مر شمارا عاریہ از بہر زاد

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے / تمہارے پاس کھانے پینے کے لیے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست / میریِ عاریتی خواہد شکست

میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے / عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو / چیست حجت بر فزوں جوئیِ تو

لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ / آپ علیہ السلام کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

---

[1] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[2] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دستبردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے۔ کایں۔ اللہ نے فرما دیا ہے کہ یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

[3] قوم گفتندش۔ ان سرداروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

Marfat.com

سیل آمدن[1] و قضیب انداختن اُمراء جہتِ دفعِ شدنِ سیل و غالب شدنِ مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لیے سرداروں کا لکڑی ڈالنا اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آ جانا

دَر زماں اَبرے بر آمد ز امرِ مُر
فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا
سیل آمد گشت آں اطراف پُر
سیلاب آیا اور اطراف پانی سے پُر ہو گئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مہیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رخ کیا
اہلِ شہر افغاں کناں جملہ رَعیب
شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبرؐ کہ وقتِ امتحاں
پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت
آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں
اب آ گیا، تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

ہر امیرے[2] نیزۂ خود در فگند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا
تا شود در امتحاں آں سیل بند
تاکہ آزمائش (کے وقت) میں سیلاب رک جائے

نیزہا را ہمچو خاشاکے رَبود
نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا
آبِ تیزِ سیل پُر جوش و عنود
جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در وَے مصطفیٰؐ
پھر مصطفیٰ ﷺ نے ایک شاخ اس میں ڈال دی
آں قضیبِ معجز فرماں روا
وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنے والی اور حاکم تھی

نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ
بَر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب[3]
نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

ز اہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت
اس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا
رو بگردانید و سوئے بحر رفت
اس نے رخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وَے آں اَمرِ عظیم
جب انہوں نے ان سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا
پس مقر گشتند آں میراں زبیم
وہ سردار ڈر سے اقرار کرنے والے بن گئے

جز سہ کس کہ حقد ایشاں چیرہ بود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا
ساحرش گفتند و کاہن از جحُود
انہوں نے انکار سے ان کو جادوگر اور کاہن کہا

بود بوجہلِ لعین و بولہب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب
واں سوم ہم بود بو سفیانِ حرب
اور وہ تیسرا ابو سفیان بن حرب تھا

---

[1] سیل آمدن۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصہ سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[2] ہر امیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کے لیے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔

[3] رقیب۔ نگراں۔ امر عظیم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاخ سے سیلاب کا رک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

Marfat.com

ملکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے
ملک بَر رُستہ چناں باشد شریف
آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

تیزہا[1] را گر ندیدی یا قضیب
اگر تو نے تیزے یا شاخ نہیں دیکھی
نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیز مرگ بُرد
ان کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا
نامِ او و دولت تیزش نمرد
ان کا نام اور ان کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام
ہمیشہ پانچ وقت ان کے نام پر نوبت بجتی ہے
ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
اسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیث موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[2] عقل ست کردم لطفہا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں
ور خری آوردہ ام خر را عصا
اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کنم
تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا
کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم
کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کر دوں گا

اندریں آخر خران و مَردماں
اس اصطبل میں گدھے اور انسان
می نیابند از جفایِ تو اماں
تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب
سزا دینے کے لیے میں ایک لاٹھی لایا ہوں
ہر خرے را کو نباشد مستجب
ہر اس گدھے کے لیے جو کہنا نہ مانے

اژدہائے[3] می شود در قہرِ تو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی
کاژدہائے گشتہ در فعل و خو
جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیِ تو بے اماں
تو بے اماں، پہاڑی سانپ ہے
لیک بنگر اژدہائے آسماں
لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے
بر تو و بر مومن آمد روشنی
تیرے لیے، اور مومن کے لیے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دَنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر
کہ ہلا بگریز اندر روشنی
خبردار! روشنی میں بھاگ آ

---

[1] تیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے دو نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اس معاملہ کو سمجھ لے۔ نامِ شاں۔ ان کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[2] گر ترا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لیے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لیے ہے۔

[3] اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لیے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہی۔ تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا۔ منکر کے لیے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لیے نور ہدایت ہے۔

ورنہ[1] درمانی تو در زندانِ من ‌ ‌ ‌ مخلصت نبود ز در بندانِ من

ورنہ تو میری قید میں رہے گا ‌ ‌ ‌ تیرے لیے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز گرد از کفر سوئے دینِ حق ‌ ‌ ‌ ورنہ در نارِ ابد مانی خلق

کفر سے دین حق کی طرف آ جا ‌ ‌ ‌ ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہو گا

باز گرد اے گمرہِ بدبخت دوں ‌ ‌ ‌ ورنہ در دوزخ در افتی سر نگوں

اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ ‌ ‌ ‌ ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بود ایندم اژدہاست ‌ ‌ ‌ تا نگوئی دوزخِ یزداں کجاست

یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے ‌ ‌ ‌ تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

در بیان[2] آنکہ شناسائے قدرتِ حق تعالیٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ایں دوزخ اما بَر دِلت ‌ ‌ ‌ ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت

یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر ‌ ‌ ‌ یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند ‌ ‌ ‌ اوج را بر مُرغ دام و فخ کند

خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کر دے ‌ ‌ ‌ بلندی کو، پرند کے لیے جال اور پھندا بنا دے

ہم زدندانت بر آرد دردہا ‌ ‌ ‌ تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا

تیرے دانتوں میں درد پیدا کر دے ‌ ‌ ‌ حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کند[3] آبِ دہانت را عسل ‌ ‌ ‌ تا بگوئی کہ بہشت است و حلل

یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنا دے ‌ ‌ ‌ حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

از بن دنداں برویاند شکر ‌ ‌ ‌ تا بدانی قوتِ حکم و قدر

دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرما دے ‌ ‌ ‌ تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس بدنداں بیگناہاں را مگو ‌ ‌ ‌ فکر کن از ضربتِ نا محترز

پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ ‌ ‌ ‌ ناقابل بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل رابر قبطیاں حق خوں کند ‌ ‌ ‌ سبطیاں را از بلا محصوں کند

(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کے لیے خون کر دیتا ہے ‌ ‌ ‌ سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

---

[1] ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لیے میری قید میں رہے گا۔ باز گرد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ کفر چھوڑ کر دین حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔

[2] در بیان۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں مشکوک نہیں ہوتا ہے۔ ظاہرست۔ عالم غیب کی خبروں کے آثار اس عالم شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالم ناسوت میں انہماک ان کے ادراک سے مانع ہے۔ اوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم زدندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کو دوزخ اور اژدہوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔

[3] یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کر دیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آ جاتا ہے۔ پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لیے نہ استعمال کرنا چاہیے۔

Marfat.com

آب بر فرعون و دردم خوں شود — بر کلیمے قند نامنون شود
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے — کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بن جاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست — درمیانِ ہوشیارِ راہ و مست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امتیاز ہے — راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[1] تمیز از خدا آموختہ است — کہ کشاد آں را و ایں را سخت بست
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے — کہ اس نے اس کو کھول دیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ او عاقل کند مر نیل را — قہرِ او ابلہ کند قابیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھ دار بنا دیتی ہے — اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات[2] از کرم عقل آفرید — عقل از عاقل بقہرِ خود برید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی — قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لطف عقلے شد پدید — وز نکال از عاقلاں دانش رمید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی — عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت — عقل ایں سو خشمِ حق دیدہ گریخت
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی — عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی دور بھاگ گئی

ابر و خورشید و مہ و انجم بلند — جملہ بر ترتیب آیند و روند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر — سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے[3] ناید مگر در وقتِ خویش — کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں — کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیاء — دانش آوردند در سنگ و عصا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا — انہوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

تا جماداتِ دگر را بے لباس — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ — لباس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود — و ز جماداتِ دگر مخبر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے

---

[1] نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لیے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لیے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جوذات ان جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔ نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ و ایں۔ یعنی فرعون۔

[2] در جمادات۔ اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔ ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے مصروفِ عمل ہیں۔

[3] ہر یکے۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیا کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔ تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ لباس۔ التباس۔ طاعت۔ لاٹھی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور پتھروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔

Marfat.com

کہ زیزداں آگہیم و طا ئعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں

ما ہمہ بے اتفاقی ضا ئعیم
موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آبِ نیل دانی وقتِ غرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت

کو میانِ ہر دو اُمت[1] کرد فرق
کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقتِ خسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی

در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
قارون کے بارے میں کہ اس کے قہر نے اس کو ہلاک کر دیا

چوں قمر کہ امر بشنید و شتافت
چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا

پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں[2] نالید از ہجرِ نبیؐ
جس طرح ستون نبی ﷺ کے فراق میں رویا

با خبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر

مصطفیٰؐ را گفت ظاہر وَالسلام
مصطفیٰ ﷺ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سنی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکرِ الوہیت است و عالم را قدیم داند

سنی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی یکے می گفت عالم حادث است
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے

فانی ست ایں چرخ و حقش وارث ست
یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے

فلسفی[3] گفتہ کہ چوں دانی حدوث
فلسفی نے کہا تو نے اس کے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا

حادثی ابر چوں داند غیوث
بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود نیستی از انقلاب
تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے

تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدوِ زمیں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدۂ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدۂ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

---

1. ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔ چوں قمر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔
2. ستون۔ استوانہ حنانہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔ دی۔ سنی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔
3. فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے۔ پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہے اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اس کو مانتا چلا آتا ہے۔

Marfat.com

چیست[1] بُرہاں بر حدوثِ ایں بگو ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو

یہ بتا! اس کے تو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟ ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق بحث می کردند روزے دو فریق

اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ گشتہ ہنگامہ براں دوکس گروہ

لڑائی اور جھگڑے اور شور میں (اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوی آں ہنگامہ گشتم من رواں تا بیابم اِطلاع از حالِ شاں

اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا تا کہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسوی[2] جمع ہنگامہ شدم اِطلاع از حالِ ایشاں بستدم

میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا (اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست بے گمانے ایں بنا را بانی ست

ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے بلاشبہ اس بنا کو کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست نیستش بانی و یابانی ویست

دوسرے نے کہا یہ قدیم اور "کب سے ہے" کے بغیر ہے اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتۂ خلاق را روز و شب آرندہ و رزّاق را

اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت[3] بے برہاں نخواہم من شنید انچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید

اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حجت و بُرہاں کہ من نشنوم بے حجت ایں را در زمن

خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست در درونِ جاں نہاں برہانم ست

اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

---

1. چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سنی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زوردار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوی۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

2. من بسوی۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تا کہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا تو پیدا کرنے والے رزاق کا منکر ہو گیا۔

3. گفت نے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سنی نے کہا حجت ذوقی ہے وہ یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجودِ باری پر استدلال کر سکتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔"

تو نمی بینی[1] ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے
من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے
در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج
اس با ارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت یارا[2] در درونم حجتے ست
اس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے
بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نوپیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود
مجھے یقین ہے، اس کی علامت یہ ہے
مر یقیں داں را کہ در آتش رود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے
ہمچو حال و سرِّ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِّ گفت و گویِ من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے
جز کہ زردی و نزاری رُویِ من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک چوں[3] بر رُخ روا نہ می رود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں
حجتِ حسن و جمالش می شود
اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے
اس نے کہا میں اس کو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں
کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من، کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا
ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند
اس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعوٰی کریں
کہ تو قلبی من نکویم و ارجمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے
کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند
عوام اور خواص ان کے حال سے باخبر ہو جائیں گے
از گمان و شک سوی ایقاں روند
گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائیں گے

---

[1] تو نمی بینی۔ اس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ ان دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

[2] گفت یارا۔ سنی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے اور اس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

[3] اشک عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بود۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سنی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ ان کو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہیے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں
نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اس کھرے اور کھوٹے کے لیے جو پوشیدہ ہو

تامن و تو[1] ہر دو در آتش رویم
میں اور تو، دونوں آگ میں گھسیں
حجتِ باقی حیراناں شویم
باقی حیران لوگوں کے لیے دلیل بن جائیں

یامن و تو ہر دو در بحر اُوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں
کیں دری دعویٰ من و تو کوفتیم
کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے
ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد
اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا
متقی را ساخت تازہ تر بکرد
متقی کو سنوار دیا، تروتازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مدعی
وہ مردِ مدعی خدا کا ماننے والا
رست و سوزید اندر آتش آں دعی
بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزمودہ بشنو ایں اعلام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن
کوریِ افزوں روانِ خام را
جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ نسوزیدست[2] ایں نام از اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا
کش مسمی صدر بوده است و اجل
کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں رُوح شد دلدادہٴ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں
در رہِ او سَر بسر اوفتادہٴ
اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں[3] خلق را در بادیہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا
سَر گروہ و بے عصا را راویہ
سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کے لیے سیراب کرنے والا (بنا)

صد ہزاراں زیں رِہاں اندر قرآں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں
بر دریده پردہائے منکراں
جنہوں نے منکروں کے پردے چاک کیے ہیں

چوں گرو بستند غالب شد صواب
جب انہوں نے بازی لگائی، صحیح بات غالب آئی
در دوامِ معجزات و در جواب
معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا
در حدوثِ چرخِ پیر و زست و حق
آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

---

[1] تامن و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہم چناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے سنی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

[2] کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ غالباً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ پانی پلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیا معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

Marfat.com

حجتِ منکر ہمارہ زردؔ رُو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے
یک نشاں بر صدقِ ایں انکار کو
اس کے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

یک منارہ[1] در ثنای منکراں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)
کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا
یاد آرد روزگارِ منکرے
منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

رُوئِ دینار و درم از نامِ شاں
دینار اور درہم کا رخ ان کے نام سے
تا قیامت می دہد از حق نشاں
قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے
سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر[2]
احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکہ کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا رُوئِ زرے
چاندی پر یا سونے پر
وانما بر سکہ نامِ منکرے
سکہ پر کسی منکر کا نام تھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں
دنیا میں چاندی اور سونے پر
سکہ بنما بنامِ منکراں
منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے
صد زبان و نامِ او اُمُّ الکتاب
جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زہرہ[3] نے کس را کہ یک حرفے ازاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف
یا بدزدد یا فزاید درمیاں
چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بن جائے
یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں
غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ نندیشد کہ ہر جا ظاہریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے
آں زِ حکمتہای پنہاں مخبریست
وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے

---

1. منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لیے آگ روشن کر دیتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ روئی۔ سکوں پر انبیا کا نام ان کی سچائی کا نشان ہے۔
2. مستقر۔ دائم، ہمیشہ۔ منکرے۔ یعنی منکر خدا۔ خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک وشبہات ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔
3. زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجت منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہوا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔ ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ[1] ہر ظاہرے خود باطن ست ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست

ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں تا بداند اہلِ عرفاں در جہاں

زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

عمرِ کرگس سہ ہزار و پانصد ست مر کبوتر را چہ باشد زاں بدست

گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے۔ کبوتر کو اس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار

لاکھوں کبوتر مرتے ہیں گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ[2] پندارند کرگس باقیست نے غلط کردندیک کس باقیست

سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے نہیں، انہوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش

وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند در جہاں یک تارِ مو كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنیٰ ست باطنش بنگر بریں ظاہر مایست

اس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لیے ہے اس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیا فریدشاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بر معنی و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ" ان کو صرف اسی لیے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنی اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جس کو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ[3] نقاشے نگارد زیں نقش بے امیدِ نفع بہرِ عین نقش

کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے نفع کی امید کے بغیر محض تصویر کے لیے؟

بلکہ بہرِ میہماناں و کیاں کہ بفرجہ وارہند از اندہاں

بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لیے تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

---

[1] فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔ کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اس کو قدیم مان لیتا ہے۔

[2] جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔ می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ بس باقی ذات خداوندی ہے۔ ہرچہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔

[3] ہیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اس کا اس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

شادیِ[1] بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں

بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لیے — گزرے ہوئے دوستوں کو ان کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب

کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لیے نہ کہ پانی کے لیے؟

ہیچ کاسہ گر کند کاسہ تمام — بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام

کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے — محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لیے؟

ہیچ خطاطے نویسد خط بفن — بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن

کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے — محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لیے؟

نقشِ[2] ظاہر بہرِ نقشِ غائب است — واں برائے غائبِ دیگر بہ بست

ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لیے ہے — وہ کسی دوسرے غائب کے لیے بنا ہے

تا سوم چارم دہم بر می شمر — ایں فوائد را بمقدارِ نظر

تیسرے، چوتھے دسویں تک شمار کر لے — ان فوائد کو نظر کے اندازہ کے مطابق

ہمچو بازیہائے شطرنج اے پسر — فائدہ ہر لعب در ثانی نگر

اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح — ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں — واں برائے آن و آں بہرِ فلاں

اس نے اس کے لیے پوشیدہ چال چلی — وہ اس کے لیے اور وہ فلاں کے لیے

ہمچنیں[3] دیدہ جہات اندر جہات — در پئے ہم تا رسی در بُرد و مات

اسی طرح غرضوں میں غرضیں — پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اول از بہرِ دُوم باشد چناں — کہ شدن بر پایہائے نردباں

پہلی (چال) دوسری کے لیے ایسی ہے جیسا کہ — سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دُوم بہرِ سُوم می داں تمام — تا رسی تو پایہ پایہ تا بام

دوسری کو تیسری کے لیے یقیناً سمجھ لے — تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالا خانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی — واں منی از بہرِ نسل و روشنی

کھانے کی خواہش منی کے لیے ہے — اور منی نسل اور روشنی کے لیے ہے

---

[1] شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار اس کو اس لیے بناتا ہے کہ اس میں بھر کر پانی پیا جائے۔ کاسہ۔ پیالہ اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لیے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔

[2] نقش۔ نقش ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔ ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔

[3] ہم چنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔ اول۔ پہلی چال دوسری چال کے لیے اسی طریقہ سے ذریعہ ہے جیسے سیڑھی کے ڈنڈے، پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کے لیے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔

Marfat.com

کند بینش[1] می نہ بیند غیرِ ایں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے

عقلِ او بے سَیر چوں نبتِ زمیں
اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہے

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا

ہست پایِ او بگِل درماندہ
اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

گر سَرش جُنبد ببادِ تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اس کا سر ہلے

تو بسر جنبانیش غرہ مشو
تو اس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سَمِعنَا یَا صَبَا
اس کا سر کہتا ہے ہم نے (بادِ) صبا کی اطاعت کی

پایِ او گوید عَصَینَا خَلِّنَا
اس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد[2] سَیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بر توکل می نہد چوں کورگام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

چوں توکل کردنِ اصحاب نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظر ہایِ[3] کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جز رَوندہ جز دَرِندہ پردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ دردہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سَدِّ پیش و سَدِّ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بن گیا اور اس نے غیب کی تختی پڑھ لی

---

[1] کند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبت زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔ گر سرش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اس کا سر لبیک کہتا ہے اس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔

[2] چوں ندارد۔ اس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ عامیانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پڑتا ہے۔ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔

[3] نظر ہای۔ اولیا کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونے والے واقعات کو عالم مثال میں دیکھ لیتی ہیں ان کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی نظریں لوحِ غیب سے ہونے والے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

Marfat.com

چوں نظر[1] پس کرد تا بدوِ وجود
جب اس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک
آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث
در خلیفہ کردنِ بابای ما
ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید
اس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا
انچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل
پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے
پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل[2]
سامنے (کی) جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے
غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

ہر کہ صیقل پیش کرد او بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کر لی، اس نے زیادہ دیکھا
بیشتر آمد برو صورت پدید
اس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست
اگر تو کہے گا وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے
نیز ایں توفیق صیقل زاں عطاست
نیز اس صیقل کی توفیق اس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دعا
وہ کوشش اور دعا ہمت کے دروازے سے ہے
لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں انسان کے لیے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ ہمت خداوندست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے
ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست[3] تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لیے مخصوص کرنا
مانعِ طوع و مراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کے لیے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را
لیکن جب وہ اللہ (تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے
او بگوراند بکفراں رخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے
رخت را نزدیک تر وا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

---

[1] چوں نظر۔ ان بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائکہ نے جو گفتگو کی اس کو یہ سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں ان کو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور ان کا علم اگرچہ علم خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق ان کو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

[2] روزِ فصل۔ روزِ محشر۔ ہر کسے۔ جو شخص جس قدر دل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر لیتا ہے اسی قدر اس کو غیبیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آ کر عطیہ کر دیتا ہے۔ واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانِ کائنات کا ارادہ نہیں کر سکتا۔

[3] نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

بد دلاں[1] از بیم جاں درکار زار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اسباب ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کر لیے

پُر دلاں در جنگ ہم از بیم جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سوی صفِّ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

رستماں را ترس و غم وا پیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مر گیا

چوں محک آمد بلا و بیم جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسے سے ہر جانب سے جدا ہو گیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اس کو قضا (خداوندی) سے قضا کی جانب بھاگنا چاہیے

وحی[2] کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق ام ترا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰ را بوحیِ دل خدا
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا

کاے گزیدہ دوست می دارم ترا
کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذو الکرم
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا، اے صاحب کرم! کونسی عادت ہے

موجب آں تا من آں افزوں کنم
اس کا سبب، تاکہ میں اس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے[3] بہ پیشِ والدہ
فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچے کی طرح ہے

وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ
جو اس کے غصہ کے وقت (بھی) اس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز او دیّار ہست
وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اس (ماں) کے سوا کوئی اور ہے

ہم ازو مخمور و ہم از اوست مست
اسی سے وہ مخمور ہے اور اسی سے وہ مست ہے

---

[1] بددلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور اس کے اختیاری کی بنیاد پر ہیں۔ رستماں۔ بہادروں کے لیے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مر جاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچ کر قضاء الٰہی سے قضاء الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ قضاء الٰہی سے بھاگتے ہیں" تو انہوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ" ہاں ہم قضاء الٰہی سے قضاء الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔" یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائے گی وہ بھی قضاء الٰہی ہے۔

[2] وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میری کون سی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اس میں اور اضافہ کر لوں۔

[3] طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لیے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

Marfat.com

مادرش گر سیلیئے بر وَے زند　　ہم بمادر آید و بر وَے تند

اگر اس کی ماں اس کے طمانچہ مارے　　اس کے پاس آتا ہے اس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ او　　اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ او

اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا　　اس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو[1] ہم ز ما در خیر و شر　　التفاتش نیست جاہائے دگر

بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے　　اس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ　　گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

میرے سوا تیرے لیے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے　　خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ در حنیں　　در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن

جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے　　"مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ[2] حصر را　　در لغت داں از پے نفیِ ریا

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کے لیے ہے　　عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لیے ہے

ہست ایاک نستعین[2] ہم بہرِ حصر　　حصر کردہ استعانت را و قصر

"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کیلئے ہے　　جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کے ساتھ) محصور اور مخصوص کر رہا ہے

کہ عبادت مر ترا آریم و بس　　طمع یاری ہم ز تو داریم و بس

کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس　　مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں

خشم[3] کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد　　خواست تا از وَے بر آرد دُود و گرد

ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا　　چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

---

[1] خاطرِ تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیرِ من۔ میرے سوا تیرے لیے ناقابل التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

[2] ایاک نعبد۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے منحصر کرنے کے لیے ہے۔ یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ ایاک نستعین۔ "ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں" بھی حصر کے لیے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے کے لیے ہے۔ کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔

[3] خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گزری۔ یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملے میں ہونی چاہیے۔ ندیم۔ مصاحب۔ دود۔ یعنی اس کو قتل کر دے۔

Marfat.com

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف
تا زند بروے جزای آں خلاف[1]

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی
تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس را زہرہ نے تا دم زند
یا شفیعے بر شفاعت بر تند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے
یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص
در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا
اور (حضرت) مصطفیٰ ﷺ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد
در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا
بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیوست من بخشیدمش
ور بلیسی کرد من پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہے تو میں نے اس کو معاف کر دیا
اگرچہ اُس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ[2] آمد پای تو اندر میاں
راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے
میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست
کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں
کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ اَت را ہیچ نتوانم شکست
زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں
کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

گر زمین[3] و آسماں را برہم زدے
ز انتقام ایں مرد بیروں نامدے

خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جائے
یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرہ بذرہ لابہ گر
او نبردے ایں زماں از تیغ سر

اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا
وہ تلوار سے اس وقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می نہیم منت اے کریم
لیک شرحِ عزتِ تست اے ندیم

اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں
ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں
اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں

یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے
اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں مدغم ہو گئی ہیں

---

1. خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے بادشاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔ ہیچ کس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حشر میں عام شفاعت کے لیے مخصوص ہوں گے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اس کو معاف کر دیا۔

2. چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہٖ میرا خوشامد کرنا ہے۔

3. گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لیے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

تو دریں[1] مستعملی نے عاملی — زانکہ محمولِ منی نے حاملی

تو اس سفارش میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گشتۂ — خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ

تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بن گیا ہے — تو نے اپنے آپ کو جھاگ کی طرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لا شدی، پہلوئے اِلا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر

تو لا بن گیا، اِلا کے پہلو میں مقیم ہو گیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

آنچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اوست بس[2] وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں ندیم رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزرد و برگشت از وِلا

وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا

دوستی ببرید زاں مخلص تمام — رو بحائط کرد تا نارد سلام

اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو منہ کر لیا تا کہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیع خویشتن بیگانہ شد — زیں تعجب خلق در افسانہ شد

اپنے اس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

گر نہ مجنون ست یاری چوں بُرید — از کسے کہ جانِ او را واخرید

اگر وہ پاگل نہیں ہے، تو اس نے دوستی کیوں توڑی؟ — ایسے شخص سے جس نے اس کی جان دوبارہ خریدی

واخریدش آں دم از گردن زدن — خاکِ نعلِ پاش بایستے شدن

اس وقت اس نے اس کو گردن کٹنے سے بچا لیا — اس کو تو اس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیے

بازگونہ رفت و بیزاری گرفت — با چنیں دلدار کیں داری گرفت

اس نے الٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی — ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس ملامت[3] کرد او را ناصحے — کیں جفا چوں میکنی با مصلحے

اس کو ایک نصیحت کرنے والے نے بہت ملامت کی — کہ ایسی نیکی کرنے والے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص — آں دم از گردن زدن کردت خلاص

اس خاص دوست نے تیری جان خریدی — اس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

---

[1] تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ کار ہے، کام کرنے والا تو میں ہوں، میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔ ما رمیت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمہ طیبہ میں لا الہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔

[2] اوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کی طرف منسوب ہوگا۔ واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اس کو پاگل کہتا کوئی اس کی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

[3] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔

Marfat.com

گر جفا[1] کرد ے نبایستے رمید — خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیے تھا — خصوصاً جبکہ اس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں — او چرا آید شفیع اندر میاں
اس نے کہا جان بادشاہ کے لیے ہے — وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وقت بود آندم مرا — لَا یَسَعُ فِیْهِ نَبِیٌّ مُجْتَبٰی
اس وقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا — جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز رحمِ شاہ — من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں — میں اس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ شہ[2] را بہرِ آں لا کردہ ام — کہ بسوی شہ تولّا کردہ ام
بادشاہ کے علاوہ کی میں نے اسی لیے نفی کی ہے — کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر ببرد او بقہرِ خود سرم — شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا — شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سر بازی و بیخویشی است — کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است
میرا کام سر دے دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے — ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش برد — ننگ آں سر کہ بغیرے سر برد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے — وہ سر (باعثِ) ذلت ہے جو اس کے غیر کے آگے جھکے

شب کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے

خود[3] طوافِ آنکہ او شہ بیں بود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا — غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالا تر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے، پوشیدہ

---

[1] گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اس کو برداشت کرنا چاہیے نہ کہ اس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیے۔ گفت۔ ان صاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لیے تھی یہ بیچ میں آ کر بچانے والا کون تھا۔ لی مع اللہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ "میرے لیے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوئی نہ کسی مرسل نبی کی۔" ان صاحب نے کہا کہ مجھے شاہ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابِ باری میں حاصل ہوتا تھا لہٰذا عماد الملک کی اس میں گنجائش کہاں تھی۔

[2] غیر شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف اس کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔ شب۔ جس رات کو شاہ کے غصے نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔

[3] خود۔ جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لیے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا اور یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقام مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

زانکہ ایں اسما و الفاظِ حمید　از گِلابہ[1] آدمی آمد پدید
اس لیے کہ یہ اسما اور اچھے الفاظ　انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ بُد آدمؑ را امام　لیک نے بُد در لباسِ عین و لام
علم الاسماء آدم علیہ السلام کا امام تھا　لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گل بر سر کلاہ　گشت آں اسمای جانی رو سیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی　وہ روحانی اسما کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید　تا شود بر آب و گل معنی پدید
کیونکہ ان (اسما) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا　تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ از خشمِ شہم کرد او خلاص　لیک ہم شہ شد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا　لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ[2] از یک وجہ منطق کاشف ست　لیک از دہ وجہ دیگر مُکنِف ست
گفتگو اگرچہ ایک عیب سے (حقیقت کو) ظاہر کرنے والی ہے　لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتن جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ هَلْ لَکَ حَاجَۃٌ قَالَ بَلٰی اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و او جبرئیلؑ　من نخواہم در بلا او را دلیل
میں (اپنے) زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (عمولہ) جبرئیل علیہ السلام ہے　میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

او ادب[3] ناموخت از جبرئیلؑ راد　کہ پرسید از خلیلِ حق مراد
اس نے عقلمند جبرئیل علیہ السلام سے ادب نہ سیکھا　کہ اس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مرادت ہست تا یاری کنم　ورنہ بگریزم سبکباری کنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں　ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

---

[1] گلابہ۔ گل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علّم الاسماء۔ اگرچہ اسما اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسما اس مادی حروف و تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہوگئی اور ان میں سیاہی پیدا ہوگئی۔ کہ نقاب۔ ان اسما کو مادی لباس اس لیے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان ان کے معانی سمجھ سکیں۔ گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔

[2] گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا اصل مقصود الفاظ میں نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے، جس طرح خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

[3] او ادب۔ عماد الملک کو جبرئیل علیہ السلام کے اس قصہ سے نصیحت حاصل کر لینی چاہیے تھی۔ کہ مرادت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر مدد کرنا چاہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکار کر دیا اور فرمایا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی۔

Marfat.com

گفت ابراہیم نے رو از میاں — واسطہ زحمت بود بعد العیاں

ابراہیم علیہ السلام نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا — کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ[1] ایں دنیاست مُرسل رابطہ — مومناں را زانکہ ہست او واسطہ

اس جہان کے لیے رسول رابطہ ہے — مومنوں کے لیے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بدے وحی نہاں — حرف و صوتے کے بدے اندر جہاں

اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا — تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ او محوِ حق ست و بے سَراست — لیک کارِ من ازاں نازک تراست

اگرچہ وہ (جبرئیل علیہ السلام) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بے خود ہے — لیکن میرا کام اس سے زیادہ نازک ہے

کردہٗ او کردہٗ شاہ است لیک — پیشِ چشمم بد نمایندہ است نیک

اگرچہ اس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن — لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

انچہ[2] عینِ لطف باشد بر عوام — قہر شد بر عشق کیشانِ کرام

جو عوام کے لیے عین مہربانی ہوتی ہے — شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید — عامہ را تا فرق را تا نندید

بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں — عوام کو، تا کہ فرق کو دیکھ سکیں

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار — پیشِ واصل خار باشد خار خار

اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف — واصل (بحق) کے لیے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا[3] و رنج بایست و وقوف — تا رَمد آں روحِ صافی از حروف

بہت سی بلائیں اور رنج اور (ان میں) ٹکاؤ چاہیے — تا کہ وہ صاف روح حروف سے چمک اٹھے

لیک بعضے زیں بلا کژ تر شدند — باز بعضے صافی و برتر شدند

لیکن بعض اس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہو گئے — بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے

ہمچو آبِ نیل آمد ایں بلا — سعد را آبست و خوں بر اشقیاء

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لیے پانی ہے اور بدبختوں کے لیے خون ہے

---

1. بہرایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں ان کے لیے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود مشاہدہ میں مستغرق تھے ان کو جبرئیل علیہ السلام کا واسطہ نا گوار گزرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سن سکے اس لیے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حروف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ گرچہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اس سے بھی نازک ہے اس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیل کا کام مقام فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اس کام میں ماذون ہیں اللہ کی جانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کے لیے آیا ہوں۔

2. انچہ۔ اس طرح کی مدد عوام کے لیے عین لطف خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لیے مناسب نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن "جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لیے گناہ شمار ہوتے ہیں۔" بس۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہے۔

3. بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک۔ مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے، ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔ آب نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا۔

Marfat.com

هر که[1] پایاں بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ نیک بخت ہے

جِدتر اُو کارد کہ افزوں دید بر
زیادہ محنت سے وہ بوئے گا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا

ہست بہرِ محشر و برداشتن
محشر کے لیے اور (پیداوار) حاصل کرنے کے لیے ہے

ہیچ عقدے بہرِ عین خود نبود
کوئی معاملہ بعینہٖ معاملہ کے لیے نہیں ہوتا ہے

بلکہ از بہرِ مقامِ ربح و سود
بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لیے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری
اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے

منکریش بہرِ عینِ منکری
(کہ) اس کا انکار محض انکار کے لیے ہو

بل برائے قہرِ خصم اندر حسد
بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہوتا ہے

یا فزونی جستن و اظہارِ خود
یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کے لیے ہوتا ہے

واں فزونی ہم پے طمع دگر
وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے

بے معانی چاشنی ندہد صور[2]
(محض) صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی
اسی لیے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟

کہ صور زیت است و معنی روشنی
کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنہ[3] ایں گفتن چرا از بہرِ چیست
ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لیے ہے

چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست
جبکہ صورت محض صورت کے لیے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست
یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہے

جز برائے ایں چرا گفتن بدست
اس کے سوا کے لیے "کیوں" کہنا برا ہے

از چہ رُو فائیدہ جوئی اے امیں
اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟

چوں بود فائیدۂ ایں خود ہمیں
جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسماں وَ اہلِ زمیں
تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں

نیست حکمت کاں بود بہرِ ہمیں
(اس میں) کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلیے ہیں

---

1. ہر کہ۔ جوان مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام میں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئے گا وہاں کاٹے گا۔ ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کے لیے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لیے نہیں کرتا بلکہ اس کے پیش نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔ واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔

2. صور۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو ان کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صور۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

3. ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھو کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے ان کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

Marfat.com

گر حکیمے[1] نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحب حکمت نہیں ہے تو یہ (کائنات کی) ترتیب کیسی ہے؟

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

کس نسازد نقشِ گرمابہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہے

جز پے قصدِ صواب و نا صواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہر معنیی و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لیے ہے

مطالبت کردنِ موسیٰ علیہ السلام از حضرتِ عزت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا

حضرت موسٰی علیہ السلام کا اللہ تعالٰی سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے

فَاَهْلَكْتَهٗ وَ اَحْتَرَقْتَهٗ و جواب آمدن از حضرتِ عزت

پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالٰی کی جانب سے جواب آنا

گفت[2] موسیٰ اے خداوندِ حساب
(حضرت) موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

نرّ و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق[3] دانم کہ ایں پرسش ترا
اللہ (تعالٰی) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے
اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

بازجوئی حکمت و سِرّ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کر لے

تا ازاں واقف کنی مرعام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے

پختہ گردانی بدیں ہر خام را
اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی
وضاحت کے لیے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ار چہ تو زاں واقفی
طعام کے لیے، اگرچہ تو اس سے واقف ہے

---

[1] گر حکیمے۔ حکمت دان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا الحکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہر چہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔

[2] گفت۔ حضرت موسٰی نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوند حساب۔ یعنی یوم حساب کے مالک۔

[3] گفت حق۔ حضرت حق تعالٰی نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پرمبنی نہیں ہے اس لیے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اس لیے معلوم کر رہا ہے تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کردے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔

Marfat.com

زانکہ[1] نیم علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے
ہر بروئے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

ہم سوال از علم خیزد ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے
ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی
ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے
جیسا کہ تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے
وز غذائے خوش بود سُقم و شفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مستفید[2] اعجمی شد آں کلیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنے والا بنانے والے بنے
تا عجمیاں را کند زیں سِرّ علیم
تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

ماہم از وے اعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں
پاتخش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اس کا جواب پیش کرتے ہیں

خر فروشاں خصم یکدیگر شدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے
تا کلید قفل آں عقد آمدند
یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کے لیے کنجی بن گئے

پس بفرمودش خدا اے ذو لباب
پھر ان سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!
چوں پرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰؑ! زمین میں بیج بو دے
تا کہ تو خود وا دہی انصاف ایں
تاکہ تو خود اس کا انصاف کر لے

چونکہ موسیٰؑ کشت شد کشتش تمام
جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے کھیتی بوئی ان کی کھیتی پوری ہوگئی
خوشہالیش یافت خوبی و نظام
اس کے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کر لی

داس بگرفت و مر آں را می برید
انہوں نے درانتی لی اور اس کو کاٹ لیا
پس ندا از غیب در گوشش رسید
تو ان کے کان میں غیب سے آواز آئی

---

[1] زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّوَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی "کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے" حضرت موسیٰ علیہ السلام حکمتوں سے واقف تھے۔ ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد ہی اس کے بارے میں سوال و جواب ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی۔ ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لیے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہو گئی تو انہوں نے اس کھیتی کو کاٹ کر نکالا۔

Marfat.com

کہ چرا[1] کشتے کنی و پروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟

چوں کمالے یافت آں را می بری
جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اس کو کاٹتا ہے

گفت یا رب زاں کنم ویران و پست
(موسیٰ نے) عرض کیا اے خدا میں (کھیت کو) ویران اور پست اس لیے کرتا ہوں

کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے

کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن
ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے

فرق واجب می کند در بیختن
وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بتاتی ہے

گفت ایں دانش تو از کہ یافتی
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟

کہ بدانش بیدرے بر ساختی
کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمییزم تو دادی اے خدا
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی

گفت پس تمییز چوں نبود مرا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہوگی؟

در خلائق[2] روحہای پاک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں

روحہای تیرہ و گلناک ہست
کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں صدفہا نیست در یک مرتبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں

در یکے دُرّست و در دیگر شَبہ
ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب[3] ست اظہارِ ایں نیک و تباہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے

ہمچناں کاظہارِ گندمہا ز کاہ
جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہارست ایں خلقِ جہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لیے ہے

تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ کنزًا گفت مَخفیًا شنو
سن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا

جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

---

[1] کہ چرا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور ان دونوں کو ملا جلا دینا مناسب نہ تھا۔ حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔ گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔

[2] در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔ ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کانچ کے پوتھ کی طرح ہے۔

[3] واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہر اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔ کنت۔ حدیث قدسی ہے "کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ" "میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا"۔ مخلوقات مظہر صفت خداوندی ہے۔ جوہر خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

بیان[1] آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثال دوغند و روحِ وحی کہ باقیِ ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا
ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

آں دروغت ایں تنِ فانی بود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے
راستت آں جانِ ربانی بود
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے
روغنِ جاں اندر و فانی و لاش
روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد[2] حق رسولِ بندۂ
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے
دوغ را در خمرہ جنبانندۂ
چھاچھ کو مٹکی میں بلونے والے کو

تا بجنباند بہنجار و بفن
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوتے
تا بدانم من کہ پنہاں بود من
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جزوِ اُوست
یا اس بندہ کا کلام جو اس (نبی) کا جزو ہے
در رود در گوش آنکو وحی جوست
اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[3] مومن وحیِ مارا واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنے والا ہے
آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے
پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

وَر نباشد طفل را گوشِ رَشد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو
گفتِ ما در نشنود گنگے شود
وہ اس کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرِّ اصلے گنگ بود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے
ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سنتا ہے

---

[1] بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے۔ جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔ راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے۔ جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشے۔ معدوم۔

[2] تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تا کہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مسکا اس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مٹکی۔ من۔ اس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کے لیے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[3] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ "اور اس وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔" واعی۔ یعنی رسول یا وہ شخص جو ان کا جزو ہے۔ مام۔ ماں۔ یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

Marfat.com

وانکہ[1] گوشِ کر و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کی وجہ سے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنے والی نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خدا
یا آدم علیہ السلام جیسا جس کو خدا نے پڑھایا

یا مسیحے[2] کو بہ تعلیمِ وَدُود
یا مسیح علیہ السلام کہ وہ خدا کی تعلیم سے

از برای دفعِ تہمت در وِلاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لیے

جُنبشے بایست اندر اجتہاد
کوشش میں حرکت چاہیے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مسکا چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے

دوغ روغن نا گرفتہ ست و کہن
مسکا، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ

ہیں بگردانش بدانش دست دست
خبردار، سمجھداری سے اس کو ہاتھ سے خوب چلا

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے

زانکہ در گوشش رسیدہ علّتے ست
کیونکہ اس کے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

لا جرم مَر نطق را تسلیم نیست
(تو) لا محالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

کہ صفاتِ اُو زِ عِلّتہا جداست
کیونکہ اس کی صفات علتوں سے پاک ہیں

بے حجابِ مادر و دایہ وُرا
اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

در ولادت ناطق آمد در وجود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

تا کہ دُوغ آں روغن از دل باز داد
تا کہ چھاچھ مسکے کو اندر سے واپس دے دے

دوغ در ہستی بر آوردہ علم
چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کیے ہوئے ہے

وانکہ فانی[3] می نماید اصل اوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

تا نہ بگوینی بنہ خرجش مکن
جب تک تو نکال نہ لے اس کو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

تا نماید انچہ پنہاں کردہ است
تا کہ وہ اس کو نمایاں کر دے جو اس نے چھپایا ہے

لابۂ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

---

[1] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تعلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات میں ار... بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے جو بغیر تعلیم کے بولنے والا صرف ذات خداوندی ہے۔ آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ماں باپ نہ تھے ان کو تعلیم خدا نے دی۔

[2] یا مسیحے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی بغیر تعلیم کے ماں کے اوپر سے تہمت دفع کرنے کے لیے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔ جنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مسکا نکالنے کے لیے چھاچھ کا بلونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لیے جسم کا عبادات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔

[3] فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مسکا نہ نکالا گیا ہو اس کو محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ مسکا نکالا جا سکے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔ ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیے تا کہ وہ روح کو ظاہر کر دے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اس روح باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی۔ لابہ مستاں۔ مست، ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے۔

Marfat.com

روغن[1] اندر دوغ پنہاں میشود — ہر چہ می سازی تو آش آں میشود
مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے — تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنی

دوسری مثال اسی معنی میں

ہست بازیہایِ آں شیرِ علم — مخبرے از بادہای مکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود — چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جنبشِ آں بادہا — شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی — بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

زاں[2] شناسی باد را کہ آں صباست — یا دبورست ایں بیانِ آں خفاست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے — یا پچھوا ہے، یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علم — فکر می جنباند او را دمبدم
بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے — فکر اس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست — وانکہ از مغرب دبورِ با وباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے، وہ پُروا ہے — اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست — مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے — تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[3] جمادست و بود شرقش جماد — جانِ جانِ جاں بود شرقش فواد
سورج جماد ہے، اس کی مشرق جماد ہے — جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز — قشر و عکسِ آں بود خورشیدِ روز
اس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہے — دن کا سورج اس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بود تن بے لہب — پیشِ او نے روز بنماید نہ شب
اس لیے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے — اس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

ورنہ باشد آں چو باشد ایں تمام — بے شب و بے روز دارد انتظام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو — تو بغیر شب و روز، وہ منظم رہے گا

---

[1] روغن۔ روح، جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائے گی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر اور موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[2] زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں ان کو صبا اور جو مغرب سے آئیں ان کو دبور کہنا چاہیے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[3] خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس نے فکر پیدا ہوا ہے اس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اس کا کام منظم ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہمچنانکہ[1] چشم می بیند بخواب | بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب

جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے | چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اَخُ الموت اے فلاں | زیں برادر آں برادر را بداں

اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے | اس بھائی کو اس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں | مشنو آں را اے مقلد بے یقیں

اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے | اے بے یقین مقلد، اس کو نہ سن

می بہ بیند[2] خواب جانت وصفِ حال | کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال

تیری روح نیند میں اس حالت کے اوصاف رکھتی ہے | کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

در پئے تعبیرِ آں تو عمرہا | میدوی سوئ شہانِ بادہا

تو اس کی تعبیر کے لیے سالوں | عقل مند شاہوں کے پاس دوڑتا (پھرتا) ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست | فرع گفتن اینچنیں سرّ را سگی ست

کہ بتائیے اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ | اس طرح کے راز کو فرع کہنا کتا پن ہے

خوابِ عام ست ایں و خود خوابِ خواص | باشد اصلِ اجتبا و اختصاص

یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب | برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید[3] تا چو خسپد او ستاں | خواب بیند خطۂ ہندوستاں

ہاتھی ہونا چاہیے تاکہ جب وہ چت سوئے | ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب | خر ز ہندوستاں نکردہ است اغتراب

گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے | گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت | تا بخواب او ہند تاند رفت تفت

روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیے | تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے

---

[1] ہم چنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند اور سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ" "نیند موت کی بہن ہے" لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویندت۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اس کی بات نہ ماننا۔

[2] می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔ در پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لیے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے، غلط ہے۔ خوابِ عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے، خواص کا خواب تو ان کو اس سے بھی زیادہ اسرار غیب دکھا دیتا ہے۔

[3] پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہو جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرار غیبی بھی اس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالم غیب سے ایسا ہی ہے جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔ خرنہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہو جائے اس کو یہ رتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کی طرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالم غیب کو خواب میں دیکھے گی۔

Marfat.com

ذکر[1] ہندستاں کند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے
پس مصور گردد آں ذکرش بشب
تو اس کی یاد شب میں مصور ہو جاتی ہے۔

اُذْکُرُوا اللّٰہ کارِ ہر اَوباش نیست
”اللہ کی یاد کرو“ ہر آوارہ کا کام نہیں ہے
اِرْجِعِیْ برپای ہر قلاش نیست
”تو لوٹ جا“ ہر مفلس کے پاؤں کے لیے نہیں ہے

لیک تو آیس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن
ورنہ پیلی در پے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ
بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سن

نقشبندانند[2] در جَوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں
کارسازانند بہر لی و لک
وہ میرے اور تیرے لیے کاریگری کر رہے ہیں

گر نہ بینی خلق مشکیں جیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے
بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے! اس اثر کو دیکھ لے

ہر دم آسیب ست بر اِدراکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے
نبتِ نو نو رُستہ بیں از خاکِ تو
مٹی میں سے نئی گھاس کو اگا ہوا دیکھ لے

زیں بد ابراہیم ادھمؒ دید خواب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا
بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب
دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لا جرم زنجیرہا را بَر دَرید
لا محالہ انہوں نے زنجیریں توڑ دیں
مملکت برہم زد و شد ناپدید
سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ[3] دیدِ ہندستاں بود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے
کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
کہ وہ نیند سے اٹھے اور دیوانہ بن جائے

می فشاند خاک بر تدبیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے
می دراند حلقہ و زنجیرہا
حلقے اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد ملک دنیا سر بسر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے
جملگی برہم زند بے دردِ سر
بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

---

1. ذکر۔ ہاتھی ہندوستان کو یاد کرتا ہے تو اس کی یاد اور مناظر خواب میں اس لیے مصور ہو جاتے ہیں۔ اُذْکُرُوْا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرْجِعِیْ۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفس مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ”اپنے خدا کی طرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔“ لیک۔ اگرچہ ہاتھی کی طرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنا چاہیے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔
2. نقشبندان۔ اولیا۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار دیکھ لے۔ ہردم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؒ کی روح ہاتھی بنی انہوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ہندوستان۔ یعنی روح کا اصلی وطن عالم غیب۔
3. آں نشان۔ عالم غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اٹھتا ہے۔ می فشاند۔ جو عالم غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ ز نور
جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے

کہ نشانش آں بود اندر صدور
کہ سینوں میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جوید از دارالغرور[1]
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے

ہم انابت آرد از دارالسرور
آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ
آنحضور ﷺ کی اس حدیث کی تشریح میں

داستانے بشنو اے یارِ صفا
اے مخلص یار! ایک قصہ سن لے

حکایت[2] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے رُو نمود وَ یَوْمَ
اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن

یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ نقدِ وقتِ او
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اس کے سامنے آ گیا

شدہ پادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے

کنند آں کودکے کہ خیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ بر آید و لاف زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

قلعہ مراست کودکانِ دیگر بروے رشک برند کہ اَلتُّرَابُ رَبِیْعُ
قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصِّبْیَانِ آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت
ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہایِ رنگیں را ہماں تودۂ خاکِ دوں میگویم و زرو
اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[3] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رَستم و بیک سو
اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم

جستم وَ اٰتَیْنَاهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ارشادِ حق را مُرورِ سالہا حاجت نیست
کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لیے سالوں

در قدرتِ کُنْ فَیَکُوْن کس سخن قابلیت نگوید
کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

---

1. دارالغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دارالسرور۔ خوشی کا گھر، عالم آخرت۔ بہر ایں۔ ایک مضمون کی تشریح کے لیے حسب ذیل قصہ سن لو۔
2. حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔
3. اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ بیک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بادشاہے داشت یک زیبا پسر　　ظاہر و باطن مُزیّن از ہنر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا　　جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[1] دید اُو کاں پسر ناگاہ بمُرد　　صافیِ عالم بر آں شہ گشت دُرد
اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے　　اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تابِ آتش مشکِ او　　کہ نماند از تفِ آتش اشکِ او
آگ کی گرمی سے اس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی　　آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دُودِ دردِ شاہ　　کہ تہی یابید در وَے راہ آہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا　　کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست مُردن قالبش بیکار شد　　عمر ماندہ بود شہ بیدار شد
وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا　　کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے[2] آمد ز بیداریش پیش　　کو ندیدہ بود اندر عمرِ خویش
بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی　　کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن　　پس مطوّق آمد ایں جاں با بدن
وہ خوشی سے مرنے کو تھا　　(لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

از دمِ غم می بمیرد ایں چراغ　　وزدمِ شادی بمیرد اینت لاغ
یہ چراغ غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے　　اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے، یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ او زندہ است　　ایں مطوق شکل جایِ خندہ است
وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے　　یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ[3] با خود گفت شادی را سبب　　آنچناں غم بود از تسبیبِ رب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب　　ایسا غم، اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک رُویِ مرگ　　واں زیک رُویِ دگر احیا و برگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے　　وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے نسبت بداں حالت ہلاک　　بازہم از سویِ دیگر اِمتساک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے　　پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

[1] خواب۔ اس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش۔ یعنی غم کی آگ۔ مشکِ اُو۔ یعنی اس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اس میں طاقت نہ رہی۔ خواست۔ اس خواب میں بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔

[2] شادیے۔ بیدار ہو کر اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ پس۔ لیکن جسم روح کے لیے طوق بن گیا اور اس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔ ایں چراغ۔ یہ عجب تماشا ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے ان دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اس قدر خوشی کا سبب بنے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو رہا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔ آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔

Marfat.com

شادیِ تن[1] سوئے دنیاوی کمال سوئے روزِ عاقبت نقص و زوال

جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں گریہ گوید با دَریغ و اندہاں

خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح ہست در تعبیر اے صاحب مَرَح

خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[2] اندیشید کایں غم خود گذشت لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت

شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا لیکن اس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم گر رود گل، یادگارے بایدم

اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے اگر پھول جاتا رہے، میرے لیے کوئی یادگار چاہیے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود یادگارے بایدم گر او رود

خدا کرے اس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے اگر وہ مر جائے تو میرے لیے کوئی یادگار چاہیے

چوں[3] فنا را شد سبب بے منتہا پس کدامیں راہ را بندیم ما

جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں تو ہم کون سے راستہ کو بند کریں گے؟

صد دریچہ و در سوئے مرگِ لدیغ می کند اندر کشادن ژلیغ ژلیغ

ڈسنے والی موت کے لیے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژلیغ ژلیغِ تلخ آں درہای مرگ نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ

موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوئے تن دردہا بانگِ درست وز سوئے خصماں جفا بانگِ درست

جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں مخالفوں کی جانب سے، ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں بزو. بر خواں کتاب طب را تا شمارِ ریگ بینی رنجہا

خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

---

[1] شادیِ تن۔ جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کامل ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[2] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہوگئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار۔ یعنی اس کی یاد دلانے والا اس کا لڑکا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہر حال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیے۔

[3] چوں۔ موت کے سیکڑوں اسباب ہیں ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سیکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو ان کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژلیغ۔ ان کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔ از سوئے تن۔ جسم کی درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازے کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد۔

Marfat.com

اے پسر بر خواں دمے فہرستِ طب ۔۔۔ نارِ علّتہا نظر کن مُلتہب[1]

اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لیے طب کی فہرست پڑھ لے ۔۔۔ بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است ۔۔۔ ہر دو گامے پُر زِ کژدُمہا چہ است

اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے ۔۔۔ ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تندست و چراغم ابترے ۔۔۔ زو بگیرانم چراغِ دیگرے

ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے ۔۔۔ میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بود کز ہر دو یک وافی شود ۔۔۔ گر بباد آں یک چراغ از جا رود

تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے ۔۔۔ اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ ۔۔۔ شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ

جیسا کہ عارف (باللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے ۔۔۔ فراغت کے لیے دل کی شمع روشن کر لی ہے

تاکہ روزے کایں بمیرد ناگہاں ۔۔۔ پیشِ چشم خود نہد او شمعِ جاں

تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مر جائے ۔۔۔ وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد[2] ایں فہم پس داد از غرر ۔۔۔ شمعِ فانی را بفانیِ دِگر

وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دے دیا ۔۔۔ فنا ہونے والی شمع کو دوسری فنا ہونے والی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے ۔۔۔ گفت با خود نیست بیروں رفتنے

اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے ۔۔۔ خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کے لیے دلہن کا چاہنا

پس عروسے[3] خواست باید بہرِ اُو ۔۔۔ تا بماند زیں تزوّج نسلِ او

اس کے لیے ایک دلہن تلاش کرنی چاہیے ۔۔۔ تاکہ اس نکاح سے اس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز ۔۔۔ فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز

اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر ۔۔۔ اس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود ۔۔۔ معنیِ او در ولد باقی بود

اس باز کی صورت اگر اس جگہ سے چلی جائے ۔۔۔ اس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ ۔۔۔ مصطفیٰؐ کہ اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ

اسی لیے فرمایا ہے اس شریف شاہ ۔۔۔ مصطفیٰ ﷺ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

---

[1] ملتہب۔ شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔ تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے با خدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔

[2] او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لیے اس کی گفتگو معیت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔

[3] عروس۔ دلہن۔ تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنی او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہر ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو بو ہوتی ہے اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ "بچہ باپ کا راز ہے"۔

Marfat.com

بہرِ ایں معنی ہمہ خلق از شغف ... می بیاموزند طفلاں را حرَف[1]

اسی لیے تمام لوگ شوق سے ... بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں ... چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں

تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں ... جب ان کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست و جد ... بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد

اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے ان کو حرص اور کوشش عطا کردی ہے ... ہر صاحب استعداد بچے کی رہنمائی کے لیے

من ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش ... جفت خواہم پورِ خود را خوب کیش

میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لیے ... اپنے لڑکے کے لیے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے ... نے زِ نسلِ بادشاہے طالحے

کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا ... نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ اوست ... نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست

بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے ... نہ وہ جو شرم گاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہے

مَر اسیراں[2] را لقب کردند شاہ ... عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ

لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے ... بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام ... نیک بخت آں چیں را گویند عام

خونخوار جنگل کا نام، مفازہ بنا ... کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمل ... بَر نوشتہ میر یا صدرِ اَجل

ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو ... میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اَجل[3] را عام داد ... نامِ میرانِ اجل اندر بلاد

ان موت کے قیدیوں کو عوام نے دے دیا ہے ... شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِّ نعال ... جانِ او بستہ است یعنی جاہ و مال

اس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں ... جان بندھی ہے، یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دخترِ زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ
بادشاہ کا لڑکے کے لیے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا

[1] حرَف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھانا چاہتا کہ وہ ہنر اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اسی لیے رکھا ہے کہ ان کے ہنر ان کے بعد بھی باقی رہیں۔ من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کے لیے اپنے لڑکے کی شادی کروں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیے دنیادار تو شرم گاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[2] اسیران۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کالا ہوتا ہے، کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ چیں۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

[3] اجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے، دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کرلیا بیوی نے اس پر اعتراضات شروع کر دیے۔

Marfat.com

اہلِ بیت و ننگ داشتن ایشاں از پیوندِ درویشاں

اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ اس رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خواست جفت — بہرِ پورِ[1] خویشتن شاہ از نہفت

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی — بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کے لیے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید

بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کفویت بود در عقل و نقل

عقل کی کمی کی وجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شحّ و بخل خواہی وزدہا — تا بہ بندی پورِ مارا بر گدا

تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنی القلب از دادِ خداست

اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مال دار ہے

در قناعت[2] میگریزد از تقی — نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

پرہیز گاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کینہ پن سے

قلتے کاں از قناعت وز تقاست — آں ز فقر و قلتِ دُوناں جداست

وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جداگانہ ہے

حبۂ آں گر بیابد سر نہد — ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد

وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کی وجہ سے بھاگتا ہے

شہ[3] کہ او از حرص قصدِ بر حرام — میکند او را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ — کرتا ہے، اس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع اُو را جہیز — یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُس نے کہا شہر اور قلعے اس کے پاس جہیز میں دینے کو کہاں ہیں؟ — یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار (کہاں ہیں)؟

گفت رَو ہر کو غمِ دیں برگزید — باقی غمہا خدا از وے بُرید

اُس نے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا — باقی غموں کو خدا نے اس سے جدا کر دیا ہے

---

[1] پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیے۔ شح۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے۔

[2] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اس کو گدا نہیں کہا جا سکتا۔ حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لیے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

[3] شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال اور حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا ان لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دیں گے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لیے زر و جواہر ہیں۔ گفت رو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

غالب[1] آمد شاہ و پسندید دخترے
بادشاہ غالب آ گیا اور اس نے ایک لڑکی پسند کر لی

از نژادِ صالحے خوش جوہرے
عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت
حسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی

چہرہ اش تاباں تر از خورشید چاشت
چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حسنِ دختر ایں خصائلش آنچناں
لڑکی کا حسن (اور) اس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں

کز نکوئی می نگنجد در بیاں
کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کن تا رسد اندر تبع
دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے

حسن و مال و جاہ و بختِ منتفع
حسن اور مال اور رتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[2] قطارِ اشتر داں عمو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ

در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مو
اس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا
اگر تو اُون پسند کرے گا، اونٹ تیرے نہ ہوں گے

ور بود اشتر چہ قیمت پشم را
اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت؟

جادوئی[2] کردن کمپیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدنِ شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را
جب اس شہزادے کا نکاح ہو گیا

با نژادِ صالحان و اولیا
نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بود
قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی

عاشقِ شہزادہ۔ با حسنِ وجود
حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی
اس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا

کہ برو زاں رشکِ سحرِ بابلی[3]
کہ (جاو) بابل کا جادو (بھی) اس پر رشک کرے

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ زشت
شہزادہ بد صورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا

تا عروس و آں عروسی را بہشت
یہاں تک کہ اُس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت

گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار
اس کلموہی، خبیث نابکار کی وجہ سے

گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

---

[1] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حسن بیان سے باہر ہے۔ صید دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیے دوسری چیزیں اس کے تابع ہیں وہ اصلی مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[2] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال ان کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگو یتی۔ اگر تو محض ان کے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئے گی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا، وہ بڑھیا اس پر عاشق ہو گئی تھی اور اس کو اپنے جال میں پھنسا لیا۔

[3] بابلی۔ بابل کے علاقہ کا جادو مشہور تھا۔ کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا۔ کابولی۔ کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔

Marfat.com

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر[1] — نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر

اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے — اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے بود شہزادہ اسیر — بوسہ جایش نعل کفش گندہ پیر

یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا — بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می زبود — تا ز کاہش نیم جانے ماندہ بود

بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی — یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعف وے با دردِ سر — اُو ز سکرِ سحر از خود بے خبر

دوسرے اس کی کمزوری سے درد سر میں تھے — وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ — ویں پسر[2] برگریہ شاں خنداں شدہ

بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی — یہ لڑکا ان کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ بس بیچارہ شد در بُرد و مات — روز و شب می کرد قربان و زکات

اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا — دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر — عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر

اب جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا — بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس[3] یقیں گشتش کہ مطلق آں سریست — چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست

تو اس کو یقین ہو گیا کہ (یہ) مطلقاً اس (اللہ) کی جانب سے ہے — اس کے بعد اس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں تُراست — غیرِ حق بر ملکِ حق فرمان کراست

وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے — اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود — دست گیرش اے رحیم و اے وُدود

لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے — اے رحم کرنے والے! اے محبوب! اس کی دستگیری کر

مستجاب شدن دعای بادشاہ در خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تاز یا رب یا رب و اَفغانِ شاہ — ساحرے استاد پیش آمد ز راہ

یہاں تک کہ بادشاہ کی یا رب یا رب اور فریاد کی وجہ سے — ایک استاد جادوگر، سفر سے سامنے آ گیا

---

[1] گندہ پیر۔ بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک۔ یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل۔ تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اس کی قید میں رہا اور اس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اس کی لاغری کو دیکھ کر درد سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔

[2] ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اس کے رونے پر ہنستا تھا۔ شاہ۔ بادشاہ اس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔

[3] پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اس نے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بے شک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ تاز یا رب۔ بادشاہ کے یا رب یا رب سے ایک جادوگر سفر کر کے آ گیا۔

Marfat.com

او شنیدہ[1] بود از دور ایں خبر — کہ اسیرِ پیرہ زن شد آں پسر
اس نے دور سے یہ بات سنی تھی — کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجوزہ بود اندر جادوئی — بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں — بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست بر بالای دستست اے فتیٰ — در فن و در زور تا ذاتِ خدا
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے — ہنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک

منتہای دستہا دست خداست — بحر بیشک منتہای جویہاست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے — یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو[2] گیرند مایہ ابرہا — ہم بدو باشد نہایت سیل را
ابر اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں — اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت — گفت اینک آدم درمانِ زفت
بادشاہ نے اس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا — اُس نے کہا اب میں زبردست علاج آ گیا ہوں

نیست ہمتا زال را ایں ساحراں — جز منِ داہی رسیدہ زاں کراں
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے — سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اس جانب سے آ گیا ہے

چوں کفِ موسیٰ بہ امر کردگار — نک بر آرم من ز سحرِ او دمار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی طرح — اب میں اس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا

کہ مرا[3] ایں علم آمد زاں طرف — نے ز شاگردیِ سحرِ مستخف
کیونکہ میرا یہ علم اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آیا ہے — ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر کشایم سحرِ او — تا نماند شاہزادہ زرد رُو
میں آیا ہوں تاکہ اس کا جادو کھول دوں — تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سوئے گورستاں بُرو وقت سحور — پہلوی دیوار ہست اسپید گور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا — ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

سوئِ قبلہ باز کاد آں جای را — تا بہ بینی قدرت و صنع خدا
اس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود — تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

---

[1] او شنیدہ۔ اس جادوگر نے سن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ۔ کیونکہ اس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔ دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں۔

[2] ہم ازو۔ سمندر کے ابخرات بادل بن کر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اس جادوگر نے کہا میں اس کا علاج بن کر آیا ہوں۔ نیست۔ اس جادوگر نے کہا بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کف موسیٰ۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اس کا مقابلہ کر کے اس کے جادو کو تباہ کر دوں گا۔

[3] کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مستخف۔ ذلیل۔ سوی۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔ سوی قبلہ۔ اس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آ جائے گی۔

Marfat.com

پس درازست ایں حکایت تو ملول — زُبدہ[1] را گویم رہا کردم فضول

یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے — خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوئے گورستان رفت آں شاہ زُود — گور را آں شاہ آں دم بر کشود

وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا — بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادوِیہا دید پنہاں اندرو — صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مو

بڑا جادو اس میں دبا ہوا دیکھا — ایک بال پر سیکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں گرہ ہائے گراں را بر کشاد — پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد

اس (جادوگر) نے ان مضبوط گرہوں کو کھولا — شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر[2] با خویش آمد شد دواں — سوئے تختِ شاہ با صد امتحاں

وہ شہزادہ ہوش میں آ گیا (اور) دوڑا — بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن — در بغل کردہ پسر تیغ و کفن

سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی — لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لیے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد — واں عروسِ نا امید و بے مراد

شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے — اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز — اے عجب[3] آں روز روز امروز روز

دنیا از سر نو زندہ اور پر رونق ہو گئی — تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں — کہ جلّاب و قند بد پیشِ سگاں

بادشاہ نے اس کی شادی کی دعوت ایسی کی — کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوئے کمپیر از غصہ بمرد — رُوی و خوئے زشت با مالک سپرد

جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی — چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کر دی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز — راز گفتے با خدائے کارساز

شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی — خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود — کز من او عقل و نظر چوں در ربود

شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا — کہ وہ (بڑھیا) میری عقل ونظر کس طرح اچک لے گئی

1. زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادویہا۔ اس بڑھیا نے ایک بال میں سیکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اس قبر میں سے نکلا۔ واں۔ بادشاہ اس بال کو اس جادوگر کے پاس لے آیا تو اس نے اس کی گرہیں کھول دیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دے دی۔

2. آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

3. اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی۔ یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ گلاب۔ پیشِ سگاں۔ یعنی اس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہو گیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

Marfat.com

نو عروسے[1] دید ہمچوں ماہِ حسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن

اس نے حسن کا چاند جیسی دلہن دیکھی — جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اندر فتاد — تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد

وہ بیہوش ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا — تین دن تک اس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز او بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشیِ اُو پر جوش گشت

تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اس کی بے ہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد

وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے[2] شاہ گفتش در سخن — کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہن

ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا — اے بیٹا! پرانے دوست کو (بھی) یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش

اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دار السرور — وارہیدم از چہ دارُ الغرور

اس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پا لیا — میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں[3] باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق ز ظلمت رُوی تافت

ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا — اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام

میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفۂ

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اس (شہزادے) کا باپ حضرت

حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر

آدم علیہ السلام برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے

ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیب تدارک کنندہ اند

آدم علیہ السلام کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کہنہ زادہ از نوی

اے بھائی! جان لے شہزادہ تو ہے — پرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

[1] نوعروسے۔ اب اپنی دلہن کے پاس گیا تو اس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اس کا حسن دیکھ کر بے ہوش ہو گیا اور تین دن تک بے ہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بے ہوشی کا علاج ہوا تب اس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

[2] بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دوران گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دار السرور۔ جنت یعنی دلہن۔ دار الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

[3] ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اس کو نور خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمت کدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اس سے ہر آدم زاد (انسان) مراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیٔ جادو ایں دنیاست کو
کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے
انسانوں کو (اپنے) رنگ کا قیدی بنا لیا ہے

چوں در افگندت دریں آلودہ زود[1]
دمبدم میخواں و میدم قُلْ اَعُوْذُ
جبکہ اس نے فوراً تجھے اس گندگی میں ڈال دیا ہے
ہر وقت قل اعوذ پڑھ اور دم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی و زیں قلق
استعانت خواہ از رَبُّ الْفَلَقْ
تاکہ اس جادو اور پریشانی سے نجات پا لے
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سحارہ خواند
کو بافسوں خلق را در چہ نشاند
اس لیے نبی ﷺ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے
کیونکہ اس نے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈال دیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر
کردہ شاہاں رادمِ گرمش اسیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے
بادشاہوں کو اس کے گرم دم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفاثاتِ اُو ست
عقدہائے سحر را اثباتِ اوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنے والی ہے
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
حلِّ سحر[2] او بپائے عامہ نیست
جادوگرنی دنیا بہت عقل مند عورت ہے
اس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور کشادے عقدۂ او را عقلہا
انبیاؑ را کے فرستادے خدا
اگر عقلیں اس کی گرہیں کھول سکتیں
اللہ تعالٰی نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کن خوش دمے عقدہ کشا
رازدانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنے والا تلاش کر لے
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی[3] بستۂ اَستت او بہ شست
شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے
شہزادہ ایک سال (پھنسا) تو ساٹھ سال

شصت سال از شست او در محنتی
نے خوشی نے بر طریقِ سنتی
تو ساٹھ سال سے اس کے کانٹے میں مصیبت میں ہے
تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

---

[1] زوذ۔ اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قل اعوذ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لیے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رب الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کر دیتی ہے۔ سحارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم۔ تیز جادو۔ نفاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔

[2] حلِّ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور کشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ۔ "خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے" یعنی مقدراتِ خداوندی۔

[3] ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔

نفخِ او[1] ایں عقدہا را سخت کرد
اس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے

پس طلب کن نفخۂ خلاقِ فرد
خالق احد کی پھونک کا طلب گار بن

تا نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ ترا
تاکہ "نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" تجھے

وارہاند زیں و گوید بر تر آ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جز بنفخ حق نسوزد نفخ سحر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے

نفخِ قہرست ایں و آں دم نفخ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او
اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے

سابقی خواہی برو سابق بجو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رَسی اندر نفوسِ زُوِّجت
تاکہ تو زُوِّجت والے نفسوں میں داخل ہو جائے

کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے! یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

باوجودِ[2] زال ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادوگری گرہوں کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا

در شبیکہ در بر آں پیر دلال
(اور) وہ نازوں بھری چال اور بغل میں (نہ آئے گی)

نے کہ فرمود آں سراجِ امتاں
کیا امتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا

اینجہان و آنجہاں را ضرتاں
اس دنیا اور اس جہان کو دو سوتنیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود
تو اس کا وصال اُس کا فراق ہے

صحتِ ایں تن سقامِ جاں بود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں ممر
اس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے

پس فراقِ آں مقرداں سخت تر
تو اس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں فراقِ[3] نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے

تاچہ سخت آید ز نقاش جدا
تو اس کے نقاش کی جدائی کس قدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں

چونت صبرست از خدا ایدوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آ گیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ
جبکہ اس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے

چوں صبوری داری - از چشمہ الٰہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

---

[1] نفخِ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے سے ہی کھل سکے گی۔ نفخت فیہ من روحی۔ "میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی" یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آ جائے۔ جز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمت او۔ حدیث قدسی ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے۔" زوجت۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ "جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے" یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

[2] باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اس کا جادو ٹوٹے گا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتاں۔ حدیث شریف میں ہے اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیْتَ اَحَدَھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی "دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔" پس۔ اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔

[3] چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اس نقش دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ۔ یعنی دنیا۔ چشمہ الٰہ۔ یعنی آخرت۔

Marfat.com

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکون — چوں زابراری[1] جدا وز یشربون
جبکہ اس کو پیئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے — تو یشربون اور نیکوں سے کیسے جدا ہے

گر بہ بینی یک نفس حسنِ وَدُود — اندر آتش افگنی جان و وجود
اگر تو ایک لمحہ کے لیے خدا کا حسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را — چوں بہ بینی کرو فرو قرب را
اس کے بعد تو اس پینے کو مردار سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان وشوکت اور قرب کو دیکھ لے گا

ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش — پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جہد کن[2] در بیخودی خود را بیاب — زود تر وَاللّٰهُ اَعْلَم بِالصَّوَاب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے ہیں مشو با خویش جفت — ہر زماں چوں خر در آب و گل مَیفت
ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عثور — کہ نہ بیند شیب و بالا را ز دور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بوی پیراہانِ یوسفؑ کن سند — زانکہ بویش چشم روشن می کند
(حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ[3] پنہان و آں نورِ جبیں — کردہ چشم انبیا را دور بیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے — نبیوں کی آنکھ کو دوربین بنا دیا ہے

نورِ آں رخسار برھاند زِنار — ہیں مشو قانع بنورِ مستعار
اس رخسار کا نور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کند — چشم عقل و روح را گرگیں کند
یہ نورا آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

---

[1] زابراری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔ گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنی جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینک۔

[2] جہد کن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرلے۔ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کرے گا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ از قصور۔ جب نگاہ بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بوی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ، نظر روشن ہو جائے گی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔

[3] صورت۔ انبیا کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقلی کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔

Marfat.com

صورتش نورست و در تحقیق نار
اس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے

دمبدم[1] در رُو فتد ہر جا رَود
جس جگہ جاتی ہے، لحہ بہ لحہ اوندھی گرتی ہے

دور بیند دوربینِ بے ہنر
بے ہنر دوربین ایسا ہی دوربین ہے

خفتہ باشی بر لبِ جُو خشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے

دور می بینی سَراب و می دَوی
تو سراب کو دور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے

میزنی[2] در خواب بایاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے

نک بداں سو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو

ہر قدم زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اس پانی سے زیادہ دور بھاگتا ہے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا

بس[3] کسا عزمے بجائے می کند
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لے جاتا ہے

دید و لاف خفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے

خوابناکی لیک ہم بر راہ خسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو

گر ضیا خواہی ذو دست از وے بدار
اگر (حقیقی) روشنی چاہتا ہے اس سے دست بردار ہو جا

دیدہ و جانے کہ حالی بیں بود
وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

ہمچناں کہ دورِ دیدن خواب در
جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

می دَوی سوئے سَراب اندر طلب
جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

عاشقِ آں بینشِ خود می شوی
اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

کہ منم بینا دل و پَردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

تا رَویم آنجا و آں باشد سراب
تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

دَو دَواں سوئے سرابِ با غرر
دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

از مقامے کاں غرض در وے بود
اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

جز خیالے نیست دست از وَے بدار
وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ
خدا کے لیے اللہ کے راستہ پر سو

---

[1] دمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دور بیند۔ اس نور والے کی آواز کی دور بینی ایسی ہی ہے جیسے کہ سوئے ہوئے انسان کی دور بینی ہوتی ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کی دور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آ رہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دور بین ہوں دور سے پانی دیکھ لیا ہے۔

[2] میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔ ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دور ہو رہا ہے۔ عین۔ سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اس کے قریب تھا۔

[3] بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم ان کو مقصود کی اصل جگہ سے دور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔ خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دور کر دے۔

Marfat.com

تا بود کہ سالکے بر تو زند | از خیالاتِ نعاست بر کند
ہو سکتا ہے کوئی راہبر تجھ سے بھڑ جائے | نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے
خفتہ[1] را گر فکر گردد ہمچو موی | او ازاں دقت نیابد راہِ کوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو | وہ اس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا
فکرِ خفتہ گر دو تا و گر سہ تاست | ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دوہرا ہو یا تہرا | غلط در غلط در غلط ہی ہے
گرچہ چشمش تیز بین و با ضیاست | ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست
اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو | خاک، در خاک، در خاک ہی ہے
موج بر وے می زند بے احتراز | خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
بغیر بچاؤ کے موج اس پر پڑ رہی ہے | سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے
خفتہ[2] می بیند عطشہای شدید | آب اَقْرَبُ مِنْهُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد
سویا ہوا سخت پیاسیں محسوس کرتا ہے | پانی اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیال داری کے مسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[3] کاں زاہد اندر سالِ قحط | بود او خنداں و گریاں جملہ رہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال | مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا
پس بگفتندش چہ جای خندہ است | قحط بیخ مومناں بر کندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ | قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے
رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است | ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں | تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے
کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است | در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں | زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

---

1. خفتہ۔ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔ موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تو تب بھی سراب کے لیے دوڑتا ہے۔
2. خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق ان سے قریب تر ہے لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ پاتے۔
3. ہم چناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی ان لوگوں کی حالت ہے جو اس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

Marfat.com

خلق می میرند زیں قحط و عذاب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں

دہ[1] دہ و صد صد چوماہی دور ز آب
دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا

مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
(حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنج یک جز وے ز تن رنج ہمہ است
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے

گردم صلح ست یا خود ملحمہ است
خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں
اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے

پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا[2] در موج از بادِ صبا
بالیں پروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزموں من دست بر وے میزنم
آزمانے کے لیے میں ان کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں بر کنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم! تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اس لیے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِٰ خرد گردید زُود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آبِ رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر بر تو جفائے چوں رَوَد
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسفؑ را بچشم
(حضرت) یوسف علیہ السلام کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

---

1. دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔ خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کر ہے۔
2. خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ ز آزموں۔ آزمانے کے لیے میں اس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آ رہا ہے۔
3. خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰ کے ہے اس کے یار بنو تو حقیقت حال واضح ہوگی۔ از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے، اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔

Marfat.com

با پدر[1] چوں صلح کردی خشم رفت — آن سگی شد گشت بابا یارِ زفت

جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا — وہ کتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

در بیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کل است چوں با عقلِ کل بکژو رَوی جفا کردی صورتِ عالم تُرا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با پدر بد کردی صورتِ پدر تُرا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ پیشِ ازاں نورِ دیدہ بودہ باشد و راحتِ جاں

اس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقل کل کی صورت ہے جب تو عقل کل کے ساتھ ٹیڑھا چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائے گی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے برائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اس کو دیکھ نہ سکے گا، اگرچہ اس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

کل عالم صورتِ عقلِ کل[2] ست — کوست بابای ہر آں کاہلِ قل ست

پورا عالم عقل کل کی صورت ہے — وہ ہر اس شخص کا بابا ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کل کفراں فزود — صورتِ کل پیشِ او ہم سگ نمود

جب کوئی عقل کل کی نافرمانی کرے — کل کی صورت اس کو کتا نظر آتی ہے

صلح کن با ایں پدر عاقی[3] بہل — تاکہ فرشِ رز نماید آب و گل

اس باپ سے صلح کر لے، نافرمانی کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بود — پیشِ تو چرخ و زمیں مبدل شود

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے سامنے آسمان اور زمین بدل جائیں

منکہ صلحم دائماً با ایں پدر — ایں جہاں چوں جنتستم در نظر

میری ہمیشہ اس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر زماں نو صورتے و نو جمال — تا زِ نو دیدن فرومیرد ملال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے — حتیٰ کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

---

[1] باپدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔ جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے اس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

[2] عقل کل۔ مولانا عقل کل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ اہلِ قل۔ یعنی وہ روحیں جنہوں نے ازل میں اَلَستُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بلیٰ کا قول کیا تھا۔ چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کل۔ یعنی جہان۔

[3] عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔ ہر زماں۔ لحہ بہ لحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔

Marfat.com

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من — مست می گردد ضمیر[1] و ہوشِ من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے — میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں — برگہا کف زن مثالِ مطرباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں — پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برقِ آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بود
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے — اگر آئینہ نظر آ جائے تو کیا ہو گا؟

از ہزاراں من نمی گویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں — کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مژدہ داد ست — عقل گوید مژدہ چہ نقدِ من ست
وہم کے لیے یہ بات خوشخبری ہے — عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوئی ہے یہ میری حالت ہے

قصہ[2] فرزندانِ عزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند
(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی) باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش
باپ نے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے، پیچھے آ رہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش
ہو گئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت
دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پورانِ[3] عزیزؑ اندر گذر — آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر
(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کی طرح راستہ میں — آ کر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و بابا شاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں
وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے والد جوان تھے — تو ان کے والد اچانک سامنے آ گئے

---

[1] ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتوں کا بجنا گویوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔ از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

[2] قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لیے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لیے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو ان کی اولاد نے سنا کہ ہمارے باپ زندہ ہو کر آ رہے ہیں وہ ان کی جستجو کے لیے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیر علیہ السلام شہر میں آ رہے تھے وہ راستہ میں ملے چونکہ اولاد ان کو نہ پہچانی اور اس نے انہی سے ان کی خبریں معلوم کرنا چاہیں انہوں نے فرما دیا کہ وہ ابھی آئیں گے۔ یہ خبر اس اولاد کے لیے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے ان کو پہچان لیا تو ان کے لیے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بے ہوش ہو گئے۔

[3] پوراں۔ اولاد۔ پدر۔ یعنی حضرت عزیر علیہ السلام۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہو گئی تھی حضرت عزیر علیہ السلام تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔

Marfat.com

پس پرسیدند ازو کاے رہگذر
تو انہوں نے ان سے دریافت کیا اے مسافر!

از عزیرِ ما عجب داری خبر
ہمارے عجیب عزیزؑ کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سند[1]
کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا

بعد نومیدی ز بیروں می رسد
مایوسی کے بعد باہر سے آ جائے گا

گفت آرے بعدِ من خواہد رسید
ان (عزیر علیہ السلام) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا

آن یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید
اُن میں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مبشر باش شاد
شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ

واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد
دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جایِ مژدہ است اے خیرہ سَر
کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟

کہ در افتادیم در کانِ شکر
ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وَہم[2] را مژدہ است پیشِ عقل نقد
وہم کے لیے خوشخبری ہے عقل کے لیے مشاہدہ

زانکہ چشمِ وہم شد محجوب فقد
کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

کافراں را درد و مومن را بشیر
کافروں کے لیے درد اور مومن کے لیے خوشخبری دینے والی ہے

لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقد حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقدست مست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے

لاجرم از کفر و ایماں برترست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اس کے دربان ہیں

کوست مغز و کفر و دیں او را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اس کے دو چھلکے ہیں

کفر[3] قشرِ خشک رُو بر تافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے

باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہایِ خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے

قشر پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برترست
مغز "اچھے" رتبہ کی وجہ سے بالا ہے

برترست از خوش کہ لذت گسترست
(بلکہ) "اچھے" سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

---

[1] سند۔ یعنی حضرت عزیر علیہ السلام۔ گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انہوں نے ان پر طنز کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اس نے انہی کو اس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے ان کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہو گئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔

[2] وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لیے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کر سکتی ہے۔ عقل کامل کے لیے وہ مشاہدہ ہے۔ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کے لیے درد ہے مومن کے لیے خوشخبری اور عاشق کے لیے مشاہدہ۔ عاشق۔ مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اس کے چھلکے ہیں۔

[3] کفر۔ ان دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔ قشرہای خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔

Marfat.com

این سخن[1] پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ
تا بر آرد موسیم از بحر گرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا
از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے

زرِ عقلت ریزہ است اے متہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے
بر قراضہ مہر سکہ چوں نہم
برادے پر سکہ کی مہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم
تیری عقل سیکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے
بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم
ہزاروں آرزوئیں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزا کو جمع کرنا چاہیے
تا شوی خوش چوں سمرقند[2] و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی از اشتباہ
وہم کو اگر جو جو کر کے تو جمع کر لے
پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

ور ز مثقالے شوی افزوں تو خام
اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا
از تو سازد شہ یکے زرینہ جام
تو بادشاہ تیرا زریں جام بنا لے گا

پس[3] بَرو ہم نام و ہم القابِ شاہ
تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی
باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
ہوگا، اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہش مند

تا کہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو
ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب
چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است
اپنے آپ کو جمع کر لے، جماعت رحمت ہے
تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برای باوریست
اس لیے کہ کہنا یقین کے لیے ہے
جانِ شرک از باوریِ حق بریست
شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

---

[1] ایں سخن۔ یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم۔ میرا موسیٰ۔ موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر۔ یعنی بحرِ معارف، معارف کا پورا بیان۔ در خور۔ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے برادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکے گا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سیکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طم ورم۔ عربی کا محاورہ ہے جَآءَ بِالطِّمِّ وَالرِّمِّ یعنی "وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔" بعشق۔ عشق خداوندی، عقل انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔

[2] سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطۂ دمشق اور سغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کرے گا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائیں گے۔ ور ز مثقالے۔ اور اگر اس کو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔

[3] پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کر دی جاتی تھی۔ تا کہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ سننے والوں کو اس کا یقین آ جائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

Marfat.com

جانِ[1] قسمت گشتہ در جوّ فلک — درمیانِ شصت سودا مشترک
(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہو گئی ہے — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اُو را ثبوت — پس جوابِ احمقاں آمد سکوت
خاموشی اس کے لیے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے — احمقوں کے لیے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم و لے مستیِ تن — می کشاید بے مُرادِ من دہن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی — بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز — ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے — تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنِّی لَاَ سْتَغْفِرُ[2] اللّٰهَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

حدیث کی تفسیر کہ میں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبرؐ ز گفت و از نثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار
پیغمبر ﷺ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے — میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن — منسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے — یہ کپڑے چاک کرنے والی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمتِ[3] اظہارِ تاریخ دراز — مستی انداخت بر دانایِ راز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت — ایک رازداں پر مستی طاری کر دیتی ہے

رازِ پنہاں با چنیں طبل و علم — آب جوشاں گشتہ از جفّ القلم
پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کے ساتھ — جف القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں — خفتہ اید از درکِ آں اے مردماں
لا محدود رحمت ہر زمانہ میں جا رہی ہے — اے انسانو! تم اس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورد از جویِ آب — خفتہ اندر آب جویایِ سراب
سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا، سراب کا جویاں ہے

---

[1] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سیکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لیے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن۔ یعنی روحانی مستی۔ بعض نسخوں میں مستی من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

[2] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہو جاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔

[3] حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم آخرت کی دراز تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اس لیے وہ بعض رازداروں پر مستی طاری کر دیتا ہے تاکہ وہ بے خودی میں اسرار کو ظاہر کر دیں۔ رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اس قدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ ابلنے لگا ہے۔ جف القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اس پر گرتی ہیں اور اس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

Marfat.com

میرود آنجای بوی آب ہست — زیں تفکر راہ را بر خویش بست
وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی امید ہے — اس خیال سے اس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[1] آنجا گفت زینجا دور شد — بر خیالے او ز حق مجبور شد
جبکہ اُس نے اس جگہ کی سوچی اس جگہ سے دور ہو گیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دور ہو گیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں — رحمتے آرید شاں اے رہرواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دور بیں ہیں — اے سالکو! ان پر رحم کرو

من ندیدم تشنگی خواب آورد — خواب آرد تشنگیِ بے خرد
میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سلائے — بے عقل کی پیاس سلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خرد کاں را عطارد آورید
عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقل جزوی[2] تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مقلد انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیا اور اولیا کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بود — وانِ صاحبدل بنفخِ صور بود
اس عقل کی دوربینی قبر تک ہے — صاحبدل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و خاکے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم[3] زیں عقل رو بیزار شو — چشمِ غیبی جوی و بر خوردار شو
اس قدم اور اس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہو جا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اٹھا

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب — سخرۂ استاد و شاگردِ کتیب
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ — استاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں نظر ویں عقل ناید جز دوار — پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
اس غور و فکر اور اس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا — تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — منتظر را بہ ز گفتن استماع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو — منتظر کے لیے کہنے سے سننا بہتر ہے

---

[1] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے ادھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند۔ جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دور بین ہیں۔ رہرواں۔ یعنی سالکین راہ معرفت۔ من ندیدم۔ پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اس کو مزید سلا دیتی ہے۔ خرد۔ عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشوونما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[2] عقل جزوی۔ دنیاوی عقل جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اس کی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اس کے بعد کے احوال اس کے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیا اور اولیا بتا سکتے ہیں جن کو عقل خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال بھی لیتے ہیں۔ عرصۂ عجائب۔ یعنی حشر کا میدان۔

[3] زیں قدم۔ یہ حسی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے غیب بیں عقل و بصر مفید ہے۔ زیں نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کرتا کہ تجھے نور موسوی میسر آ جائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اس کے لیے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔

منصب تعلیم[1] نوعے شہوتست
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہش نفسانی ہے

ہر خیالِ شہوتی در رہ بت است
نفسانی ہر خیال راستہ کا بت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتا پا لیتا

کے فرستادے خدا چندیں رسول
تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ جزوی ہمچو برق ست و درخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے

در درخشی کے تواں شد سوی وخش
چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے

نیست نورِ برق بہرِ رہبری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کے لیے نہیں ہے

بلکہ امرست ابر را کہ می گری
بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

برقِ عقلِ ما برای گریہ است
ہماری عقل کی چمک رونے کے لیے ہے

تا بگرید نیستی در شوق ہست
تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ کودک[2] گفت بر کُتّابِ تن
بچہ کی عقل نے کہا کتب میں جا

لیک نتواند بخود آموختن
لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوی طبیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے

لیک نبود در دوا عقلش مُصیب
لیکن دوا تجویز کرنے میں اس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک[3] شیاطیں سوی گردوں می شدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے

گوش بر اسرارِ بالا می زدند
(عالم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا
ان رازوں میں سے کچھ اچک لے گئے

تا شُہب می راند شاں زُود از سما
تو شہابوں نے فوراً انہیں آسمان سے بھگا دیا

کہ روید آنجا رسولے آمدہ است
کہ جاؤ، وہاں ایک رسول آ گیا ہے

ہر چہ می خواہید ازو آید بدست
تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِہَا
گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

---

1. منصب تعلیم۔ علوم ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رتبہ ہے جو خواہش نفس ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنا راہ طریقت میں بت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرار معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔ عقل جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند، راستہ طے کرنے کے لیے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لیے ہے کہ رو! یعنی آنسو برسا۔ برق عقل۔ عقل انسانی کی کوند بھی اسی لیے ہے کہ انسان عشق الٰہی میں روئے، اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

2. عقل کودک۔ عقل ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقل رنجور۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اس کے لیے دوا تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل ان کو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔

3. نک۔ شیاطین براہِ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور ان کو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔ دُرّ بے بہا۔ یعنی اسرار معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنے کا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے۔

Marfat.com

می زن[1] آں حلقه در و برباب ایست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سوی بامِ فلک تاں راه نیست
اس لیے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لیے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راهِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکیے را داده ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نه اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ

عیشکر گردید ازو گرچه نے اید
اس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزه[2] رویاند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا

نیست کم از سُمِ اسپ جبرئیل
وہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے

سبزه گردی تازه گردی از نوی
تو ازسرنو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائے گا

گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی خاک بن جائے گا

سبزهٔ جاں بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ جس کو سامری نے

کرد در گو ساله تاشد گوهری
بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزه او
اس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے که شد فتنه عدو[3]
اس طرح بولتا کہ وہ دشمن کے لیے فتنہ بن گیا

گر امیں آئید سوی اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانت دار بن کر آؤ گے

وارهید از سَر کله مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سَر کلاهِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہے

که ازو بازست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کله بر چشمِ باز اوّل شدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اس لیے آئی ہے

که همه میلش سوی جنسِ خودست
کہ اس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شه گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا

بَر کشاید چشمِ او را باز وار
تو باز کی طرح اس کی آنکھیں کھول دے گا

---

1. می زن۔ دروازہ سے داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جا کر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ ان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتا دیے ہیں اس سے جا کر سیکھو تم نرکل ہو اس کی صحبت میں گنا بن جاؤ گے۔
2. سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اگا دے گا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اسرائیلیوں کی مدد کے لیے آئے تو ان کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اس کے قدم کی مٹی اٹھا کر گئوسالے میں ڈالی جس سے اس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔
3. عدو۔ اس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔ گر امیں۔ اگر تم اولیا کی صحبت دیانتداری سے اختیار کرو گے تو وہ پردہ ہٹ جائے گا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سر کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اس کے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اس کی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اس لیے اڑھائی جاتی ہے کہ اس کا میلان مالک کی طرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کی طرف ہوتا ہے۔ چوں برید۔ جب انسان کا دنیاوی چیزوں کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے اس کا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کے سر کی ٹوپی ہٹا دی جاتی ہے۔

Marfat.com

رانده[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا

عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سری کم کن نہ تو مستبد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے

بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحب استعداد ہے

زُو برِ دل رُو کہ تو جزوِ دِلی
جلد دل کے پاس جا، کیونکہ تو دل کا جز ہے

ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگیِ او بہ از سلطانی است
اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے

کہ اَنَا خَیرٌ دمِ شیطانی است
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرقِ بین[2] و برگزیں تو اے خسیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے، اور اختیار کر

بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
آدم علیہ السلام کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او
جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے

حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذَلَّتْ نَفْسُهٗ
طوبیٰ کا لفظ ہر اس شخص کے لیے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طوبیٰ[3] ببیں و خوش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو

سر بنہ در سایۂ سرکش مخسپ
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظِلِّ ذَلَّتْ نَفْسُهٗ خوش مضجعے ست
ذَلَّتْ نَفْسُهٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے

مستعدانِ صفا را مہجعے ست
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کے لیے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوئے منی
اگر تو اس سایہ سے خودی کی طرف جائے گا

زود طاغی گردی و رہ گم کنی
فوراً سرکش بن جائے گا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

آیت کریمہ کا بیان اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست
حکیم سنائی نے کہا ہے

---

[1] رانده۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لیے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیے اور خودسری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیے۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔ دلی۔ یعنی صاحب دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیے۔ بندگی۔ اس کے لیے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیر۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل قرار دیا تھا۔

[2] فرق بین۔ آدم نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے، کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔

[3] طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔ ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مہجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

Marfat.com

چوں نبی نیستی ز اُمت باش ‍ ‍ چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جب تو نبی نہیں ہے، امتی بن ‍ ‍ جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے، رعیت بن

پس رَوِ[1] خامشا و خامش باش ‍ ‍ وز خودی رای زحمتی متراش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن ‍ ‍ اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

پس رَوی خاموش باش از اِنقیاد ‍ ‍ زیرِ ظلِ امر شیخ و اوستاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ ‍ ‍ استاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شود خاموش باش ‍ ‍ از وجودِ خویش والی کمتراش
تو پیرو ہے، چپ ہو جا اور خاموش رہ ‍ ‍ اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ[2] گر چہ مستعدی و قابلی ‍ ‍ مسخ گردی تو زلافِ کاملی
ورنہ، اگرچہ تو صاحب استعداد و قابلیت ہے ‍ ‍ تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائے گا

ہم ز استعداد و آمانی اگر ‍ ‍ سرکشی ز استاد رادِ با خبر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر ‍ ‍ تو عقل مند، با خبر استاد سے سرکشی کرے گا

صبر کن در موزہ دوزی و بسوز ‍ ‍ ور شوی بے صبر مانی پارہ دوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر ‍ ‍ اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانے والا رہ جائے گا

کہنہ دوزاں گر بدے شاں صبر و حلم ‍ ‍ جملہ نو دوزاں بشدندے ہم بعلم
پرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بردباری (حاصل) ہوتی ‍ ‍ ہنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بن جاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال ‍ ‍ خود بخود گوئی کہ اَلْعَقْلُ عِقَال[3]
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر ‍ ‍ خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفَلْسِف روزِ مرگ ‍ ‍ عقل را می دید بس بے بال و برگ
اس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن ‍ ‍ عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے غرض می کرد آندم اعتراف ‍ ‍ کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
اس وقت اس نے اخلاص سے اقرار کر لیا ‍ ‍ کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سر کشیدم از رجال ‍ ‍ آشنا کردیم در بحرِ خیال
میں نے تکبر کی وجہ سے (با خدا) لوگوں سے سرکشی کی ‍ ‍ خیال کے سمندر میں تیراکی کی

---

[1] پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے۔ مرید کا کام چپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھارے گا تو اگرچہ صاحب استعداد ہو، تیری وہ استعداد برباد ہو جائے گی۔ صبر کن۔ پورا موچی اس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتا گانٹھنے والا بن کر رہ جاتا ہے کہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر استاد سے سیکھتے تو ہنر مند بن کر موچی بن جاتے۔

[3] اَلْعَقْلُ عِقَالٌ۔ عقل رسی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لیے مانع بن گئی۔ مُفَلْسِف۔ اس سے شیخ بو علی سینا فلسفی مراد ہے۔ بے غرض۔ شیخ بو علی سینا نے موت کے وقت جب عالم آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقلی گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہل اللہ تک پہنچنے نہ دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں، روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوح علیہ السلام والی کشتی ضروری ہے۔

Marfat.com

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے

نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ
وہاں نوح علیہ السلام کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے[1] کو آشنا ناموختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا

تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تا کہ تمنا کو نوح علیہ السلام اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل
رسولوں کے شاہ نے اسی لیے فرمایا ہے

کہ منم کشتی دریں دریایِ کل
کہ اس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

یا کسے کو در بصیرتہایِ من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں

شد خلیفہ راستیں بر جایِ من
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا
میں دریا میں نوح علیہ السلام والی کشتی ہوں، ہرگز

رو نگردانی ز کشتی اے فتی
اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو
کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا

از نبے[2] لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ شنو
قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می نماید پست ایں کشتی ز بند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے

می نماید کوہِ فکرت بس بلند
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
خبردار، خبردار! اس نیچی (کشتی) کو نیچا نہ سمجھ

بنگر آں فضلِ خدا پیوست را
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ

کہ یکے موجش کند زیر و زبر
کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی۔

گر تو کنعانی[3] نداری باورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کرے گا

گر دو صد چندیں نصیحت آورم
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟

کہ برو مہرِ خدایست و ختام
کیونکہ اس پر خدا کی مہر (لگی ہوئی) ہے

کے گذارد موعظت بر مہرِ حق
نصیحت اللہ (تعالیٰ) کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟

کے بگرداند حدث حکمِ سبق
نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

---

1. کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دریائے روح کی کشتی ہوں، اس کو میرے ذریعہ پار کر سکو گے۔ یا کسے۔ یعنی صحابہ کرام جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرتوں سے فیض یاب تھے۔ کشتیِ نوحیم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس دریائے معرفت کے لیے بمنزلہ نوح کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کرلوں گا۔
2. از نبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ "آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔" می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اس لیے اولیا کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضلِ خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شاملِ حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ۔
3. کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوئی ہے۔ ختام۔ مہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گزر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر نو پیدا یعنی نصیحت۔ حکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانے کا چکر۔

Marfat.com

لیک[1] می گویم حدیث خوش پئے — بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نہ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں — اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں — ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا — پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکن — چشمِ آخر بینت را کور و کہن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا — اپنی انجام بین آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار — نبودش ہر دم بُرہ رفتن عثار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے — اس کو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کن ز خاکِ پایِ مَردے چشم تیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مردِ (خدا) کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کر لے

کحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ اُوباش را
اس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنا لے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹکرائے

کہ ازیں[2] شاگردی و زیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے — اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائے گا

سُرمہ کن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنا لے — وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کن ز خاکِ اولیا — تا ببینی ز ابتدا تا انتہا
اولیا کی خاک سے آنکھ روشن کر لے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشمِ اُشتر زاں بود بس نور بار — کو خورد[3] از بہر نورِ چشم خار
اونٹ کی آنکھ اسی لیے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لیے کانٹا کھاتا ہے

خار خور تا گل برویاند ترا — چشمِ تو روشن شود جاں با صفا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اگائے — تیری آنکھ روشن (اور) روح صاف ہو جائے گی

خار را از چشمِ دل گر بَر کنی — چشمِ جاں را حق بخشد روشنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرما دے گا

---

[1] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا۔ آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے۔ می توانی۔ اگر تو چشمِ بصیرت سے کام لے گا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام بیں ہوتا ہے وہ ٹھوکریں نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سرمہ بنا لے پھر سر کے بل گرنے سے بچ جائے گا۔

[2] کہ ازیں۔ اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔

[3] کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔ خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اگیں گے آنکھوں میں روشنی، دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکال دو گے تو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

قصہ[1] شکایتِ اُستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می افتی چون است و جواب گفتنِ اُشتر مر اُستر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اُسترے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا

چونکہ با او جمع شد در آخرے
جبکہ وہ ایک اصطبل میں اس کے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می افتم برُو
اس نے کہا میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

در گریوہ و راہ و در بازار و کو
ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُو می فتم بسیار من
میں منہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟

در رہِ ہموار و نا ہموارِ من
ہموار اور ناہموار راستہ میں

خاصہ[2] از بالای کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں منہ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے؟ تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان (غیب سے) مالا مال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں

پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سَرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر الٹا ہو جاتا ہے

وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو[3] کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

بشکند توبہ بہردم از گناہ
گناہ کر کے، ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سخرۂ ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتی ہے

از ضعیفی رای آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپِ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے

کہ بود بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم او
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے

از شکستِ توبہ آں اِدبار خو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

---

[1] قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دور بینی کے فوائد اور دور بیں کی اطاعت کے فائدے بتائے ہیں۔ استر۔ خچر۔ آخر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

[2] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ منہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آ جاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔

[3] ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اس گدھے کی سی ہے۔ سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔

Marfat.com

بار[1] توبہ می کند باراي ست — دیو یک تُف کرد توبہ را شکست

پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے — شیطان نے ایک پھونک ماری، توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں — کہ بخواری بنگرد در واصلاں

کمزوری در کمزوری اور اس کا تکبر اس قدر — کہ اولیا کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے شُتر کہ تو مثالِ مومنی — کم فتی در رُو و کم بینی زنی

اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے — منہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی — بے عثاری و کم اندر رُو فتی

تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے — بغیر لغزش کے ہے اور منہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت[2] گرچہ ہر سعادت از خداست — درمیانِ ما و تو بس فرقہاست

اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے — ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

سَر بلندم من دو چشمِ من بلند — بینش عالی امان ست از گزند

میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں — بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن (کا سبب) ہے

از سَرِ کہ من بہ بینم پایِ کوہ — ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ

میں پہاڑ کی چوٹی سے، پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں — تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل — پیشِ کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اس بزرگ نے دیکھ لیا — پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

آنچہ خواہد بود[3] بعد بست سال — داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہو گی — وہ نیک خصال اس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں متقی — بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا — بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور در چشم و دلش سازد سکن — بہرِ چہ سازد، پَے حب الوطن

نور، اس کی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے — کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب — کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسف کہ انہوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا — کہ ان کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

---

[1] بار۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔ اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے، خچر نے اونٹ سے کہا، تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔

[2] گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دور بیں ہیں۔ گو۔ گڑھا۔ تو بتو۔ تہ بہ تہ۔ ہم چناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامی ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانی کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مراد ہے۔

[3] آنچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیا سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں۔ نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اس کی آنکھ اور دل میں اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالم غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسف۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ ان کے بھائی ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔

Marfat.com

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر
دس سال کے بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میں
آنچہ یوسفؑ دیدہ بد بر کرد سر
جو کچھ یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[1] آں یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ گزاف
"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے
نورِ ربانی بود گردوں شگاف
خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رو
جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے
ہستی اندر حسِّ حیوانی گرو
تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے (صرف) پاؤں کے آگے دیکھتا ہے
تو ضعیف[2] و ہم ضعیفت پیشوا
تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پایِ را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے
کو بہ بیند جایِ را نا جایِ را
کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے
دیگر آنکہ خلقتِ من اطہرست
علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں
نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال
نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اولادِ[3] زنائی بے گماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے
تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ استر جوابہایِ اشتر را و اقرار آوردن بفضلِ او
خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا
بر خود و ازو استعانت خواستن و بد و پناہ گرفتن بصدق و نواختن
اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا
شُتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ
اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت استر راست گفتی اے شُتر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا
ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

---

[1] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لیے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لیے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔

[2] تو ضعیف۔ عام انسان حسی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے، انسان خود بھی کمزور ہے اور اس کا پیشوا یعنی حسی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اس کو صرف سامنے کا اور تھوڑی دور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں حلالی اور پاک نسل کا ہوں تو حرامی ہے، خچر، خچر سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ گدھے اور گھوڑی کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔

[3] تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں۔ اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔ گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجیے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر

Marfat.com

ساعتے بگریست در پایش فتاد
تھوڑی دیر رویا، اس کے پاؤں پڑا

گفت اے بگزیدۂ ربّ العباد
کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی
کیا نقصان ہو گا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے

در پذیری تو مرا در بندگی
تو مجھے غلامی میں قبول کرے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے

ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

گفت چوں[1] اقرار کردی پیشِ من
اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کر لیا ہے

رَو کہ رَستی تو ز آفاتِ زمن
جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا

تو عدو بودی شدی زاہلِ وِلا
تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوئے بد در ذاتِ تو اصلی نبود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی

کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ او
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو

آرد اقرار و شود او توبہ جو
(خطا کا) اقرار کر لے اور توبہ کی جستجو کرے

ہمچو آدمؑ، زَلّتش عاریہ بود
جیسے کہ (حضرت) آدم علیہ السلام ان کی لغزش عارضی تھی

لا جرم اندر زماں توبہ نمود
لا محالہ (انہوں نے) فوراً توبہ قبول کر لی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی

رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
(اس لیے) عمدہ توبہ کی طرف اس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رَستی از خودی و از خوئے بد
جا کہ تو خودی اور بد عادت سے نجات پا گیا

وز زبانہ نار وز دندانِ دَد
آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت[2] زدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آ گئی ہے

در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کر دیا ہے

اُدْخُلِیْ چوں فِیْ عِبَادِیْ یافتی
جب تو نے "میرے بندوں میں داخل ہو جا" کو پا لیا

اُدْخُلِیْ فِیْ جَنَّتِیْ دریافتی
تو نے "داخل ہو جا میری جنت میں" کو حاصل کر لیا ہے

---

[1] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ خوئے بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے۔ اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش عارضی تھی انہوں نے توبہ کر لی شیطان کی خطا فطری تھی اس کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رو۔ اونٹ نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کر لی تو خودی اور بد عادت سے نجات پا گیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔

[2] در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کر لی ہے۔ اُدْخُلِیْ۔ قرآن پاک میں ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَ اُدْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی "اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔" یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہو جانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

در عبادش[1] راہ کردی خویش را — رفتی اندر خلد از راہِ خفا

(جب) تو نے اپنا راستہ اس کے بندوں میں بنا لیا ہے — تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم — دستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم

تو نے "ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے" کہا — اس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز — غورہ بودی گشتی انگور و مویز

اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا — تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقی بن گیا

اخترے بُدی شدی تو آفتاب — شاد باش وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تو تارا تھا سورج بن گیا — خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء الحق[2] حسام الدین بگیر — شہدِ خویش اندر فگن در جوی شیر

اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے — اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا رہد آں شیر از تغیرِ طعم — یابد از بحرِ مزہ تکثیر طعم

تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے — اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متصل گردد بداں بحرِ الست — چونکہ شد دریا ز ہر تغیر رست

وہ الست کے سمندر سے مل جائے گا — جب وہ دریا بن جائے گا، ہر تغیر سے بچ جائے گا

منفذے یابد دراں بحرِ عسل — آفتے را نبود اندر وے عمل

اس شہد کے دریا میں راستہ پا لے گا — اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرہ کن[3] شیر وار اے شیرِ حق — تا رَوَد آں غرہ بر ہفتم طبق

اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرا — تاکہ وہ دڑوک ساتویں آسمان پر جا پہنچے

چہ خبر جانِ ملولِ سیر را — کے شناسد موش غرہ شیر را

کاہل ست کی جان کو کیا خبر؟ — چوہا شیر کی دڑوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بر نویس احوالِ خود با آبِ زر — بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر

اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے — ہر دریا دل نیک فطرت کے لیے

---

[1] درعبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اس وقت بنتا ہے جبکہ اس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اھدنا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم "ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی کردے" تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

[2] اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد ملا دو تاکہ اس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہو جائیں۔
متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کل میں داخل ہو جائے تو اس کو بقا اور دوام حاصل ہو جائے گا۔ عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔

[3] غرہ کن۔ اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرایئے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی دڑوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیے۔

Marfat.com

آبِ نیل ست ایں حدیثِ[1] جانفزا — یارَبش در چشمِ قبطی خوں نما

یہ روح کو بڑھانے والی بات (دریائے) نیل کا پانی ہے — اے خدا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیتِ خویش از نیل پُر

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر لے

کن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری، سبو کہ شماں

اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سبو

ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لیے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست

کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے

من شنیدم کہ در آمد قبطیے — از عطش[2] اندر وُثاقِ سبطیے

میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا — پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو — گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو

کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں — میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ موسیٰ جادوئی کرد و فسوں — تا کہ آبِ نیل مارا کرد خوں

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے جادو ٹونا کر دیا ہے — یہاں تک کہ اس نے ہمارے لیے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا ہے

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند — پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند

سبطی اسی سے صاف پانی پیتے ہیں — نظر بندی کی وجہ سے قبطی کے لیے خون بن گیا ہے

قبطیاں تک می مُرند از تشنگی — از پے[3] اِدبارِ خود یا بد رَگی

اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں — اپنی نحوست یا بد فطرتی کی وجہ سے

بہرِ خودیک طاس را پُر آب کن — تا خورد از آبت ایں یارِ کہن

ایک طشلا اپنے لیے پانی سے بھر لے — تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

چوں برای خود کنی ایں طاس پُر — خوں نباشد آب باشد پاک و حر

جب تو یہ طشلا اپنے لیے بھرے گا — وہ خون نہ ہو گا، پاک و صاف پانی ہو گا

من طفیلِ تو بنوشم آب ہم — کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم

میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا — کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

---

1. ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کی سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لیے خون تھا۔ لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی۔ یعنی حضرت موسیٰ کے پیرو۔

2. عطش۔ پیاس۔ وثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔ زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لیے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لیے خون بن گیا ہے۔

3. از پے۔ یہ خون تمہارا ہماری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام بدفطرتی ہے۔ بہر خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لیے پانی بھر لے میں بھی اس میں سے پی لوں گا تو اپنے لیے بھرے گا تو وہ پانی پاک و صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیل تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

Marfat.com

گفت[1] اے جانِ جہاں خدمت کنم
اس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا

پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کنم
تیری مراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا

بندۂ تو باشم و آزادی کنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل او پُر آب کرد
اس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا

بَر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
منہ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سوئے آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا

کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سو کرد کژ خوں آب شد
پھر اس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا

قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا

ساعتے[2] بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس کا غصہ جاتا رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت
اس کے بعد اس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟

گفت ایں را آں خورد کو متقی ست
اس نے کہا اس کو وہ پیتا ہے جو پرہیز گار ہے

متقی آنست کو بیزار شد
پرہیز گار وہ ہے جو بیزار ہوا

از رہِ فرعون و موسیٰ وار شد
فرعون کے راستہ سے اور موسیٰ علیہ السلام جیسا بن گیا

قومِ موسیٰ شو بخور ایں آب را
موسیٰ علیہ السلام کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے

صلح کن با مہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

صد ہزاراں[3] ظلمت ست از خشمِ تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے

بر عباد اللہ اندر چشمِ تو
اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا

عبرت از یاراں بگیر استاد شو
دوستوں سے عبرت پکڑ، استاد بن جا

کے طفیلِ من شوی در اغتراف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟

چوں ترا کفریست ہمچوں کوہِ قاف
جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ در سوراخِ سوزن کے رود
پہاڑ، سوئی کے نکوے میں کہاں گھس سکتا ہے؟

جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

---

1. گفت۔ اس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کرکے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اس طشلے میں پانی کے بجائے کالا خون تھا پھر اس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔
2. ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اس نے سبطی سے کہا یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ سبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ متقی۔ متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لے۔ قوم۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی امت میں داخل ہو کر متقی بن جا۔ پانی پی لے گا۔
3. صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف۔ یعنی عظیم۔ کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے نکوے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔

Marfat.com

کوہ. را کہ کن[1] باستغفارِ خوش ۔۔۔ جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے ۔۔۔ بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں ۔۔۔ چوں حرامش کرد حق بر کافراں
تو اس دھوکے بازی سے اس کو کیسے پی سکتا ہے؟ ۔۔۔ جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اس کو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ تُرا ۔۔۔ کے خرد اے مفتریِ مفتریٰ
چالبازی کا خالق تیری چالبازی ۔۔۔ میں کب آ سکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست ۔۔۔ حیلہ ات بادِ تہی پیمود نیست
موسیٰ علیہ السلام کی امت بن کیونکہ چالبازی سے فائدہ نہیں ہے ۔۔۔ تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہے

زہرہ دارد آب کز امرِ صمد ۔۔۔ گردد و با کافراں آبی کند
پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے ۔۔۔ روگردانی کرے اور کافروں کے لیے پانی کا کام کرے؟

یا تو[2] پنداری کہ تو ناں می خوری ۔۔۔ زہر مار و کاہشِ جاں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟ ۔۔۔ سانپ کا زہر اور جان کا گھاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاحِ آں جانے کند ۔۔۔ کو دل از فرمانِ ناں دِہ برکند
روٹی اس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟ ۔۔۔ جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی ۔۔۔ چوں بخوانی رائگانش بشنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف ۔۔۔ جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکے گا؟

یا کلامِ حکمت و سِرِّ نہاں ۔۔۔ اندر آید سہل در گوشِ کہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز ۔۔۔ آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائے گا

اندر[3] آید لیک چوں افسانہا ۔۔۔ پوست بنماید نہ مغز و دانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح ۔۔۔ چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سَر و رُو در کشیدہ چادرے ۔۔۔ رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے ۔۔۔ دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو ۔۔۔ ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لیے ۔۔۔ ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

---

1. کہ کن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے۔ پھر بخشے ہوؤں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مفتریٰ۔ اسم مفعول ہے، جھوٹ۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی امت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لیے پانی بھردوں اور تو اس میں سے پی لے۔ زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ قبطی کے لیے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔
- یا تو پنداری۔ کافر کے لیے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی بلکہ الٹا اثر دکھاتی ہے۔
2. یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکے گا۔ کلامِ حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی بات ہو وہ ناقص انسان کے کان میں نہیں پہنچتی ہے۔ کہاں۔ کہ کی جمع، کم رتبہ۔
3. اندر۔ وہ شخص اس کو افسانہ سمجھے گا اس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اس شخص کے لیے مغز کی حالت یہ ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اس کے حسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ و دمنہ۔ عتو۔ منکر اپنے تکبر کی وجہ سے ان سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

Marfat.com

فرق[1] آنگہ باشد از حق و مجاز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے
کت کند کحلِ عنایت چشم باز
کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مشک پیشِ اخشمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لیے مینگنی اور مشک
ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہے دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از ملال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا
باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کاتشِ وسواس را و غصہ را
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو
زاں سخن بنشاند و سازد دوا
اس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ ایں مقدارِ آتش شاندن
آگ کی اس مقدار کو بجھانے کے لیے
آبِ پاک[2] و بول یکساں شد بفن
پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی
ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک
لیکن اگر تو اس پاک پانی سے واقف ہو جائے
کہ کلامِ ایزدست و روحناک
کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلی ز جاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے
دل بیابد رہ بسوئے گلستاں
(اور) دل گلستاں کا راستہ پا لے

زانکہ[3] در باغے و در جوئے پرد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے
ہر کہ از سرِّ صحف بوئے برد
جو صحیفوں کے راز کا پتا لگا لیتا ہے

یا تو پنداری کہ روئے اولیا
یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیا کا چہرہ
آنچنانکہ ہست می بینیم ما
جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں
پیغمبر اس سے تعجب میں تھے
چوں نمی بینند روئم مومناں
کہ ایمان لانے والے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

---

1. فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اس کو بصیرت حاصل ہو۔ اخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لیے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کاتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لیے قرآن پڑھے تو اس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔ بہرایں۔ محض وقت کاٹنے کے لیے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔
2. آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنت کا راستہ مل جائے۔
3. زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صحف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبی کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند ان سے پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق
لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟
کہ سبق بُردست بر خورشید شرق
جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست
اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟
تاکہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست
یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سوی تو[1] ماہ است و سوئ خلق ابر
آپؐ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کی جانب ابر ہے
تا نہ بیند رائگاں رُوئ تو گبر
تاکہ آپؐ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سوی تو دانہ است و سوئ خلق دام
آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کی جانب جال
تا ننوشد زیں شرابِ خاص، عام
تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرٰاهُمْ یَنْظُرُوْن
خدا نے فرمایا کہ تو ان کے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں
نقشِ حمّام اند هُمْ لَا یُبْصِرُوْن
وہ تو حمام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست
اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے
کاں دو چشم مُردۂ او ناظرست
کہ اس کی دو مردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشم[2] نقش می آری ادب
تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجا لاتا ہے
کہ چرا پاسم نمی دارد عجب
تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پاسخست ایں نقش نیک
یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے
کہ نمی گوید سلام را علیک
کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند[3] سَر و سَبلت زجود
مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے
پاس آنکہ کردمش من صد سجود
اس لحاظ سے کہ میں نے اس کو سو سجدے کیے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند بروں
اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے
پاس آں ذوقے دہد در اندروں
اس کے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کہ دو صد جنبیدنِ سَر ارزد آں
کہ دو سر ہلانا اس کی قیمت ہے
سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
عقل اور جان اس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے
پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

---

1. سوی تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپ کی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جب وہ اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تو ان کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بت پرست، بت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔
2. پیشِ چشم۔ بت پرست اس کی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجا لاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔
3. می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دے دے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے لیکن دل میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے، یہ فرق ہے۔

Marfat.com

حق نجنباند بظاہر سَر ترا　لیک سازد بر سَراں سَرور ترا

اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لیے سر نہیں ہلاتا ہے　لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مَر ترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں　کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں

خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے　کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر　تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر

جیسا کہ اس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا　کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ آبے بیابد لطفِ حق　گوہرے گردد بَرد از زر سبق

پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے　موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک[2] ست و چو حق تابش داد　در جہانگیری چو مہ شد اوستاد

وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اس میں چمک دے دی　دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح استاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است　احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است

خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے　اس کی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند　ابلہاں سازیدہ اند آں را سند

وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے　بے وقوفوں نے اس کو دلیل بنایا ہے

درخواستنِ قبطی دعایِ خیر و ہدایت از سبطی و دعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لیے

قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ حق تعالیٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دعای کن کہ من　از سیاہیِ[3] دل ندارم آں دہن

قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں　دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود　زشت را در بزم خوباں جا شود

ہو سکتا ہے کہ اس دل کا قفل کھل جائے　بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

از تو مسخے صاحبِ خوبی شود　یا بلیسے باز کرّوبی شود

تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے　یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

---

[1] مر ترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عبادت گذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔ قطرہ۔ اللہ تعالیٰ ماہِ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

[2] جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بت اور بت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بت کی چشم وابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لیے ہدایت کی دعا کر دے اس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔

[3] از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔ از تو۔ قبطی نے اپنے آپ کو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔

Marfat.com

یا بقر[1] دست مریم بوی مشک
یا(حضرت) مریم علیہا السلام کے (جیسے) ہاتھ سے مشک کی خوشبو
یابد و تری و میوہ شاخ خشک
اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت
سبطی اس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا
کاے خدای عالم جہرو نہفت
کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے اے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تو اند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں
عاجز امر تو اند و مستمند
تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو[2] پیش کہ بر آرد بندہ دست
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟
ہم دعا و ہم اجابت از تواست
دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اول تو دہی میل دعا
ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے
تو دہی آخر دعاہا را جزا
بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اول و آخر توئی ما درمیاں
اول و آخر تو ہی ہے؟ ہم درمیان میں
ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا
از سر بام و دلش بیہوش گشت
بالا خانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہو گیا

باز آمد او بہوش اندر دعا
پھر وہ ہوش میں آ کر دعا میں مصروف ہو گیا
لَیۡسَ[3] لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی

در دعا بود او و ناگہ نعرۂ
وہ دعا میں (مصروف) تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ
از دل قبطی بجست و غرۂ
اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایمان عرضہ کن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر
تا ببرم زود زنار کہن
تاکہ پرانا زنار جلد کاٹ دوں

آتشے در جان من انداختند
انہوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے
مر بلیسے را بجاں بنواختند
(مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستی تو ز حب تا شگفت
تیری دوستی نے محبت کے نا شگفتہ (غنچہ) سے
حمد للہ عاقبت دستم گرفت
الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی

---

[1] یا بقر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریم کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھل دار ہو گئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہو گیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورت مند۔

[2] جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دست دعا دراز کر سکتا ہے۔ دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے۔ نہ کس کی رہاند نہ کس کی دہد۔ خدا می رہاند خدا می دہد۔ افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنی میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہو جانے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔

[3] لیس۔ یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہو گئی۔ در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کرتا کہ میں ہوس بتوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنان قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدائی دوستی نے میری دستگیری کی۔

Marfat.com

کیمیای[1] بود صحبتہای تو
تیری صحبتیں کیمیاء تھیں
کم مباد از خانۂ دل پای تو
خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بدی از نخل خلد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا
چوں گرفتم او مَرا تا خلد بُرد
جب میں نے اس کو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سیل بود آنکہ تنم را در ربود
بہاؤ تھا جو میرے جسم کو بہا لے گیا
بُرد سیلم تالبِ دریای جود
مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بوی آب رفتم سوی سیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا
بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لیے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آب گیر
وہ (سبطی) اس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی بھلے لے
گفت رَو شد آبہا پیشم حقیر
اس نے کہا جایئے، پانی میرے لیے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللّٰهُ اِشۡتَرٰی
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے
تا بہ محشر تشنگی ناید مَرا
قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جوی و چشمہا را آب داد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے
چشمۂ اندر درونِ من کشاد
اس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر[3] کہ بود گرم و آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا
گشت پیشِ ہمتِ او آب خوار
اس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ کافی آمدہ بہرِ عباد
بندوں کے لیے کافی کا کاف آیا ہے
صدقِ وعدہ کھیٰعص
کھیعص کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم تُرا من جملہ خیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں
بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم ۔ بے ناں تُرا سیری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں
بے سپاہ و لشکرت میری دہم
بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

---

1. کیمیای۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لیے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریای جود۔ دریائے حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔
2. طاس۔ سبطی اس قبطی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے۔ اس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اشتری۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیے ہیں۔
3. ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لیے ناچیز ہے۔ کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھیعص فرمایا ہے۔ جس کے معنی ہیں کاف ھو لکم یا عباد اللہ یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے اے اللہ کے بندے! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے۔ جس میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

کافیم بے دار و یت درماں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں

کوہ[1] را و چاہ را میداں کنم
پہاڑ کو اور کنویں کو میدان بنا دیتا ہوں

بے بہارت نرگس و نسریں دہم
بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں

بے کتاب و اوستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰ را دل دہم با یک عصا
میں موسیٰ علیہ السلام کو دل، مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں

تا زند بر عالمے شمشیرہا
تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دست موسیٰ را دہم یک نور و تاب
میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں

کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
جو سورج کو طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں

کہ نہ زاید مادہ مار اورا نہ نر
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آب نیل من
میں (دریائے) نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں

خود کنم خوں عینِ آبش را بفن
میں حکمت سے بعینہٖ اس کے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل
نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں

کہ نیابی سوی شادیہا سبیل
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی
پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے

باز از فرعون بیزاری کنی
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٰ رحمت بہ بینی آمدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰ علیہ السلام آ گیا ہے

نیل خوں بینی ازو آبے شدہ
خون کا (دریائے) نیل اس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے

نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من گماں[3] بردم کہ ایماں آورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں

تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا

در نہادِ من مرا نیلے کند
میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

1۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر استاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست۔ حضرت موسیٰ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا۔ حضرت موسیٰ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

2۔ خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

3۔ من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔

Marfat.com

سوی چشمِ خود یکے نیلم رواں　　برقرارم پیشِ چشمِ دیگراں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں　　دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ[1] ایں جہاں پیشِ نبیؐ　　غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما ابی
جس طرح کہ یہ دنیا نبی ﷺ کے سامنے　　تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

پیشِ چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد　　پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ جماد
اس کی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے　　دوسرے کی نگاہ کے سامنے مردہ اور جماد ہے

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو　　از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو
نشیب و فراز اس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے　　وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ　　زیں عجب تر من ندیدم پردہ
عوام کے لیے یہ سب پست اور مردہ ہیں　　میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما　　روضہ و حُفرہ[2] بہ پیشِ اولیا
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں　　اولیا کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر ترش　　از چہ گشتہ است و شدست او ذوق کش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ　　کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کردینے والے (بن گئے) ہیں

خاصہ[3] گفتندے کہ پیشِ چشمِ تان　　می نماید او ترش اے امتاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں　　اے امت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا　　خندہا بینید اندر ھَلْ اَتٰی
تھوڑی دیر کے لیے ہماری آنکھوں میں آ جانا کہ　　ھَلْ اَتٰی کے اندر مسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں　　منعکس صورت بزیر آ اے جواں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے　　الٹی صورت اے جوان! نیچے اتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بن　　تا بر آنجائی نماید نو کہن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے　　جب تک تو وہاں ہے، نیا پرانا نظر آتا ہے

---

[1] ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔ پیش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام کائنات عشق الٰہی سے پُر تھی۔ دوسرے اس کو مردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ رہا تھا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکیوں کی جگہ ہے۔

[2] حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترشرو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوق خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[3] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے ان کو دیکھو تو ان میں مسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھَلْ اَتٰی۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتٰی نازل ہوئی یا ھَلْ اَتٰی میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے ان پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں الٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اس کو فنا نہیں کرے گا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئے گی۔

Marfat.com

تا بر آنجایِ[1] بہ بینی خار زار — پُر ز کژدمہایِ خشم و پُر زمار

جب تک تو اس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا — غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں — یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں

جب تو نیچے اتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں — ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید ترا — در دروں اسرارِ فیضِ کبریا

جب تو نیچے اتر آئے گا، اتر آئیں گے تیرے — اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

حکایتِ آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سَرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرود بن می نماید چشم آدمی را، از سَرِ امرود بن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اتر آ تاکہ وہ خیالات

بر ود و اگر کسے گوید[2] کہ آنچہ مردی دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بَر سَرِ امرود بن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں بھی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مولِ[3] خود — بر زند در پیشِ شویِ گول خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — ملے۔ اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیک بخت — من بر آیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے شوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں بر آمد بر درخت در آں زن گریست — چوں ز بالا سوی شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رد — کیست آں لوطی کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

---

[1] تا بر آنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنے والے، کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خارزار سے مراد دنیاوی اشیا ہیں اور گلرخاں اور رائگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

[2] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اس میں بہت فرق ہے ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً الٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[3] مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن۔ یعنی امرود توڑنے کے لیے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اپنی کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔ لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔

Marfat.com

تو بزیرِ اُو چو زن بغنودهٔ — اے بغا![1] تو خود مخنث بودهٔ
تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت
شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا یہاں کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے با بُرطلہ — کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ
عورت نے مکرر کہا اے الٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ ز درخت — کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت
اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آ جا — کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

چوں فرود آمد بر آمد شوہرش — زن کشید آں مول را اندر برش
جب وہ نیچے آ گئی اس کا شوہر چڑھ گیا — عورت نے اس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے رُو سپی — کہ ببالائے تو آمد چوں کپی
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟ — جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیرِ من — ہیں سرت بر گشتہ شد ہرزہ متن[2]
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے — خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

او مکرر کرد ۔ بر زن آں سخن — گفت زن ایں ست از امرود بُن
اس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی — عورت نے کہا یہ امرود کے درخت (کے اثر) سے ہے

از سرِ امرود بن من ہمچناں — کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی — آج دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست — ایں ہمہ تخییل از امرود بُنے ست
نیچے اتر آ تا کہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے — یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو — تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
سکھانے کے لیے مذاق ہے تو اس کو حقیقت سمجھ — تو اس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے[3] ہزلست پیشِ ہازلاں — ہزلہا جدست پیشِ عاقلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے — عقل مندوں کے لیے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں امرود بن جویند لیک — تا بداں امرود بن راہیست نیک
سست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن — اس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

---

1. بغا۔ تیز و مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ بُرطلہ۔ ٹوپی، الٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔ روسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔
2. ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لیے سنا دیا ہے تم اس کے ظاہر کو نہ دیکھو اس سے جو نصیحت مقصود ہے اس پر نظر کرو۔
3. ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں ان کو تو جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقل مند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔
کاہلاں۔ کاہل لوگ اس امرود کے درخت کی تلاش کرتے ہیں جو ان کو صحیح دکھائے یعنی وہ مستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔

Marfat.com

نقل کن[1] از امرود بن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا آپ چلا جا

ایں منی و ہستیِ اوّل بود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

چوں فرود آئی ازیں امرود بن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئے گا

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

چوں فرود آئی ازو گردی جدا
جب تو نیچے اتر آئے گا اس سے علیحدہ ہو جائیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا
اس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اتر آئے گا، خدا

راست بینی گر بدے آساں چنیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا

گفت[3] بنما جزو جز از فوق و پست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دکھا

بعد ازاں بر رو براں امرود بن
اس کے بعد اس امرود کے درخت پر چڑھ جا

چوں درختِ موسوی شد آں درخت
جب وہ درخت (حضرت) موسٰی علیہ السلام والا درخت بن گیا

آتش او را سبز و خرم می کند
آگ، اس کو سبز اور بھلا بنائے گی

گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

کہ ازو دیدہ کژ و احول بود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

شاخِ او بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

مبدلش[2] گرداند از رحمت خدا
خدا رحمت سے اس کو بدل دے گا

راست بینی بخشد آں چشم ترا
تیری اس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دے گا

مصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
تو دین کے رب سے آنحضورﷺ کب دعا مانگتے؟

آنچنانکہ پیشِ تو آں جزو ہست
جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے

کہ مُبدّل گشت و سبز از امر کن
کیونکہ کن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں سوئے موسیٰ کشانیدی تو رخت
جب تو نے موسٰی علیہ السلام کی جانب سفر اختیار کیا

شاخ او اِنّی اَنَا اللہ می زند
اس کی شاخ اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگائے گی

---

[1] نقل کن۔ پہلے اس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔ ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اتر آئے گا تو پھر تیرا خیال، آنکھ، اور گفتگو سیدھی ہو جائے گی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اس کا پھیلاؤ بہت تھا۔

[2] مبدلش۔ خودی چھوڑ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس درخت کو تبدیل کر دے گا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبلی نے کی تھی۔ راست بینی۔ حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ "اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں" دعا نہ مانگتے ہیں۔

[3] گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر جز اسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔ بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آ جائے گی اس کو اختیار کر لے۔ چوں۔ اب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسٰی علیہ السلام کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اس پر الٹا اثر دکھائے گی اور اس کی شاخ اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسٰی علیہ السلام کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔

زیر ظلش[1] جملہ حاجاتت روا — ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اس کے سایہ کے نیچے پوری ہوں گی — خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے — جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما — اَصْلُهٗ ثَابِتٌ وَ فَرْعُهٗ فِی السَّمَا
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا — اس کی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصۂ[2] موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
ان (موسیٰ علیہ السلام) کو مہتم بالشان وحی کے ذریعہ سے پیغام آیا — کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

ایں درخت تن عصایِ موسیٰ است — کارش آمد کہ بینداز زدست
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے — اس کا موقع آ گیا کہ تو اس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

تا بہ بینی خیرِ اُو و شرِّ اُو — بعد ازاں بر گیر او را از امرِ ہو[3]
تاکہ تو اس کی بھلائی اور اسکی برائی دیکھ لے — پھر اس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود او غیر چوب — چوں بامرش بر گرفتی شد جذوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی — جب تو نے اس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اول او بد برگ افشاں برّہ را — گشت معجز آں گروہِ غرہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لیے پتے جھاڑنے والی تھی — وہ غافل جماعت کے لیے معجزہ بن گئی

گشت حاکم بر سرِ فرعونیاں — آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی — سر پیٹنے والوں پر اس کا پانی خون بنا دیا

از مزارعِ شاں بر آمد قحط و مرگ — از ملخہایِ کہ آں خوروند برگ
ان کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی — ان ٹڈیوں کی وجہ سے جنہوں نے پتے کھا لیے

---

1. زیر ظلش۔ اب اس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہوں گی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔ آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اس میں خدائی صفات نظر آئیں گی۔

2. باقی قصہ۔ مولانا ہستی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اس کے جلوے نظر آئے اسی طرح۔ تیرا یہ فانی جسم عصاءِ موسیٰ ہے اس کو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اس کے جلوے دیکھنا۔

3. امر ہو۔ امر خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اس کو پھر اٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدہا تھا۔ اول۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے لیے پتے جھاڑنے کے لیے تھی اب وہ کافروں کے لیے معجزہ بن گئی۔ گشت۔ اب جبکہ امر خداوندی سے اس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا ان سر پیٹنے والوں کے لیے اس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔

Marfat.com

تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا — چوں نظر افتادش اندر منتہا[1]
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے دعا نکلی — جبکہ ان کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ۔ اعجاز و کوشیدن چراست — چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟ — جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر آمد کاتباعِ نوحؑ کن — ترک پایاں بینی و مشروح کن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوح علیہ السلام کی پیروی کر — انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعی رہی — امرِ بلّغ ہست نبود آں تہی
تم انجام کو نہ دیکھو اس لیے کہ تم راہِ (حق) کی طرف بلانے والے ہو — بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں[2] حکمت کزیں الحاحِ تو — جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے — وہ جھگڑا لو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائے گی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق — فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا — تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود — بایدش از پند و اغوا آزمود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا — تو اس کو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہیے

دیو[3] الحاحِ غوایت می کند — شیخ الحاحِ ہدایت می کند
شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے — شیخ ہدایت پر اصرار کرتا ہے

بازگرود قصۂ قبطی بگو — گردِ کفر از باطنِ خود زود شو
واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ — اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں — نیل می آمد سراسر جملہ خوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا — (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰ علیہ السلام

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ علیہ السلام سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش — لابہ می کرد و دو تا گشتہ قدش
یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود ان کے پاس آیا — خوشامد کرتا تھا اور اس کا قد دہرا ہو گیا تھا

---

[1] اندر منتہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ ان کا انجام لامحالہ برا ہے لہٰذا ان کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔ امر آمد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ نوح علیہ السلام کی طرح ان کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کیے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں۔

[2] کمتریں۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے ان کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ۔ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے جانچا جائے تاکہ اس کے مخفی حالات ظاہر ہو جائیں۔

[3] دیو۔ شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اصرار۔ شجوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دہرا ہوا جاتا تھا۔

Marfat.com

آنچہ[1] ما کردیم اے سلطاں مکن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے

نیست مارا روئِ ایرادِ سخن
ہمارا منہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر
میں نے (بدن کے) ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنالیا ہے

من بعزت خو گرم سختم مگیر
میں عزت کا عادی ہوں، میری سخت پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجنباں لب برحمت اے امیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کے لیے ہونٹ ہلائیے

تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت یا رب می فریبد او مرا
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اے خدا وہ مجھے فریب دے رہا ہے

می فریبد او فریبیدہ ترا
(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم[2] یا من دہم ہم خدعہ اش
میں مان جاؤں، یا میں بھی اس کو دھوکا دے دوں

تا بداند اصل را آں فرع کش
تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ما است
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے

ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
جو کچھ زمین پر ہے اس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم باآں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کتا اس کے بھی لائق نہیں ہے

پیشِ سگ انداز از دور استخواں
کتے کے سامنے دور سے ہڈی ڈال دے

ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں

وا دہد ہر چہ ملخ کردش فنا
وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں ملخہا[3] در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی

تا بہ بیند خلق تبدیلِ الٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

آں سبب بہرِ حجابست و غطا
یہ سب تو حجاب اور پردے کے لیے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں معروف کر دے

تا منجم رو باستارہ کند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

---

[1] آنچہ۔ ہم نے جو کیا وہ برا تھا آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا منہ تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔ گفت یارب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے خدا مجھے آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔

[2] بشنوم۔ اب بتا کہ میں اس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اس کو کوئی دھوکا دے دوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔ کاصل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب یہ دنیاوی ہیں ان کی اصل وہی خدا ہے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اس کتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اگل دے گی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

[3] واں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سببہا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو لیتا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے۔

Marfat.com

تا منافق[1] از حریفی بامداد — سوئے بازار آید از بیم کساد

تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح — بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی ناکرد و ناشستہ رُو — لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو

عبادت کیے بغیر اور منہ دھوئے بغیر — لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام — ہمچو آں برہ چرندہ از طُعام

عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے — اس بکری کے بچہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برہ و قصاب شاد — کہ برائے ما چرد برگِ مراد

وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے — کہ مقصد کے پتے ہمارے لیے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی — بہر او خود را تو فربہ میکنی

تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے — تو اپنے آپ کو اس کے لیے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود[2] کن روزیِ حکمت بچر — تا شود فربہ دل با کر و فر

اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا — تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانع ایں خوردنست — جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست

جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے — جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ — کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ

تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے — جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہے

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش — کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش

اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر — کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ[3] ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ — پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ

سمجھ لے کہ ہر شہوت، شراب اور بھنگ کی طرح ہے — ہوش کے لیے پردہ ہے اور عقل مند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستیِ ہوش — ہرچہ شہوانی ست بند و چشم و گوش

شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے — جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش — دانکہ شہوت بنددت ہم چشم و گوش

اگر تو ہوش چاہتا ہے، شہوت کو ترک کر دے — سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دے گی

---

[1] منافق یعنی دنیا دار اپنی کوشش اور محنت سے بے فائدہ سمجھ رہا ہے۔ بندگی۔ یہ دنیا دار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لیے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیا دار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لیے چر رہا ہے یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لیے پال رہا ہے۔

[2] کارِ خود۔ انسان کی اپنے لیے خوراک تو معارف الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لیے مانع ہے۔ روح کو تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو، تاجر کا مال ڈاکو اڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔ خویشتن۔ انسان کی روح، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اس کے ہوش گم کرنے والی ہیں۔

[3] دانکہ۔ یہ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بے ہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔

آں بلیس[1] از خمر خوردن دور بود — مست بود او از تکبر و ز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا — وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست — زر نماید انچہ مس و آہنیست

مست وہ ہے جو وہ دیکھیں جو نہیں ہے — سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا — لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام و سبز شدنِ کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں — سبز گشت از سنبل و حبِ ثمیں[2]

انہوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً — سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر — قحط دیدہ مُردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ — جو قحط زدہ جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا — آں دَمی و آدمی و چارپا

عطاء (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا — پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پُر گشت و بَر نعمت زدند — واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی — وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس[3] فرعونیست ہاں سیرش مکن — تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن

نفس فرعون ہے، خبردار اس کا پیٹ نہ بھر — تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

بے تفِ آتش نگردد نفس خوب — تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب

آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے — خبردار! جب تک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اس کو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں — آہنِ سردست میکوبی بداں

بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے — ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار — او نخواہد شد مسلماں ہوشدار

اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے — وہ مسلمان نہ ہو گا، سمجھ لے

---

[1] آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشہ سے مدہوش تھا۔ مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کر دو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔ ہم چناں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔

[2] حب ثمین۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یا پرندہ۔ چوں۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔

[3] نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اس کا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔ آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ و زاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔

Marfat.com

اُو چو فرعون ست در قحط آنچناں — پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کناں[1]

وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے — جو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد اُو طاغی شود — خرچو بار انداخت اِسکیزہ زند

جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے — گدھے نے جب بوجھ اتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش — کارِ او از آہ و زاریہای خویش

پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے — اس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا مردے کہ در شہرے بود — یک زماں کش چشم در خوابے شود

سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے — تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر[2] بیند او پُر نیک و بد — ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود

وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا — اس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو — نیست آنِ من درینجا ام گرو

کہ میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر — میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او — ہمدریں شہرش بود اِبداع و خو

بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے — اسی شہر میں اس کی پیدائش (اور رہائش) کی عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش — کہ بدستش مسکن و میلاد پیش

کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو — جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب — می فروپوشد چو اختر را سحاب

یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے — (اس کو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را — خواب دنیا را ہماں ہیں ز ابتلا

تو نے نیند کو کئی بار آزما لیا ہے — آزمائش سے، دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

خاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ — گردہا از درگہ اُو نا رُوفتہ

خصوصاً (جبکہ اس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہے — اس کے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا

سخت کوشش نہ کیے ہوئے ہے — دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

---

[1] لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔ سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیام گاہ کو بھلا دیتا ہے۔

[2] شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کر لو۔ خاصہ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کیے ہیں اور وہ اس کے شہر میں رہے ہیں۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو صفا نہیں رکھا۔ اگر اس کو مجاہدات کے ذریعہ مصفیٰ کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا۔

Marfat.com

سَر بروں[1] آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشمِ باز

راز کے سمندر سے اس کا دل ابھار لے — کھلی آنکھ اول اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتداءِ خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد

پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی — اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از تبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی — اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی[2] چوں بحیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی — اس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں — خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں

سوائے اس میلان کے جو اس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سِرِّ میل خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید — سوئے آں پیرِ جوان بختِ مجید

جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جواں نصیبہ کو اپنے پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں ازاں عقلِ کل ست — جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست

اس کی جزوی عقل اس کلی عقل سے ہے — اس سایہ کی حرکت اسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو — پس بداند سِرِّ میل و جستجو

اس کا سایہ بالآخر اس میں فنا ہو جاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

سایۂ شاخِ درخت اے نیک بخت — کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ — کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

---

[1] سربروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی۔ سالہا۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اس کو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح، نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اس کو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور ناز بو کے پھولنے کے وقت اس کی طرف میلان کرتی ہے یہ اس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہم چو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل۔ مفرط سے نئے مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے۔

[3] جزو۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہے اور شیخ شاخ گل ہے۔ سایہ اش۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ مرید فنافی الشیخ کا مقام حاصل کرے گا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے

Marfat.com

باز از حیواں[1] سوی انسانیش
پھر اس کو جوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب

می کشد آں خالقے کہ دانیش
وہ اللہ (تعالیٰ) اس کو کھینچتا ہے جس سے تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت
وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی

تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
یہاں تک کہ وہ اب عقل مند اور دانا اور قوی ہو گئی

عقلہای اولینش یاد نیست
اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں

ہم ازیں عقلش تحول کردنیست
اس عقل سے بھی اس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[2] زیں عقل پر حرص و طلب
تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے

صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش
اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے

کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
وہ اس کو اس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند
اس کو پھر اس کی نیند سے بیدار کریں گے

تا کند بر حالت خود ریشخند
تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا

چوں فراموشم شد احوالِ صواب
تجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟

فعلِ خوابست و فریب ست و خیال
خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[3] دنیا کہ حلم نائم ست
اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے

خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست
سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا بر آید ناگہاں صبحِ اجل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آ جاتی ہے

وارہد از ظلمتِ ظن و دغل
اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش
اس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے

چوں بہ بیند مستقر و جای خویش
جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور برا دیکھتا ہے

روزِ محشر یک بیک پیدا شود
قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائے گا

---

[1] باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہم چنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحب عقل ہو گئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گزشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہو گی۔

[2] تا رہد۔ روح کو اس دنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

[3] ہم چنیں۔ دنیا دار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دوامی زندگی ہے۔ تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو برائی یا اچھائی ہے وہ قیامت میں سامنے آ جائے گی۔

Marfat.com

آنچہ کردی اندریں خواب جہاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے

گرددت ہنگام بیداری[1] عیاں
تیرے لیے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائے گا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہر گز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری

اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لیے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی

روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنے والے!

گریہ و درد و غم و زاری خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو

شادمانی داں بہ بیداری خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!

گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر

می دراند از غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضا کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعد مرگت در قصاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سونہ جائے گا

تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے

پیشِ زخم آں قصاص ایں بازیست
اس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب[3] خواندست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے

کایں جزا لعب ست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں جزا تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دبانا ہے

آں چو اخصاء ست ویں چوں ختنہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ہیں. رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں اور گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

---

[1] ہنگام بیداری۔ یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اس کی تعبیر قیامت میں سامنے آ جائے گی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائے گا وہ آخرت میں بھیڑیا بن کر اٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بری عادتیں آخرت میں بھیڑیے بنیں گی اور خود اس کے اعضا کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئے گا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملے گی بلکہ دنیا والا بدلہ اس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔

[3] زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔ ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لے لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لیے لے لیا گیا ہے اس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونوں کو دنیا کے مزے اڑا لینے دو۔

Marfat.com

تا ہمہ[1] زاں خوش علف فربہ شوند ہیں کہ گرگانند ما را خشم مند

تا کہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہای مارا فربہ گرداں و زود بما رساں کہ مارا صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را موقنیم ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں[2] را کیمیای خوش دمی از لبِ تو خواست کردن آدمی

ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے تیرے ہونٹ سے، ان کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لطف و جود آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی ان گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فروپوشاں لحافِ نعمتی تا برد شاں زود خوابِ غفلتی

تو ان کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے تاکہ غفلت کی نیند ان کو جلد سلا دے

تا چو بجہند از چنیں خواب ایں رَدہ شمع مُردہ باشد و ساقی شدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہوں شمع گل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت[3] طغیاں شاں ترا در حیرتے پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

ان کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد در جزا ہر زشت را در خور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندیش فاش بود با ایشاں نہاں اندر معاش

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے وہ زندگی میں ان کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تست مشرف بر تنت گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہے اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اس سے عاجز ہے

---

[1] تاہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے ان کو ان کی خوراک بنانا ہے۔

[2] ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے ان کو آدمی بنانا چاہا لیکن ان کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ ان پر نعمت کا لحاف اڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔ تا چو۔ جب اس غفلت سے بیدار ہوں گے تو مجلس ختم ہو چکی ہو گی نہ شمع ہو گی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اٹھانے کا وقت ختم ہو چکا ہو گا۔

[3] داشت۔ ان کی سرکشی تمہارے لیے حیران کن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضا ہو گا کہ ہم ان کو ان کے برے اعمال کی بری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا ان کے ساتھ تھا۔ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں، انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

نیست[1] قاصر دیدنِ او اے فلاں ‏ ‏ ‏ از سکون و جنبشت در امتحاں

اے فلاں! اس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے ‏ ‏ ‏ تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز ‏ ‏ ‏ با تو باشد در سکون و نقل نیز

تو تعجب کیا ہے؟ اگر اس عقل کا پیدا کرنے والا بھی ‏ ‏ ‏ تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

از خرد غافل شود بر بد تند ‏ ‏ ‏ بعد ازاں عقلش ملامت میکند

عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے ‏ ‏ ‏ اس کے بعد اس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے ‏ ‏ ‏ کز حضورستش[2] ملامت کردنے

تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی ‏ ‏ ‏ کیونکہ اس کا ملامت کرنا اس کی موجودگی (کی دلیل) ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے ‏ ‏ ‏ در ملامت کے تُرا سیلی زدے

اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی ‏ ‏ ‏ ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفسِ تو ‏ ‏ ‏ کے چناں کردے جنون و تفسِ تو

اگر تیرا نفس اس سے غافل نہ ہوتا ‏ ‏ ‏ تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا عقلت چو اُصطرلاب بود ‏ ‏ ‏ زاں بدانی قربِ خورشیدِ وجود

تو تیری عقل اُصطرلاب کی طرح ہے ‏ ‏ ‏ تو اس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قربِ بیچون[3] ست عقلت را بتو ‏ ‏ ‏ نیست از پیش و پس و سفل و علو

تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے ‏ ‏ ‏ جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قربِ بیچوں چوں نباشد شاہ را ‏ ‏ ‏ کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را

تو شاہ کا قرب، بے کیف کیوں نہ ہو گا؟ ‏ ‏ ‏ کیونکہ عقل کی بحث اس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اِصبع تُراست ‏ ‏ ‏ پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست

وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے ‏ ‏ ‏ انگلی کے آگے یا اس کے پیچھے یا بائیں اور دائیں سے

وقتِ خواب و مرگ از وے میرود ‏ ‏ ‏ وقتِ بیداری قرینش می شود

موت اور نیند کے وقت وہ اس سے چلی جاتی ہے ‏ ‏ ‏ بیداری کے وقت اس کے ساتھ ہوتی ہے

---

1. نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنے والی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسی طرح اس کا خالق خدا تیرے ساتھ ہو، تو کیا تعجب ہے۔ از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اس کو ملامت کرتی ہے۔
2. کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ نہ تھا۔ پس ترا۔ تیری عقل، حضرتِ حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔
3. بیچوں۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قربِ بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے۔ اس کا قرب بھی ان کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں۔ انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔ وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت میں آ جاتی ہے۔

Marfat.com

از چہ رہ[1] می آید اندر اصبعت — کاصبعت بے او ندارد منفعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟ — کیونکہ تیری انگلی اس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشم مردمک در دیدہ ات — از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں — بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالمِ خلق ست با سوی و جہات — بے جہت داں عالمِ امر و صفات
عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے — عالم امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

بے جہت داں عالمِ امر اے صنم — بے جہت ہم باشد آمر لا جرم
اے صنم! عالم امر کو بے جہت سمجھ — لا محالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہو گا

بے جہت بُد عقل[2] و علامُ البیاں — عقل تر از عقل و جاں تر ہم زجاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار — عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلق نیست مخلوقے بدو — آں تعلق ہست بیچوں اے عمو
کوئی مخلوق اس سے بے تعلق نہیں ہے — اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں — غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے — گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل[3] و وصل پے بَر از دلیل — لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتا لگا — لیکن پتا لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے بپاپے می بَر از دوری ز اصل — تا رگِ مردیت آرد سوی وصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتا لگا — تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلق را خرد چوں پے بَرد — بستۂ فصل ست و وصل است ایں خرد
عقل اس تعلق کا کیسے پتا لگائے؟ — یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

---

[1] از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کون سی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالم خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہے وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالم امر۔ وہ عالم ہے جس کی پیدائش لفظ کن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالم امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو امر یعنی حضرتِ حق تعالیٰ جس نے وہ کلمہ کن فرمایا ہے بدرجہ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

[2] عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال وگمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] غیر فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتا لگانے کو اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتا نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ محض پتا لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔ پے بپاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اس کو وصل کی طرف لے جائے گی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتا نہیں لگا سکتی۔

Marfat.com

زیں[1] وصیت کرد مارا مصطفیٰ
اسی وجہ سے مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں وصیت کی ہے

بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست
جو غور و فکر اس کی ذات میں کرتا ہے

در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست آں پندارِ او زیرا براہ
یہ (محض) اس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں

صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردۂ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے

وہمِ او آن ست کاں عینِ خود اوست
اس کا خیال یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو
تو پیغمبر ﷺ نے اس سے اس وہم کو دفع کر دیا

تا نباشد در غلط سودا پزِ او
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا نہ بنے

وانکہ[2] اندر وہمِ او ترکِ ادب
کیونکہ اس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے

بے ادب را سرنگونی داد رب
(اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بود کوسوئے زیر
اندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو

می رود پندارد او کو ہست چیر
جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِّ مست باشد ایں چنیں
کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے

کو نداند آسماں را از زمیں
کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے

در عجبہالیش[3] بفکر اندر روید
اس کے عجائب میں غور کرو

از عظیمی و ز مہابت گم شوید
عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید
جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے

حدِّ خود دانید آنکہ تن زنید
اپنا رتبہ جان لو گے (اور) اس وقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا اُحصِی نگوید او ز جاں
وہ دل سے سوائے اس کے کچھ نہ کہے گا کہ "میں شمار نہیں کر سکتا"

کز شمار و حد بیرون ست آں
کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

---

[1] زیں۔ چونکہ عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ "اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔" آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور نا ممکن ہے لہٰذا اس میں تفکر بھی ناممکن ہے۔ ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں۔ ہر یکے۔ ذات میں غور کرنے والا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

[2] وانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِّ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیے اور اس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائے گی اور خاموشی اختیار کر لو گے۔ جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی "میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔"

چوں بیانش[1] بیحدست اے بوالہوس بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس

اے ابو الہوس! چونکہ اس کا بیان محدود ہے بحث نہ کر اس سے آگے سانس نہ لے

رفتن ذو القرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے

حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف!

قاف از عظمت صفاتِ حق تعالیٰ رشمہٗ با ما بگو و جواب او

ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات بتا دے اور اس کا جواب

کہ صفت عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لا بہ کردنِ ذوالقرنین

دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آ سکتی اور ذوالقرنین کی

کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری رشمہٗ بگو

خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتا دے

رفت ذوالقرنین سوئے کوہِ قاف دید کُہ را کز زمرد بود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے انہوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[2] ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط

وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے ہے اس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگرہا چیستند کہ بہ پیشِ عظمِ تو بازی ایستند

انہوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ کہ تیری بڑائی کے سامنے جیسے

گفت رگہای من اند آں کوہہا مثلِ من نبوند در حسن و بہا

اس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے[3] رگے دارم نہاں بر عروقم بستہ اطرافِ جہاں

ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا امر فرماید کہ جنباں عرق را

جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر

میں غصہ سے اس رگ کو ہلا دیتا ہوں جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

---

[1] چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی تعریف کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کر دینی چاہیے اور خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔ رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصاف باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

[2] محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ جو تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں ان پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رگہای۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اس لیے تم ان کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔

[3] من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔ حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دے دیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اس شہر میں زلزلہ آ جاتا ہے۔

Marfat.com

چوں بگویدؔ[1] بس شود ساکن رگم ساکنم وز رُوی فعل اندر تگم

جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے میں (بظاہر) ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن چوں خرد ساکن و زو جنباں سخن

جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اس کی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِ آں کس کہ نداند عقلش ایں زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں

جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اس کے نزدیک زلزلہ، زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں ز امرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں

سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں اللہ (تعالیٰ) کے حکم اور اس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ[2] آنکہ مورکے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اس کے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایشِ انگشتاں

کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشم او

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر ان کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

تیز تر بود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرعِ وے اند

تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اس کی فرع ہیں

مورکے بر کاغذے دید او قلم گفت با مورِ دگر ایں راز ہم

ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا اس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کلکؔ[3] کرد ہمچو ریحان و چو سوسن زار و وَرد

کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں جیسے نیازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور ویں قلم در فعل فرعست و اثر

اس چیونٹی نے کہا، انگلی کارگزار ہے یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم کز بازو است کاصبع لاغر نہ زورش نقش بست

تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے کیونکہ کمزور انگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے مہترِ موراں فطن بود اندکے

(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھ دار تھی

---

[1] چوں بگوید۔ جب مجھے رکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ ودو جاری ہے۔ ہم چو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔ نزد آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہ قاف ہے۔

[2] بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقل مند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔ مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔

[3] کلک۔ قلم۔ ریحان۔ نیازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔ مورسوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فطن۔ سمجھدار۔

گفت کز صورت[1] مبید ایں ہنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
اس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے
صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں
بیخبر بود او کہ آں عقل و فواد — بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کی حرکت دیے بغیر بے جان ہیں
یک زماں از وے عنایت بر کند — عقلِ زیرک ابلہیہا می کند
تھوڑی دیر کے لیے وہ اس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردنِ ذو القرنین از کوہِ قاف و بیانِ عجائب از ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ[2] کوہِ قاف دُرِّ نطق سفت — چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت
جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اس کو بولتا پایا تو کہا
کاے سخن گویِ خبیرِ رازداں — از صفاتِ حق بکن بامن بیاں
اے بولنے والے، باخبر، رازداں! — اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کر دے
گفت رَو کاں وصف زانہا بر ترست — کہ بیاں بر وَے تواند بُرد دست
اس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اس سے بالا تر ہے — کہ بیان اس پر قابو پا سکے
یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر — بر نویسد بر صحائف زاں خبر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے — وہ صحیفوں میں اس کی بابت لکھ دے
گفت کمتر داستانے بازگو — از عجبہاے حق اے حبرِ نکو
انہوں نے کہا تھوڑی سی داستان سنا دے — اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!
گفت[3] اینک دشتِ سہ صد سالہ راہ — کوہہاے برف پُر کردہ است شاہ
اس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل — شاہ نے اس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے
کوہ بر کہ بے شمار و بے عدد — میرسد در ہر زماں برفش مدد
پہاڑ بالائے پہاڑ، بے شمار اور ان گنت — ہر وقت ان کو برف کی مدد پہنچتی ہے

---

[1] کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں، روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے، نقش، عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔ یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لیے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔

[2] چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اس کی صفات سے آگاہ کر دے۔ گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ نہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔

[3] گفت۔ کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے۔ اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔ کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیے ہیں۔

Marfat.com

کوہ برفے می زند بر دیگرے
برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے
می رساند برف سردی تا ثرے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف
برف کا پہاڑ، برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
دمبدم ز انبارِ بیحد و شگرف
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے[1] اینچنیں وادی شہا
اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا
تفِ دوزخ محو کردے مر مرا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہایِ برف داں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تا نسوزد پردہایِ عاقلاں
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ جل جائیں

گر نبودے عکسِ جہلِ برف باف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
سوختے از نار، شوق آں کوہِ قاف
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش[2] از قہرِ خدا خود ذرہ ایست
(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے
بہرِ تہدید لئیماں ذرہ ایست
وہ کمینوں کو ڈرانے کے لیے ذرہ ہے

با چنیں قہرے کہ زفت و فائق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
بردِ لطفش بیں کہ بروے سابق ست
اس کے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی
یہ آگے ہونا بغیر تکلیف اور کیفیت کے، معنوی ہے
سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

گر ندیدی[3] آں بود از فہم پست
اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے
کہ عقولِ خلق زاں کان یک جوست
کیونکہ مخلوق کی عقلیں اس کان (میں) ایک جو (کی برابر) ہیں

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں
اپنا عیب سمجھ، نہ کہ دین کی آیتوں کا
کے رسد بر چرخ دیں مرغ گلیں
دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مرغ را جولاں گہ عالی ہواست
(تیرے) پرند کی بلند پرواز گاہ فضا ہے
زانکہ نشو او ز شہوت وز ہواست
کیونکہ اس کا نشو (و نما) شہوت اور نفسانی خواہش ہے

---

1. گر نبودے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق ان کو جلا ڈالتا۔ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لیے کر رہے ہیں۔
2. آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اس قدر بیان ہوا یہ اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ باچنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حسی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ عین ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا یہاں سابق اور مسبوق ہونا ایک چیز کی صفت ہے۔
3. گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی۔ اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اس کی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرند کی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔

Marfat.com

پس[1] تو حیراں باش بے لا و بلے
تا ز رحمت پیشت آید محملے
بس تو حیران رہ، بغیر "نہیں" اور "ہاں" کے
تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی
گر بلے گوئی تکلف می کنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نا اہل ہے
اگر تو ہاں کہے تکلف برتے گا

ور بگوئی نے زند نے گردنت
قہر بر بندد بداں نے روزنت
اگر تو "نہیں" کہے گا "نہیں" تیری گردن کاٹ دے گی
اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس
تا در آید نصرِ حق از پیش و پس
تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آ جائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا
با زبانِ حال گفتی اِھْدِنَا
جبکہ تو حیران ہو گا اور ناچیز اور فنا
زبان حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زفت[2] زفت ست و چو لرزاں میشوی
می شود آں زفت نرم و مستوی
بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا
وہ بُرا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ شکلِ زفت بہرِ منکرست
چونکہ عاجز آمدی لطف و برست
کیونکہ بُری شکل منکر کے لیے ہے
جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ[3] جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت پر

و از ہفتصد پر او چوں یک پر ظاہر شد افق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور ان کے سات سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہوا اس نے

آفتاب محجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

مصطفیٰ می گفت پیشِ جبرئیل
کہ چنانکہ صورتِ تست اے خلیل
مصطفیٰ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا
اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہے

مر مرا بنمایِ محسوس آشکار
تا ببینم مر ترا نظارہ وار
مجھے واضح محسوس (کر کے) دکھایئے
تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں

---

1. پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمت خداوندی دستگیری کرے گی۔ گر بلے۔ اگر بے سمجھے بوجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔ ور بگوئی۔ اگر انکار کرے گا تو تجھ پر قہر خداوندی نازل ہو گا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آ جائے گی۔ چونکہ۔ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔
2. زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ زانکہ۔ کسی حقیقت کی بری صورت منکر کے لیے ہوتی ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بری صورت بھلی بن جاتی ہے۔
3. نمودن۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ عاجزی سے ہیبت، رحمت بن جاتی ہے۔ مر مرا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ اپنی اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔

Marfat.com

گفت[1] نتوانی و طاقت نبودت
انہوں نے کہا آپ نہ دیکھ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی
حس ضعیف ست و تنک سخت آیدت
حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپ کو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے
تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی را ہست حسِ تن سقیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے
لیک در باطن یکے خلقِ عظیم
لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے
لیک ہست او در صفت آتش زنہ
لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولد ایجادِ نار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے
زاد آتش زیں دو والد قہر بار
قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش[2] دستکارِ وصفِ تن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے
ہست قاہر برتنِ او شعلہ زن
وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلہ ابراہیم وار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی طرح شعلہ ہے
کہ ازو مقہور گردد بُرجِ نار
کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر بر آری از درونت آتشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے
آتشت گردد مطیع و دلخوشے
آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لاجرم[3] گفت آں رسولِ ذو فنوں
لامحالہ اس صاحبِ کمالات رسول ﷺ نے فرمایا
رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن
اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہراً ایں دو بسندانے زبوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں
در صفت از کانِ آہنہا فزوں
صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھ کر ہیں

پس بصورت آدمی فرعِ جہاں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے
در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں
صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

---

[1] گفت۔ انہوں نے کہا جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اس نظارہ کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔ بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔

[2] باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اس آگ کے کرے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اس لیے اس کو ان سے سابق بتایا۔ ظاہراً۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن ان سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔ پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔

Marfat.com

ظاہرش[1] را- پشۂ آرد بچرخ — باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمان کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے — ہیبتے کہ کُہ شود زاں مندکے

جب انہوں نے اصرار کیا انہوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ۔ شرق و غرب را — از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰ

ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰ ﷺ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیل آمد در آغوشش کشید

جب انہوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرئیل علیہ السلام آئے ان کو بغل میں لیا

آں مہابت قسمتِ بیگانگاں — واں تجمش دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت مفت دوستوں کے لیے ہے

ہست شاہاں را زمانے بر نشست[2] — ہولِ سرہنگاں و صارمہا بدست

جلوس کے وقت بادشاہوں کے لیے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دورباش و نیزہ و شمشیرہا — کہ بلرزند از مہابت شیرہا

دو شاخہ اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاوش و آں چوگانہا — کہ شود سست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور بلے — کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر — کہ کند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ خاص و عام کے لیے ہے — تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں[3] شکوہ — تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لیے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تامنی و مایٔ ایشاں بشکند — نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر ازاں ایمن شود کاں شہریار — دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

شہر اسی سے پر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

1. ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آ جاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ آں مہابت۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لیے ہوتی ہے۔ تجمش۔ اظہار محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔

2. برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دورباش۔ وہ نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے عوام راستے سے دور ہو جائیں۔ نہیب۔ خوف۔

3. ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ دراصل عوام و خواص کے لیے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔ تامنی و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔ نحوس۔ یعنی تکبر کی نحوست۔

Marfat.com

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مر جاتی ہیں

بازا[1] چوں آید بسوی بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

حلم بر حلم ست و رحمہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لیے ہوتی ہے

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں (ہوتی ہے)

جوشن و آں خود مر چالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لیے ہے

ایں سخن[2] پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارب ست
احمد ﷺ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانے والی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست[3]
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے

قابلِ تغییر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

بے ز تغییرے کہ لا شرقیۃ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے

ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

نشوی از غیر چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنے گا

وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کے ساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام و تھامے ہوئے ہے

ویں شراب و نقل در بزمِ صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں (ہوتا ہے)

ویں حریر و ورد مر تعریش راست
اور ریشمیں کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کے لیے ہے

ختم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

روح باقی آفتاب روشن ست
باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

---

[1] بازا۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم۔ یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل۔ یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لیے عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لیے ہوتی ہے، خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامانِ جنگ، جنگ کے لیے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے۔ جوشن۔ زرہ۔ خود۔ جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔

[2] ایں سخن۔ یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک۔

[3] صفدر۔ صف شکن۔ مقعد صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔ قابل تغییر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لا شرقیہ۔ شرق و غرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔

آفتاب[1] از ذرہ کے بیہوش شد　شمع از پروانہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟　شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

جسمِ احمدؐ را تعلق بُد بداں　ایں تغیر آنِ تن باشد بداں
اس بے ہوشی سے احمد ﷺ کے جسم کا تعلق تھا　سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد　جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد　روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم در بگویم وصفِ جاں　زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف بیان کر دوں　تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود　شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود
ان کی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لیے پریشان ہو گئی تھی　یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود[2] آں شیر کز خوابست پاک　اینت شیرِ نرم ساز و سہناک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے　عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں　کہ تمامش مُردہ دانند ایں سگاں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے　کہ سب کتے اس کو مردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بدے　کو بودے از ضعیفے تُربُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی　کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقش[3] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت　بحرِ او از مہرِ کف پُرجوش گشت
احمد ﷺ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا　ان کا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پرجوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش　ماہ را گر کف نباشد گو مباش
چاند عطا کرنے والا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے　اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِّ جلیل　تا ابد بیہوش ماند جبرئیل
احمد ﷺ اگر وہ عظیم پر کھول دیں　تو جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ کے لیے بیہوش ہو جائیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔ جسم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے۔ خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کیے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک۔ شیر جاں۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک۔

[2] خفتہ بود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تنام عیناي ولا ینام قلبي "میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا ہے،" تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز۔ یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ سازد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے۔

[3] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پرجوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہے کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اس کی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں اس لیے کہ آنحضور کو تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہوئے لیکن اگر وہ اپنے روحانی پروں کو پھیلا دیں تو جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ کے لیے بیہوش ہو جائیں۔

Marfat.com

چوں گذشت[1] احمدؐ زسدره و مرصدش
جب احمد ﷺ سدرة (المنتہیٰ) اوراس کی جگہ سے گزرے
از مقامِ جبرئیل و از حدش
جبرئیل کے مقام اور ان کی حد سے (گزرے)

گفت او را کز پیم آو مایست
ان (احمد ﷺ) نے ان (جبرئیل علیہ السلام) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور ٹھہرو
گفت رَوزیں پس مرا دستور نیست
انہوں نے کہا جایئے اس کے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

گفت او را ہیں پر اندر پیم
انہوں نے ان سے کہا ہاں میرے پیچھے اڑ آیئے
گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم
انہوں نے کہا جایئے جایئے، میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت او را بیا اے پَردہ سوز
انہوں نے ان سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا
من بادِجِ خود نرفتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرِّ من
انہوں نے کہا اے میرے اقبال مند! اس حد سے باہر
گر زنم پَرّے بسوزد پَرِّ من
اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت اندر حیرت آمد زیں قصص
ان قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے
بیہشی خاصگاں اندر اَخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بے ہوشیاں یہاں کھیل ہیں
چند جانداری کہ جاں پردازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہے

جبرئیلا[2] گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیل علیہ السلام! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے
تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے
جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں حدیثِ[3] منقلب را گور کن
اس الٹی بات کو دفن کر دیجئے
شیر را بر عکس صیدِ گور کن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کن مشک سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے
وا مکن انبانِ قلما شیت را
"تو جو چاہے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیے

---

1. چوں گذشت۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرئیل علیہ السلام سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرة المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔ حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خاصگاں۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

2. جبرئیلا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خطاب ہے کہ تم شمع محمدی کے پروانہ نہ تھے ورنہ ان کے بلانے پر پر جل جانے کا عذر نہ کرتے۔ مولانا کی رائے میں سدرة المنتہیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حد پرواز خودان کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر ان کو آگے جانا چاہیے تھا خواہ ان کے پر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

3. ایں حدیث۔ اب مولانا، حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں الٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں ان کو الٹی معلوم ہوں گی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپ کو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں ان کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں ان کے تابع بن جایئے۔ پاشیت۔ یعنی مشک سخن پاشی تو۔ قلماشیت۔ کہہ تو جو چاہے۔

آنکہ[1] بر نگذشت اجزاش از زمیں — پیشِ او معکوس قلماشیت ایں

جس شخص کے اجزا زمین سے نہیں گزرے ہیں — "تو جو چاہے کہو" اس کے لیے الٹا ہے

لَا تُخَالِفُهُمْ حَبِيْبِيْ دَارِهِمْ — يَا غَرِيْبًا نَازِلًا . فِيْ دَارِهِمْ

اے میرے پیارے! مخالفت نہ کر ان کی مدارات کر — اے مسافر! جو ان کے گھر مہمان ہے

اِعْطِ مَا شَاءُوْا وَ رَامُوْا وَ اَرْضِهِمْ — يَا ظَعِيْنًا سَاكِنًا فِيْ اَرْضِهِمْ

اے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں" ان کو راضی رکھ — اے مسافر! ان کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تارسی اندر شہ و در نازِ خوش — رازیا با مرغزی می ساز خوش

جب تک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے — اے رَے کے رہنے والے! مرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

موسیا[2] در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قَوْلًا لَّيِّنًا

اے موسیٰ! زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیے

آب اگر در روغنِ جوشاں کنی — دیگدان و دیگ را ویراں کنی

اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب — وسوسہ مفروش در لین الخطاب

نرم بات کہیے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیے — خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کن

عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجیے — اے وہ کہ تیرا دور زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو[3] تو مر گل خوارہ را کہ قند بہ — نرمیِ فاسد مکن طینش مدہ

آپ مٹی کھانے والے سے کہیے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتیے، اس کو مٹی نہ دیجیے

نطقِ جاں را روضۂ جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی

آپ روحانی گفتگو کے لیے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر درمیانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہادست خار

اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لیے کانٹے رکھ دیے ہیں

---

[1] آنکہ۔ آپ کے منشا کی باتیں عوام کو الٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لَا تُخَالِفْهُمْ۔ آپ ان میں عارضی طور پر ہیں ان کی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیے۔ تارسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا یعنی عوام، ان دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں بہت بعد تھا۔

[2] موسیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولہا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کہیے لیکن صحیح کہیے ان کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیے۔ وقت عصر۔ عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لیے ہوتا ہے۔

[3] گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔ نطق جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سر خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کے لیے مردہ گدھے یا کسی وحشت ناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی ان کے لیے سر خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

ظن ببرد از دور کایں آنست و بس
دور سے انہوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا
چوں قچِ[1] مغلوب واِمی رفت پس
مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سَرِ خرداں یقیں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھے
در رزِ معنی و فردوسِ بریں
معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء الحق حسام الدیں بر آر
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے
ایں سَرِ خر را ازیں بطیخ زار
اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سَرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ
تاکہ جب گدھے کا سر ذبح کی وجہ سے مر جائے گا
نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
وہ فالیز اس کو دوسرا نشو (نما) بخش دے گا

ہیں[2] ز ما صورتگری و جاں ز تو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری جانب سے ہے
نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو
نہیں، غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب سے ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

مثنوی صورت بود جانش توئی
مثنوی صورت ہے اس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی
اس کی جہت بھی آپ اس کا نور اور اس کے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک محمودی اے خورشیدِ فاش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی باسمائیِ بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خوشوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ[3] برخیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروںؑ شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیرو انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے
منکری اش پردۂ ساتر شود
اس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

---

[1] قچ۔ مینڈھا۔ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اس میں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کے لیے سرِ خر بنیں۔ تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائیں گے تب یہ فالیز یعنی مثنوی ان کو مفید ہو گی۔ مبطخہ۔ یعنی فالیز۔

[2] ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدین میں تمہیں اس لیے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔ بر فلک۔ آپ عنداللہ محمود ہیں، خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔

[3] تفرقہ۔ جب تک ان میں ناسوتیت ہے، دوئی ہے، جب وہ روحانی بن جائیں گے، دوئی ختم ہو جائے گی۔ چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰ۔ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔

Marfat.com

پس[1] شناسائے بگردانید رُو / خشم کرد آں مہ زناشکریِ او
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے / وہ چاند اس کی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد / نا شناسا گشت و پشتِ پای زد
اسی وجہ سے بُری روح، نبی علیہ السلام کی روح کو / نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فروخواں لَمْ یَکُن / تا بدانی لجِّ آں گبرِ کہن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے / تا کہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

در بیانِ اعتقاد یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرت پیغمبر

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان

علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ او را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

اور ان کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور ان کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[2] ازانکہ نقشِ احمدؐ فر نمود / نعتِ او ہر گبر را تعویذ بود
اس سے پہلے کہ احمد علیہ السلام کی صورت شان دکھائے / ان کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید / از خیالِ رُوش دل شاں می طپید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئے گا / ان کے چہرے کے خیال سے ان کا دل تڑپتا تھا

سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر / در عیاں آریش ہر چہ زُود تر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! / جس قدر جلد ہو سکے ان کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یَسْتَفْتِحُوْن[3] / باغیاں شاں می شدندے سر نگوں
حضور علیہ السلام کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنے کی وجہ سے / ان سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مُہوِلے آمدے / عونِ شاں کراریِ احمدؐ بدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی / آنحضور علیہ السلام کی حملہ آوری ان کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن بدے / یادِ او شاں داروِی شافی بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی / ان کا ان کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ او می گشت اندر راہِ شاں / در دل و در گوش و در افواہِ شاں
ان کی تصویر ان کے راستوں میں گشت کرتی تھی / دل اور کان اور ان کے مونہوں میں

---

1. بس شناسا۔ یعنی مربی کی روح اس کی ناشکری کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔ زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی روح نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اوّلاً پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

2. پیش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے ان کے دل تڑپتے تھے۔ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔

3. یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنی" یہود بعثت سے پہلے آپ کی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔" مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حملہ یعنی آپ کے نام کی بدولت۔ مزمن۔ دیرینہ، کہنہ۔ نقش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا۔

نقشِ او را کے بیابد ہر شغال — بلکہ فرعِ نقشِ او یعنی خیال[1]

ہر گیدڑ ان کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟ — بلکہ ان کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ او بر رُوئے دیوار ار فتد — از دلِ دیوار خونِ دل چکد

ان کا نقش اگر دیوار پر پڑے — تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرّخ بود نقشش برو — کہ رہد در حال دیوار از دو رو

اس پر ان کا نقش ایسا مبارک ہو گا — کہ دیوار فوراً دورُخی سے نجات پا لے گی

گشتہ با یک رُوئے اہلِ صفا — آں دو روئی عیب مر دیوار را

اہلِ باطن کی یک رخی والی بن جائے گی — دورُخی دیوار کے لیے (بھی) عیب ہے

ایں ہمہ[2] انکار و کفراں زاد شاں — چوں در آمد سیدِ آخر زماں

ان کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا — جب سید آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وِداد — چوں بدیدندش بصورت بُرد باد

یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت — جب انہوں نے ان کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلب آتش دیدہ در دم شد سیاہ — قُلب را در قلب کے بودست راہ

کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا — کھوٹے کے لیے، دل میں کب راستہ ہے؟

قُلب می زد لافِ اشواقِ محک — تا مُریداں را در اندازد بشک

کھوٹا سکہ کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا — تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

افتد اندر دامِ مکرش نا کسے — ایں گماں سر برزند از ہر خسے

نالائق ہی اس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے — یہ خیال ہر کمینہ سے ابھرتا ہے

کایں اگر نہ نقد پاکیزہ بُدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شدے

کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے — تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بدے

کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا — یا اس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

او محک می خواہد اما آنچناں — کہ نگردد قلبیِ او زاں عیاں

وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی — کہ اس کا کھوٹ اس سے ظاہر نہ ہو

1. خیال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح نقش اور تصویر ان جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ ان کی (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دورخی اس کا عیب ہے۔ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دورخی چھوڑ دے۔

2. ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ "جب وہ چیز ان کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اس کا کفر کرنے لگے۔" بصورت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی اور اصلی صورت کے ساتھ ان کے سامنے آ گئے۔ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہل اللہ کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

3. قلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لیے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔ او محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اس کا عیب نہ ظاہر ہو سکے۔

Marfat.com

گر بگویم[1] تا قیامت زیں کلام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا

صد قیامت بگذرد ایں نا تمام
سو قیامتیں گزر جائیں گی یہ نا مکمل رہے گی

آں محک کہ اونہاں دارد صفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے

نے محک باشد نہ نورِ معرفت
نہ وہ کسوٹی ہو گی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ کو عیبِ رُو دارد نہاں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے

از برایِ خاطرِ ہر قلتباں
ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد او
وہ آئینہ نہ ہو گا، منافق ہو گا

ایں چنیں آئینہ را ہر گز مجو
ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جو راست گوئے[2] بے نفاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر

ختم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْوِفَاق
ختم کر دے اور اللہ (حسنِ) اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عینِ آئینہ ات سازد خدا
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے

کہ نماید عرش را ہمچوں سما
کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُو لباب
اے عقل مند! عرش کیا اور آسمان کیا!

فہم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ آں محک۔ بہر حال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔ آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔

[2] راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے۔ تاکہ۔ ایسے آئینہ یعنی رشیؒ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دے گا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی، سمجھ لے!

Marfat.com

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

مفتاح العلوم

شرح مثنوی مولانا روم
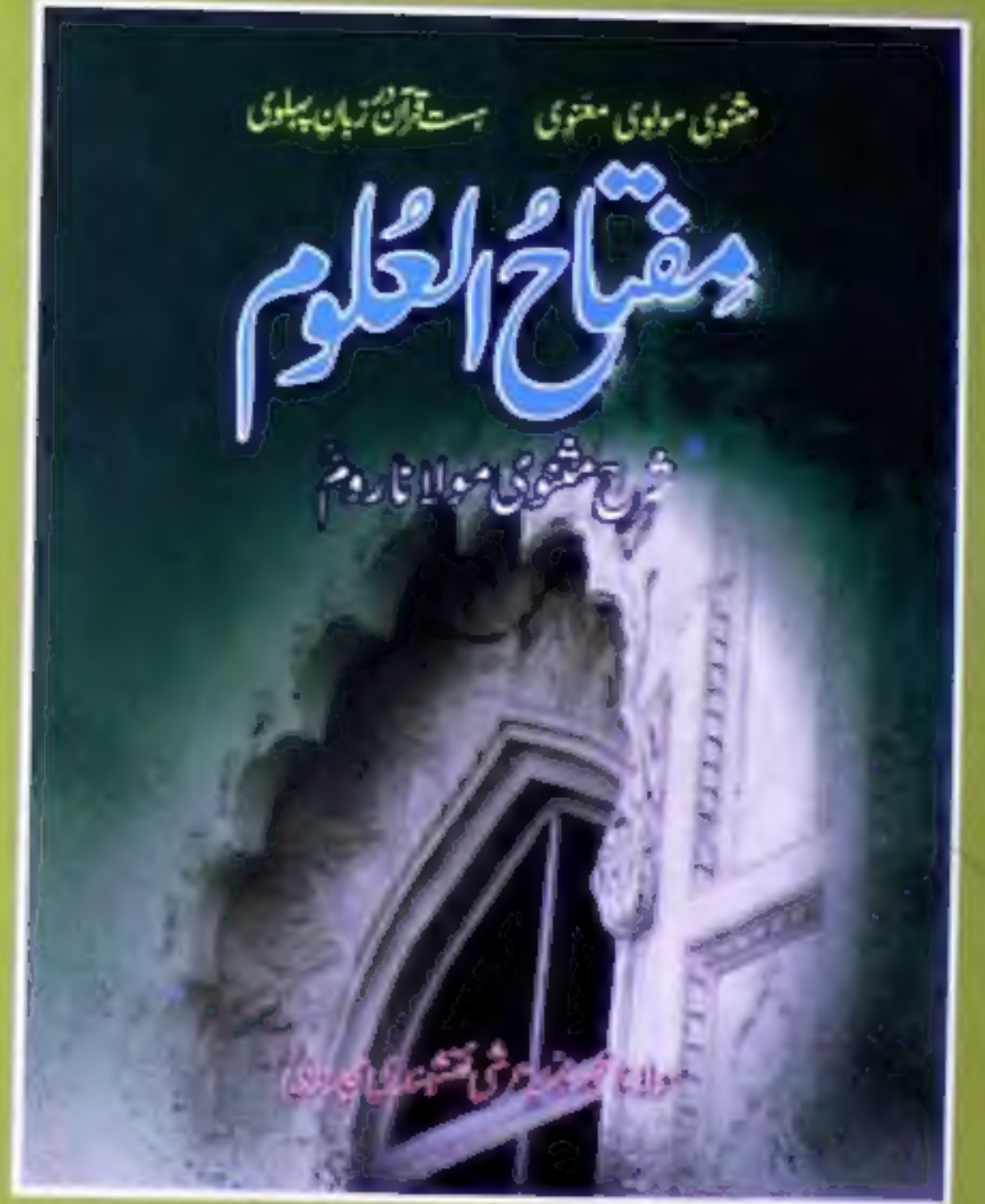
اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف و اخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانان عالم میں عقیدت و احترام سے پڑھی جا رہی ہے۔ برِاعظم پاک و ہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحر العلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت و مقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آ سکی۔

مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

ISBN

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور